

BAPS401CCT

ہندوستانی حکومت اور سیاست

(Indian Government and Politics)



برائے
پچلر آف آرٹس (بی۔ اے۔)
(چوتھا سمسٹر)

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدر آباد-32، تلنگانہ-انڈیا

© Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad

Course- Indian Government and Politics

ISBN: 978-93-95203-83-8

First Edition: June 2023

Publisher	:	Registrar, Maulana Azad National Urdu University
Edition	:	June 2023
Copies	:	2000
Price	:	Rs. 320/- (Included in the admission fee of distance mode students)
Copy Editing	:	Dr. Ishtiyag Ahmad, DDE, MANUU, Hyderabad
Composing	:	Dr. Naved Ashrafi, DDE, MANUU, Hyderabad
Cover Designing	:	Dr. Mohd Akmal Khan, DDE, MANUU, Hyderabad
Printer	:	Karshak Art Printers, Hyderabad

Bachelor of Arts (B.A.)
Indian Government and Politics
Semester 4

On behalf of the Registrar, published by:
Directorate of Distance Education

Maulana Azad National Urdu University

Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS), India

Director: dir.dde@manuu.edu.in Publication: ddepublication@manuu.edu.in

Phone number: 040-23008314

Website: manuu.edu.in

© All rights reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission from the publisher (registrar@manuu.edu.in)



ایڈیٹر
(Editor)

Dr. Ishtiyag Ahmad (Course Coordinator)
Asth. Professor (Public Administration), Directorate of
Distance Education, MANUU, Hyderabad

ڈاکٹر اشتیاق احمد (کورس کوآرڈینیٹر)

اسسٹنٹ پروفیسر (نظم و نسق عامہ) نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدرآباد

لینگویج ایڈیٹر
(Language Editor)

Dr. Naved Ashrafi
Guest Faculty/Asth. Professor (Contractual), Directorate of
Distance Education, MANUU, Hyderabad

ڈاکٹر نوید اشرفی

گیسٹ فیکلٹی / اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچرل)، ڈی ڈی ای، مانو، حیدرآباد

مجلس ادارت
(Editorial Board)

Prof. Mohd Umar (Retd.)
Former Head, Dept. of Political Science,
Dr. B.R.A.M.U, Aurangabad, M.H.

پروفیسر محمد عمر (رٹائرڈ)

سابق صدر، شعبہ سیاسیات، ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر مراٹھواڑا یونیورسٹی، اورنگ آباد، مہاراشٹر

Prof. Mirza Asmer Beg
Former Chairman, Dept. of Political Science,
AMU, Aligarh, UP

پروفیسر مرزا اسمیر بیگ

سابق صدر، شعبہ سیاسیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یوپی

Prof. Mehtab Manzar
Professor (Retired), Dept. of Pol. Science,
Jamia Millia Islamia, New Delhi

پروفیسر مہتاب منظر

پروفیسر (رٹائرڈ)، شعبہ سیاسیات، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

Prof. Afroz Alam
Head, Dept. of Political Science,
MANUU, Hyderabad

پروفیسر افروز عالم

صدر، شعبہ سیاسیات، مانو، حیدرآباد

Dr. Abdul Qayyum
Associate Professor, Dept. of Public
Administration, MANUU, Hyd.

ڈاکٹر عبدالقیوم

اسوشیٹ پروفیسر، شعبہ نظم و نسق عامہ، مانو، حیدرآباد

Dr. Ishtiyag Ahmad
Assistant Professor, Directorate of Distance
Education, MANUU, Hyd.

ڈاکٹر اشتیاق احمد (کورس کوآرڈینیٹر)

اسسٹنٹ پروفیسر، نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدرآباد

Dr. Md. Shahid Alam
Guest Faculty/Asth. Professor (Contractual),
Directorate of Distance Education, MANUU,
Hyderabad

ڈاکٹر محمد شاہد عالم

گیسٹ فیکلٹی / اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچرل)، ڈی ڈی ای، مانو، حیدرآباد

کورس کو آرڈی نیٹر

ڈاکٹر اشتیاق احمد

اسسٹنٹ پروفیسر (نظم و نسق عامہ)، نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدر آباد

مصنفین

اکائی نمبر

- 1, 7 • جناب محفوظ الرحمن، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، مالدہ کالج، مغربی بنگال
- 2, 9 • ڈاکٹر محمد ذکریہ، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، کے بی جھاکا کالج، کٹیہار، بہار
- 3 • ڈاکٹر اشتیاق احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، نظم و نسق عامہ، نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدر آباد
- 4, 6, 8, 16, 18 • ڈاکٹر محمد شاہد عالم، اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچرل)، سیاسیات، نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدر آباد
- 5, 13 • ڈاکٹر محمد طارق انور، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، منگل آئٹن یونیورسٹی، علی گڑھ، یو۔ پی۔
- 10, 14 • جناب رضوان اللہ خان، لیکچرار، ڈاکٹر رفیق ذکریہ کالج فار ویمن، اورنگ آباد، مہاراشٹر
- 11, 22 • ڈاکٹر عبدالقیوم، اسوشیٹ پروفیسر، شعبہ نظم و نسق عامہ، مانو، حیدر آباد، تلنگانہ
- 12 • ڈاکٹر مصعب احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یو۔ پی۔
- 15 • ڈاکٹر نوید اشرفی، اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچرل)، نظم و نسق عامہ، نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدر آباد
- 17, 21 • ڈاکٹر اکبر القادری، اسسٹنٹ پروفیسر، مندرسور یونیورسٹی، مدھیہ پردیش
- 19 • ڈاکٹر امین میر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یو۔ پی۔
- 20, 24 • ڈاکٹر نعمان حیدر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، ارریہ کالج، بہار
- 23 • جناب محمد شکیل، سرسرج اسکالر، شعبہ سیاسیات، بھگونت یونیورسٹی، اجمیر، راجستھان

پروف ریڈرس:

اول	:	ڈاکٹر نوید اشرفی
دوم	:	ڈاکٹر محمد شاہد عالم
فائنل	:	ڈاکٹر اشتیاق احمد

فہرست

7	وائس چانسلر	پیغام
8	ڈائریکٹر	پیغام
9	کورس کوآرڈینیٹر	کورس کا تعارف
	تمہید	بلاک I
11	دستور کی اہمیت	اکائی 1
25	ہندوستانی دستور کی تشکیل	اکائی 2
37	ہندوستانی دستور کی اہم خصوصیات	اکائی 3
58	ہندوستانی دستور کا دیباچہ	اکائی 4
	حقوق، فرائض اور ہدایتی اصول	بلاک II
70	حقوق و فرائض: ایک تعارف	اکائی 5
90	بنیادی حقوق	اکائی 6
105	بنیادی فرائض	اکائی 7
117	ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول	اکائی 8
	ہندوستانی مقننہ	بلاک III
130	جمہوریت میں مقننہ کا کردار	اکائی 9
147	ہندوستانی مقننہ: ایک جائزہ	اکائی 10
161	لوک سبھا: ساخت، اختیار اور فرائض	اکائی 11
175	راجیہ سبھا: ساخت، اختیار اور فرائض	اکائی 12

ہندوستانی عاملہ	بلاک IV
194	اکائی 13
214	اکائی 14
229	اکائی 15
244	اکائی 16

ہندوستانی عدلیہ	بلاک V
256	اکائی 17
269	اکائی 18
282	اکائی 19
293	اکائی 20

سیاسی ادارے اور مسائل	بلاک VI
309	اکائی 21
321	اکائی 22
339	اکائی 23
359	اکائی 24

375	نمونہ امتحانی پرچہ



پیغام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی 1998 میں وطن عزیز کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قائم کی گئی۔ اس کے چار نکاتی مینڈیٹس یہ ہیں۔ (1) اردو زبان کی ترویج و ترقی (2) اردو میڈیم میں پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کی فراہمی (3) روایتی اور فاصلاتی تدریس سے تعلیم کی فراہمی اور (4) تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ۔ یہ وہ بنیادی نکات ہیں جو اس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد اور ممتاز بناتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری اور علاقائی زبانوں میں تعلیم کی فراہمی پر کافی زور دیا گیا ہے۔

اردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد و منشا اردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی رہا ہے۔ کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ اس بات کی تصدیق کر دیتا ہے کہ اردو زبان سمٹ کر چند ”ادبی“ اصناف تک محدود رہ گئی ہے۔ یہی کیفیت اکثر رسائل و اخبارات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ اردو قاری اور اردو سماج دور حاضر کے اہم ترین علمی موضوعات سے نابلد ہیں۔ چاہے یہ خود ان کی صحت و بقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، یا مشینی آلات ہوں یا ان کے گرد و پیش ماحول کے مسائل ہوں، عوامی سطح پر ان شعبہ جات سے متعلق اردو میں مواد کی عدم دستیابی نے عصری علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہی وہ چیلنجز ہیں جن سے اردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔ نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اسکولی سطح پر اردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیر بحث آتے ہیں۔ چوں کہ اردو یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اردو ہے اور اس میں عصری علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہذا ان تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ یونیورسٹی کے ذمہ داران بشمول اساتذہ کرام کی انتھک محنت اور ماہرین علم کے بھرپور تعاون کی بنا پر کتب کی اشاعت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر شروع ہو چکا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ ہماری یونیورسٹی اپنی تاسیس کی 25 ویں سالگرہ منا رہی ہے، مجھے اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ یونیورسٹی کا نظامت فاصلاتی تعلیم از سر نو اپنی کارکردگی کے نئے سنگ میل کی طرف رواں دواں ہے اور نظامت فاصلاتی تعلیم کی جانب سے کتابوں کی اشاعت اور ترویج میں بھی تیزی پیدا ہوئی ہے۔ نیز ملک کے کونے کونے میں موجود تشکات علم فاصلاتی تعلیم کے مختلف پروگراموں سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ گرچہ گزشتہ دو برسوں کے دوران کووڈ کی تباہ کن صورت حال کے باعث انتظامی امور اور ترسیل و ابلاغ کے مراحل بھی کافی دشوار کن رہے تاہم یونیورسٹی نے اپنی حتی المقدور کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نظامت فاصلاتی تعلیم کے پروگراموں کو کامیابی کے ساتھ روبہ عمل کیا ہے۔ میں یونیورسٹی سے وابستہ تمام طلباء کو یونیورسٹی سے جڑنے کے لیے صمیم قلب کے ساتھ مبارک باد پیش کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کرتا ہوں کہ ان کی علمی تشنگی کو پورا کرنے کے لیے مولانا آزاد اردو یونیورسٹی کا تعلیمی مشن ہر لمحہ ان کے لیے راستے ہموار کرے گا۔

پروفیسر سید عین الحسن

وائس چانسلر

پیغام

فاصلاتی طریقہ تعلیم پوری دنیا میں ایک انتہائی کارگر اور مفید طریقہ تعلیم کی حیثیت سے تسلیم کیا جا چکا ہے اور اس طریقہ تعلیم سے بڑی تعداد میں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بھی اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے اردو آبادی کی تعلیمی صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے اس طرز تعلیم کو اختیار کیا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا آغاز 1998 میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور ٹرانسلیمیشن ڈویژن سے ہوا اور اس کے بعد 2004 میں باقاعدہ روایتی طرز تعلیم کا آغاز ہوا اور بعد ازاں متعدد روایتی تدریس کے شعبہ جات قائم کیے گئے۔ نو قائم کردہ شعبہ جات اور ٹرانسلیمیشن ڈویژن میں تقرریاں عمل میں آئیں۔ اس وقت کے اربابِ مجاز کے بھرپور تعاون سے مناسب تعداد میں خود مطالعاتی مواد تحریر و ترجمے کے ذریعے تیار کرائے گئے۔

گزشتہ کئی برسوں سے یو جی سی۔ ڈی ای بی UGC-DEB اس بات پر زور دیتا رہا ہے کہ فاصلاتی نظام تعلیم کے نصابات اور نظامات کو روایتی نظام تعلیم کے نصابات اور نظامات سے کما حقہ ہم آہنگ کر کے نظامتِ فاصلاتی تعلیم کے طلباء کے معیار کو بلند کیا جائے۔ چونکہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی فاصلاتی اور روایتی طرز تعلیم کی جامعہ ہے، لہذا اس مقصد کے حصول کے لیے یو جی سی۔ ڈی ای بی کے رہنمائی اصولوں کے مطابق نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور روایتی نظام تعلیم کے نصابات کو ہم آہنگ اور معیار بلند کر کے خود اکتسابی مواد SLM از سر نو بالترتیب یو جی اور پی جی طلباء کے لیے چھ بلاک چوبیس اکائیوں اور چار بلاک سولہ اکائیوں پر مشتمل نئے طرز کی ساخت پر تیار کرائے جا رہے ہیں۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز پر مشتمل جملہ پندرہ کورسز چلا رہا ہے۔ بہت جلد تکنیکی ہنر پر مبنی کورسز بھی شروع کیے جائیں گے۔ متعلمین کی سہولت کے لیے 9 علاقائی مراکز بنگلور، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر اور 6 ذیلی علاقائی مراکز حیدر آباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراتیکہ بہت بڑا نیٹ ورک تیار کیا ہے۔ ان مراکز کے تحت سر دست 144 متعلم امدادی مراکز (Learner Support Centres) 20 پروگرام سنٹر (Programme Centres) کام کر رہے ہیں، جو طلباء کو تعلیمی اور انتظامی مدد فراہم کرتے ہیں۔ نظامتِ فاصلاتی تعلیم نے اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا استعمال شروع کر دیا ہے، نیز اپنے تمام پروگراموں میں داخلے صرف آن لائن طریقے ہی سے دے رہا ہے۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم کی ویب سائٹ پر متعلمین کو خود اکتسابی مواد کی سافٹ کاپیاں بھی فراہم کی جا رہی ہیں، نیز جلد ہی آڈیو۔ ویڈیو ریکارڈنگ کالنگ بھی ویب سائٹ پر فراہم کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ متعلمین کے درمیان رابطے کے لیے ایس ایم ایس کی سہولت فراہم کی جا رہی ہے، جس کے ذریعے متعلمین کو پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس کے رجسٹریشن، مفوضات، کونسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔

امید ہے کہ ملک کی تعلیمی اور معاشی حیثیت سے پچھڑی اردو آبادی کو مرکزی دھارے میں لانے میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم کا بھی نمایاں رول

ہوگا۔

پروفیسر محمد رضاء اللہ خان

ڈائریکٹر، نظامتِ فاصلاتی تعلیم

کورس کا تعارف

عزیز طلباء،

’ہندوستانی حکومت اور سیاست‘ سیاسیات کا ایک بنیادی مضمون ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر ہندوستانی سیاست کے فلسفیانہ، نظریاتی اور فعال پہلوؤں کے بارے میں طلبہ کی سمجھ کو بڑھانے کے لیے ڈیزائن کی گئی ہے اور سیاسی عمل اور سیاسی نظام کے اصل کام پر تفصیل سے توجہ مرکوز کرتی ہے۔

ہندوستانی حکومت اور سیاست بی اے 4 سمسٹر کا ایک بنیادی پرچہ ہے جو 24 اکائیوں پر مشتمل ہے۔ اس کی تیاری میں UGC-DEB کے تمام احکامات اور رہنمایاں اصولوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ پیش کردہ کتاب میں دستور کی اہمیت، ہندوستانی دستور کی تشکیل، ہندوستانی دستور کی خصوصیت، ہندوستانی دستور کا دیباچہ، بنیادی حقوق، بنیادی فرائض، ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول، ہندوستانی مقننہ، جمہوریت میں مقننہ کا کردار، ہندوستانی مقننہ ایک جائزہ، لوک سبھا، راجیہ سبھا، ہندوستانی عاملہ، جمہوریت میں عاملہ کا کردار، صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، ہندوستانی عدلیہ، جمہوریت میں عدلیہ کا کردار، سپریم کورٹ، عدالتی نظر ثانی اور فعالیت، سیاسی ادارے، سیاسی جماعتیں، مرکز ریاست تعلقات، ذات اور فرقہ واریت وغیرہ پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں ہر اکائی کو چھوٹے چھوٹے ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر اکائی کے تحت خود اکتسابی نتائج، تجویز کردہ کتابیں، اپنی معلومات کی جانچ کے لیے سوالات بھی دئے گئے ہیں تاکہ طلبہ و طالبات کو سمجھنے میں آسانی ہو اور وہ اپنی معلومات کو ہر اکائی کے متعلق جانچ سکے۔ اس کتاب کے آخری صفحے پر نمونہ امتحانی پرچہ بھی دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر سماجی علوم خاص طور سے سیاسیات کا مطالعہ کرنے والے طلباء و طالبات کی رہنمائی کرے گی اور ان کے لیے مفید ثابت ہوگی اور ان کی لیاقت و صلاحیت میں اضافہ کرے گی۔

ڈاکٹر اشتیاق احمد

کورس کوآرڈینیٹر



ہندوستانی حکومت اور سیاست

(Indian Government and Politics)

اکائی 1—دستور کی اہمیت

(Importance of Constitution)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	1.0
مقاصد	1.1
دستور کے معنی	1.2
دستور کی خصوصیات	1.3
دستور کے فرائض	1.4
دستور کی درجہ بندی	1.5
دستور ہند	1.6
دستور ہند تیار کرنے کی مختصر تاریخ	1.6.1
دستور ہند کی اہمیت	1.6.2
دستور ہند کے وہ حصے جو دوسرے دستور سے ماخوذ ہیں	1.6.3
دستور ہند کی اہم خصوصیات	1.6.4
اکتسابی نتائج	1.7
کلیدی الفاظ	1.8
نمونہ امتحانی سوالات	1.9
معروضی جوابات کے حامل سوالات	1.9.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	1.9.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	1.9.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	1.10

1.0 تمہید (Introduction)

ہر ملک کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک اپنا دستور ہو جو سب سے اعلیٰ ہو، وہ تمام شہریوں کو حقوق فراہم کرے اور حکمران کے لئے اختیارات و حدود متعین کرے ورنہ حکمران کے آمر بننے کے امکانات قوی ہو جاتے ہیں۔ دستور کی تاریخ بہت ہی قدیم ہے لیکن جدید دستور کی شروعات ۱۲۱۵ء سے برطانیہ سے ہوئی اور یہ سلسلہ پوری دنیا میں جاری رہا۔ جہاں تک ہمارے ملک ہندوستان میں دستور تیار کرنے کی تاریخ ہے تو یہ دسمبر ۱۹۴۶ء سے شروع ہوا اور ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء کو دستور ہند تیار ہو گیا اور ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو مکمل طور پر نافذ ہو گیا۔ دستور ہند مختلف ناچیسے سے دنیا کے دستوروں میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اور بہت سی عظیم خصوصیات کا حامل ہے۔ مثلاً بنیادی حقوق کا تفصیلی بیان، واحد شہریت، تین سطحی حکومت، مربوط و آزاد عدلیہ، پارلیمانی طرز حکومت وغیرہ۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد سب کو دستور کا تصور فراہم کرنے کے ساتھ ہی ساتھ مندرجہ ذیل کے نکات کی جانکاری مہیا کرنا۔

- ایک دستور میں کن نکات کا ہونا ضروری ہے۔
- ایک ملک کے لئے دستور کا ہونا کیوں ضروری ہے، اسے بیان کرنا۔
- دستور کے افعال کو بیان کرنا۔
- دستور کی خصوصیات کو واضح کرنا۔
- دستور ہند بنانے کی مختصر تاریخ اور دستور ساز اسمبلی کے سامنے درپیش مسائل کی طرف اشارہ کرنا۔
- دستور ہند کی اہمیت واضح کرنا۔
- دستور ہند کی ان توضیحات کا تذکرہ جو دوسرے دستور سے ماخوذ ہیں۔

1.2 دستور کے معنی (Meaning of Constitution)

دستور انگریزی لفظ Constitution کا اردو ترجمہ ہے جو لاطینی لفظ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں احکام و ضوابط، تو اس دلیل کو دستور کہا جائے گا جس میں بنیادی اصول و قواعد کے مجموعہ کو دستور کہا جاتا ہے۔

لیکن اس کے اصطلاحی معنی مختلف ماہرین دستور نے اس طرح بیان کئے ہیں:

- پروفیسر واڈے اینڈ فلپس کے الفاظ میں۔ دستور ایک مقدس دلیل ہے جو ملک کی حکومت کے مختلف اعضا کا فریم ورک اور بنیادی افعال کو مقرر کرے اور ان اعضا کو چلانے کے لئے اصول متعین کرے۔

- لورڈ بولنگبروک کے مطابق۔ دستور کا مطلب قوانین، ادارے اور رواج کا مجموعہ جو جوہات کے مخصوص اصولوں سے ماخوذ ہوں اور عوام نے ان کو تسلیم کر لئے ہوں۔
- ایچ کولینس کے مطابق۔ دستور حکومت کا کام نہیں ہے بلکہ لوگوں کا کام ہے جو حکومت کی تشکیل دیتے ہیں اور دستور بغیر حکومت کا مطلب طاقت کے بغیر کسی حق ہونا ہے۔

1.3 دستور کی خصوصیات (Characteristics of Constitution)

- دستور ملک کا سب سے عظیم قانونی دستاویز ہوتا ہے۔
- دستور ملک کو منظم طریقے سے چلانے میں اہم رول ادا کرتا ہے۔
- ملک کے دوسرے قوانین کا دستور کے موافق ہونا ضروری ہے۔
- دستور میں حکومت اور عوام سے متعلق نکات ہوتے ہیں۔
- دستور حکومت اور عوام کے درمیان تعلق کو بیان کرتا ہے کیونکہ ملک کی ترقی میں عوام کا رول بڑا ہوتا ہے۔
- دستور میں ترمیم دشوار یا آسان یا مخلوط ہو سکتا ہے
- دستور تحریری ہو سکتا ہے یا غیر تحریری۔

1.4 دستور کے فرائض (Functions of Constitution)

- دستور ملک کی نوعیت کو بیان کرتا ہے جیسا کہ وہ ملک مقتدر اعلیٰ، سیکولر، جمہوری ہے وغیرہ
- دستور بنیادی حقوق کا مجموعہ پیش کرتا ہے تاکہ لوگ آپس میں تعاون و اعتماد کے ساتھ رہ سکیں۔
- دستور اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ حکومت کیسے بنے گی اور کن کے پاس فیصلہ لینے کے اختیارات ہوں گے۔
- دستور اچھا سماج تیار کرنے کے لئے لوگوں کی ذمہ داری کو بیان کرتا ہے۔
- شہری کے بنیادی حقوق اور دوسرے باشندوں کے قانونی حقوق کو بیان کرتا ہے۔
- دستور مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے تمام اختیارات کا ذریعہ ہے۔
- یہ اختیارات کو حکومت کے اعضا کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔
- دستور حکمرانوں کے اختیارات کے لئے حدود متعین کرتا ہے۔
- دستور اختیارات کو حکومت کے مختلف سطحوں جیسا کہ مرکزی، ریاستی و مقامی کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔

1.5 دستور کی درجہ بندی (Classification of Constitution)

مندرجہ ذیل طریقے سے دستور کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔

1۔ بطور ترمیم دستور کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) پلکار دستور ایک ایسا دستور جس میں ترمیم بڑی آسانی سے کی جاسکتی ہے، پارلیمنٹ کی معمولی اکثریت دستور میں کسی طرح کی ترمیم کر سکتی ہے جیسا کہ برطانوی دستور

(ب) سخت دستور۔ ایسا دستور جس میں ترمیم کرنا مشکل ہو، ترمیم کے لئے خاص طریقہ کار کی بات خود دستور میں کی گئی ہو جیسا کہ امریکی دستور۔

2۔ بطور تحریر دستور کی دو قسمیں ہیں

(الف) تحریری دستور۔ ایسا دستور جو ایک دستاویز میں قلمبند ہو جیسا کہ امریکہ، بھارت، فرانس کے دستور

(ب) غیر تحریری دستور۔ ایسا دستور جو کسی ایک منفرد دستاویز میں قلمبند نہ ہو جیسا کہ برطانیہ، اسرائیل و نیوزی لینڈ کے دستور۔

1.6 دستور ہند (Constitution of India)

1.6.1 دستور ہند تیار کرنے کی مختصر تاریخ (Brief History of Making of Indian Constitution)

ویسے تو دستور ہند 1950 میں لاگو ہوا لیکن اس کی جڑیں بڑی پرانی ہیں۔ انگریز کا ہندوستان میں ۱۶۰۰ میں تجارت کی غرض سے آنا اور آہستہ آہستہ تجارت کے ساتھ ہی ساتھ حکومت پر قابض ہو جانا اور ایک لمبا عرصہ تک حکومت کرنا، میں کئی قانون بنائے جو ہمارے دستور کے تیار کرنے میں ان قوانین کا اثر دکھتا ہے۔ بنیادی طور پر اس عرصہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک کمپنی رول ۱۷۷۳ سے ۱۸۵۸ تک اور دوسرا بادشاہ کی حکومت ۱۸۵۸ سے ۱۹۴۷ تک۔

کمپنی کی حکومت کے اہم قوانین یہ ہیں۔ (۱) ۱۷۷۳ کا ریگولیشن ایکٹ جس میں کلکتہ میں سپریم کورٹ کا قیام عمل میں آیا۔ بنگال کے گورنر کو گورنر جنرل آف بنگال بنایا۔ (۲) ۱۷۸۴ کا پیٹس انڈیا ایکٹ نے کمپنی کے تجارتی و سیاسی افعال کو الگ الگ کر دیا۔ (۳) ۱۸۱۳ کا چارٹر ایکٹ، اس ایکٹ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہندوستان سے چائے اور افیون کے علاوہ دوسری تجارتوں میں اجارہ داری کو ختم کر دیا اور سارے انگریزوں کے لئے تجارت عام کر دی۔ (۴) ۱۸۳۳ کا چارٹر ایکٹ۔ اس ایکٹ نے بنگال کے گورنر جنرل کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنادیا۔ بمبئی اور مدراس کے قانون سازی اختیارات ختم کر دئے۔ کمپنی کی تجارتی سرگرمیوں کو ختم کر کے اسے ایک انتظامی ادارہ بنادیا۔ (۵)

۱۸۵۵ کا چارٹر ایکٹ۔ اس ایکٹ نے انڈین سول سروس کی شروعات کی جس کا مقصد تھا کھلا مقابلہ کے ذریعہ انتظامیہ میں عملہ کی تقرری ہو سکے۔

بادشاہ کی حکومت ۱۸۵۸-۱۹۴۷ کے مشہور ایکٹ: (۱) ۱۸۵۸ کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔ ۱۸۵۷ کی لڑائی کے بعد کمپنی کی حکومت ختم ہو گئی اور برطانوی بادشاہت نے ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ہندوستان کے لیے سکریٹری آف اسٹیٹ کا عہدہ بنایا گیا اور گورنر جنرل کو وائسرائے بنادیا گیا۔ (۲) ۱۸۶۱ کا انڈین کونسل ایکٹ۔ ہندوستانیوں کی نمائندگی وائے سرائے کے کونسل میں رکھی گئی۔ غیر مرکزیت کی بنیاد رکھی گئی۔ (۳) ۱۸۹۲ کا انڈین کونسل ایکٹ۔ بالواسطہ انتخابات لاگو کئے گئے۔ قانون ساز کونسل کے اختیارات بڑھائے گئے، (۴) ۱۹۰۹ کا انڈین کونسل ایکٹ۔ قانون ساز کونسل میں بلاواسطہ انتخابات شروع کئے گئے علاحدہ فرقہ دارانہ ووٹر بنایا گیا۔ (۵) ۱۹۱۹ کا انڈین گورنمنٹ ایکٹ۔ مرکزی و ریاستی مضامین الگ کیے گئے۔ ریاستی سطح پر دوہری حاکمیت اور دواویائی مقننہ سے متعارف کیا گیا۔ (۶) ۱۹۳۵ کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔ آل انڈیا فیڈریشن کی تجویز رکھی، ریاستی سطح پر دوہری حاکمیت کا اختتام، وفاقی کورٹ کا قیام، ریزرو بینک آف انڈیا کے قیام کی تجویز۔ (۷) آزادی ہند ایکٹ ۱۹۴۷۔ اس نے ہندوستان کو ایک خود مختار آزاد اعلان کیا اور انتظامی و قانون سازی کے اختیارات دستور ساز اسمبلی کو دیا۔ وائے سرائے اور گورنر کو دستوری سربراہ کا درجہ دیا گیا۔

لیکن یہ قوانین آزاد ہند کیلئے کافی نہیں تھے، اس لئے آزادی سے قبل ہمارے رہنماؤں میں سے ایم این رائے نے ۱۹۳۴ میں اور انڈین نیشنل کانگریس نے ۱۹۳۵ میں دستور ساز اسمبلی کا مطالبہ کیا جو آزاد ہند کا دستور تیار کرے۔ اس مطالبہ کو کیسینٹ میشن نے تسلیم کیا اور نومبر ۱۹۴۶ میں بالواسطہ انتخابات کے ذریعہ ۳۸۹ ممبران منتخب ہوئے اور دستور ساز اسمبلی کی پہلی میٹنگ ۹ دسمبر ۱۹۴۶ میں شروع ہوئی مسلم لیگ نے اس میٹنگ کا بائیکاٹ کیا اور تقسیم ہند کے بعد ممبران کی تعداد ۲۹۹ ہو گئی۔ دستور ساز اسمبلی کی انتھک کوششوں سے دو سال گیارہ ماہ، گیارہ اجلاس اور ساٹھ ممالک کے دستور کے گہرہ مطالعہ کے بعد ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ کو دستور تیار ہو کر پاس ہوا اور ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ کو لاگو ہو گیا۔

1.6.2۔ ماخوذ توضیحات (Derived Provisions)

دستور ہند کے وہ حصے جو دوسرے دستور سے ماخوذ ہیں:

ذرائع	ماخوذ توضیحات
جنوبی افریقہ	راجیہ سبھا کے ممبران کا انتخاب، دستور میں ترمیم
جاپان	قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار کا تصور
جرمنی	ہنگامی حالت میں بنیادی حقوق کا معطل ہونا
فرانس	جمہوریت کا تصور، اخوت، مساوات اور آزادی کا تصور
سویت یونین	بینادی فرائض، انصاف (سماجی، معاشی اور سیاسی) کے نظریات

آسٹریلیا	متوازی فہرست، پارلیمنٹ کے دو ایوان کی مشترکہ نشست، تجارت بیوپار اور لین دین کی آزادی
کناڈا	ایک ایسا وفاقی طرز حکومت جس میں مرکز زیادہ طاقتور ہو، بقیہ اختیارات مرکز کے پاس ہوں گے، ریاستی گورنر کا تقرر مرکز کرے گا، سپریم کورٹ کا مشاورتی اختیار سماعت
آئر لینڈ	مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول، ارکان راجیہ سبھا کی نامزدگی، صدر جمہوریہ کے انتخاب کا طریقہ
امریکا	بنیادی حقوق، عدلیہ کی آزادی، عدالتی نظر ثانی، صدر جمہوریہ پر اتہام بد نظمی، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کا عہدہ سے علاحدہ کرنا، نائب صدر کا عہدہ
برطانیہ	پارلیمانی طرز حکومت، قانون کی حکمرانی، واحد شہریت، دو ایوان کا وجود، کابینی نظام، قانون سازی کا طریقہ کار، پارلیمانی مراعات، استحقاقی رٹ
1935 دستور حکومت ہند	وفاقی طرز حکومت، گورنر کا آفس، پبلک سروس کمیشن، عدلیہ، ہنگامی حالت سے متعلق توضیحات، نظم و نسق کی تفصیلات

1.6.3۔ دستور ہند کی اہمیت (Importance of Constitution of India)

دستور ہند دنیا کے عظیم دستوروں میں سے ایک ہے۔ دستور ہند ہندوستانیوں کی مسلسل جدوجہد، قربانی اور قومی یکجہتی کا نتیجہ ہے۔ ویسے تو ہمارا ملک میں غیر ملکی سامراجوں نے حکومت کی ہے۔ اس لئے دستور کا تصور جدید ہی ہے۔ اور ہمارا دستور تو بس ۱۹۵۰ء سے لاگو ہوا لیکن اس دستور نے ہندوستان کی کاپیٹ دی۔ دستور نے تمام شہریوں کو بنیادی حقوق فراہم کیا ان سے محرومی پر عدلیہ کو یہ ہدایت و پاور دیا کہ وہ بنیادی حقوق سے کسی بھی فرد کو محرومی سے بچائے۔ ملک کی جمہوریت کی بنیاد رکھی اور ہر ہندوستانی کو رائے دہندگی، انتخابات لڑنے، تمام دستوری عہدوں سب کے لئے عام کر دئے۔ عدل و مساوات، کسی مذہب، ذات، جنس، رنگ وغیرہ کی بنیاد پر فرق نہیں کیا جائے گا۔ دستور ہند نے اختیارات کی تقسیم اس انداز میں کی ہے کہ کوئی تانا شاہ بن نہ سکے اور اپنی منہمانی نہ کر سکے۔ ہر شہری کی چو طرف ترقی ہو اس کے لئے دستور ہند نے اسٹیٹ کو ہدایات دی ہے۔ اور دستور سے قبل ہندوستانی عوام ان چیزوں سے محروم ہوتے رہے ہیں لیکن دستور نے ہمیں وہ چیزیں، سہولیات فراہم کی اور دستور ہی کی وجہ سے ہندوستان اتنی ترقی کر رہا ہے۔

1.6.4۔ دستور کی اہم خصوصیات (Main Features of the Constitution)

دستور ہند کی اہم خصوصیات کا تذکرہ حسب ذیل نکات میں کیا گیا ہے:

1. سب سے ضخیم تحریری دستور: ویسے تو دستور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تحریری دستور جو منظم طریقے سے ایک واحد دستاویز میں تحریری شکل میں موجود ہو، اس کے برعکس غیر تحریری دستور ہے جو کسی ایک دستاویز میں تحریری شکل میں نہ ہو۔ اور Articles تو دستور ہند دنیا کا سب سے ضخیم تحریری دستور ہے۔ یہ ضخامت آرٹیکل الفاظ میں ہے۔ ہمارے دستور میں

کل 395 آرٹیکل تھے جن کی تعداد بڑھ کر ابھی تقریباً 470 ہو چکی ہے۔ باعتبار آرٹیکل دوسرا ضخیم دستور مینار کا ہے جس میں فی الحال 457 آرٹیکل ہیں۔ الفاظ کی تعداد کے اعتبار سے بھی دستور ہند سب سے ضخیم ہے New Papua Guinea کیونکہ اس میں الفاظ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے جبکہ دوسرا سب سے ضخیم دستور کا ہے جسمیں تقریباً ایک لاکھ الفاظ ہیں۔

2. **مختلف دستور سے ماخوذ:** دستور ہند کے نکات دنیا کے مختلف دستور سے ماخوذ ہیں۔ جس سے متعلق ڈاکٹر امبیڈکر نے فخر سے کہا کہ ہمارا دستور اکثر ممالک کے دستور کا گہرا مطالعہ کے بعد بنایا گیا ہے۔ لہذا اس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ وفاقی نظام اور کئی اہم نکات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 سے لیا گیا ہے۔ پارلیمانی جمہوریت قانون کی بالادستی، کابینی نظم و نسق وغیرہ برطانوی دستور سے لیا گیا ہے جبکہ بنیادی حقوق، عدلیہ کے اختیارات، عدلیہ کی آزادی و عدالتی نظر ثانی وغیرہ امریکی دستور سے لیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ جنوبی افریقہ، جاپان، جرمنی، سوویت یونین، آسٹریلیا، کناڈا اور آئرلینڈ کے دستور سے بہت ہی اہم نکات لئے گئے ہیں۔

3. **لچ اور سختی کا امتزاج:** طرز ترمیم کو دیکھتے ہوئے دستور کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے وہ دستور جس میں ترمیم آسانی سے کیا جاسکے جیسا کہ برطانوی دستور ہے اسے لچدار دستور کہا جاتا ہے۔ اور اگر دستور میں کسی طرح ترمیم لانا مشکل ہو اور اس کے لئے خاص طریقہ کار ہو تو اسے سخت دستور کہا جاتا ہے جیسا کہ امریکہ کا دستور ہے۔ تو اگر دستور ہند کو اس نوعیت سے دیکھیں تو اس میں لچ و سختی کا امتزاج ہے جو اسے انوکھا بنا دیتا ہے۔ اس کے کچھ حصے کو آسانی سے بدلا جاسکتا ہے اور کچھ حصے میں ترمیم کے لئے خاص طریقہ کار اپنایا گیا ہے۔

4. **وحدانی تعصب کے ساتھ وفاقی نظام:** ہندوستان میں دستور کے ذریعہ وفاقی نظام لاگو کیا گیا اور وفاقی نظام حکومت کی اکثر خصوصیات پائی جاتی ہیں جیسا کہ اختیارات کی تقسیم، دو سطحی حکومت، تحریری دستور، دستور کی بالادستی، آزاد عدلیہ اور ایوان اسمبلی۔ لیکن دستور ہند میں وفاقی نظام کے مخالف کچھ نکات موجود ہیں جیسا کہ ہنگامی حالات کے اختیارات، نئے صوبے کی تشکیل، راجہ سبھا میں صوبوں کی غیر مساوی نمائندگی، لوک سبھا کا راجہ سبھا سے زیادہ طاقتور ہونا۔ اس لئے کئی ماہرین دستور نے دستور ہند کے وفاقی نظام حکومت کی تنقید کی ہے۔

5. **واحد شہریت:** وفاقی طرز حکومت میں عموماً دوہری شہریت ہوا کرتی ہے لیکن وفاقی ملک ہونے کے باوجود ہندوستان نے واحد شہریت کو اپنایا ہے۔ دوہری شہریت جیسا کہ امریکہ میں ہے ایک فرد ملک کی شہری اور اس ریاست کا بھی شہری جس سے اس کا تعلق ہے۔ اسے قومی دستور کے مطابق حقوق ملتے ہیں اسی طرح ریاستی دستور کے ذریعہ فراہم کئے گئے حقوق ملتے ہیں وہ دونوں سے وفاداری نبھاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہندوستان میں ایک فرد صرف ملک کا شہری ہوتا ہے ریاست کا نہیں وہ ریاست کا صرف باشندہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے تمام شہریوں کو یکساں بنیادی حقوق حاصل ہونگے اور ملک کے کسی بھی کونے میں جاسکتا ہے مستقل طور پر رہ سکتا ہے، نوکری کر سکتا ہے۔ اس سے ملک میں علاقیت کا خاتمہ ہوتا ہے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ واحد شہریت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو شخص ہندوستانی شہریت رکھتا ہو وہ بیک وقت کسی اور ملک کی

شہریت نہیں رکھ سکتا۔ اگر کوئی ہندوستانی شہری دوسرے ملک کی شہریت قبول کرے تو اس کی ہندوستانی شہریت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح دوسرے ملک کے شہری کو ہندوستانی شہریت اس وقت ملے گی جب وہ اس ملک کی شہریت چھوڑے گا۔

6. تین سطحی حکومت: اصل دستور ہند میں ملک میں دو سطح، مرکزی ریاستی حکومت کی بات کی گئی تھی۔ مقامی حکومت کا واضح طور پر تذکرہ نہیں کیا گیا تھا۔ صرف مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول کے تحت آرٹیکل 40 میں گرام پنچایتوں کی تنظیم کی بات کی گئی تھی۔ 1992 میں مقامی حکومت کو دستور کا حصہ بنایا گیا۔ 73 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ دیہی مقامی حکومت پنچایت اور 74 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ شہری مقامی حکومت کو دستوری موقف عطا کیا گیا۔ ہندوستانی دستور کی انوکھی خصوصیت ہے اس وقت سے ہندوستان میں تین سطحی حکومت ہے۔ مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومت۔

7. آزاد ادارے: دستور ہند نے مرکزی ریاستی سطح پر مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ بنایا تاکہ ملک کو آسانی سے چلایا جاسکے لیکن ملک کے جمہوری نظام کو مزید کامیاب بنانے کے لئے مختلف فرائض نبھانے کے لئے ادارے بنائے گئے مثلاً الیکشن کمیشن آف انڈیا جو انتخابات کا اہتمام، ہدایت و نگرانی کرے گا۔ بھارت کا کمپٹر و لرو اور آڈیٹر جنرل جو یونین اور ریاستوں کے حسابات کا آڈٹ کریں گے۔ یونین پبلک سروس کمیشن، آل انڈیا سروس اور دوسرے اعلیٰ انتظامی عہدوں کے لئے بھرتی کا کام کرے گا اور ان اداروں میں عہدیداروں کی تقرری، معیاد برائے عہدہ، تنخواہ، عہدہ سے علاحدگی سے حفاظت سے متعلق مختلف توجیحات کے ذریعہ آزاد بنایا گیا ہے۔

8. ہنگامی حالات سے متعلق توجیحات: ملک کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد، سالمیت اور دستور کی حفاظت کرنا ملک کا اولین فریضہ ہے اگر اسے کسی طرح کا خطرہ لاحق ہو تو نمٹنے کے لئے ہنگامی حالت سے متعلق توجیحات رکھے گئے ہیں۔ اور صدر مملکت کو پورا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان حالات پر قابو پانے کے لئے ہر طرح کی طاقت استعمال کر سکتے ہیں جس میں ریاستی حکومتوں کے اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔ دستور ہند کے حصہ 15 کے دفعہ 352-360 میں ہنگامی حالات سے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔

9. بالغوں کا حق رائے دہی: دستور ہند کی ایک عظیم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے ہر شہری جو اٹھارہ برس کی عمر پہنچ جائے کو ووٹ دینے کا حق فراہم کرنا ہے۔ وہ لوک سبھا، ودھان سبھا اور پنچایت و میونسپلٹی کے انتخابات میں اپنی رائے دہندے کر سکتے ہیں۔ اصل دستور میں 21 برس عمر کی شرط تھی ووٹ دینے کا حق حاصل ہونے کے لئے 1988 میں 61 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ 18 کر دی گئی۔ یہ حق فراہم کرتے وقت کسی بھی شہری کے مذہب، ذات، نسل، جنس کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جائے گی یا محروم نہیں کیا جائے گا۔ ہندوستانی جمہوریت کا دار و مدار ووٹ دینے کا حق پر تھا اس لئے جمہوریت کو مضبوط اور کامیاب بنانے کے لئے دستور بنانے والوں نے غربت، مفلسی، ناخواندگی کی پرواہ کئے بغیر بڑا جرات مندانہ فیصلہ لیا اور سب کو یہ حق عطا کیا۔ دستور ہند کے آنے سے قبل کے انتخابات میں چند لاکھ لوگوں کو ہی ووٹ دینے کا حق حاصل تھا پر دستور ہند کے لاگو ہونے کے بعد سارے لوگوں کو یہ حق حاصل ہو گیا۔

10. بنیادی حقوق: دستور ہند کا سب سے اہم حصہ بنیادی حقوق کا ہے جس میں تمام شہریوں کو چھ بنیادی حقوق فراہم کئے گئے ہیں۔ اصل دستور میں بنیادی حقوق سات تھے لیکن 44 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ دولت رکھنے کا حق کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ہر

فرد کو انسانی ہونے کے ناطے کچھ حقوق ملنے چاہے جس کا انحصار اکثریت یا اقلیت، جنس، مذہب، مقام پیدائش وغیرہ کی بنیاد پر نہ ہو اور ان چیزوں کی پرواہ کئے بغیر ہر ایک کو یکساں حقوق دستیاب ہوں۔ یہ سیاسی جمہوریت کو فروغ دیتے ہیں اور حکمران طبقہ کو جابر و ظالم بننے سے روکتے ہیں اور اکثریت انہیں ختم نہیں کر سکتی۔

11. مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول: عوام کو اقتصادی، سماجی انصاف دلانے اور دولت کچھ لوگوں کے ہاتھ میں جمع نہ ہونے کے لئے دستور ہند کے حصہ 4 میں مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول کی بات کی گئی ہے۔ مملکت اپنی پالیسی تیار کرتے وقت ہر بات کو سامنے رکھے۔ عدلیہ کے ذریعہ قابل تنقید نہ ہونے کے باوجود ملک کی گورننس کے لئے بنیادی ہیں۔ ہدایتی اصول کی درجہ بندی، اقتصادی، سماجی، سیاسی، انتظامی انصاف اور امن و شانتی میں کی جاتی ہے۔ یہ اصول آئر لینڈ کے ہدایتی اصول سے متاثر ہیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے ان اصول کو عظیم خصوصیت بتایا ہے۔

12. بنیادی فرائض: ویسے تو اصل دستور میں بنیادی فرائض نہیں تھے۔ سورناسنگھ کمیٹی کے سفارشات کے مطابق 1976 میں 42 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ 10 بنیادی فرائض کو دستور کا حصہ بنایا گیا۔ 2002 میں 86 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ گیارہواں بنیادی فرائض کا اضافہ کیا گیا۔ بنیادی فرائض دستور کے حصہ چہارم اول آرٹیکل 51-اے میں مذکور ہیں۔ جیسا کہ ایک شہری کو بنیادی حقوق ملیں گے ویسی ہی سماج و ملک کی ترقی اور خوشگوار ماحول کے لئے اسے ان بنیادی فرائض کو نبھانا ہے۔ اگرچہ عدلیہ کے ذریعہ ان فرائض کو نافذ نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ ہر شہری کو قومی اہداف کا احساس دلاتے ہیں۔

13. پارلیمانی طرز حکومت: دستور ہند نے ملک میں پارلیمانی طرز حکومت کو اپنایا ہے۔ اور یہ طرز حکومت دونوں مرکزی اور ریاستی سطح پر ہے۔ پارلیمانی طرز حکومت کو برطانیہ سے لیا گیا ہے۔ امریکہ کے صدر کا نظام حکومت کو نہیں اپنایا گیا۔ پارلیمانی نظام حکومت میں دو طرح کے اکریڈیٹو ایک برائے نام اور دوسرا حقیقی ہوتا ہے۔ عاملہ کی اجتماعی جوابدہی مقننہ کے پاس، وزیر کی مقننہ میں رکنیت وغیرہ۔

14. آزاد مربوط عدلیہ: دستور ہند کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے پورے ملک میں مربوط عدلیہ نظام رکھا ہے جس میں سب سے اوپر قومی سطح پر سپریم کورٹ، اس کے نیچے ریاستی سطح پر ہائی کورٹ اور نچلی سطح پر مقامی کورٹ ہوتے ہیں۔ دستور ہند نے عدلیہ کو آزاد بنایا تاکہ وہ مقننہ و اکریڈیٹو سے متاثر نہ ہو اور اس کے لئے کئی توضیحات رکھی گئی ہیں۔

15. سیکولر ملک: دستور ہند نے ملک کو سیکولر بنایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کا کوئی قومی مذہب نہیں ہوگا۔ ملک کے لئے سارے مذاہب یکساں ہیں ملک کسی ایک خاص مذہب کو ترجیح نہیں دے گا۔ مذہب کے نام پر ٹیکس وصول نہیں کیا جائے گا۔ ہر ایک شہری کو مذہب کی آزادی ہوگی۔ مذہب کی بنیادی پر شہری میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ کسی بھی دستوری عہدے پر مذہب کے نام پر تفریق نہیں ہوگی۔

دستور ملک کی سب سے اہم دلیل ہے جو تمام شہریوں کو حقوق فراہم کرتا ہے اور ملک کے حکمران کے اختیارات و حدود کو متعین کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر ملک کے پاس اپنا دستور ہے۔ ہندوستان کی ویسے تو تاریخ بہت قدیم ہے لیکن دستور ہمیں آزادی کے بعد ملا جو ہمارے لیڈران، مجاہدین آزادی اور دستور ساز اسمبلی کے ممبران کی دوراندیشی، تجربہ، ملک سے بے پناہ محبت اور خودی سے بڑھ کر قوم کی ترقی کے لئے مرٹنے کا نتیجہ ہے۔ ہزاروں چیلنجز کا سامنا کرنے کے بعد بنایا دستور دنیا کے دستوروں میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ مساوات، انصاف، آزادی، بھائی چارہ کو قائم کرنا دستور ہند کے اولین مقاصد ہیں۔ ہر شہری کو بنیادی حقوق فراہم کرتا ہے اور اسکی چو طرف ترقی کے لئے مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول کی شکل میں توضیحات رکھتا ہے۔ حق رائے دہی کے ذریعہ ملک کو سچا جمہوری بناتا کہ ہر کوئی انتخابات میں ووٹ دے سکے اور سارے عہدے کو ہم سب کے لئے عام کرتا ہے۔ ہر طرح کی تفریق کا خاتمہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دستور ہند ایک کامیاب دستور ہے جس نے دنیا کا دوسرا سب سے بڑی آبادی والا ملک مختلف مذاہب، زبان، علاقہ میں بھائی چارگی بنانے میں اہم رول ادا کرتا آیا ہے۔

1.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں طلباء نے:

- دستور کے تمام نکات کو جانا۔
- دستور کے معنی کو سمجھا۔
- دستور کی خصوصیات اور فرائض کا مطالعہ کیا۔
- عالمی سطح پر دستور کی درجہ بندی کا مطالعہ کیا۔
- دستور کی اہمیت اور خصوصیت کو گہرائی سے سمجھا۔

1.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

دستور - Constitution

وحدانی حکومت - Unitary Government

وفاقی نظام حکومت - Federal Government

سوویت یونین - Soviet Union

بنیادی حقوق - Fundamental Rights

بنیادی فرائض۔ Fundamental Duties

دوہری شہریت۔ Double Citizenship

واحد شہریت۔ Single Citizenship

مربوط عدلیہ۔ Integrated Judiciary

ہائی کورٹ۔ High Court

سپریم کورٹ۔ Supreme Court

قانون کی بالادستی۔ Rule of Law

لچکدار دستور۔ Flexible Constitution

سخت دستور۔ Rigid Constitution

تحریری دستور۔ Written Constitution

غیر تحریری دستور۔ Unwritten Constitution

دستور کی بالادستی۔ Supremacy of the Constitution

مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول۔ Directive Principles of State Policy

تین سطحی حکومت۔ Three-tier Government

قومی ہنگامی حالات۔ National Emergency

یو پی ایس سی۔ UPSC

الیکشن کمیشن آف انڈیا۔ Election Commission of India

سیکولر ملک۔ Secular State

عدالتی نظر ثانی۔ Judicial Review

دو ایوان ساز۔ Bicameralism

متوازی فہرست۔ Concurrent List

دستوری ترمیم۔ Constitutional Amendment

سماجی، معاشی و سیاسی انصاف۔ Justice-Social, Economic and Political

دو ایوان کی مشترکہ نشست۔ Joint Session of Two Houses of Parliament

غیر تنفیذی۔ Non-justiciable

دستور ساز اسمبلی۔ Constituent Assembly

پارلیمانی طرز حکومت۔ Parliamentary Form of Government

بالغ کا حق رائے دہی۔ Adult Suffrage

1.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

1.9.1۔ معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ دستور ساز اسمبلی کا مطالبہ سب سے پہلے کس نے کیا تھا؟

(a) جواہر لال نہرو (b) سچاش چندر بوس (c) ایم این رائے (d) مہاتما گاندھی

2۔ ڈاکٹر بھیم راو امبیڈکر کس کمیٹی کے چیئر پرسن تھے؟

(a) کمیٹی برائے بنیادی حقوق (b) دستور تیار کرنے والی کمیٹی (c) کمیٹی برائے وفاقی نظام (d) کمیٹی برائے شہریت

3۔ کس تاریخ کو دستور ہند لاگو ہوا؟

(a) 26 نومبر 1949 (b) 26 جنوری 1949 (c) 26 جنوری 1950 (d) 26 دسمبر 1950

4۔ پارلیمانی طرز حکومت کا نظریہ کس ملک سے ماخوذ ہے؟

(a) فرانس (b) جاپان (c) برطانیہ (d) آئرلینڈ

5۔ عدالتی نظر ثانی کا نظریہ کس ملک کے دستور سے لیا گیا ہے؟

(a) امریکا (b) برطانیہ (c) جرمنی (d) آسٹریلیا

6۔ مندرجہ ذیل میں سے کونسی خصوصیت دستور ہند کی نہیں ہے؟

(a) بنیادی فرائض (b) دوہری شہریت (c) تین سطحی حکومت (d) پارلیمانی طرز حکومت

7۔ حق رائے دہی کے لئے کم از کم کتنی عمر کا ہونا ضروری ہے؟

18(a) 20(b) 21(c) 23(d)

8۔ کس ملک کا دستور دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے؟

(a) برطانیہ (b) ارجینٹینا (c) برازیل (d) امریکا

9۔ اصل دستور ہند میں کل کتنے آرٹیکل تھے؟

299(a) 390(b) 394(c) 395(d)

10۔ دستور کی تمہید میں لفظ سیکولر کا اضافہ کس دستوری ترمیم کے ذریعہ کیا گیا؟

(a) 42 ویں دستوری ترمیم (b) 44 ویں دستوری ترمیم (c) 47 ویں دستوری ترمیم (d) 48 ویں دستوری ترمیم

1.9.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. دستور ہند کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔

2. دستور کے فرائض کیا ہیں؟

3. دستور کی درجہ بندی سے کیا مراد ہے؟

4. دستور ہند پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

5. دستور ہند کی اہمیت بیان کیجیے۔

1.9.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. دستور ہند کی اہم خصوصیات کو اختصار سے بیان کیجئے

2. دستور ہند کے ان حصوں کا تذکرہ کیجئے جو دوسرے دستور سے ماخوذ ہیں اور ان دوسرے دستوروں کی بھی نشاندہی کیجئے

3. دستور کیوں ضروری ہے اور اس کے افعال کیا ہیں؟

1.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. DC Gupta (2018), Indian Government and Politics (8th Edition), Vikash Publishing House Pvt. Ltd.
2. Austin Granville (1999), The Indian Constitution: Cornerstone of a Nation, Oxford University Press (India)

3. M.V. Pylee (2010), An Introduction to the Constitution of India (2nd Edition) S. Chand & Company
4. Kashyap Subhash (2022), Our Constitution (21st Edition), National Book Trust
5. M. Laxmikanth.(2021), Indian Polity (6 Edition), McGraw Hill Education (India) Private Limited
6. P.K. Agarwal (2017), Constitution of India: the Superme Law of India, Ppabhat Prakash.
7. S.Elak Kuvar,(2021), Indian Polity, (Second Edition), Anudhara Publishers.
8. Dr. Qaiyyu Abdul, (2005), Indian Government and Politics, (Second Edition), Nisaab Publishers.
9. DD Basu (2021), Introductation to the Constitution of India(25 Edition), Lexis Nexis
10. Keshyap subhash (2021), our Constitution (21 Edition), National Book Trusht
11. Kashyap Subhash (2011), Our Political System (First Edition), National Book Trust.
12. B.L Fadia and K Fadia (2022), Indian Government and Politics (18 Edition), Sahetiya Bhawan.
13. Ghosh Peu (2021), Indian Government and Politics (3rd Edition), PHI Learning
14. S.G. Subramaniam (2020), Indian Constitution and Indian Polity (2nd Edition), Pearson Education
15. Reddy Harinath (2022), Indian Polity and Governance, Protom Publications
16. Sharma Nirbhay (2021), Indian Polity and Governance, Oak Bridge Publishing Pvt. Ltd.
17. Roy Himanshu, MP Singh (2018), Indian Political System (4th Edition), Pearson Education
18. Bharat ka Ain (2013) 5th Edition, National Council for Promotion of Urdu Language
19. J.S. Deepak (2021), India that is Bharat: Colonialism, Civilisation, Constitution, Bloomsbury India
20. M.V. Pylee (2004), Constitutional Government in India, S Chand & Company
21. M. Karthikeyan (2022) Governance in India: Basics and Beyond (3rd Edition), Pearson Education
22. A. A. George (2019), Important Judgements that Transformed India, McGraw-Hill

اکائی 2- دستور ہند کی تشکیل

(Making of Indian Constitution)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	2.0
مقاصد	2.1
دستور کے معنی	2.2
مجلس دستور ساز کا مطالبہ	2.3
کرپس مشن	2.4
کیبنٹ مشن، 1946	2.5
کابینہ وفد کی تجویزات	2.5.1
دستور ساز اسمبلی کی تشکیل	2.5.2
عارضی حکومت کا قیام	2.5.3
دستور ساز اسمبلی میں تبدیلی	2.6
دستور ساز اسمبلی کی کاروائی	2.7
قرارداد مقاصد	2.7.1
دستور ساز اسمبلی کی کمیٹیاں	2.7.2
دستور کی تشکیل	2.7.3
تنقیدی تجزیہ	2.8
اقتصادی نتائج	2.9
کلیدی الفاظ	2.10
نمونہ امتحانی سوالات	2.11
معروضی جوابات کے حامل سوالات	2.11.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	2.11.2

2.0 تمہید (Introduction)

بھارت ایک وسیع و عریض ملک ہے۔ ذاتی، مذہبی و لسانی تنوعات کے علاوہ، دیگر تنوعات مثلاً تنوع رنگ و نسل، علاقائی تنوع، رہن سہن، شادی بیاہ اور کھان پان کے طور طریقے کا مختلف ہونا وغیرہ یہاں کے معاشرے کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دستور سازوں نے بھارت کو ایک مفصل اور طویل دستور فراہم کیا ہے۔ یہ دنیا کا سب سے طویل تحریری قومی دستور ہے۔ جنگ آزادی کے دوران، بھارت میں، گاہ بگاہ ایک خود مختار دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کا مطالبہ سیاسی لیڈروں کے ذریعہ کیا جاتا رہا۔ بالآخر ان کی کوشش رنگ لائی اور کیمنٹ مشن کی سفارشات کی بنیاد پر، ایک دستور ساز اسمبلی 1946 میں، وجود میں آئی، جس نے ہندوستان کا دستور تیار کیا۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ جانیں کہ:

- دستوری حکومت کیا ہوتی ہے۔
- دستور ہند کا مطالبہ کب کیا گیا۔
- دستور ساز اسمبلی کا قیام کیسے ہوا۔
- اور دستور کو کیسے تشکیل دی گئی۔

2.2 دستور کے معنی (Meaning of Constitution)

جدید جمہوری ممالک دستوری حکومت (Constitutional Government) کے نظریہ پر مبنی ہیں۔ دستور کا مطلب ہے بنیادی قوانین کا ایک ایسا مجموعہ جسے آسانی سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ حکومتوں اور تمام شہریوں کو دستور کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ دستوری حکومت، ایک محدود حکومت (Limited Government) ہوتی ہے؛ دستور کے ذریعہ اس کے اختیارات کی تحدید کر دی جاتی ہے، قواعد و ضوابط کو پس پشت ڈال کر وہ مطلق العنان نہیں ہوتی ہے۔ عام طور پر آئین کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

(a) رسم و رواج (Customs)، کنونشنز (Conventions)، مقننہ کے ذریعہ بنائے گئے قوانین اور عدالتی فیصلے پر مبنی دستور جو مرور زمانہ کے ساتھ، دہائیوں اور صدیوں میں بتدریج وجود میں آتے ہیں۔ برطانیہ (U.K)، کنیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے دستور اسی زمرے میں شامل ہیں۔

(b) عموماً انقلابات کے بعد نئی حکومت کی شروعات کے لئے، نمائندہ اسمبلیوں کے ذریعہ وضع کردہ دستور۔ انہیں نمائندہ اسمبلیوں کو قومی یا دستور ساز اسمبلیوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ (United States of America) اور بھارت کے دستور اس زمرے میں شامل ہیں۔

2.3 مجلس دستور ساز کا مطالبہ (Demand for Constituent Assembly)

1935 میں انڈین نیشنل کانگریس نے پہلی بار باضابطہ طور پر بھارت کے لئے ایک دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کا مطالبہ کیا۔ بعد ازاں، 1938 میں جواہر لعل نہرو نے یہ تجویز پیش کی کہ آزاد بھارت کا دستور، بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ہونے والی دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ، بیرونی مداخلت کے بغیر، وضع کیا جانا چاہئے۔ تاہم، برطانوی حکومت نے دوسری جنگ عظیم کے آغاز تک اس مطالبہ کی مزاحمت کی۔ بہر حال، جنگ کے آغاز کے بعد، بیرونی ہنگامی حالات کی وجہ سے، انہیں یہ احساس ہو گیا کہ بھارت کے دستور کا مسئلہ جلد از جلد حل ہونا چاہئے۔ برطانوی مخلوط حکومت (coalition government) نے اس اصول کو کہ دستور ہند کی توضیح کا حق ہندوستانیوں کا ہے، 1940 میں اگست کی پیشکش (August Offer) میں پہلی بار تسلیم کی۔

2.4 کرپس مشن (Cripps Mission)

جب دوسری جنگ عظیم ایک اہم مرحلے سے گزر رہی تھی، تو یہ محسوس کیا گیا کہ ہندوستانی رائے عامہ کا رضامندانہ تعاون ایک اثاثہ ہو گا۔ یاد رہے کہ 1942 میں ہی جاپانی فوج نے ہند کے دروازے پر دستک دیدی تھی۔ ایسی صورت حال میں برطانوی کابینہ کا ایک رکن، سر اسٹافورڈ کرپس (Stafford Cripps) نے ہندوستان آکر، برطانوی حکومت کی جانب سے دستور کی توضیح کے سلسلے میں ایک تجویزی مسودہ پیش کیا۔ اس میں ان باتوں کا ذکر تھا کہ جنگ کے بعد:

- بھارت کے عوام کی ایک منتخب مجلس دستور ساز، آئین ہند کی توضیح کرے گی۔
- یہ دستور بھارت کو برطانوی دولت مشترکہ کے مساوی شراکت دار کا درجہ (dominion status) دے گا۔
- صوبوں اور شاہی ریاستوں پر مشتمل ایک یونین ہو گی۔
- کوئی بھی صوبہ یا ہندوستانی ریاست جو اس دستور کو تسلیم نہ کرے، وہ اس وقت کی اپنی موجودہ حیثیت برقرار رکھنے کے لئے آزاد ہو گا۔

کرپس مشن، تاہم ناکام رہا۔ مختلف بنیادوں پر اس کی تجاویز کو تمام سیاسی جماعتوں نے مسترد کر دیا۔ مسلم لیگ نے کرپس مشن کے منصوبے کو اس جواز پر مسترد کر دیا کہ اس میں مسلمانوں کے لیے ایک علاحدہ مملکت کے قیام کے لیے کوئی ٹھوس ضمانت نہیں دی گئی

تھی۔ جبکہ کانگریس نے انہیں ناقابل قبول پایا کیونکہ اس منصوبے میں ہندوستان کو بہت سے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کئے جانے کے امکانات موجود تھے۔

2.5 کیبنٹ مشن-1946 (Cabinet Mission-1946)

کرپس مشن کی ناکامی کے بعد، برطانوی حکومت کی جانب سے اس سلسلے میں کئی اور کوششیں کی گئیں لیکن کانگریس اور مسلم لیگ کے مابین اس بابت تنازع ختم نہ ہوا۔ جنوری 1946 میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ بالآخر، برطانیہ نے کابینہ کا ایک وفد بھیجا۔ یہ ایک سہ رکنی وفد تھا جس میں کرپس بھی شامل تھا۔ کیبنٹ مشن نے بڑی سیاسی جماعتوں کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کے لیے شملہ میں ایک کانفرنس منعقد کی لیکن یہ کانفرنس اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہی۔ چنانچہ مشن نے اپنی طرف سے ایک منصوبہ تیار کیا۔ کیبنٹ مشن پلان درحقیقت ایک بیان تھا جو کیبنٹ مشن اور وائسرائے لارڈ ویول نے 16 مئی 1946 کو مشترکہ طور پر جاری کیا تھا۔ اس میں ہندوستانی سیاسی جماعتوں اور نمائندوں کے کسی معاہدے پر نہ آنے کے تناظر میں ہندوستان کے دستوری مستقبل کے حوالے سے تجاویز شامل تھیں۔

2.5.1 کابینہ وفد کی تجویزات

اس منصوبہ یا اسکیم کی تجویزات درج ذیل تھیں:

(a) ایک یونین کی تشکیل دی جائیگی جس میں برٹش انڈیا (British India) اور ہندوستان کی شاہی ریاستیں (Indian States) شامل ہوں گی۔ امور خارجہ، دفاع اور مواصلات کے موضوعات، یونین کے دائرہ اختیار میں ہوں گے۔ باقی تمام اختیارات صوبوں کے پاس ہوں گے۔ گویا اس میں ایک وفاقی نظام حکومت کی تجویز پیش کی گئی تھی اور اس یونین میں نہ صرف برطانوی ہندوستانی صوبے شامل ہوں گے بلکہ برطانوی حکومت کی سب سے بڑی طاقت کے تحت رہنے والی شاہی ریاستیں بھی شامل ہوں گی۔

(b) یونین کے پاس ایک عاملہ (Executive) اور ایک مقننہ (Legislature) ہوگی۔ برٹش انڈیا کے صوبے کے نمائندے اور ہندوستانی ریاستوں کے نمائندے، عاملہ اور مقننہ کے ارکان، ہوں گے۔ مقننہ میں کسی بھی فرقہ واریت سے متعلق مسئلہ کا فیصلہ تب ہوگا جب ایوان میں موجود، ہندو اور مسلم نمائندوں کی اکثریت الگ الگ اور پھر ایوان میں موجود تمام ارکان کی اکثریت، اجتماعی طور پر اس کی تائید ووٹ سے کرے۔

(c) نہ تو ملک کی تقسیم ہوگی اور نہ ہی دو دستور ساز اسمبلیوں کا قیام ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس میں مسلم لیگ کی تقسیم ہند کے مطالبہ کو خارج کر دیا گیا تھا۔

(d) صوبوں کو گروپ بندی کا اختیار دیا جائیگا۔ صوبائی گروپ کے پاس ایک عاملہ (Executive) اور ایک مقننہ (Legislature) ہوگی اور ہر گروپ کے پاس اپنے مابین مشترکہ صوبائی مضامین کے تعین کا اختیار ہوگا۔ صوبوں کے تین گروپ

ہوں گے۔ گروپ اے (A)۔ میں، یوپی، سی پی، بمبئی، اڑیسہ اور مدراس، گروپ بی (B)۔ میں، سندھ، پنجاب، بلوچستان اور شمال مغربی سرحد اور گروپ سی (C) میں، بنگال اور آسام شامل ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ اس گروپ بندی کا دارومدار فرقہ وارانہ نظام پر رکھا گیا تھا، گروپ (A) میں ہندوؤں کی اکثریت تھی جبکہ گروپ (B) اور (C) میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔

مزید برآں، اس میں ایک منفرد وفاقی نظام کی تجویز پیش کی گئی تھی جو دنیا میں کہیں بھی موجود نہ تھا۔ اس میں یونین اور صوبوں کے درمیان تیسرے درجے کی صوبائی گروپ کی حکومت کی بھی تجویز کی گئی تھی۔

2.5.2 دستور ساز اسمبلی کی تشکیل

دستور ساز اسمبلی کے تعلق سے کینٹ مشن کی تجویزات درج ذیل تھیں:

(a) دستور ساز اسمبلی کے کل ممبروں کی تعداد 389 ہوگی، جن میں سے 296 برطانوی ہندوستان (British India) سے اور 93 ہندوستانی شاہی ریاستوں سے ہوں گے۔

(b) ہر ایک صوبہ اور ہندوستانی شاہی ریاست (بہت چھوٹی ریاستوں کی صورت میں، ان ریاستوں پر مشتمل گروپ)، کو، آبادی کے تناسب سے، دستور ساز اسمبلی میں نمائندگی حاصل ہوگی۔

(c) برٹش انڈیا سے آنے والے ممبران تینوں فرقے یعنی کہ مسلم، سکھ اور جنرل (general) سے ہوں گے۔

(d) کینٹ مشن کا خیال تھا کہ اگرچہ اسے تشکیل دینے کا مثالی طریقہ، بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کے ذریعے ہو، لیکن اس کے لیے وقت کی کمی تھی۔ 1946 کے شروع میں صوبائی قانون سازوں کا انتخاب محدود حق رائے دہی اور فرقہ وارانہ انتخابی حلقوں کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔ کینٹ مشن نے تجویز پیش کی کہ دستور ساز اسمبلی کے ممبران کا انتخاب، صوبائی قانون ساز اسمبلیوں کے ممبران کریں گے۔ ہر کمیونٹی کے ممبران کا انتخاب، صوبائی قانون ساز اسمبلیوں میں اس کمیونٹی کے ممبران کریں گے۔ شاہی ریاستوں کے نمائندوں کو ان ریاستوں کے سربراہان نامزد کریں گے۔ اس طرح، ابتدائی طور پر، دستور ساز اسمبلی کے کل 389 ارکان تھے، جن میں برطانوی صوبوں کے 292 نمائندے، 93 شاہی ریاستوں اور 4 چیف کمشنر کے علاقوں کے نمائندے شامل تھے۔ مشن پلان کے مطابق دستور ساز اسمبلی کا انتخاب اگست 1946 میں مکمل ہوا۔ کل 389 ارکان میں سے صوبوں کو تفویض کردہ 296 ارکان کے لیے انتخابات ہوئے۔ اس میں کانگریس کو 208، مسلم لیگ کو 73 اور باقی 15 نشستوں پر دیگر سیاسی جماعتوں اور آزاد امیدواروں کو کامیابی ملی۔

2.5.3 عارضی حکومت کا قیام

2 ستمبر 1946 کو ہندوستان کی عبوری حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ کینٹ مشن نے تجویز پیش کی کہ جب دستور سازی کا کام جاری رہے، تو حکومت کو بڑی جماعتوں کے نمائندوں کی مدد سے گورنر جنرل کے ذریعے چلایا جانا چاہیے۔ 1946 میں دستور ساز اسمبلی ہی سے

عبوری حکومت کی تشکیل دی گئی۔ عبوری حکومت کی تشکیل پر کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان کچھ اختلاف تھا جو بعد میں بادل ناخواستہ، ختم ہوا۔ ایک نئی ایگزیکٹو کونسل قائم کی گئی جس میں پہلے زیادہ تر کانگریس اور پھر بعد میں مسلم لیگ کے ارکان شامل تھے۔ عبوری حکومت میں، وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل (Executive Council) وزراء کی کونسل (Council of Ministers) کے عہدے کے مساوی تھی جو ایگزیکٹو یا عاملہ کے طور پر کام کرتی تھی۔

2.6 دستور ساز اسمبلی میں تبدیلی (Changes of Constitution Making Assembly)

3 جون 1947 کے ماؤنٹ بیٹن پلان کے تحت تقسیم ہند کے نتیجے میں، پاکستان کے لیے ایک الگ دستور ساز اسمبلی قائم کی گئی اور ان صوبوں کے نمائندے نئی دستور ساز اسمبلی کے ارکان بن گئے۔ اسلئے اسمبلی میں کل 299 ارکان رہ گئے۔

1947 کے آزادی ایکٹ (Independence Act) نے آئین ساز اسمبلی کی حیثیت (Position) میں مندرجہ ذیل تین تبدیلیاں کیں:

1. اسمبلی کو ایک مکمل خود مختار ادارہ بنایا گیا، جو اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی دستور کو تشکیل دے سکتی تھی۔ اس ایکٹ نے اسمبلی کو اختیار دیا کہ وہ ہندوستان کے حوالے سے برطانوی پارلیمنٹ کے بنائے گئے کسی بھی قانون کو منسوخ یا تبدیل کر سکتی ہے۔
2. دستور ساز اسمبلی کو مقننہ کا درجہ بھی دیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں اسمبلی کو دو الگ الگ کام تفویض کیے گئے، یعنی آزاد ہندوستان کے لیے دستور بنانا اور ملک کے لیے عام قوانین کی توضیح تعلق سے مقننہ کے طور پر کام کرنا۔ یہ دونوں کام الگ الگ دنوں میں انجام دیے جاتے تھے۔ اس طرح، اسمبلی آزاد ہندوستان کی پہلی پارلیمنٹ (ڈومینین لیجسلیچر) بن گئی۔ جب بھی اسمبلی کی میٹنگ دستور ساز ادارے کے طور پر ہوتی تھی تو اس کی صدارت ڈاکٹر راجندر پر ساد کرتے تھے اور جب قانون ساز ادارے کے طور پر میٹنگ ہوتی تھی تو اس کی صدارت جی وی ماو لنکر (G.V. Mavalankar) کرتے تھے۔ یہ دونوں کام 26 نومبر 1949 تک جاری رہے جب دستور بنانے کا کام ختم ہو گیا۔
3. مسلم لیگ کے اراکین (پاکستان میں شامل علاقوں سے تعلق رکھنے والے) ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی سے دستبردار ہو گئے۔ نتیجتاً، اسمبلی کی کل تعداد 299 پر آگئی جبکہ کینٹ مشن پلان کے تحت 1946 میں اصل میں 389 مقرر کی گئی تھی۔ ہندوستانی صوبوں (سابقہ برطانوی صوبے) کی تعداد 296 سے گھٹ کر 229 اور شاہی ریاستوں کی تعداد 93 سے گھٹ کر 70 رہ گئی۔

2.7 دستور ساز اسمبلی کی کاروائی (Proceedings of Constituent Assembly)

دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس 9 دسمبر 1946 کو ہوا، جس میں ڈاکٹر سچیدانند سنہا کو اسمبلی کا عارضی صدر منتخب کیا گیا۔ بعد میں ڈاکٹر راجندر پرساد کو اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسلم لیگ نے اجلاس کا بائیکاٹ کیا تھا۔ اسی طرح ہندوستانی شاہی ریاستیں بھی اس سے دور رہیں۔ بہر حال، تقسیم ہند کے بعد اکثر ریاستوں نے دستور ساز اسمبلی کی کاروائی میں شرکت کیں۔

2.7.1 قرارداد مقاصد (Objectives Resolution)

13 دسمبر 1946 کو، دستور ساز اسمبلی کی کاروائی، جو اہر لعل نہرو کی طرف سے پیش کردہ قرارداد مقاصد کے ساتھ شروع ہوئی۔ یہ قرارداد مقاصد، بنیادی طور پر ان افراد کی خواہشات کی عکاسی کرتی تھی جو دستور لکھ رہے تھے۔ جنوری 1947 کو اسمبلی نے اسے منظور کیا۔ اس میں بیان کیا گیا تھا کہ:

- (a) ہندوستان ایک آزاد (Independent)، خود مختار (Sovereign)، عوامی جمہوریہ (Republic) ہوگا۔
- (b) ہندوستان، سابقہ برطانوی ہندوستانی علاقوں، ہندوستانی ریاستوں، اور برٹش انڈیا اور ہندوستانی ریاستوں سے باہر کے دیگر حصوں کا (جو یونین کا حصہ بننا چاہے) ایک یونین ہوگا۔
- (c) یونین کی تشکیل کرنے والے علاقے خود مختار اکائیاں ہوں گے اور یونین کو تفویض کردہ اختیارات کے علاوہ، حکومت و انتظامیہ کے تمام اختیارات اور افعال کا استعمال کریں گے۔
- (d) خود مختار اور آزاد ہندوستان میں عوام ہی تمام اختیارات کے سرچشمہ ہوں گے۔
- (e) ہندوستان کے تمام لوگوں کو سماجی، اقتصادی اور سیاسی انصاف کی ضمانت دی جائے گی۔ حیثیت اور مواقع کی مساوات (Equality of Status and Opportunity) اور قانون کے سامنے مساوات (Equality before Law) کی ضمانت دی جائیگی اور سب کو تقریر، اظہار، عقیدہ، ایمان، عبادت، پیشہ، انجمن اور عمل سے متعلق بنیادی آزادی فراہم کی جائیگی۔
- (f) اقلیتوں، پسماندہ قبائل، پسماندہ اور دیگر پسماندہ طبقات کو مناسب تحفظات فراہم کیے جائیں گے۔
- (g) جمہوریہ کی علاقائی سالمیت اور زمین، سمندر اور ہوا پر اس کے خود مختار حقوق کو، مہذب قوم کے انصاف اور قانون کے مطابق، برقرار رکھا جائے گا۔
- (h) ہندوستان، عالمی امن کے فروغ اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے رضامندی سے بھرپور تعاون فراہم کرے گا۔

2.7.1 دستور ساز اسمبلی کی کمیٹیاں (Committees of Constituent Assembly)

دستور ساز اسمبلی نے دستور سازی کے مختلف کاموں سے نمٹنے کے لیے متعدد کمیٹیاں مقرر کیں تھیں۔ ان میں سے آٹھ بڑی یا اہم کمیٹیاں تھیں اور باقی چھوٹی یا معمولی کمیٹیاں تھیں۔

اہم کمیٹیاں (Major Committees)

چیئرمین	دستور ساز اسمبلی کی 8 بڑی کمیٹیاں
جواہر لال نہرو	یونین پاورز کمیٹی (Union Powers Committee)
جواہر لال نہرو	یونین دستور کمیٹی (Union Constitution Committee)
سردار پٹیل	صوبائی دستور کمیٹی (Provincial Constitution Committee)
ڈاکٹر بی آر امبیڈکر	ڈرافٹنگ کمیٹی (Drafting Committee)
سردار پٹیل	بنیادی حقوق، اقلیتوں اور قبائلی اور مستثنیٰ علاقوں سے متعلق مشاورتی کمیٹی (Advisory Committee on Fundamental Rights, Minorities and Tribal and Excluded Areas)
ڈاکٹر راجندر پرساد	طریقہ کار کے قواعد پر کمیٹی (Rules of Procedure Committee)
جواہر لال نہرو	ریاستی کمیٹی (States Committee) (ریاستوں کے ساتھ گفت و شنید کے لئے کمیٹی)
ڈاکٹر راجندر پرساد	اسٹیئرنگ کمیٹی (Steering Committee)

اس کے علاوہ بہت سے معمولی یا چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں بھی تھیں مثلاً فنانس اینڈ اسٹاف کمیٹی (Finance and Staff Committee on the Functions of the Constituent Assembly) دستور ساز اسمبلی کے اعمال سے متعلق کمیٹی (Committee on the Functions of the Constituent Assembly) لسانی صوبوں کا کمیشن (Linguistic Provinces Commission) پرپریس گیلری کمیٹی (Press Gallery Committee) وغیرہ۔

مسودہ سازی کمیٹی (Drafting Committee)

دستور ساز اسمبلی کی تمام کمیٹیوں میں ڈرافٹنگ کمیٹی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اسی کمیٹی کو ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ دستور کا مسودہ تیار کرے۔ یہ کمیٹی 29 اگست، 1947 کو قائم کی گئی تھی۔ ڈاکٹر بھیم راو امبیڈکر اس کے چیئرمین تھے۔ اس کمیٹی میں بشمول چیئرمین سات ممبران تھے۔ امبیڈکر کے علاوہ اس میں این گوپالاسوامی ایانگر (N. Gopalaswamy Ayyangar)، علاءی کرشناسوامی ایر (Alladi Krishnaswamy Ayyar) کے ایم منشی (K.M. Munshi) سید محمد سعد اللہ (Syed

(Mohammad Saadullah) این مادھوراو (N. Madhava Rao) اور ٹی ٹی کرشناچاری (T.T. Krishnamachari) اس کے ارکان تھے۔

مختلف کمیٹیوں کی رپورٹوں اور دستور ساز اسمبلی میں ہونے والے مباحثوں کی بنیاد پر، دستور ساز اسمبلی کے دستوری مشیر، بی این رائے دستور کا ایک ابتدائی مسودہ تیار کر کے اسے ڈرافٹنگ کمیٹی کے حوالے کر دیا۔ ڈرافٹنگ کمیٹی نے، مختلف کمیٹیوں کی تجاویز کی روشنی میں، دستوری مشیر کے تیار کردہ مسودہ دستور کی جانچ پڑتال کی اور دستور کا پہلا حتمی مسودہ تیار کیا جسے فروری 1948 میں شائع کیا گیا۔ عوام الناس کو مسودہ کے متعلق اظہار خیال اور تجویزات پیش کرنے کے لئے 8 مہینے کا وقت دیا گیا۔ بہت سے تبصرے، تنقیدیں اور تجاویز موصول ہوئیں جن پر پھر سے دستور ساز اسمبلی میں بحث ہوئی۔ عوامی تنقیدوں، تبصروں اور تجاویز، نیز اسمبلی میں ہونے والے مباحثوں کی روشنی میں ڈرافٹنگ کمیٹی نے پہلے مسودہ میں تبدیلی و ترمیم کر کے دستور کا دوسرا مسودہ تیار کیا جسے اکتوبر 1948 میں شائع کیا گیا۔

2.7.2 دستور کی تشکیل

جیسے کسی قانون کے بننے سے پہلے قانونی مسودہ یا بل کو مقننہ میں تین مختلف مراحل (پہلی ریڈنگ، دوسری ریڈنگ اور تیسری ریڈنگ) سے گزرنا پڑتا ہے، ویسے ہی دستور کے مسودہ کو تین مراحل سے گزرنا پڑا۔ بی۔ آر۔ امبیڈکر نے 4 نومبر 1948 میں دستور کا آخری اور حتمی مسودہ اسمبلی میں پیش کیا جس پر پانچ دنوں تک عام بحث ہوئی۔ یہ مسودہ کی پہلی ریڈنگ تھی۔ دوسری ریڈنگ 15 نومبر 1948 سے 17 اکتوبر 1949 تک جاری رہی۔ اس دوران دستور ساز اسمبلی میں، دستور کے مسودے کے ہر آرٹیکل پر شق بہ شق (Clause by Clause) بحث ہوئی۔ دستور ساز اسمبلی کی سب سے اہم اور وسیع بحثیں اسی ریڈنگ کے دوران ہوئیں۔ تیسری ریڈنگ 14 نومبر 1949 کو شروع ہوئی۔ اس مرحلے میں برائے نام بحث ہوئی اور 26 نومبر 1949 کو بالآخر صدر اسمبلی کے دستخط کے بعد، دستور کو منظوری مل گئی۔ بہر حال، 26 جنوری 1950 میں دستور کو نافذ کیا گیا، یہ الگ بات ہے کہ شہریت (Citizenship) انتخابات (Elections) عارضی پارلیمنٹ (Provisional Parliament) وغیرہ سے متعلق دستور کی بہت سی توضیحات 26 (Provisions) نومبر 1949 کو ہی نافذ ہو گئیں تھیں۔

2.8 تنقیدی تجزیہ (Critical Analysis)

دستور ساز اسمبلی پر بہت سے ناقدین نے تنقیدیں کیں ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ اسمبلی ایک نمائندہ ادارہ نہیں تھی کیونکہ اس کے ممبران براہ راست عوام کے ذریعہ منتخب نہیں کیئے گئے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک خود مختار ادارہ نہیں تھی کیونکہ یہ برطانوی حکم پر قائم ہوئی تھی۔ مزید برآں، اس میں وکیلوں، سیاسی لیڈروں اور کانگریس پارٹی کا غلبہ تھا۔ بعض ناقدین کے مطابق، اسمبلی میں ہندوؤں کا غلبہ تھا۔ دستور سازی میں طویل وقت صرف کیا گیا۔

تاہم، مندرجہ بالا تنقیدیں دستور ساز اسمبلی کی صحیح تصویر نہیں پیش کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ بالواسطہ طور پر منتخب کیا گیا تھا، لیکن دستور ساز اسمبلی ہندوستانی سماج کے تمام طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر مشتمل تھی۔ دستور میں موجود سیکولر دفعات اور دستور کی پائیداری یقینی طور پر ثابت کرتی ہے کہ دستور نے ملک کے غالب ہندو مذہب کو کوئی ظاہری یا ڈھکی چھپی ترجیح نہیں دی تھی۔ ہندوستان جیسے ملک کے لیے دستور بنانے کے چیلنجوں (Challenges) پر غور کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ وقت طلب عمل معقول تھا۔

جہاں تک دستور ساز اسمبلی میں کانگریس کے غلبہ کا سوال ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دستور ساز اسمبلی میں کانگریس کو بھاری اکثریت حاصل تھی۔ لیکن کانگریس پارٹی نے پارٹی سے باہر کے کئی ارکان کو نامزد کیا تھا۔ ان میں سے بہت سے قانونی ماہرین اور سابق برطانوی ہندوستانی مقننہ میں سرکردہ قانون ساز ممبران تھے۔

2.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ نے:

- دستور کے معنی اور دستور ساز مجلس کا مطالعہ کیا۔
- کرپس مشن اور کیبنٹ مشن کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔
- دستور ساز اسمبلی میں تبدیلی اور دستور ساز اسمبلی کی کاروائی کو جاننا۔
- دستور کا تنقیدی کیا۔

2.10 کلیدی الفاظ (Keywords)

نافذ کرنا	:	لاگو کرنا، صادر کرنا
دستور	:	ملک کے ایسے بنیادی قوانین کا مجموعہ جس میں آسانی سے تبدیلی نہ کی جاسکے۔ دستور
مقننہ	:	ملک کا قانون ساز ادارہ
عبوری	:	عارضی، وقتی
کمیٹی	:	کسی مقصد یا خاص کام کے لئے مقرر کی گئی ذیلی جماعت

2.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

2.11.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ کس سال، انڈین نیشنل کانگریس نے پہلی بار باضابطہ طور پر بھارت کے لئے ایک دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کا مطالبہ کیا؟

1933(a) 1934(b) 1935(c) 1936(d)

2۔ پہلی بار برطانوی حکومت نے دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کے مطالبہ کو کب قبول کیا؟

1940(a) 1943(b) 1945(c) 1946(d)

3۔ درج ذیل میں سے کون مسودہ سازی کمیٹی کے چیرمین تھے؟

(a) مولانا آزاد (b) سردار پٹیل (c) ڈاکٹر امبیڈکر (d) راجندر پرساد

4۔ کریس مشن کے منصوبے کو مسلم لیگ نے کیوں تسلیم نہیں کیا؟

(a) مسلم لیگ کو دستور کی تشکیل کے سلسلے میں کسی طرح کا اختیار نہیں دیا گیا تھا

(b) اس میں مسلمانوں کے لیے ایک علاحدہ مملکت کے قیام کے لیے کوئی ٹھوس ضمانت نہیں دی گئی تھی۔

(c) اس میں تقسیم ہند کے امکانات تھے

(d) مندرجہ بالا میں سے کوئی نہیں۔

5۔ مندرجہ ذیل میں سے کون دستور ساز اسمبلی کا دستوری مشیر تھا؟

(a) ایچ۔ سی۔ مکھرجی (b) بی۔ این۔ رائے (c) ڈاکٹر کے۔ ایم۔ منشی (d) ڈاکٹر سچیدانند سنہا

6۔ دستور ساز اسمبلی کے ارکان کے بارے میں درج ذیل میں سے کون سی بات صحیح ہے؟

(a) دستور ساز اسمبلی کے ارکان کو گورنر جنرل نے نامزد کیا تھا

(b) یہ ارکان حق بالغ رائے دہی کے تحت، عوام کے ذریعہ براہ راست منتخب کیے گئے تھے

(c) مختلف صوبوں کی مقننہ کے ذریعہ منتخب اور پر نسلی ریاستوں کے حکمرانوں کے ذریعہ نامزد تھے

(d) انڈین نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ کے ذریعے نامزد تھے

7۔ دستور ساز اسمبلی کا صدر کون تھا؟

(a) ڈاکٹر بھیم رائے امبیڈکر (b) ڈاکٹر راجندر پرساد (c) جواہر لال نہرو (d) موتی لال نہرو

8۔ تقسیم ہند کے نتیجے میں پاکستان کے لیے ایک الگ دستور ساز اسمبلی قائم ہوئی اور بعض صوبوں کے نمائندے پاکستانی دستور ساز اسمبلی کے ارکان بن گئے۔ چنانچہ اسمبلی کی کل رکنیت کم ہو کر رہ گئی:

275(a) 375(b) 389(c) 399(d)

9۔ دستور ہند کو کب نافذ کیا گیا؟

9(a) دسمبر 1946 26(b) جنوری 1949 26(c) جنوری 1950 26(d) نومبر 1951

10-13 دسمبر 1946 کو اسمبلی میں ”قرارداد مقاصد (Objectives Resolution)“ کس نے پیش کی تھی؟

(a) ڈاکٹر بی آر امبیڈکر (b) جواہر لال نہرو (c) ایم۔ این۔ رائے (d) سید محمد سعد اللہ

2.11.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. دستور کی عام طور پر کتنی قسمیں ہیں؟ ذکر کیجئے۔
2. وفد کابینہ کے ذریعے تجویز کردہ عارضی حکومت پر روشنی ڈالئے۔
3. بھارت میں دستور ساز اسمبلی کے مطالبہ پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔
4. کینیٹ مشن کے تحت، ریاستوں کی گروپ بندی پر تبصرہ کیجئے۔
5. مسودہ سازی کمیٹی (Drafting Committee) پر بحث کیجئے۔

2.11.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. کرپس مشن (Cripps Mission) کے منصوبے پر تفصیلی بحث کیجئے نیز دستور ساز اسمبلی کا تنقیدی تجزیہ پیش کیجئے۔
2. کابینہ وفد کی تجویزات پر تفصیل سے تبصرہ کیجئے۔
3. دستور ساز اسمبلی کی کاروائی پر روشنی ڈالیں۔

2.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Austin, Granville, The Indian Constitution: Cornerstone of a Nation, London, Oxford University Press, 1966
2. Bakshi, P.M., The Constitution of India, 3rd Edition, Universal Law Publishing Co. Pvt. Ltd. Delhi, 1996 Reprint 1997.
3. Basu, D.D. Introduction to the Constitution of India, Lexis Nexis, Gurgaon 2015
4. Basu, D.D. Commentary on the Constitution of India, Prentice Hall, New Delhi 1983

اکائی 3-ہندوستان کے دستور کی خصوصیات

(Features of the Indian Constitution)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	3.0
مقاصد	3.1
دستور کے معنی اور مفہوم	3.2
دستور کی ضرورت	3.3
دستور کے فرائض	3.4
دستور کے اقسام	3.5
ہندوستانی دستور کے اہم ذرائع	3.6
ہندوستانی دستور کی اہم خصوصیات	3.7
اکتسابی نتائج	3.8
کلیدی الفاظ	3.9
نمونہ امتحانی سوالات	3.10
معروضی جوابات کے حامل سوالات	3.10.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	3.10.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	3.10.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	3.11

3.0 تمہید (Introduction)

عزیز طلبہ آج ہم ہندوستان کے دستور کی خصوصیات کا مطالعہ کریں گے۔ ہر ملک کو منظم طریقہ سے چلانے کے لیے کچھ بنیادی اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان بنیادی اصولوں کے بغیر سماج یا ملک کو نہیں چلایا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہمیں دستور کی ضرورت ہوتی ہے۔ دستور ان بنیادی اصولوں اور قانون کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی ملک کی حکومت چلائی جاتی ہے۔ یہ کسی بھی ملک کا بنیادی قانون ہوتا ہے جو حکومت کے مختلف چیزوں کا خاکہ اور اہم فرائض کا تعین کرتا ہے، ساتھ ہی یہ حکومت اور ملک کے شہریوں کے درمیان تعلقات بھی قائم کرتا ہے۔ ہندوستان کے دستور میں بنیادی طور پر ایک دیباچہ، 350 دفعات، 22 حصہ اور 8 شیڈول تھے۔ لیکن فی الحال اس میں ایک دیباچہ، 25 حصہ، 470 دفعات موجود ہیں۔ ہندوستانی دستور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی سربراہی میں ایک حلقہ ساز کمیٹی نے لکھا۔ اس کو لکھنے میں تقریباً 2 سال 11 ماہ اور 18 دن لگے۔ اسے 26 نومبر 1949 کو اپنایا گیا (جو یوم قانون کے طور پر منایا جاتا ہے) اور 26/ جنوری 1950 کو مکمل طور پر نافذ کیا گیا (جو یوم جمہوریہ کے طور پر منایا جاتا ہے) دستور میں وقتاً فوقتاً متعدد ترامیم کی جاتی رہیں۔ اس طرح 42 ویں دستوری ایکٹ 1976 کے ذریعہ دستور میں کئی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

3.1 مقاصد (Objectives)

عزیز طلبہ اس اکائی میں ہم:

- دستور کے معنی اور مفہوم پر روشنی ڈالیں گے۔
- دستور کے مختلف ذرائع کا ذکر کریں گے۔
- دستور کی خصوصیات کا مطالعہ کریں گے۔
- دستور کے فرائض کا مطالعہ کریں گے۔

3.2 دستور کے معنی اور مفہوم (Meaning and Definition of the Constitution)

دستور ہر مملکت کا اعلیٰ قانون ہوتا ہے۔ یہ حکومت کی تنظیم، اختیارات اور فرائض فراہم کرتا ہے۔ یہ مملکت کی بنیادی خصوصیات اور شہری اور ریاست کے درمیان تعلق کی بھی وضاحت کرتا ہے۔ یہ مملکت کی بقا میں داخلی قانونی اختیار کا بنیاد اور آسان الفاظ میں ہم دستور کو ریاست کا دستوری قانون کہہ سکتے ہیں۔ دستور قانون کو ریاست کا اعلیٰ اور بنیادی قانون ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مملکت کی حکومت تنظیم اور اس کے فرائض کو بیان کرتا ہے۔ حکومت صرف وہی اختیار استعمال کر سکتی ہے جو اسے دستور فراہم کرتا ہے۔

دستور لفظ انگریزی کے لفظ Constitute سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے بنانا، قائم کرنا یا تحریر کرنا۔ وولسی کے مطابق دستور اصولوں کا مجموعہ ہے جس کے مطابق حکومت کے اختیارات، حکومت کے حقوق اور دونوں کے درمیان تعلقات کو ایڈجسٹ کیا جاتا ہے۔ ایک دستور بنیادی خاکہ ہوتا ہے جو حکومت کی ساخت اور اختیارات سے متعلق ہوتا ہے۔ اس میں شہریوں کے حقوق اور فرائض بھی شامل ہوتے ہیں۔ ہر مملکت کا بنیادی اصول ہوتا ہے جو حکومت کے اعضاء کے درمیان اختیارات کی تقسیم کو کنٹرول کرتا ہے۔ لارڈس برائس کے مطابق دستور قوانین اور رسم و رواج کا مجموعہ ہوتا ہے جس سے مملکت کی زندگی کو رفتار حاصل ہوتی ہے۔ میک آئیور کے مطابق "دستور وہ قانون ہو جو مملکت کو چلاتا ہے"۔

جیلینگ کے مطابق "دستور عدالتی قوانین کا ایک ادارہ ہے جو مملکت کے اعلیٰ ترین اعضاء کا تعین کرتا ہے۔ ان کے تخلیق کے طریقوں، ان کی باہمی تعلقات، ان کے دائرہ عمل اور مملکت کے سلسلے میں ان ہی سے ہر ایک کا بنیادی مقام متعین کرتا ہے"۔ گلگرسٹ کے مطابق "مملکت کا دستور وہ قواعد و ضوابط ہے جو تحریری یا غیر تحریری ہیں جو حکومت کی تنظیم، حکومت کے مختلف اعضاء میں اختیار کی تقسیم اور ان عمومی اصولوں کا تعین کرتا ہے جن پر ان اختیارات کا استعمال کیا جاتا ہے"۔ ارسطو کے مطابق دستور وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ ریاست کے تمام شہری یا جزوی حصہ ایک دوسرے کے سلسلہ میں منظم ہوتے ہیں۔ لیوس کے مطابق "دستور وہ نظام اور خود مختار طاقت ہے جس کی تقسیم کمیونٹی یا حکومت ہے"۔ لیکاک کے مطابق "دستور حکومت کی شکل ہے"۔ آسٹن کے مطابق "دستور حکومت کا ڈھانچہ طے کرتا ہے"۔

3.3 دستور کی ضرورت (Need of the Constitution)

مختلف وجوہات کی بنا پر ایک دستور کی ضرورت ہوتی ہے۔

- بنیادی قانون کے ذریعہ حکومت کے اختیارات کو روکنا۔
- شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنا۔
- قانون کی حکمرانی کا اصول قائم کرنا۔
- مملکت کو انتشار سے محفوظ رکھنا۔
- مملکت کی خود مختار طاقت کے عمل کی وضاحت کرنا۔
- موجودہ اور آنے والی نسلوں کو من مانی حکومت سے محدود کرنا / روکنا۔

3.4 دستور کے فرائض (Functions of the Constitution)

دستور کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں۔

- دستور سیاسی برادری کے حدود کا اعلان اور تعین کر سکتا ہے۔
- سیاسی برادری کی نوعیت، اختیارات کا اعلان اور وضاحت کر سکتا ہے۔
- قومی برادری کی شناخت اور اقتدار کا اظہار کر سکتا ہے۔
- دستور شہریوں کے حقوق اور فرائض کا اعلان اور وضاحت کر سکتا ہے۔
- دستور کمیونٹی کے سیاسی اداروں کو قائم اور منظم کر سکتا ہے۔ حکومت کے مختلف اداروں کی تعریف، ان کی ساخت اور اختیارات کا تعین کرتا ہے اور فرائض اور ان کے درمیان تعلقات کو منظم کرتا ہے۔
- دستور حکومت کی مختلف سطحوں پر ذیلی مملکتی برادریوں کے درمیان طاقت کو تقسیم کرتا ہے۔
- دستور مملکت کی سرکاری مشترکہ مذہبی شناخت کا اعلان کر سکتا ہے اور مقدس اور سیکولر حکام کے درمیان تعلقات کی حد بندی کر سکتا ہے۔
- دستور مخصوص سماجی، معاشی یا ترقیاتی مقصد کے لیے حیثیت کا پابند کر سکتا ہے۔
- یہ حکومت کو پرامن طریقہ سے تبدیل کرنے کا طریقہ بتا کر سیاسی استحکام کو برقرار رکھتا ہے۔
- یہ ملک میں افراد کے حقوق اور آزادیوں کا تحفظ کرتا ہے۔
- دستور بتاتا ہے کہ حکومت کتنے وقت تک اپنے عہدہ پر رہ سکتی ہے۔
- دستور اس عمل کو بیان کرتا ہے کہ کس طرح دستور کو ترمیم کیا جاتا ہے۔
- ایک دستور سیاسی قائد کو بہت زیادہ طاقتور اور آمر بننے سے روکتا ہے۔
- دستور قومیت اور اقتدار اعلیٰ کی علامت کے طور پر کام کرتا ہے۔

3.5 دستور کی اقسام (Types of Constitution)

دستور کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

1. تحریری دستور (Written Constitution)
2. غیر تحریری دستور (Un Written Constitution)
3. لچکدار دستور (Flexible Constitution)
4. غیر لچکدار دستور (Rigid Constitution)

5. تیار شدہ دستور (Evolved Constitution)

6. نافذ شدہ دستور (Enacted Constitution)

(1) تحریری دستور (Written Constitution)

تحریری دستور وہ دستور ہوتا ہے جو تحریری شکل میں ہو۔ جس کے اصول اور ضوابط تحریری شکل میں ہوتے ہیں۔ ایسا دستور جو منظم اور احتیاط سے لکھا گیا ہو اور جو کتابی شکل میں تمام تفصیلات پر مشتمل ہو۔ جس کا کسی بھی وقت حوالہ دیا جاسکتا ہے تحریری دستور کہلایا جاتا ہے۔ تحریری دستور میں تمام تفصیلات واضح طور سے لکھی ہوتی ہیں، ہر تحریری دستور میں ترمیم کے لئے ایک طریقہ کار واضح ہوتا ہے۔ ہر دستور میں ایک ترمیمی نظام کا ہونا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کے بغیر دستور میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ اس طریقہ کار کے مطابق وقتاً فوقتاً کی جانے والی دستوری ترمیم بھی تحریری دستور کا حصہ نہیں مانی جاتی ہیں۔ اس طرح کا دستور امریکہ، فرانس، کینیڈا، جاپان اور ہندوستان کا دستور ہے۔ اس طرح کا دستور سخت اور پچھلا ہو سکتا ہے۔ ایک تحریری دستور وفاقی یا وحدانی ہو سکتا ہے۔ تحریری دستور میں دستور کو بنیاد تسلیم کر کے نئے قانون بنائے جاتے ہیں۔

(2) غیر تحریری دستور (Un Written Constitution)

غیر دستوری دستور ایک ایسا دستور ہوتا ہے جس کے قواعد و ضوابط تحریری شکل میں نہیں ہوتے ہیں بلکہ رسم و رواج پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس قسم کا دستور جزوی طور پر تحریری ہوتا ہے۔ ایک غیر تحریری دستور ہمیشہ ایک تیار شدہ دستور ہوتا ہے اور یہ کوئی نافذ شدہ دستور نہیں ہوتا ہے، ایک غیر تحریری دستور کئی سالوں کے عملی تجربے اور عوام کے سیاسی انداز سے پروان چڑھتا ہے۔ غیر تحریری دستور ایک دستاویز میں نہیں ہوتا ہے لیکن مختلف ذرائع جیسے کہ قوانین، conventions اور عدالتی فیصلوں میں موجود ہوتا ہے۔ اس کی تخلیق کی کوئی مخصوص تاریخ نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ واضح نہیں ہوتا۔ غیر دستوری عام طور پر کسی ملک کی تاریخ ترقی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ اس ملک میں سپریم ہوتی ہے۔ جہاں غیر تحریری دستور ہوتے ہیں۔ عدلیہ کے اختیار محدود ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں انگلستان کا دستور غیر تحریری دستور کی بہترین مثال ہے۔

(3) لچکدار دستور (Flexible Constitution)

لچکدار دستور سے مراد ایک ایسا دستور جس میں بغیر کسی مشکلات کے آسانی سے ترمیم یا تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ دستوری نقطہ نظر سے ایسے دستور کو لچکدار دستور کہا جاتا ہے۔ جن میں عام قانون کی منظوری اور دستور میں ترمیم کا عمل ایک جیسا ہے۔ اس طرح کے دستور کو پارلیمنٹ کے اراکین کے ووٹ کی سادہ اکثریت کے ساتھ ترمیم کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر اس طرح کے دستور چھوٹے ممالک استعمال کرتے ہیں۔ جن میں برطانیہ، گھانا، اٹلی اور نیوزی لینڈ شامل ہیں۔ لچکدار دستور تحریری اور غیر تحریری دونوں ہو سکتا ہے۔

(4) غیر لچکدار دستور (Rigid Constitution)

غیر لچکدار دستور وہ ہوتے ہیں جنہیں آسانی سے تبدیل یا ترمیم نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اس کے لیے خصوصی اور عام طور پر مشکل عمل درکار ہوتا ہے۔ امریکہ، آسٹریلیا اور سوئٹزر لینڈ کے دستور سخت دستور کی بہترین مثال ہیں۔ ہندوستان کا دستور جزوی طور پر سخت ہے۔ ایک سخت دستور کو ملک کا سب سے بنیادی قانون سمجھا جاتا ہے اسے خود مختار عوام کی بنیادی مرضی تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی ترمیم کا طریقہ مشکل ہے۔ اس میں ترمیم کے لئے مقننہ کو ایک مخصوص، عام طور پر 2/3 یا 3/4 کی اکثریت سے ترمیمی بل پاس کرنا ہوتا ہے۔

(5) تیار شدہ دستور (Evolved Constitution)

ایک تیار شدہ دستور وہ ہے جو تاریخ میں ایک متعین وقت پر کسی مخصوص دستور ساز اسمبلی میں تیار نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ جس کے مختلف اصول بتدریج فروغ پائے ہوں۔ آسان الفاظ میں تیار شدہ دستور کسی شخص یا اسمبلی میں ایک مقررہ تاریخ پر نہیں بنایا ہو۔ بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ ملک کے سیاسی اور سماجی حالات کے پیش نظر اس کے مختلف اصول و قوافل متعین ہوتے رہتے ہیں۔ برطانیہ کا دستور تیار شدہ دستور کی بہترین مثال ہے۔ برطانیہ کا دستور نہ تو کسی دستور ساز اسمبلی نے تیار کیا تھا اور نہ تو کسی مقررہ تاریخ پر نافذ کیا گیا ہے لیکن اس کے مختلف اصول ابتدا دور سے لیکر آج تک آسانی سے دستیاب ہیں۔

(6) نافذ شدہ دستور (Enacted Constitution)

نافذ شدہ دستور وہ دستور ہوتا ہے جو ایک مخصوص دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ تیار کیا گیا ہے جسے تاریخ میں ایک خاص وقت پر نافذ کیا گیا ہو۔ مثال کے طور پر، ہندوستان کا دستور دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ تیار کیا ہوا دستور ہے۔ اس کو 1946 میں دستور ساز اسمبلی نے بنایا تھا۔ جو خاص طور پر دستور کا مسودہ تیار کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ یہ دستور بالآخر 26 نومبر 1949 کو دستور ساز اسمبلی سے منظور ہوا اور 26 جنوری 1950 کو نافذ ہوا۔ اسی طرح امریکہ کا دستور 1787 میں فلاڈلفیا کنونشن کے ذریعہ تیار کیا گیا تھا اور 1789 میں نافذ کیا گیا تھا۔ دنیا میں بنائے گئے دستور کی اور بھی بہت سے مثالیں ہیں جیسے روس، سوئٹزر لینڈ، پاکستان، بنگلہ دیش، جاپان اور سری لنکا وغیرہ کے دستور۔

3.6 ہندوستانی دستور کے اہم ذرائع (Major Sources of Indian Constitution)

ہندوستان کا دستور دنیا کے مختلف ملکوں کا مرکب ہے۔ جب ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی نے دستور بنانے کا عمل شروع کیا تو دستور بنانے والوں نے غور و فکر کیا کہ جن ممالک کے دستور پہلے سے لکھے جا چکے ہیں وہاں کے دستور کا مطالعہ کیا جائے اور ان دستور کو ہندوستان کے نئے دستور میں شامل کیا جانا چاہئے۔ دستور بنانے والوں نے امریکہ، برطانیہ اور بہت سے دوسرے ممالک کے دستور کا گہرائی سے مطالعہ

کیا۔ ہندوستانی حالات کے مطابق جو بھی دفعات انہیں مناسب معلوم ہوئیں انہیں ہندوستانی دستور میں شامل کر لیا گیا۔ ہندوستانی دستور کے دو ذرائع ہیں۔

(1) ہندوستانی ذرائع (Indian Sources)

(2) غیر ملکی ذرائع (Foreign Sources)

(1) ہندوستانی ذرائع

دستور بنانے کے لیے استعمال ہونے والے ذرائع بے شمار تھے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1858 انڈین کونسلز ایکٹ 1861 تا 1892 اور 1909 گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1919 اور 1935 انڈین انڈیپنڈنس ایکٹ 1947 ان قوانین میں شامل ہیں جن میں بہت سی دفعات کو برقرار رکھتے ہوئے اس میں شامل کیا گیا۔ ہندوستانی دستور کے ذرائع جو ہندوستان کے دستور کے ذرائع کی تشکیل کو متاثر کرنے کے ذمہ دار تھے۔ دستور کے بنانے والوں نے دنیا کے اعلیٰ ترین دستور کا مطالعہ کر کے ان خصوصیات کو اپنایا جنہیں وہ ملک کے تقاضوں کے مناسب سمجھتے تھے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935

دستور براہ راست گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 سے اخذ کیا گیا ہے جس سے بہت سی دفعات نقل اور شامل کیا گیا ہے۔ دفعات 356، 352، 351، 256 بالترتیب 1935 ایکٹ کے سیکشن 107، 126، 102 اور 93 کی کاربن کاپیاں ہیں۔

گورنر کا دفتر بھی انڈیا ایکٹ 1935 سے اخذ کیا گیا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے مطابق ہر ریاست کا ایک گورنر ہونا ضروری ہے جو ریاست پر انتظامی اختیار رکھتا ہو۔

عدلیہ کا ادارہ بھی انڈیا ایکٹ 1935 سے اخذ کیا گیا ہے۔ عدلیہ کو دستور کے ذریعہ ہندوستانی شہریوں کو قانون کی حکمرانی اور تسلط سے تحفظ کا اختیار حاصل ہے۔ عدلیہ کو درجہ بندی کے نظام میں منظم کیا جاتا ہے جس میں سپریم کورٹ سب سے اوپر ہوتی ہے اس کے بعد ہائی کورٹ کے ماتحت عدالتیں ہوتی ہیں۔

پبلک سروس کمیشن: انگریزوں نے ہندوستان میں پبلک سروس کمیشن کی بنیاد رکھی۔ اور آج بھی انتظامی نظام کا ایک اہم عنصر ہے۔ جسے بعد میں ہندوستان کے دستور میں شامل کر لیا گیا۔

ہنگامی دفعات: حکومت ہند ایکٹ 1935 کے ذریعہ ہنگامی دفعات متعارف کرائی گئیں۔ جو ہندوستانی دستور کی دفعہ 352 سے 360 کے حصہ 18 میں موجود ہیں۔ ہندوستان کے صدر جمہوریہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جنگ، جارحیت یا دیگر خطرات جیسے حالات کی وجہ سے ملک یا ریاست یا ریاست کے کسی بھی حصہ پر ہنگامی حالات کا اعلان کرے۔

طاقتوں کی تقسیم کی تین فہرستیں (Three list of Distribution of powers)

(2) غیر ملکی ذرائع (Foreign Sources)

ہندوستانی دستور کے بہت سے تصورات اور خصوصیات کی جڑیں برطانیہ کے دستور سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان میں کچھ درج ذیل ہیں۔

پارلیمانی حکومت کا نظام (Parliamentary form of Government)

پارلیمانی حکومت نظام میں ملک وزیراعظم کی قیادت میں وزراء کی کابینہ کے ذریعہ چلایا جاتا ہے۔ اس طرز حکومت میں وزیراعظم حکومت کا سربراہ ہوتا ہے جبکہ صدر مملکت برائے نام سربراہ ہوتا ہے۔ پارلیمانی حکومت نظام کی اہم خصوصیات ایک یا ایک سے زیادہ حزب اختلاف جماعتوں کی دستیابی ہوتی ہے۔ جو حکمران جماعت اور اس کے کام کاج پر نظر رکھنے کے لیے موجود ہوتی ہے۔

قانون کی حکمرانی (Rule of law)

بنیادی طور پر یہ بتاتا ہے کہ مملکت یا تو نمائندوں یا عوام کے ذریعہ نہیں بلکہ صرف اس ملک کے قانون کے ذریعہ چلتا ہے۔ قانون کی حکمرانی کا تصور یہ بتاتا ہے قانون کے سامنے سب برابر ہے۔ یہاں تک کہ اسے بنانے والے بھی۔ ہندوستانی دستور کا دفعہ 14 قانون کی حکمرانی کو ضابطہ بناتا ہے۔

• اسپیکر کا ادارہ اور اس کا کردار (Institution of Speaker and his Role)

• قانون سازی کا طریقہ کار (Law Making Procedure)

• قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار (Procedure Establish by Law)

واحد شہریت کا نظریہ (The Idea of Single Citizenship)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں پیدا ہونے والا ہجرت کرنے والا شخص اکیلے ہندوستان کے سیاسی اور شہری حقوق سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ بیک وقت کوئی دوسرا ملک نہیں۔ اس لئے ہندوستان دوہری شہریت کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ ہندوستانی مملکت بھی مملکتی شہریت کو تسلیم نہیں کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان کی حدودیں دو یا زیادہ ریاستوں کے شہریوں کے درمیان کوئی حد بندی نہیں ہونی چاہئے۔

(Writs) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کورٹس جاری کرنے کا اختیار ہے۔

ہندوستانی دستور میں پانچ رٹس ہیں جو برطانیہ کے دستور سے اخذ کی گئی ہیں۔

Habeas Corpus (1)

Mandamus (2)

Certiorari (3)

Prohibition (4)

Ouo-Warranto (5)

امریکن دستور (American Constitution)

امریکہ کے دستور سے اخذ کی گئی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

بنیادی حقوق: ہندوستانی دستور کے دفعہ 12 سے 32 میں تمام بنیادی حقوق شامل ہیں۔ بنیادی حقوق وہ بنیادی انسانی حقوق ہیں جو ملک کے شہریوں کو معاشرہ میں مساوی موقف کو یقینی بنانے کے لئے فراہم کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی دستور میں اب چھ بنیادی حقوق ہیں۔

(1) مساوات کا حق (Right to Equality)

(2) آزادی کا حق (Right to Freedom)

(3) استحصال کے خلاف حق (Right Against Exploitation)

(4) مذہب کی آزادی کا حق (Right to Freedom of Religion)

(5) ثقافتی اور تعلیمی حقوق (Cultural and Educational Right)

(6) دستوری دلجوئی کا حق (Right to Constitutional Remedies)

عدالتی نظر ثانی (Judicial Review):

عدالتی نظر ثانی کی فراہمی سے عدلیہ کو دستور کی تشریح میں بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح عدلیہ مقننہ یا عاملہ کے کسی حکم کو رد کر سکتی ہے اگر حکم ملک کے دستور کے متصادم ہو۔

عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے ججوں کی برطرفی اور صدر کا مواخذہ

Removal of the Judge of Supreme court and High courts and Impeachment)
(of President

ہندوستانی دستور کا دفعہ 61 جو مواخذہ کے ذریعہ صدر کو باضابطہ طور پر ہٹانے کا انتظام کرتا ہے اس طرح یہ دفعہ امریکہ کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

نائب صدر کا عہدہ (The post of Vice President):

نائب صدر کا عہدہ امریکہ کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

الیکٹورل کالج (Electoral College):

اگرچہ نائب صدر کے فرائض ہندوستان اور امریکہ دونوں میں یکساں ہیں لیکن اختیارات اور دائرہ کار مختلف ہوتا ہے۔ امریکہ کے نائب صدر کا ہندوستان کے نائب صدر سے زیادہ اثر و رسوخ ہے۔

وفاقیت (Federalism): ہندوستانی دستور میں وفاقیت کا اصول امریکہ کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔ امریکہ ایک حقیقی وفاقیت ہے جبکہ ہندوستان ایک نیم وفاقیت ہے۔

اختیارات کی علیحدگی: (Seperation of Powers)

اختیارات کی علیحدگی کا نظریہ امریکہ کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

قانون کا مساوی تحفظ: (Equal Protection of the Law)

کینیڈا دستور (Canadian Constitution)

کینیڈا کے دستور سے مندرجہ ذیل دفعات اخذ کی گئی ہیں۔

(1) مرکز کے ذریعہ ریاست کے گورنروں کی تقرری (Appointment of State Governors by Center)

(2) مضبوط مرکز کے ساتھ وفاقیت نظام (Federal System with Powerful Center)

(3) سپریم کورٹ کا مشاورتی دائرہ اختیار (Advisory Jurisdiction of the Supreme Court)

(4) مرکز میں بقایا اختیارات کا تعین (Vesting of Residuary Powers in the Center)

آسٹریلانی دستور (Australian Constitution):

آسٹریلانی دستور سے مندرجہ ذیل دفعات اخذ کئے گئے ہیں۔

کنکرنٹ فہرست جسے تیسری فہرست (یا ساتویں شیڈول) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ہندوستانی دستور کے ساتویں شیڈول میں شامل 52 آئین کی فہرست ہے۔ یہ اس اختیار کا احاطہ کرتا ہے جس کی وفاقی اور ریاستی حکومتوں دونوں کو کرنی چاہئے۔

تعال اور تجارت (Intercourse and Commerce):

عوامی مفاد میں، دفعہ 2، 3 پارلیمنٹ کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ایک ریاست اور دوسری ریاست کے درمیان یا ہندوستان کی سرزمین کے کسی بھی حصے کے اندر تجارت اور میل جول کی آزادی پر پابندیاں عائد کرنے کا اختیار فراہم کرتا ہے۔

دفعہ 304 ریاستی مقننہ کو تجارت اور تجارت کو کنٹرول کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس آسٹریلیائی دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

صدر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کرتا ہے۔ (دفعہ 108) جس کی صدارت اسپیکر یا اس کی غیر موجودگی میں لوک سبھا کا ڈپٹی اسپیکر یا اس کی غیر موجودگی میں راجیہ سبھا کا ڈپٹی چیرمین کرتا ہے۔

مرکز اور ریاستوں کے درمیان تنازعات کے حل کا طریقہ بھی آسٹریلیائی دستور سے لیا گیا ہے۔

یو ایس ایس آر کا دستور (روس): Constitution of USSR:

یو۔ ایس۔ ایس آر کا دستور مندرجہ ذیل دفعات کا اخذ کرتا ہے۔

بنیادی فرائض (Fundamental Duties)

عدلیہ کا نظریہ (Idea of Justice)

آئرش دستور Irish Constitution:-

آئرش دستور سے مندرجہ ذیل دفعات ہندوستانی دستور میں شامل کئے گئے ہیں۔

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول (Directive Principles of State Policy)

راجیہ سبھا اراکین کی نامزدگی (Nomination of Rajya Sabha Members)

صدر کے انتخاب کا طریقہ بھی آئرش کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

جاپان کا دستور (Constitution of Japan)

جاپان کے دستور سے مندرجہ ذیل دفعات اخذ کئے گئے ہیں۔

قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار (Concept of Procedure established by Law)

فرانسیسی دستور (French Constitution):

فرانسیسی دستور سے مندرجہ ذیل دفعات اخذ کئے گئے ہیں۔

دیباچہ میں جمہوریہ کے نظریات کو شامل کرنا (Idea of Republic in the Preamble)

دیباچہ میں آزادی کے نظریات کو شامل کرنا (Idea of Liberty in Preamble)

دیباچہ میں بھائی چارے کے اصول (Concept of Fraternity)

یہ علاقائیت فرقہ پرستی اور ریاستی یکجہتی کی دوسری شکلوں سے منع کرتا ہے۔

جرمنی کے دستور:- Germany Constitution:

جرمنی کے دستور سے مندرجہ ذیل دفعات کو اخذ کیا گیا ہے۔

ایمر جنسی کے دوران بنیادی حقوق کی معطلی

جنوبی افریقہ کا دستور (South African Constitution)

جنوبی افریقہ کے دستور سے مندرجہ ذیل دفعات اخذ کی گئی ہیں۔

دستور میں ترمیم کا طریقہ کار

ہندوستانی دستور کا حصہ XX صرف ایک آئٹم کا ذکر کرتا ہے۔ آرٹیکل 368 جو دستوری ترمیم سے متعلق ہے۔

راجیہ سبھا کے اراکین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

3.7 ہندوستانی دستور کی خصوصیات (Features of the Indian Constitution)

دنیا کے ہر تحریری دستور میں اپنی منفرد خصوصیات ہوتی ہیں اور ہندوستانی دستور اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن ہندوستانی دستور میں بہت سی نمایاں خصوصیات ہیں جو اسے دوسرے دستوروں سے ممتاز کرتی ہیں۔

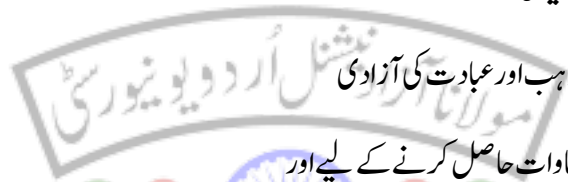
(1) دیباچہ (Preamble): ہمارا دستور دیباچہ سے شروع ہوتا ہے۔ دیباچہ بھی ہمارے دستور کا ایک اہم حصہ ہے۔ دیباچہ کا مقصد دستور سازوں کے اہداف کے بارے میں خیال فراہم کرنا ہے۔ دستور کا باقی حصہ بننے کے بعد دیباچہ کو دستور میں شامل کیا گیا ہے۔ دستور کی مختلف دفعات دیباچہ کے مطابق ہیں۔ دیباچہ کے تحت دئے گئے مقصد میں دستور کا بنیادی ڈھانچہ شامل ہے۔ دستور کا دیباچہ اس کی

روح ہے۔ دیباچہ کو ہندوستانی دستور کا تعارفی دستاویز کہا جاتا ہے۔ 1979 میں 42 ویں دستوری ترمیم قانون کے ذریعہ اس میں ترمیم کی گئی تھی جس میں تین نئے الفاظ سماجی، سیکولر اور سالمیت جوڑا گیا تھا۔ دیباچہ ہندوستان کے تمام شہریوں کو انصاف، آزادی اور مساوات کی حفاظت کرتا ہے۔ لوگوں کے درمیان بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔

ہندوستانی دستور کا دیباچہ شروع ہوتا ہے۔

"ہندوستان کی عوام، ہندوستان کو ایک خود مختار، سماجی، سیکولر، جمہوریہ اور اسکے تمام شہریوں کے لیے تشکیل دینے کا عزم کرتا ہے:

انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی



غور و فکر، اظہار، عقیدہ، مذہب اور عبادت کی آزادی
حیثیت، اور مواقع کے مساوات حاصل کرنے کے لیے اور

ان سب کے درمیان ایک ایسے بھائی چارے کو فروغ دینا جو فرد کے وقار اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کو یقینی بنائے

اپنے پختہ عزم کے بعد اس دستور ساز اسمبلی میں آج کے دن یعنی 26/نومبر 1949 کو اس دستور کو اپناتے ہوئے، نافذ کرنے اور اپنے کو خود وقف کرتے ہیں۔"

(2) دنیا کا وسیع اور جامع دستور (World Largest Constitution)

ہندوستان کا دستور دنیا کا سب سے جامع اور وسیع دستور ہے۔ دستور نافذ ہوتے وقت اس میں اصل میں 395 دفعات اور 8 شیڈول اور 22 حصہ تھے۔ ہندوستان کا دستور ترمیم ہونے کے بعد اس میں 470 دفعات 12 شیڈول اور 25 حصہ ہو گئے۔ امریکہ کے دستور میں 7 دفعات، کنیڈا کے دستور میں 147 دفعات، آسٹریلیا کے دستور میں 128، جنوبی افریقہ کے دستور میں 153 اور سوئٹزر لینڈ کے دستور میں 123 دفعات اب تک شامل ہیں۔

(3) تحریری اور تیار شدہ دستور: (Written & Enacted Constitution)

ہندوستان کا دستور ایک تحریری اور تیار شدہ دستور ہے۔ جیسے امریکہ، کینیڈا، سوئٹزر لینڈ وغیرہ وفاقی دستور کی طرح ایک تحریری اور تیار شدہ دستور ہے۔ اسے دستور ساز اسمبلی نے تیار کیا ہے۔ اس کو تیار کرنے میں 2 سال 11 ماہ اور 18 دن لگے۔

(4) سخت اور لچکدار دستور (Rigid and Flexible Constitution):

ہندوستان کا دستور نہ تو سخت اور نہ پچھلا بلکہ دونوں طرح کا دستور ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس کے کچھ حصے کو ملک کی مقننہ سادہ اکثریت سے ترمیم کر سکتی ہے۔ جبکہ کچھ حصوں کے لیے دو تہائی اکثریت کے ساتھ ترمیم کر سکتی ہے۔ کچھ دفعات کو اپنی ترمیم کے لیے ریاستوں

کی توثیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی دفعات وہ ہیں جو مرکز اور ریاست دونوں سے متعلق ہیں۔ دستور کے بنیادی ڈھانچے میں ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کا دستور سخت اور لچکدار دونوں کا مجموعہ ہے۔

(5) وفاقی نظام ہوتے ہوئے بھی وحدانی (Federal System & Unitary Bias):

ہندوستان دستور بنیادی طور پر وفاقی ہے جس میں کچھ وحدانی خصوصیات موجود ہیں۔ ہندوستان کے دستور کا بنیادی ڈھانچہ وفاقی ہے لیکن اس کی روح وحدانی ہے، ہندوستان کا وفاقی نظام کینیڈا کے نظام سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس میں ریاستوں اور مرکز کو برابر طاقت نہ دیکر مرکز کو زیادہ طاقتور بنایا گیا ہے، لہذا ہندوستان کا دستور وحدانی کی طرف جھکاؤ کے ساتھ وفاقی نظام کو تسلیم کرتا ہے۔ اس میں وفاقی نظام کے تمام ضروری عناصر شامل ہیں۔ بشمول

- دوہری حکومت
- اختیارات کی تقسیم
- دستور کی بالادستی
- عدالتوں کا اختیار
- دو ایوان کا نظام

دوسری طرف ہندوستانی دستور میں ایک مضبوط مرکز ایک دستور، واحد شریعت، دستوری لچکداری، ایک مربوط عدلیہ، مرکز کے ذریعہ ریاستی گورنروں کی تقرری، کل ہند خدمات، ہنگامی حالات وغیرہ شامل ہیں۔ مزید برآں فیڈریشن کی اصطلاح دستور میں کہیں بھی نہیں ہے۔ ہندوستانی دستور کا دفعہ 1 ہندوستان کو ریاستوں کی یونین سے تعبیر کرتا ہے جس میں دو چیزوں کا مطلب بتایا گیا ہے۔ پہلا ہندوستانی فیڈریشن ریاست سے ریاست کے معاہدے کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور دوسرا کسی ریاست کو فیڈریشن سے علیحدہ ہونے کا حق نہیں ہے۔

(6) پارلیمانی حکومت نظام (Parliamentary form of Government):

ہندوستانی دستور ساز نے برطانوی پارلیمانی نظام حکومت کا انتخاب کیا ہے نہ کہ امریکہ کے صدارتی نظام کو اپنایا ہے۔ ہندوستانی دستور حکومت کو پارلیمانی نظام حکومت فراہم کرنا ہے۔ پارلیمانی حکومت کو وزیر اعظم اور وزراء کو نسل کے دیگر اراکین کے ذریعہ چلایا جاتا ہے۔ وزراء کو نسل مشترکہ طور سے پارلیمنٹ کے تحت جوابدہ ہوتے ہیں۔

صدارتی نظام کی بنیاد اختیارات کے علیحدگی کے نظریہ پر ہے۔ جب کہ پارلیمانی نظام (قانون سازی) مقننہ اور انتظامی عاملہ اداروں کے درمیان تعاون اور ہم آہنگی کے اصول پر مبنی ہے۔ ہندوستان کے پارلیمانی نظام حکومت کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(1) برائے نام اور حقیقی عاملہ کی موجودگی

(2) اکثریتی جماعت کی حکمرانی

(3) عامله مشترکہ طور سے مقننہ کو جوابدہ

(4) مقننہ میں وزراء کی رکنیت

(5) وزیر اعظم کی قیادت

(6) لوک سبھا یا سبلی کی تحلیل

پارلیمانی نظام میں ملک کا وزیر اعظم حقیقی سربراہ ہوتا ہے جبکہ صدر برائے نام سربراہ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ہندوستانی پارلیمانی نظام بڑی حد تک برطانوی ماڈل پر مبنی ہے۔ اس میں کچھ اختلافات ہیں۔ مثال کے طور پر ہندوستانی پارلیمنٹ برطانوی پارلیمنٹ کی طرح خود مختار ادارہ نہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان کا ایک منتخب (جمہوریہ) سربراہ ہوتا ہے۔ جبکہ برطانوی مملکت کا مورثی سربراہ (بادشاہت) ہوتا ہے۔ پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم کا کردار چاہئے ہندوستان میں ہو یا برطانیہ میں اتنا اہم ہو گیا ہے کہ ماہرین سیاسیات نے اسے وزیر اعظم کی حکومت کے طور پر کہتے ہیں۔

(7) بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض (Fundamental Rights and Fundamental Duties):

بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض ہندوستانی دستور کی اہم ترین خصوصیات ہیں۔ بنیادی حقوق ہندوستانی دستور کے حصہ 3 (دفعہ 12-35) کے تحت دئے گئے ہیں، یہ وہ حقوق ہیں جو ہندوستان کے ہر شہری کو فراہم کئے جاتے ہیں۔ دفعہ 16، 15، 19، 29 اور 30 ہندوستان کے تمام شہریوں کے لئے دستیاب ہیں۔ دفعہ 14، 20، 21، 22، 23، 24 اور 25-28 ہر اس ملک میں رہنے والوں کو فراہم کیا جاتا۔ صرف دشمن ممالک کے شہریوں کے علاوہ ہندوستانی دستور میں 6 بنیادی حقوق دئے گئے ہیں۔ شروع میں 7 بنیادی حقوق تھے لیکن دفعہ 31۔ جائیداد کے حق کو بنیادی حقوق (44 ویں ترمیم) سے ہٹا دیا گیا تھا اور دفعہ 300 میں ایک قانونی حق کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔

اس کی نوعیت قابل انصاف ہے یعنی ان کی خلاف ورزی کے لیے عدالتوں کے ذریعہ قابل نفاذ ہے۔ مقننہ کو بنیادی حقوق کا محافظ بنایا گیا ہے۔ ان کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک عاملہ اور مقننہ ان میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ مداخلت کرنے پر عدلیہ اس کی حفاظت کرتی ہے۔

چھ بنیادی حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) مساوات کا حق (Right to Equality-Article 14-18)

(2) آزادی کا حق (Right to Freedom-Article 19-22)

(3) استحصال کے خلاف حق (Right Against Exploitation Article 23-24)

(4) مذہب کی آزادی کا حق (Right to Freedom of Religion Article 25-28)

(5) ثقافتی اور تعلیمی حقوق (Cultural and Educational Rights Article 29-30)

(6) دستوری دلوئی کا حق (Right to Constitutional Remedies Article 327)

ہندوستانی دستور میں بنیادی فرائض کو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کو 1976 میں 42 ویں ترمیم کے ذریعہ متعارف کرایا گیا ہے۔ سورن سنگھ سفارشات کے بعد ہی ہندوستانی دستور میں بنیادی فرائض میں شامل کئے گئے ہیں۔ 86 ویں دستوری ترمیم (2000) کے ذریعہ ایک اور بنیادی فرض کا اضافہ کیا گیا۔ بنیادی فرائض کو بھی عدلیہ نافذ نہیں کر سکتی۔ دفعہ A51 میں دستور کے حصہ IVA میں بنیادی فرائض کو متعارف کرایا گیا ہے۔ یہ USSR کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

(8) سیکولر مملکت (Secular State)

لفظ سیکولر کو 42 ویں دستوری ترمیم (1976) کے ذریعہ ہندوستانی دستور کے دیباچہ میں شامل کیا گیا تھا۔ ہندوستانی دستور سیکولرزم کے مثبت نظریہ کی نمائندگی کرتا ہے کیوں کہ یہ کسی بھی مذہب کو ہندوستان کا مذہب تسلیم نہیں کرتا ہے۔

(9) ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول (Directive Principles of State Policy-Article 36-51):

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول ہندوستانی دستور کی اہم خصوصیت ہے۔ یہ دستور کے حصہ IV میں درج ہے۔ شہریوں کے سماجی اور معاشی انصاف کو یقینی یا برقرار رکھنے کے لیے ہمارے دستور میں ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ فطری طور پر قابل انصاف نہیں ہے۔ اس کو عدالت کے ذریعہ نافذ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(10) بالغ رائے دیہی (Adult Franchise)

بالغ رائے دیہی وہ بنیاد ہے جس پر ہندوستانی جمہوریت قائم ہے۔ ہندوستان کے تمام شہری جن کی عمر 18 سال یا اس سے زیادہ ہے چاہے وہ کسی ذات، نسل، صنف، رنگ، مذہب، یا حیثیت کا ہو ہندوستان کے انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے۔ ہندوستان میں ایک آزاد انتخابی کمیشن ہے جو ملک میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے انعقاد کے کام کو انجام دیتی ہے 1988 کے 61 ویں دستور ترمیمی ایکٹ نے 1989 میں بالغ رائے دیہی کی عمر کو 21 سال سے کم کر کے 18 سال کر دیا تھا۔

(11) واحد شہریت (Single Citizenship)

اس حقیقت کے باوجود بھی کہ ہندوستانی دستور وفاقی ہے اور مرکز اور ریاستوں کا تصور موجود ہے یہ صرف ایک شہریت کو تسلیم کرتا ہے اور یہ ہندوستانی شہریت۔ دوسری طرف امریکہ جیسے ممالک میں ہر شخص نہ صرف امریکہ کا شہری ہے بلکہ اس ریاست کا بھی ہے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے۔ ہندوستان کا دستور پورے ہندوستان کے لیے ایک ہی شہریت فراہم کرتا ہے۔

(12) مربوط اور آزاد عدلیہ (Integrated and Independent Judiciary)

ہندوستانی دستور ایک مربوط اور آزاد عدالتی نظام فراہم کرتا ہے۔ عدالتی نظام میں اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ اس کے نیچے ریاستی سطح کی ہائی کورٹس ہیں۔ ماتحت عدالتوں کی درجہ بندی جیسے ضلعی عدالتیں اور دیگر چھٹی عدالتیں ہائی کورٹس کے نیچے موجود ہیں۔ اس کے برعکس، امریکہ جہاں وفاقی قوانین، وفاقی عدلیہ کے ذریعہ نافذ کئے جاتے ہیں۔ اور ریاستی قوانین ریاستی عدلیہ کے ذریعہ نافذ کئے جاتے ہیں۔ عدالتوں کا یہ واحد نظام مرکزی اور ریاستوں دونوں قوانین کو نافذ کرتا ہے۔ امریکہ میں سپریم کورٹ اپیل کی اعلیٰ ترین عدالت ہے ساتھ ہی شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضامن اور دستور کی محافظ ہے۔ (دفعہ 76) سپریم کورٹ ہندوستان کے مربوط جو اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ حکومت دستور کی دفعات کے مطابق اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ اور شہریوں کی آزادیوں اور بنیادی حقوق کے محافظ کے طور پر کام کرتی ہے۔ ہندوستان میں عدلیہ دستور کی حتمی ترجمان ہے۔ یہ کسی بھی قانون کو رد کر سکتی ہے اگر وہ عدالتی نظر ثانی کی اپنی طاقت کے تحت غیر دستوری ہو جو دستور کا بنیادی حصہ ہے۔

(13) قانون کی حکمرانی اور ہندوستانی دستور (Rule of Law and Indian Constitution):

ہندوستان کا دستور جو کہ ہندوستان کا قانون ہے اور یہ ہندوستان میں سب سے اعلیٰ ہے۔ ہندوستانی دستور کا دیباچہ انصاف، خود مختاری اور مساوات کے نظریوں کے ذریعہ قانون کی حکمرانی کے اصولوں کو واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ قانون کی حکمرانی سے مراد ہے کہ کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص عام عدالتوں کے دائرہ اختیار کے تابع ہے خواہ اس کا کوئی بھی مقام ہو۔ قانون کی حکمرانی کی اصطلاح انگریزی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے برطانیہ میں کیا گیا تھا۔ قانون کی حکمرانی کا تصور مزید اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ کسی بھی شخص کے ساتھ سختی یا من مانی سلوک نہ کیا جائے۔ قانون کی حکمرانی میں لفظ قانون کا مطلب ہے کہ تمام مرد یا معاشرہ کسی آدمی یا حکمران کے ذریعہ نہیں، بلکہ قانون کے ذریعہ چلائے جاتے ہیں۔ قانون کی حکمرانی کے مطابق یہ لازمی ہے کہ حکمرانوں کے من مانے فیصلوں کے بجائے عوام کو قبول شدہ اصولوں کے مطابق چلایا جائے۔ ہندوستانی دستور سازوں نے قانون کی حکمرانی کا اصول برطانیہ سے اخذ کیا اور ہندوستان کے دستور میں شامل کیا۔ ہندوستانی دستور کو سب سے اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔ اور کوئی بھی ہندوستانی دستور سے بالاتر نہیں ہے۔ قانون کی حکمرانی کا اصول ہندوستان کے دیباچہ میں درج ہے اور ایسا تصور ہندوستانی دستور کے حصہ III میں موجود ہے۔

(14) ہنگامی شرائط (Emergency Provisions)

ہندوستانی دستور میں وسیع ہنگامی دفعات موجود ہیں جو صد کو کسی غیر معمولی صورتحال سے مؤثر طریقہ سے نمٹنے کی اجازت دیتی ہے۔ ان دفعات کا استدلال کی اقتدار اعلیٰ، اتحاد، سالمیت اور سلامتی کے ساتھ۔ جمہوری سیاسی نظام اور دستور کا تحفظ ہے۔ دستور تین مختلف قسم کے ہنگامی حالات کو تسلیم کرتا ہے۔

(i) جنگ، بیرونی جارحیت یا مسلح بغاوت کی وجہ سے قومی، ہنگامی حالات کا اعلان کرنا (دفعہ 352)

(ii) ریاستوں میں دستوری مشینری کی ناکامی (دفعہ 356) یا مرکز کی ہدایات (دفعہ 365) کی تعمیل میں ناکامی کی وجہ سے ہنگامہ حالات (صدر راج) کا اعلان کرنا۔

(iii) ہندوستان کے مالی استحکام یا کریڈٹ (دفعہ 360) کو خطرہ کی وجہ سے مالیاتی ہنگامی صورتحال قومی ایمر جنسی کے دوران، مرکزی حکومت تمام طاقت ور ہو جاتی ہے اور ریاستیں مرکزی حکومت کے مکمل کنٹرول میں ہو جاتی ہے۔ دستور پہ باقاعدہ ترمیم کے بغیر یہ وفاقی ڈھانچے کو ایک وحدانیت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ سیاسی نظام میں وفاقی سے وحدانی (عام اوقات کے دوران) میں اس قسم کی تبدیلی غیر معمولی ہے لیکن سننے میں نہیں آتی۔

(15) اقلیتوں، درجہ فہرست ذاتوں اور درجہ فہرست قبائلوں وغیرہ کے لیے خصوصی انتظامات Special Permissions for Minorities, SC, ST, etc

ہندوستان کا دستور اقلیتوں، درجہ فہرست ذاتوں، درجہ فہرست قبائلوں، پسماندہ طبقات خواتین وغیرہ کو خصوصی انتظامات کا بندوبست کرتا ہے۔

3.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلبہ ہم نے اس کائی میں۔

- دستور کے معنی اور مفہوم کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔
- دستور کے مختلف ذرائع کا جائزہ لیا۔
- دستور کی اہم خصوصیات کو جاننا۔
- دستور کے فرائض کا مطالعہ کیا۔

3.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

رپبلک (Republic)

دیباچہ ہندوستان کو جمہوریہ قرار دیتا ہے۔ ہندوستان میں کسی بادشاہ یا نامزد سربراہ کے ذریعہ حکومت نہیں چلائی جاسکتی ہے بلکہ ہندوستان میں ایک منتخب سربراہ مملکت (صدر ہند) ہوتا ہے جو 5 سال کی مقررہ مدت کے لیے اقتدار سنبھالتا ہے۔

عالمگیر بالغ رائے دیہی (Universal Adult Suffrage)

تمام مردوں اور عورتوں کو رائے دیہی کا مساوی حق حاصل ہے۔ ہندوستان میں 18 سال سے زیادہ عمر کے ہر بالغ مرد اور عورت کو حق رائے دیہی کا مساوی حق ہے۔ تمام رجسٹرڈ ووٹرز کو انتخاب میں ووٹ ڈالنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

مربوط عدالتی نظام (Integrated Judicial System)

دستور مرکز اور ریاستوں کے لئے مشترکہ واحد مربوط عدالتی نظام فراہم کرتا ہے۔ سپریم کورٹ آف انڈیا عملی سطح پر کام کرتی ہے۔ ریاستی سطح پر ہائی کورٹس اور دیگر عدالتیں ہائی کورٹس کے ماتحت کام کرتی ہیں۔

3.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

3.10.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- ہندوستان کے دستور میں کتنے دیباچے ہیں؟

2(b)

1(a)

5(d)

3(c)

2- ہندوستان کے دستور کو لکھنے میں کتنے دن لگے تھے۔

2(b) سال

1(a) سال

2(d) سال، 11 ماہ، 18 دن

3(c) سال

3- ہندوستان کا دستور کب نافذ کیا گیا۔

26(b) جنوری 1948

26(a) جنوری 1947

26(d) جنوری 1950

26(c) جنوری 1949

4- ہندوستان کا دستور 26 نومبر 1949 کو اپنایا گیا اس کو کس نام سے منایا جاتا ہے؟

(b) یوم آزادی

(a) یوم جمہوریہ

(d) یوم دستور

(c) یوم قانون

5- گورنر کا دفتر کہاں سے اخذ کیا گیا ہے؟

(b) جرمنی

(a) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935

(c) امریکہ (d) برطانیہ

6۔ پارلیمانی حکومت نظام کہاں سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 (b) فرانس

(c) امریکہ (d) برطانیہ

7۔ ہندوستانی دستور میں بنیادی حقوق کہاں کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a) آسٹریلیا (b) کنیڈا

(c) امریکہ (d) برطانیہ

8۔ دنیا کا سب سے جامع اور وسیع دستور کہاں کا ہے۔

(a) جرمنی (b) سویٹزر لینڈ

(c) امریکہ (d) ہندوستان

9۔ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کو کس کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے؟

(a) آئر لینڈ (b) جنوبی افریقہ

(c) جرمنی (d) فرانس

10۔ لفظ سیکولر کو کس دستوری ترمیم کے ذریعہ ہندوستانی دستور کے دباچہ میں شامل کیا گیا تھا؟

(a) 42 (b) 44

(c) 62 (d) 72

3.10.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. دستور کے معنی اور مفہوم بیان کیجئے۔

2. دستور کی کیا ضرورت واضح کیجئے۔

3. لچکدار اور سخت دستور پر مختصر نوٹ لکھئے۔

4. امریکن دستور سے ہندوستان کے دستور میں کیا اخذ کیا گیا ہے۔

5. پارلیمانی حکومت نظام پر مختصر نوٹ لکھئے۔

3.10.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. پارلیمانی نظام حکومت پر ایک نوٹ لکھئے۔
2. دستور سے کیا مراد ہے دستور کی مختلف اقسام بیان کیجئے۔
3. ہندوستانی دستور کی اہم خصوصیات بیان کیجئے۔

3.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Sarbani Sen (2011), The Constitution of India, Popular Sovereignty and Democratic Transformations, Oxford university Press 2011.
2. Bakshi, P.M (1997) Constitution of India, Universal Law Publishing, Delhi.
3. D.D. Basu (1998) Introduction to Indian Constitution. The Edition, practice Hall of India Private Limited, New Delhi 1998.
4. Jennings, W. Ivor, (1953) some characteristics of Indian Constitution, Modras, Oxford University Press (2001)
5. Shukla V.N. Constitution of India, 10th Edition, eastern Book Company, Lucknow, 2001.
6. Subhash C. Kashyap, (2021) Our Constitution, National Book Trust, New Delhi.
7. B.L. Fadia, The Constitution of India, Sahitya Bhavan.
8. Agra J. N. Pandey, (2022) Constitution Law of India, Central Law Agency, Lucknow.



اکائی 4- دیباچہ

(The Preamble)

اکائی کے اجزا

تمہید	4.0
مقاصد	4.1
دستور کا دیباچہ	4.2
دیباچہ	4.2.1
دیباچہ کے اجزاء	4.3
دیباچہ میں کلیدی الفاظ	4.4
دیباچہ کی اہمیت	4.5
کیا دیباچہ دستور کا حصہ ہے؟	4.6
دیباچہ کی ترمیم	4.7
اکتسابی نتائج	4.8
کلیدی الفاظ	4.9
نمونہ امتحانی سوالات	4.10
معروضی جوابات کے حامل سوالات	4.10.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	4.10.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	4.10.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	4.11

4.0 تمہید (Introduction)

دیباچہ دستور کا دستور ہوتا ہے۔ دنیا کے بیشتر جمہوری ممالک کی دستور کا آغاز دیباچہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے دیباچہ کو دستور کا اہم حصہ تصور کیا گیا ہے۔ دیگر ملکوں کی طرح ہندوستان کے دستور کی شروعات بھی دیباچہ سے ہوئی ہے۔ دیباچہ میں موجود باتیں مستقبل کے لیے ایک طرح کا گائیڈ لائن دستور ہے۔

4.1 مقاصد (Objective)

اس اکائی کے مطالعہ کرنے کے بعد طلباء اس لائق ہو جائیں گے کہ

- دیباچہ کے اہم نکات کو سمجھ پائیں گے۔
- دیباچہ کی اہمیت کو باآسانی جان پائیں گے۔
- طلباء اس اکائی کی مطالعہ کے بعد معلومات حاصل کریں گے کہ کیا دیباچہ دستور کا حصہ ہے یا نہیں۔
- اس کے علاوہ وہ اس بات سے بھی واقف ہوں گے کہ کیا دیباچہ میں ترمیم ممکن ہے؟

4.2 دستور کا دیباچہ (Preamble of the Constitution)

وہ امریکی دستور کا پہلا شخص تھا جس نے دستور کو دیباچہ سے آغاز کیا۔ بھارت سمیت کئی ممالک نے اس طرز عمل پر عمل کیا۔ اصطلاح 'دیباچہ' سے مراد دستور کا تعارف یا دیباچہ ہے۔ اس میں دستور کا خلاصہ یا جوہر موجود ہے۔ این اے پالکھی والا، (N.A Palkhiwala) ایک نامور قانون دان اور دستوری ماہر نے دیباچہ کو 'دستور کا شناختی کارڈ' قرار دیا۔ ہندوستانی دستور کی دیباچہ 'مقاصد' پر مبنی ہے۔ پنڈت نہرو کی طرف سے دستور کا مسودہ تیار کیا گیا اور پیش کیا گیا اور دستور ساز اسمبلی نے اسے منظور کیا گیا۔ اس میں 42 ویں دستوری ترمیم ایکٹ (1976) کے ذریعہ ترمیم کی گئی ہے۔ جس میں تین نئے الفاظ سوشلسٹ، سیکولر اور سالمیت (Socialist, Secular and integrity) شامل کیا گیا۔

4.2.1 دیباچہ (Preamble)

ہم، ہندوستان کے لوگوں نے، ہندوستان کو ایک خود مختار سوشلسٹ سیکولر ڈیموکریٹک ریپبلک بنانے اور اس کے تمام شہریوں کو محفوظ بنانے کا پختہ عزم کیا ہے: انصاف، سماجی، اقتصادی اور سیاسی؛ فکر، اظہار، عقیدہ، ایمان اور عبادت کی آزادی؛ حیثیت اور مواقع کی مساوات؛ اور ان کے درمیان تمام بھائی چارے کو فروغ دینا جو فرد کے وقار اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کو یقینی بنائے۔ نومبر 1949 کے اس چھبیسویں دن ہماری دستور ساز اسمبلی میں، اس دستور کو اپنائیں، نافذ کریں اور خود کو دیں

4.3 دیباچہ کے اجزاء (Parts of Preamble)

دیباچہ دستور کے مختلف اجزاء کو ظاہر کرتی ہے:

1. دستور کے اختیارات کا ماخذ: دیباچہ طے کرتا ہے کہ دستور ہندوستان کے لوگوں سے اپنا اختیار حاصل کرتا ہے۔
2. ہندوستانی ریاست کی نوعیت: یہ ہندوستان کو ایک خود مختار، سوشلسٹ، سیکولر جمہوری اور جمہوریہ سیاست کا اعلان کرتی ہے۔
3. دستور کے مقاصد: یہ عدل، آزادی، مساوات اور بھائی چارے کو مقاصد کے طور پر بیان کرتا ہے۔
4. دستور کو اپنانے کی تاریخ: اس میں 26 نومبر 1949 کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔

4.5 دیباچہ میں کلیدی الفاظ (Key words of the Preamble)

دیباچہ کے کچھ کلیدی الفاظ مختلف ہیں

خود مختار، سوشلسٹ، سیکولر، جمہوری، جمہوریہ، انصاف، آزادی، مساوات اور بھائی چارے کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

1. خود مختار (Sovereign)

لفظ 'خود مختاری' کا مطلب ہے کہ ہندوستان نہ تو کسی ملک پر انحصار کرتا ہے اور نہ ہی کسی بھی دوسری قوم کا تسلط ہے، لیکن یہ ایک آزاد مملکت ہے۔ اس کے اوپر کسی کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، اور یہ اپنے معاملات (اندرونی اور خارجی دونوں) خود چلانے کے لیے آزاد ہے۔ اگرچہ 1949 میں، ہندوستان نے دولت مشترکہ کی اقوام کی اپنی مکمل رکنیت کے تسلسل کا اعلان کیا اور برطانوی ولی عہد کو دولت مشترکہ کے سربراہ کے طور پر قبول کیا، لیکن یہ ماورائے دستور اعلان ہندوستان کی خود مختاری کو کسی بھی طرح متاثر نہیں کرتا۔ مزید برآں، اقوام متحدہ کی تنظیم (UNO) میں ہندوستان کی رکنیت بھی کسی بھی طرح سے اس کی خود مختاری پر کوئی پابندی نہیں لگاتی ہے۔

2. سوشلسٹ (Socialist)

1976 میں 42 ویں ترمیم کے ذریعے اس اصطلاح کو شامل کرنے سے پہلے ہی، دستور میں ریاستی پالیسی کے کچھ ہدایتی اصولوں کی شکل میں سوشلسٹ مواد موجود تھا۔ دوسرے لفظوں میں جو کچھ اب تک دستور میں شامل تھا اب اسے واضح کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں، کانگریس پارٹی نے 1955 کے اوائل میں ہی اپنے آوازی (Avadi) اجلاس میں 'معاشرے کا ایک سماجی نمونہ' قائم کرنے کے لیے ایک قرارداد 5 کو منظور کیا اور اس کے مطابق اقدامات اٹھائے۔ خاص طور پر، سوشلزم کا ہندوستانی برانڈ ایک 'جمہوری سوشلزم' ہے نہ کہ 'کمونسٹ سوشلزم' (جسے 'مملکتی سوشلزم' بھی کہا جاتا ہے) جس میں پیداوار اور تقسیم کے تمام ذرائع کو قومیاں اور نجی ملکیت کا خاتمہ

شامل ہے۔ دوسری طرف جمہوری سوشلزم ایک 'مخلوط معیشت' پر یقین رکھتا ہے جہاں سرکاری اور نجی شعبے دونوں ایک ساتھ موجود ہیں۔

ساتھ ساتھ جیسا کہ سپریم کورٹ کہتی ہے، ”جمہوری سوشلزم کا مقصد غربت، جہالت، بیماری اور مواقع کی عدم مساوات کو ختم کرنا ہے۔ ہندوستانی سوشلزم مارکسزم اور گاندھی ازم کا امتزاج ہے، جو گاندھیائی سوشلزم کی طرف بہت زیادہ جھکاؤ رکھتا ہے۔ آزادیانہ، خانگیانہ اور عالمگیریت کی نئی اقتصادی پالیسی (1991) نے تاہم، ہندوستانی ریاست کی سوشلسٹ اسناد کو کمزور کر دیا ہے۔

3. سیکولر (Secular)

سیکولر کی اصطلاح بھی 1976 کے 42 ویں دستوری ترمیمی ایکٹ کے ذریعے شامل کی گئی تھی۔ تاہم جیسا کہ سپریم کورٹ نے 1974 میں کہا، اگرچہ دستور میں 'سیکولر مملکت' کے الفاظ کا واضح طور پر ذکر نہیں کیا گیا، پھر بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ دستور بنانے والے ایسی مملکت قائم کرنا چاہتے تھے جو سیکولرزم کے راستے پر چلے۔ اور اس لیے آرٹیکل 25 سے 28 (مذہب کی آزادی کے بنیادی حق کی ضمانت) کو دستور میں شامل کیا گیا ہے۔

ہندوستانی دستور سیکولرزم کے مثبت تصور کو پیش کرتا ہے یعنی ہمارے ملک میں تمام مذاہب (خواہ ان کی طاقت کچھ بھی ہو) کو مملکت کی طرف سے یکساں حیثیت اور حمایت حاصل ہے۔ جمہوری (Democratic) سیاست، جیسا کہ دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے، عوامی حاکمیت کے نظریے پر مبنی ہے، یعنی عوام کے ذریعہ اعلیٰ طاقت کا قبضہ۔ جمہوریت دو طرح کی ہوتی ہے۔ بالواسطہ اور براہ راست۔ براہ راست جمہوریت میں، عوام اپنی اعلیٰ طاقت کا براہ راست استعمال کرتے ہیں جیسا کہ سوئٹزر لینڈ میں ہوتا ہے۔ براہ راست جمہوریت کے چار آلات ہیں، یعنی ریفرنڈم، انیشیٹو، یاد دہانی اور Plebiscite۔ بالواسطہ جمہوریت میں، دوسری طرف، عوام کے منتخب کردہ نمائندے اعلیٰ طاقت کا استعمال کرتے ہیں اور اس طرح حکومت کو سنبھالتے ہیں اور قوانین بناتے ہیں۔ اس قسم کی جمہوریت، جسے 'نمائندہ جمہوریت' (Representative Government) بھی کہا جاتا ہے، جو دو طرح کی ہوتی ہے۔ پہلا پارلیمانی اور دوسرا صدارتی۔ ہندوستانی دستور نمائندہ پارلیمانی نظام کا پابند ہے۔

جمہوریت جس کے تحت عاملہ اپنی تمام پالیسیوں اور اقدامات کے لیے مقننہ کے تحت ذمہ دار ہوتی ہے۔ یونیورسل بالغ رائے دہی، وقتاً فوقتاً انتخابات، قانون کی حکمرانی، عدلیہ کی آزادی، اور بعض بنیادوں پر امتیازی سلوک کی عدم موجودگی ہندوستانی سیاست کے جمہوری کردار کے مظہر ہیں۔ 'جمہوری' کی اصطلاح دیباچہ میں وسیع معنوں میں استعمال کی گئی ہے جس میں نہ صرف سیاسی جمہوریت بلکہ سماجی اور معاشی جمہوریت بھی شامل ہے۔

اس جہت پر ڈاکٹر امبیڈکر نے 25 نومبر 1949 کو دستور ساز اسمبلی میں اپنی اختتامی تقریر میں زور دیا تھا: "سیاسی جمہوریت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کی بنیاد سماجی جمہوریت نہ ہو۔ اس لیے سوشل ڈیموکریسی کے معنی کو بتانا ضروری ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب زندگی کا ایک طریقہ سے ہے جو آزادی، مساوات اور بھائی چارے کو تسلیم کرتا ہے۔ آزادی، مساوات اور بھائی چارے

کے اصولوں کو تثلیث میں الگ الگ اشیاء کے طور پر نہیں سمجھا جانا چاہئے۔ آزادی کو مساوات سے الگ نہیں کیا جاسکتا، مساوات کو آزادی سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی آزادی اور مساوات کو بھائی چارے سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ مساوات کے بغیر، آزادی بہت سے لوگوں پر چند کی بالادستی پیدا کرے گی۔ آزادی کے بغیر مساوات انفرادی پہل کو ختم کر دے گی۔" اسی تناظر میں، سپریم کورٹ نے 1997 میں مشاہدہ کیا کہ: "دستور ہر شہری کو سماجی، معاشی اور مساوات پر مبنی سماجی نظام قائم کرنے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اور جمہوریہ بھارت کی سماجی اور اقتصادی جمہوریت میں سیاسی انصاف بھی موجود ہے۔"

5. جمہوریہ (Democratic)

ایک جمہوری سیاست کو دوزمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ بادشاہت اور جمہوریہ۔ بادشاہت میں، ریاست کا سربراہ (عموماً بادشاہ یا ملکہ) ہوتا ہے جو موروثی عہدہ حاصل کرتا ہے، یعنی وہ جانشینی کے ذریعے دفتر میں آتا ہے، مثلاً، برطانیہ۔ ایک جمہوریہ میں، دوسری طرف، ریاست کا سربراہ ہمیشہ ایک مقررہ مدت کے لیے براہ راست یا بالواسطہ طور پر منتخب ہوتا ہے، جیسے کہ USA۔ لہذا، ہمارے دیباچہ میں "جمہوریہ" کی اصطلاح اشارہ کرتی ہے کہ ہندوستان کا ایک منتخب سربراہ ہے جسے صدر کہا جاتا ہے۔ وہ بالواسطہ طور پر پانچ سال کی ایک مقررہ مدت کے لیے منتخب ہوتا ہے۔ جمہوریہ کا مطلب دو اور چیزیں بھی ہیں: ایک، سیاسی خود مختاری کا عوام میں ہونا نہ کہ بادشاہ جیسے کسی فرد میں۔ دوسرا، کسی بھی مراعات یافتہ طبقے کی عدم موجودگی اور اس لیے تمام سرکاری دفاتر کھولے جارہے ہیں۔ جس سے کہ ہر شہری کو بلا تفریق رسائی ہو۔

6. انصاف (Justice)

دیباچہ میں 'انصاف' کی اصطلاح تین الگ الگ شکلوں کو اپناتی ہے۔ سماجی، اقتصادی اور سیاسی، جو بنیادی حقوق اور ہدایتی اصولوں کی مختلف دفعات کے ذریعے محفوظ کیے گئے ہیں۔ سماجی انصاف کی بات کی جائے تو یہ ذات، رنگ، نسل، مذہب، جنس وغیرہ کی بنیاد پر بغیر کسی سماجی امتیاز کے تمام شہریوں کے ساتھ مساوی سلوک کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے معاشرے کے کسی خاص طبقے کو مراعات کی عدم موجودگی ہے، اور پسماندہ طبقات (درجہ فہرست ذاتوں اور درجہ فہرست قبائلیوں) اور خواتین کے حالات میں بہتری کے لئے مملکت کے ذریعے کچھ مثبت اقدامات لیے جاسکتے اور ایسا کرنے کا مطلب قطعی نہیں ہے کہ مملکت سماجی انصاف کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔

معاشی انصاف معاشی عوامل کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان عدم امتیاز کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس میں دولت، آمدنی اور جائیداد میں واضح عدم مساوات کا خاتمہ شامل ہے۔ سماجی انصاف اور معاشی انصاف کا مجموعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے جسے 'تقسیم انصاف' کہا جاتا ہے۔ سیاسی انصاف سے مراد یہ ہے کہ تمام شہریوں کو مساوی سیاسی حقوق، تمام سیاسی دفاتر تک مساوی رسائی اور حکومت میں یکساں نمائندگی ہونی چاہیے۔ سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف کا نظریہ انقلاب روس (1917) سے لیا گیا ہے۔

7. آزادی (Liberty)

اصطلاح آزادی کا مطلب ہے افراد کی سرگرمیوں پر پابندیوں کی عدم موجودگی سے ہے، اور ایک ہی وقت میں، مواقع فراہم کرتے ہیں

انفرادی شخصیت کی ترقی۔

دیباچہ ہندوستان کے تمام شہریوں کو ان کے بنیادی حقوق کے ذریعے فکر، اظہار، عقیدہ، عقیدہ اور عبادت کی آزادی کو تحفظ فراہم کرتی ہے، جس کی خلاف ورزی کی صورت میں عدالت میں قابل نفاذ ہیں۔ آزادی جیسا کہ دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے۔

ہندوستانی جمہوری نظام کا کام تاہم، آزادی کا مطلب 'انسنس' نہیں ہے کہ وہ اپنی پسند کے کام کریں، اور دستور میں درج حدود کے اندر رہتے ہوئے اس سے لطف اندوز ہونا چاہیے۔ مختصراً، دیباچہ یا بنیادی حقوق کے ذریعے تصور کی گئی آزادی مطلق نہیں بلکہ اہل ہے۔ ہمارا دیباچہ میں آزادی، مساوات اور بھائی چارے کے نظریات فرانسیسی انقلاب (1789-1799) سے لیے گئے ہیں۔

8. مساوات (Equality)

'مساوات' کی اصطلاح کا مطلب ہے معاشرے کے کسی بھی طبقے کو خصوصی مراعات کی عدم موجودگی، اور بغیر کسی امتیاز کے تمام افراد کے لیے مناسب مواقع کی فراہمی۔ دیباچہ ہندوستان کے تمام شہریوں کے لیے برابری کا درجہ فراہم کرتا ہے اور موقع اس شق میں مساوات کی تین جہتیں شامل ہیں۔ شہری، سیاسی اور اقتصادی۔ بنیادی حقوق کے باب کی درج ذیل دفعات شہری مساوات کو یقینی بناتی ہیں: جو مختلف ہیں۔

(a) قانون کے سامنے مساوات (دفعہ 14)۔

(b) مذہب، نسل، ذات، جنس یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیازی سلوک کی ممانعت (دفعہ 15)۔

(c) عوامی ملازمت کے معاملات میں مواقع کی مساوات (دفعہ 16)۔

(d) چھوت چھات کا خاتمہ (دفعہ 17)۔

(e) عنوانات کا خاتمہ (دفعہ 18)۔ دستور میں دو دفعات ہیں جو سیاسی مساوات حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ایک، کسی بھی شخص کو مذہب، نسل، ذات یا جنس کی بنیاد پر انتخابی فہرستوں میں شامل کرنے کے لیے نااہل قرار نہیں دیا جائے گا (آرٹیکل 325)۔ دو، لوک سبھا اور ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہوں گے۔ (آرٹیکل 326)۔ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول (آرٹیکل 39) مردوں اور عورتوں کو روزی روٹی کے مناسب ذرائع اور مساوی کام کے لیے مساوی تنخواہ کے مساوی حق کو محفوظ بناتا ہے۔

9. بھائی چارہ (Fraternity)

بھائی چارے کا مطلب بھائی چارے کا جذبہ ہے۔ دستور واحد شہریت کے نظام کے ذریعے بھائی چارے کے اس احساس کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، بنیادی فرائض (دفعہ 51A) کہتا ہے کہ یہ ہر ایک ہندوستان کے شہری کا فرض ہوگا۔

مذہبی، لسانی، علاقائی یا طبقاتی تنوع سے بالاتر ہو کر ہندوستان کے تمام لوگوں کے درمیان ہم آہنگی اور مشترکہ بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دینے کے لیے کوشاں رہے۔ دیباچہ یہ اعلان کرتا ہے کہ بھائی چارے کو دو چیزوں کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ فرد کا وقار اور قوم کی یکجہتی اور سالمیت۔ 42 ویں دستوری ترمیم (1976) کے ذریعے دیباچہ میں لفظ 'سالمیت' کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ڈرافٹنگ کمیٹی کے رکن کے ایم منشی کے مطابق (According to Munshi) دستور ساز اسمبلی، 'فرد کا وقار' کا جملہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ دستور نہ صرف مادی بہتری کو یقینی بناتا ہے اور جمہوری نظام کو برقرار رکھتا ہے، بلکہ یہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ہر فرد کی شخصیت مقدس ہے۔ اس کو ریاستی پالیسی کے بنیادی حقوق اور ہدایتی اصولوں کی کچھ دفعات کے ذریعے اجاگر کیا گیا ہے، جو افراد کے وقار کو یقینی بناتے ہیں۔ مزید برآں، بنیادی فرائض (آرٹیکل 51A) یہ کہتے ہوئے خواتین کے وقار کی حفاظت کرتے ہیں کہ ہندوستان کے ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ خواتین کے وقار کے لیے توہین آمیز طریقوں کو ترک کرے، اور یہ ہندوستان کے ہر شہری کا فرض بھی بناتا ہے اور اس کو برقرار رکھنا اور حفاظت کرنا ہندوستان کی خود مختاری، اتحاد اور سالمیت۔ جملہ 'قوم کی یکجہتی اور سالمیت' دونوں کو اپناتا ہے۔

قومی یکجہتی کی نفسیاتی اور علاقائی جہتیں۔ دستور کا آرٹیکل 1 ہندوستان کو 'ریاستوں کی یونین' کے طور پر بیان کرتا ہے تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ ریاستوں کو یونین سے علیحدگی کا کوئی حق نہیں ہے، جس کا مطلب ہندوستانی یونین کی ناقابل تباہی ہے۔ اس کا مقصد قومی یکجہتی کی راہ میں حائل رکاوٹوں جیسے فرقہ پرستی، علاقائیت، ذات پرستی، لسانیت، علیحدگی پسندی وغیرہ پر قابو پانا ہے۔

4.6 دیباچہ کی اہمیت (Importance of the Preamble)

دیباچہ بنیادی فلسفہ اور بنیادی اقدار سیاسی، اخلاقی اور مذہبی کو مجسم کرتی ہے جو دستور کی بنیاد ہے۔ یہ دستور ساز اسمبلی کے عظیم اور عظیم وژن پر مشتمل ہے، اور دستور کے بانیوں کے خوابوں اور خواہشات کی عکاسی کرتا ہے۔ دستور ساز اسمبلی کے ایک رکن، جنہوں نے دستور بنانے میں اہم کردار ادا کیا، کے الفاظ میں، 'ہمارے دستور کا دیباچہ اس بات کا اظہار کرتا ہے جو ہم نے بہت عرصے سے سوچا یا خواب دیکھا تھا'، دستور ساز اسمبلی کی ڈرافٹنگ کمیٹی ایک رکن کے۔ ایم منشی کے مطابق دیباچہ 'ہماری خود مختار جمہوری جمہوریہ کا زائچہ' ہے۔ دستور ساز اسمبلی کے ایک اور رکن پنڈت ٹھاکر داس بھارگووانے دیباچہ کی اہمیت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا: دیباچہ دستور کا کاسب سے قیمتی حصہ اور ساتھ ہی یہ دستور کی روح ہے۔ یہ دستور کی کلید ہے۔ یہ دستور میں درج زیور ہے۔ یہ ایک مناسب پیمانہ ہے جس سے دستور کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک ممتاز انگریز ماہر سیاسیات سرارنٹ بارکر (Sir Earnest Barker) نے کہا کہ

دیباچہ کے مصنفین نے دیباچہ کو دستور کا 'کلیدی نوٹ' 13 قرار دیا۔ وہ دیباچہ کے متن سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی مقبول کتاب پر 'نسیپلز آف سوشل اینڈ پولیٹیکل تھیوری' (1951) کے آغاز میں اس کا حوالہ دیا تھا۔ ہندوستان کے سابق چیف جسٹس ایم ہدایت اللہ نے مشاہدہ کیا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اعلان آزادی سے ملتا جلتا ہے، لیکن یہ ایک اعلان سے زیادہ ہے۔ یہ ہمارے دستور کی روح ہے جو ہمارے سیاسی معاشرے کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ اس میں ایک پختہ عزم ہے جسے انقلاب کے سوا کچھ نہیں بدل سکتا۔

4.7 کیا دیباچہ دستور کا حصہ ہے (Is Preamble is the Part of the Constitution?)

دیباچہ کے بارے میں ایک تنازعہ یہ ہے کہ کیا یہ دستور کا حصہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں عدالت اپنے فیصلے کے ذریعہ اس پر روشنی ڈالا ہے۔

بیر وباری یونین کیس (1960) میں سپریم کورٹ نے کہا کہ

دیباچہ دستور میں کئی دفعات کے پیچھے عمومی مقاصد کو ظاہر کرتی ہے، اور اس طرح یہ دستور بنانے والوں کے ذہنوں کی کلید ہے۔ مزید، جہاں کسی مضمون میں استعمال ہونے والی اصطلاحات مبہم ہیں یا ایک سے زیادہ معنی کے قابل ہیں، تشریح میں کچھ مدد دیباچہ میں درج مقاصد سے لی جاسکتی ہے۔ دیباچہ کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے باوجود، سپریم کورٹ نے خاص طور پر رائے دی کہ دیباچہ دستور کا حصہ نہیں ہے۔

کیشو مند بھارتی کیس (1973)

میں سپریم کورٹ نے اپنے پہلے کی رائے کو مسترد کر دیا اور کہا کہ دیباچہ دستور کا حصہ ہے۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ دیباچہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور دستور کو دیباچہ میں بیان کیے گئے عظیم اور عظیم وژن کی روشنی میں پڑھا اور اس کی تشریح کی جانی چاہیے۔ ایل آئی سی آف انڈیا کیس (1995) میں بھی سپریم کورٹ نے پھر کہا کہ دیباچہ دستور کا ٹوٹ حصہ ہے۔

دستور کے کسی بھی دوسرے حصے کی طرح، دیباچہ کو بھی دستور ساز اسمبلی نے نافذ کیا تھا، لیکن، باقی دستور کے پہلے ہی نافذ ہونے کے بعد۔ دیباچہ کو آخر میں داخل کرنے کی وجہ اس بات کو یقینی بنانا تھا کہ یہ دستور کے مطابق ہے جیسا کہ دستور ساز اسمبلی نے اپنا یا تھا۔ ووٹوں کے لیے دیباچہ آگے بڑھاتے ہوئے، دستور ساز اسمبلی کے صدر نے کہا، 'سوال یہ ہے کہ دیباچہ اس کا حصہ ہے۔ دستور 19- اس کے بعد تحریک پیش کی گئی۔ لہذا، سپریم کورٹ کی موجودہ رائے ہے کہ دیباچہ دستور کا حصہ ہے، دستور کے بانیوں کی رائے سے ہم آہنگ ہے۔ تاہم دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے

1. دیباچہ نہ تو مقننہ کے اختیارات کا ذریعہ ہے اور نہ ہی مقننہ کے اختیارات پر پابندی ہے۔

2. یہ غیر منصفانہ ہے، یعنی اس کی دفعات قانون کی عدالتوں میں قابل نفاذ نہیں ہیں۔

4.8 دیباچہ کی ترمیم (Amenability of the Preamble)

پہلی بار کیسوانند بھارتی (1973) کے تاریخی معاملے میں یہ سوال پیدا ہوا کیا دستور کے آرٹیکل 368 کے تحت دیباچہ میں ترمیم کی جاسکتی ہے؟ اس پر زور دیا گیا کہ دیباچہ میں ترمیم نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ دستور کا حصہ نہیں ہے۔ دی درخواست گزار نے استدعا کی کہ آرٹیکل

368 میں ترمیم کا اختیار بنیادی عناصر یا دستور کے بنیادی خدو خال (Basic structure) کو تباہ یا نقصان پہنچانے کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا، جو دیباچہ میں درج ہیں۔ تاہم سپریم کورٹ نے کہا کہ دیباچہ اس کا ایک حصہ ہے۔

دستور عدالت نے کہا کہ اس سلسلے میں بیرونی یونین (1960) میں اس کی طرف سے پیش کی گئی رائے غلط تھی، اور کہا کہ دیباچہ میں ترمیم کی جاسکتی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ 'بنیادی خصوصیات' (Basic Structure) میں کوئی ترمیم نہ کی جائے۔ دوسرے لفظوں میں، عدالت نے کہا کہ دیباچہ میں موجود دستور کے بنیادی عناصر یا بنیادی خصوصیات کو آرٹیکل 368 کے تحت ترمیم کے ذریعے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ دیباچہ میں اب تک صرف ایک بار ہی ترمیم کی گئی ہے، 42 ویں ترمیم دستور 1976 کے ذریعے۔ اس ترمیمی ایکٹ، جس نے دیباچہ میں تین نئے الفاظ شامل کیے ہیں۔ سوشلسٹ، سیکولر اور انٹیگریٹی۔ اور اس ترمیم کو درست مانا گیا۔

4.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- اس اکائی کے مطالعے کرنے کے بعد ہم نے سیکھا کہ
- دیباچہ ہندوستانی دستور کا اہم حصہ ہے۔
- اس میں ترمیم تو کیا جاسکتا ہے مگر بنیادی خصوصیات (Basic Structure) میں کسی طرح کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے
- اس کے علاوہ ہم نے یہ بھی سیکھا کہ دیباچہ کیا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے؟
- دیباچہ کی کچھ اہم باتیں ہیں جیسے جمہوریہ، سیکولر، آزادی، انصاف بھائی چارہ اور سوشلسٹ کو بہت باریکی سے سمجھا۔

4.10 کلیدی الفاظ (Key words)

- براہ راست جمہوریت : میں، عوام اپنی اعلیٰ طاقت کا براہ راست استعمال کرتے ہیں جیسا کہ سوئٹزرلینڈ میں ہوتا ہے
- بالواسطہ جمہوریت : میں، دوسری طرف، عوام کے منتخب کردہ نمائندے اعلیٰ طاقت کا استعمال کرتے ہیں اور اس طرح حکومت کو سنبھالتے ہیں اور قوانین بناتے ہیں
- سماجی انصاف : ذات، رنگ، نسل، مذہب، جنس وغیرہ کی بنیاد پر بغیر کسی سماجی امتیاز کے تمام شہریوں کے ساتھ مساوی سلوک کا نام ہے
- بھائی چارہ : مذہبی، لسانی، علاقائی یا طبقاتی تنوع سے بالاتر ہو کر ہندوستان کے تمام لوگوں کے درمیان ہم آہنگی اور مشترکہ بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دینا

معاشی انصاف : معاشی عوامل کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان عدم امتیاز کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس میں دولت، آمدنی اور جائیداد میں واضح عدم مساوات کا خاتمہ شامل ہے

سیکیولرزم : سے مراد یہ ہے مملکت سبھی مذاہب کے ماننے والوں کو یکساں ترجیح دے گا۔

4.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examinations Questions)

4.11.1 معروضی سوالات کے حامل جوابات (Objective Answer Type Questions)

1. دیباچہ میں 'اہم' کی اصطلاح کا مطلب ہے۔

(a) ہندوستانی حکومت (b) سپریم کورٹس (c) ہندوستانی پارلیمنٹ (d) ہندوستان کے لوگ

2. ہندوستانی دستور مندرجہ ذیل میں سے کس شکل میں 'انصاف' کو یقینی بناتا ہے۔

(a) سماجی (b) اقتصادی (c) سیاسی (d) مذکورہ بالا سبھی

3. دیباچہ میں ترمیم کس ترمیمی ایکٹ کے ذریعے کی گئی ہے؟

(a) 27 ویں دستوری ترمیم (b) 42 ویں دستوری ترمیم (c) 44 ویں دستوری ترمیم (d) 40 ویں دستوری ترمیم

4. جس معاملے میں، سپریم کورٹ نے خاص طور پر رائے دی کہ دیباچہ دستور کا حصہ نہیں ہے؟

(a) بیروباری یونین کیس (b) کیساوند ابھارتی کیس (c) دونوں (a) اور (b) (d) ان میں سے کوئی نہیں

5. جس معاملے میں، سپریم کورٹ نے پہلے کی رائے کو مسترد کر دیا اور وہ دیباچہ کو دستور کا لازمی حصہ مانا ہے؟

(a) بیروباری یونین کیس (b) کیساوند ابھارتی کیس (c) دونوں (a) اور (b) (d) ان میں سے کوئی نہیں

6. دیباچہ کے مطابق، دستور کو اپنانے کی تاریخ ہے۔

(a) 26 جنوری 1950 (b) 26 نومبر 1949 (c) دسمبر 1946 (d) ان میں سے کوئی نہیں

7. ہندوستانی دستور کا کون سا حصہ واضح طور پر اعلان کرتا ہے کہ ہندوستان ایک خود مختار سوشلسٹ سیکولر جمہوری جمہوریہ ہے؟

(a) بنیادی حقوق (b) ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول (c) دیباچہ (d) بنیادی فرائض

8. 'معاشی انصاف' ہندوستانی دستور کے مقاصد میں سے ایک کے طور پر رہا ہے میں فراہم کی

(a) دیباچہ اور بنیادی حقوق

(b) ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول اور دیباچہ

(c) ریاستی پالیسی کے بنیادی حقوق اور ہدایتی اصول اور حقوق

(d) اوپر میں سے کوئی نہیں۔

9. دیباچہ میں آزادی، مساوات اور بھائی چارے کے نظریات کس ملک کے دستور سے لیے گئے ہیں۔

(a) فرانسیسی انقلاب (b) روسی انقلاب (c) امریکی خانہ جنگی (d) ان میں سے کوئی نہیں۔

10. مندرجہ ذیل میں سے کن الفاظ کا تکرار ہندوستانی دستور کی دیباچہ میں نہیں ہے؟

(a) خود مختار (b) سوشلسٹ (c) جمہوری (d) ہندوستانی

4.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. دیباچہ میں دی گئی انصاف پر ایک نوٹ لکھیے۔

2. دیباچہ کو کیا ترمیم کیا جاسکتا ہے؟ بتائیے۔

3. لفظ، سیکولر، سوشلسٹ اور انصاف پر مختصر روشنی ڈالیں۔

4. دیباچہ کی ترمیم کیسے ممکن ہے؟

5. دیباچہ کی اہمیت بیان کیجیے۔

4.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. دیباچہ میں دی گئی اہم نکات پر روشنی ڈالیں۔

2. کیا دیباچہ دستور کا حصہ ہے بحث کیجئے۔

3. دیباچہ کیا ہے؟ اس کی اہمیت کو بتائیے۔

4.12 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

1. K.K. Ghai, *Indian Government and Politics* (Sage, 2016)
2. D.D. Basu, *Introduction to the Constitution of India* (Prentice Hall, 2015)
3. M.V. Pylee, *Introduction to the Constitution of India* (Viksh, 2009)

4. B.L. Fadia, *Indian Government and Politics* (Sahitya Bhawan, 2016)
5. Sujit Choudhry, I. Michael Heyman, Madhav Khosla and Pratap Bhanu Mehta, Eds. , *The Oxford Handbook of the Indian Constitution* (Oxford, 2016)
6. Abdul Quayum, *Hindustan ki Huqumat aur Siyasat* (Nisaab, 2011)
7. Abdul Quayum (2011) *Hindustan ki Huqumat aur Siyasat*, Hyderabad: Nisaab Publications
8. Ian Adams and R.W. Dyson, *Fifty Major Political Thinkers* (Routledge, 2007).
9. Jonathan Wolff - *An Introduction to Political Philosophy* (Oxford, 2007).
10. A.R. Murry, *An Introduction to Political Philosophy* (Routledge and Kegan, 2010).
11. Antony Black, *The History of Islamic Political Thought* (Edinburg, 2011).
12. Abdul Quayum, *Siyasi Phalsafa*, (Nisab, 2009).
13. Hashim Qidwai, *Europe Ke Azeem Siyasi Mufakkareen* (Taraqqi Urdu Board)
14. Mohd. Mujeeb, *Tareeq Phasafa Siyasiyat* (Taraqqi Urdu Board)



اکائی 5- حقوق اور فرائض

(Rights and Duties)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	5.0
مقاصد	5.1
حقوق	5.2
حقوق کی نوعیت	5.3
حقوق کی خصوصیت	5.4
حقوق کی قسمیں	5.5
حقوق کے نظریات	5.6
فرائض کے معنی	5.7
فرائض کی قسمیں	5.8
حقوق و فرائض کے درمیان باہمی تعلق	5.9
اکتسابی نتائج	5.10
کلیدی الفاظ	5.11
نمونہ امتحانی سوالات	5.12
معمولی جوابات کے حامل سوالات	5.12.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	5.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	5.12.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	5.13

5.0 تمہید (Introduction)

عزیز طلباء، اس اکائی میں ہم "حقوق اور فرائض" کے بارے میں تفصیل سے تذکرہ کریں گے اور اس کے بارے میں کچھ بنیادی باتیں جان لینا ضروری ہے تاکہ طالب علم اسے اچھی طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد سارے مختلف سوالوں کا جواب دینے کے لائق بن جائے۔ اس باب میں ہم حقوق اور فرائض میں حقوق کے نوعیت، مختلف قسمیں، اس کے خصوصیات، حقوق کے نظریات، حقوق و فرائض کے درمیان باہمی تعلقات اور فرائض کے مفہوم و مختلف قسمیں کے بارے میں تفصیل سے تذکرہ کیا جائے گا۔ علم سیاسیات میں حقوق کا تصور نیا نہیں ہے۔ قدیم یونانی دور سے ہی یہ علم سیاسیات کا ایک اہم حصہ بنا رہا ہے۔ قدیم یونانی شہری ریاستوں میں حقوق کا وجود تھا۔ ان ریاستوں میں جو لوگ شہری تھے انہیں چند مراعات حاصل تھیں جو دراصل حقوق تھے لیکن آبادی کا ایک بڑا حصہ ان مراعات سے محروم تھا کیونکہ اصولاً وہ لوگ شہری نہیں تھے۔ بعد میں جیسے جیسے حکومت کی نوعیت میں تبدیلی آئی حقوق نے بھی اپنا رنگ دکھانا شروع کیا۔ آج یہ عالم ہے کہ حقوق کے بغیر ہم کسی سیاسی نظام کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جدید دور میں ماہرین علم سیاسیات نے اس موضوع پر کافی بحث کی ہے۔ ان کا یہ استدلال کہ ریاست میں حقوق کے تسلیم کئے بغیر انسانی زندگی ادھوری ہے بالکل حق بجانب ہے۔ جدید دور میں ریاست کے تین شہریوں کے فرائض کا بھی کافی مطالعہ کیا گیا ہے۔ حقوق اور فرائض دراصل ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں۔ دونوں ایک ساتھ چلتے ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور بے معنی ہے۔ یہی وہ سبب ہے کہ آج جہاں کہیں بھی شہریوں کو حقوق دیئے گئے ہیں وہیں ان سے مملکت کے تین چند فرائض کا تقاضہ بھی کیا گیا ہے۔ دوسرے طرف ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہری کو نہ صرف اپنی خاطر بلکہ برادری کے لیے بھی "اچھی زندگی" تلاش کرنی ہوگی۔ اگر اسے اپنے نظریات کے مطابق رہنا ہے تو اس کی ضرورت ہے۔

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ:

- حقوق اور فرائض سے متعلق تمام پہلوؤں کو بیان اور واضح کر سکیں گے۔
- حقوق اور فرائض کے معنی، مختلف اقسام، حقوق کی نوعیت، خصوصیات کو جان سکیں گے۔
- حقوق کے نظریات، حقوق و فرائض کے درمیان باہمی تعلقات کے بارے میں بہتر طریقے سے معلومات حاصل کریں گے۔

5.2 حقوق (Rights)

دستور کے دیباچہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ حقوق کے بغیر انسانی زندگی ادھوری ہے۔ حقوق کا شمار ان ضروری عناصر میں ہوتا ہے جو ایک انسان کی زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ ریاست جب اپنے شہریوں کو حقوق دیتی ہے یا تسلیم کرتی ہے تو شہریوں کی زندگی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ حقوق علم سیاسیات میں ایک بہت اہم تصور ہے۔ حقوق جن کے ذریعہ ایک فرد اپنی شخصیت کی مکمل تکمیل کرتا ہے

ایک بہت وسیع معنی رکھتے ہیں۔ ہر فرد کی کئی خواہشات اور ضروریات ہوتے ہیں جن کی تکمیل کے لیے مناسب حالات کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ ان ضروریات کو پوری کر سکے اور اس کے اندر جو پوشیدہ صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں وہ ان کو بہتر ڈھنگ سے اجاگر کر سکے۔ انہیں مناسب اور سازگار حالات کو علم سیاسیات میں پروفیسر لاسکی مشہور انگریزی سیاسی مفکر نے حقوق کا نام دیا ہے۔ اس کے علاوہ حقوق کی تعریف کرتے ہوئے وانلڈ کا کہنا ہے کہ: "حقوق کچھ سرگرمیوں کے استعمال میں آزادی کا معقول دعوٰی ہیں۔"

According to Wilde, "Rights are reasonable claim to freedom in the exercise of certain activities."

ہالینڈ کے مطابق حقوق کی تعریف: "حقوق معاشرے کی رائے اور طاقت کے ذریعہ ایک آدمی کی دوسرے کے عمل کو متاثر کرنے کی صلاحیت ہے۔"

According to Holland, "Rights are one man's capacity of influencing the act of another by means of the opinion and force of the society."

لاسکی حقوق کی جامع تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "حقوق معاشرتی زندگی کی وہ شرائط ہیں جن کے بغیر عام طور پر کوئی بھی انسان اپنی شخصیت کو بہترین ڈھنگ سے حاصل نہیں کر سکتا۔"

In the words of Prof. Harold Laski, "Rights are those conditions of a social life without which no man can seek, in general, to be himself at his best."

5.3 حقوق کی نوعیت (Nature of Rights)

بقول ارسطو انسان اپنی بہتر زندگی کے لیے ایک منظم سماج کی بنیاد ڈالتا ہے۔ لیکن یہ بہتر زندگی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسانی شخصیت کو نکھارنے کے لیے ضروری عوامل ناہوں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ شخصیات کو نکھارنے کے لیے کم سے کم ضروری مواقع فراہم کیے جائیں۔ مثلاً خیالات کی آزادی کے بغیر ایک انسان ادھورا ہے۔ اس لیے اس موقع کی حکومتی تسلیم از حد ضروری ہے۔ اس وجہ سے لاسکی نے کہا ہے کہ "حقوق سماجی زندگی کے وہ شرائط ہیں جس کے بغیر کوئی بھی شخص اپنے آپ کو بہتر نہیں کہہ سکتا ہے۔"

لیکن ایک حق کو اس وقت تک صحیح معنوں میں حق نہیں مانا جاتا جب تک کہ اسے ریاست تسلیم نہ کر لے۔ ریاست حقوق کا وہ ذرائع ہے جو ایک انسان کے اخلاقی شخصیت کو سنوارنے میں مدد پہنچاتی ہے۔ اس لیے انسان کی بہتر زندگی کے لیے حقوق بنیادی شرائط ہوتے ہیں جسے ریاست قانون کے معرفت تسلیم کرتی ہے۔ حقوق انسان کے سماجی فطرت میں شامل ہوتی ہے جو سماج کے لیے نہایت ہی ضروری ہوتی

ہے۔ کسی بھی شخص کو کسی کا قتل کرنے کا حق نہیں ہے لیکن ریاست اگر قتل کرنے کی حق تسلیم کر لیتی ہے تو سماج میں افراطی تفری پھیل جائیگی اور افراطی تفری کے اس عالم میں ہم بہتر زندگی کا تصور نہیں کر سکتے جس کے حصول کے لیے ہم نے ایک منظم سماج کی بنیاد ڈالی ہے گویا کہ حقوق کے استعمال کے لیے سماجی اصولوں کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ یہ ہر انسان کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ یہ اس کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ دوسروں کے حقوق کا احترام کرے۔ دوسرا ایک شخص اپنے حقوق کا استعمال اس ڈھنگ سے کرے کہ سماج اس سے استفادہ حاصل کر سکے جیسا کہ ہابہاؤس نے کہا ہے: "حقیقی حقوق سماجی بہبود کی شرائط ہیں، اور مختلف حقوق معاشرے کی ہم آہنگی کی ترقی میں انجام دینے والے کام کے لیے ان کی درستی کے مرہون منت ہیں۔"

Hobbbhouse said as, "Genuine rights are conditions of social welfare, and the various rights owe their validity to the function they perform in the harmonious development of society."

دوسری طرف ایک جمہوری ریاست میں ہی حقوق ممکن ہے جہاں آزادی اور مساوات ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ آزادی کے بغیر ایک انسان اپنے حقوق و مفادات کے لیے لڑ نہیں سکتا۔ عوام انتخاب کے ذریعہ دباؤ بناتے ہوئے حقوق کا لطف اٹھاتا ہے۔ آزاد عدلیہ اس ضمن میں معاون رول ادا کرتی ہے ٹھیک اسی طرح مساوات کے بغیر سہولیات و مراعات کی فراہمی میں تفریق ہوگی جس سے حقوق کی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے حقوق کا صحیح لطف جمہوری ریاست میں ہی ممکن ہے کیونکہ متبادل پارٹیاں، آزاد میڈیا اور آزاد عدلیہ جمہوری ریاست کے علاوہ کسی اور طرز میں نہیں ہوتا ہے۔ مگر کوئی حق اس وقت تک بے معنی ہے جب تک اس کو مملکت کی منظوری حاصل نہیں ہو جاتی ہے۔ لہذا مناسب حالات اور مملکت کی منظوری حقوق کی اہم خصوصیات ہوتے ہیں۔

5.4 حقوق کی خصوصیات (Characteristics of Rights)

اوپر دی گئی حقوق کی تعریفوں کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حقوق کی بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1- حقوق صرف معاشرے میں ملتے ہیں (Rights are available only in the society)
حقوق کا حصول معاشرے میں ہی ممکن ہے۔ حقوق معاشرے سے باہر ممکن نہیں ہو سکتے۔ جب بھی کوئی فرد معاشرے میں رہتا ہے تو اسے مختلف مقاصد کے لیے دوسروں کی مدد لینا ہوتی ہے۔ معاشرے سے باہر ہر فرد بالکل آزاد ہے اور وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے طاقت کا استعمال کرتا ہے۔

2- حقوق فرد کا دعویٰ ہے (Rights is a claim of the individual)
حق انفرادی طور پر کام کرنے کا دعویٰ ہے۔ فرد معاشرے سے اپنے حقوق مانگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق کا مطلب ہے بعض سہولیات کا مطالبہ کرنا۔

3- حق کو معاشرہ تسلیم کرتا ہے (Right is recognized by society)
حقوق فرد کے وہ دعوے ہیں جن کو معاشرہ تسلیم کرتا ہے۔ فرد کا دعویٰ اسی وقت حق کی شکل اختیار کرتا ہے جب اسے معاشرہ تسلیم کرتا ہے۔

4- حق معقول اور اخلاقی ہے (Right is reasonable and moral)
معاشرہ فرد کے صرف اس دعوے کو تسلیم کرتا ہے جو معقول اور اخلاقی ہو۔ معاشرہ صرف اس دعوے کو تسلیم کرتا ہے جس کا تعلق فرد کی فلاح و بہبود سے ہو۔ ایسا دعویٰ قبول نہیں کیا جاسکتا جو معاشرے کے لیے نقصان دہ ہو۔

5- عوامی بہبود کے لیے حق استعمال کیا جاسکتا ہے (Right can be used for public good)
حق صرف سماجی بھلائی کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے نہ کہ معاشرے کے مفاد کے خلاف۔ حقوق معاشرے میں ہو سکتے ہیں اور معاشرے کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ فطری امر ہے کہ انہیں معاشرے کے بہترین مفاد میں استعمال کیا جائے۔

6- حقوق عالمگیر ہیں (Rights are universal)
معاشرے کے تمام افراد کو حقوق یکساں طور پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ حق فرد کا دعویٰ ہے اور کسی خاص فرد کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ تمام افراد کا دعویٰ ہے۔ جو حق ایک فرد کو حاصل ہے وہ دوسرے افراد کو بھی حاصل ہونا چاہئے۔

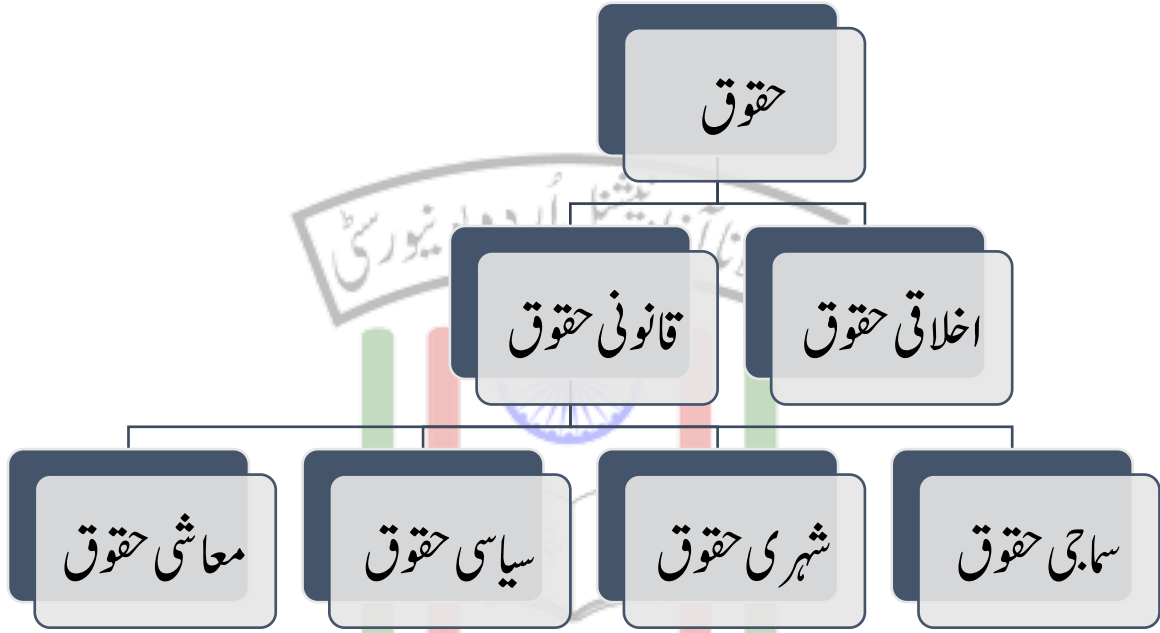
7- حقوق اور فرائض ایک ساتھ چلتے ہیں (Rights and duties go together)
حق ہمیشہ فرائض کے ساتھ ہوتا ہے۔ حقوق اور فرائض ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ بعض فرائض کی انجام دہی کے بغیر حقوق نہیں مل سکتے۔

8- حقوق ریاست کے ذریعے نافذ کیے جاتے ہیں (Rights are enforced by the State)
حق کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسے ریاست نافذ کرتی ہے۔ حقوق بھی ریاست کی طرف سے محفوظ ہیں۔ ریاست قوانین کے ذریعے حقوق دیتی ہے اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ریاست سزا دیتی ہے۔ ریاست افراد کے حقوق کی محافظ ہے۔

9- وقت کے ساتھ حقوق بدلتے رہتے ہیں (Rights change with the time)
حقوق جامد نہیں ہوتے۔ بدلے ہوئے سماجی، معاشی اور سیاسی حالات کے ساتھ حقوق بدلتے ہیں۔ مثال کے طور پر، صنعتی توسیع کے ابتدائی مرحلے میں، کسی کی جائیداد کے بے لاگ استعمال کے حق کو تسلیم کیا گیا۔ لیکن بیسویں صدی کے وسط میں تقریباً ہر ملک میں جائیداد کے حق کو کافی حد تک کم کر دیا گیا ہے۔ اس لیے حقوق کی کوئی مستقل اور غیر تبدیل شدہ فہرست کی تعمیل نہیں کی جاسکتی۔

5.5 حقوق کی قسمیں (Types of Rights)

عام طور پر حقوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (1) اخلاقی حقوق اور (2) قانونی حقوق۔ پھر قانونی حقوق کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (1) سماجی حقوق، (2) شہری حقوق، (3) سیاسی حقوق اور (4) معاشی حقوق پھر ان حقوق کو مزید کئی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔



اخلاقی حقوق (Moral Rights)

اخلاقی حقوق ان حقوق کو کہتے ہیں جو اچھائی اور ضمیر کی بنیاد پر ایک فرد کو حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے والدین کے حقوق، استاد کے حقوق، بڑوں کے حقوق، خریداروں کے حقوق، راہ گیر کے حقوق وغیرہ اخلاقی حقوق کی مثالیں ہیں۔ ان حقوق کو مملکت کی منظوری نہیں ہوتی ہے۔ اس کے خلاف ورزی پر کوئی عدالت سے رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ ان کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اخلاقی حقوق کا تعلق انسان کے اخلاقی بیداری، شعور اور ضمیر سے ہے۔ یہ وہ حقوق ہیں جو اخلاقی اصول پر مبنی ہوتی ہیں۔ ریاست یا قانون کی اسے حمایت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ جیسے ایک بیوی کا یہ اخلاق حق بنتا ہے کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کرے، ایک استاد کا یہ اخلاق حق بنتا ہے کہ اس کے شاگرد اسے عزت کرے۔ لیکن ان تمام حقوق کو قانونی حمایت حاصل نہیں ہے۔ ان حقوق کی پامالی پر ریاست کچھ نہیں کر سکتی ہے۔ کیونکہ ان حقوق کا تعلق انسان کے داخلی رویے سے ہے اور قانون کا تعلق انسان کے خارجی رویے سے ہوتا ہے۔ لیکن رائے عامہ کے زور پر جب ایک اخلاقی حق کو قانون کی حمایت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ قانونی حق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

قانونی حقوق (Legal Rights)

وہ حقوق جو ایک ریاست قانون کے ذریعہ اپنے شہریوں کو عطا کرتی ہے اسے ہم قانونی حقوق کہتے ہیں۔ دوسری طرف قانونی حقوق ان کو کہتے ہیں جن کو مملکت کی منظوری حاصل ہوتی ہے۔ ان حقوق پر کسی جانب سے کوئی چوٹ ملتی ہے تو عدالت سے رجوع کر سکتے ہیں۔ ریاست ان حقوق کو تسلیم کرتی ہے اور اس کی پامالی پر قانونی اقدام لیتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کا حق سلب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسے میں دستوری چارہ جوئی کا حق بنتا ہے۔ ریاست قانون کے ذریعہ اس کے حق کو بحال کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے ہندوستان میں شہریوں کو بہت سارے بنیادی قانونی حق دیئے گئے ہیں۔ اگر ان حقوق میں کسی بھی قسم کا کوئی مداخلت ہوتا ہے تو ایسی صورت میں ہم شہریوں کو دستور کے آرٹیکل 32 کے ذریعہ دستوری چارہ جوئی کا حق دیا گیا۔ حقوق کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (1) سماجی حقوق، (2) شہری حقوق، (3) سیاسی حقوق اور (4) اقتصادی حقوق۔

سماجی حقوق (Social Rights)

سماجی حقوق قانونی حقوق میں شامل ہیں۔ سماجی حقوق سے مراد وہ حقوق جو ایک فرد کو ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے حاصل ہوتا ہے جن کی بدولت ایک وقار اور عظمت کی زندگی ملتی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سماج ہر قسم کے بھید بھاؤ اور ذات پات سے آزاد ہو۔ ایک بہتر اور مہذب زندگی کے حصول کے لیے شہریوں کو چند سماجی مواقع، سہولیات و مراعات کی ضرورت پڑتی ہے جس کے بغیر ہم اپنی زندگی کو بہتر نہیں بنا سکتے اور نہ ہی اپنی انفرادیت کو نکھار سکتے ہیں۔ ریاست جب ان ضروری سماجی مواقع یا مراعات کو قانونی حمایت دیتی ہے تو ہم اسے سماجی حقوق کہتے ہیں۔ جب تک ان سماجی سہولیات و مراعات کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی ہے وہ اخلاقی حقوق کے ہی زمرے میں رہتا ہے۔ چند سماجی حقوق حسب ذیل ہیں۔

تعلیم کا حق (Right to Education)

تعلیم کا حق سب سے بڑا سماجی حق ہے۔ ایماٹل در کھائے کے مطابق: "تعلیم ایک فرد کو سماج کے لائق بناتی ہے"۔ تعلیم کی مدد سے ایک فرد کے اندر پوشیدہ خوبیاں اجاگر ہوتی ہیں۔ اس کی مدد سے ایک اچھا شہری بنتا ہے۔ آج ہندوستان میں تعلیم کو بنیادی حق کا درجہ حاصل ہے کیونکہ تعلیم اور زندگی کے درمیان بہت قریبی رشتہ ہے۔ ایک ایسا حق ہے جو شہریوں کا سماجی، شہری، سیاسی اور بلا واسطہ طور پر معیشتی حقوق کے زمرے میں بھی آتا ہے۔ مہذب سماج کی تشکیل میں تعلیم کا بہت ہی اہم رول ہوتا ہے۔ تعلیم کے بغیر نا تو ہم ایک بہتر شہری بن سکتے ہیں اور نہ ہی ایک بہتر سماج کی بنیاد ڈال سکتے ہیں۔ اس لیے ریاست لازمی طور پر اپنے شہریوں کو تعلیم کا حق دیتی ہے۔ ہمارے ہندوستان میں بھی چھ سے چودہ برس کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم کا حق ہے۔

مساوات کا حق (Right to Equality)

ایک بہترین سماج کی تشکیل کے لیے لوگوں کے اندر مساوات کا قیام از حد ضروری ہوتا ہے۔ لوگوں کی سماجی برابری ہی ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔ سماج میں اگر آمدنی کو زندگی کا معیار نہ بنایا جائے تو ایک مساوی سماج کی تشکیل ممکن ہے۔ ریاست حتی الامکان کوشش

کرتی ہے کہ تمام لوگوں کو یکساں مواقع فراہم کیا جائے۔ بلا تفریق ذات، نسل، حیثیت، مذہب تمام لوگوں کو یکساں سہولیات و مراعات فراہم کیا جاتا ہے جو ایک منظم سماج کی بنیاد میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ ہر فرد کا سماجی درجہ اور مرتبہ مساوی ہو۔ چھوٹ چھات، ذات پات، نسلی بھید بھاؤ کو قانونی جرم قرار دیا جائے۔

آزادی اور آمدورفت کا حق (Right to Liberty and Movement)

آزادی انسان کا پیدائشی حق ہوتا ہے۔ اس پر کسی بھی قسم کی بندش فطرت انسانی کے خلاف عمل ہے۔ ہر ریاست اپنے شہریوں کو چند سماجی آزادی عطا کرتی ہے جو ایک منظم سماج کی تشکیل میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ قانون کے ذریعہ ایک سازگار ماحول تیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ آزادی سے سانس لے سکیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ با آسانی آمدورفت کر سکیں۔ ان پہ کسی بھی قسم کا کوئی روک ٹوک نہ ہو۔

مذہبی آزادی کا حق (Right to Religion)

ستر سماجی تنظیم کے لیے مذہبی آزادی بہت ضروری ہوتی ہے۔ ریاست تمام لوگوں کو ان کے پسند کے مذہب اختیار کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کرنے کی مکمل آزادی دیتی۔ ایک جمہوری اور سیکولر ملک میں ہی اس حق کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ دستور ہند کے آرٹیکل 25 سے لے کر 28 تک کے ذریعہ ہمارا دستور ہم تمام شہری کو مذہب کی آزادی کا حق دیتا ہے۔ ہمیں ہماری ضمیر کی آزادی کا حق ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کسی مذہب کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کا مکمل حق ہے۔

شہری حقوق (Civil Rights)

وہ حقوق جو ایک انسان کے شخصیت و انفرادیت کو سنوارنے و نکھارنے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اسے ہم شہری حقوق کہتے ہیں۔ یہ وہ حقوق ہیں جو ایک بہترین زندگی اور ترقی کے لئے ناگزیر سمجھے جاتے ہیں۔ ان حقوق کے بغیر ہم اپنی شخصیت میں چارچاند نہیں لگا سکتے اور نا ہی ترقی کے مراحل طے کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوری ریاست دستور و مختلف قوانین کی رو سے اپنے شہریوں کو بہت سارے شہری حقوق عطا کرتے ہیں۔ چند شہری حقوق حسب ذیل ہیں:

زندگی کا حق (Right to Life)

تمام حقوق میں زندگی کا حق سب سے اہم ہے۔ زندگی کے بغیر تمام حقوق بے معنی ہیں۔ ایک شخص جب زندہ رہے گا تبھی وہ دیگر تمام حقوق کا لطف اٹھا سکتا ہے۔ یہی وہ سبب ہے کہ ایک ریاست سب سے پہلے اپنے شہریوں کو حیات کا حق عطا کرتا ہے۔ ہاں لیکن اس ضمن میں ایک بات واضح ہو کہ قانون کے رو سے ریاست اور صرف ریاست کسی کو اس کی زندگی سے محروم کر سکتی ہے۔ مگر ریاست کا یہ حق بھی اب دھیرے دھیرے ختم ہوتے جا رہا ہے۔ دستور ہند کے آرٹیکل 21 کے ذریعہ ہندوستان کے تمام شہریوں کو زندگی کا حق عطا کیا گیا ہے۔

تکلم کا حق (Right to Speech)

جمہوریت کی بقاء کے لیے شہریوں کا یہ حق نہایت ہی اہم ہے۔ تکلم کا حق سے مراد خیالات کے اظہار سے ہے۔ جب تک شہریوں کو اس کے خیالات کے اظہار کرنے کا حق نادیا جائے تب تک ایک جمہوری ریاست کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ اس حق کے حوالے سے ملک کے ذرائع ابلاغ کو مکمل آزادی ملنی چاہیے تاکہ وہ شہریوں کی بہتر نمائندگی کر سکے۔ ہمیں سیاسی ہو یا سماجی ہر قسم کے موضوعات پر اپنی رائے قائم کرنے اور اسے اظہار کرنے کا مکمل حق ملنا چاہیے۔ دستور ہند کے آرٹیکل (1) 19 کے ذریعہ ہم تمامی شہریوں کو بولنے اور اپنے خیالات کے اظہار کرنے کی مکمل آزادی اور حق دیا گیا ہے۔

جائداد کا حق (Right to Property)

سماجی مفاہمت کا نظریہ پیش کرتے ہوئے جان لاک نے فطری حالت میں لوگوں کے جائداد کا حق کا تذکرہ کیا ہے۔ عصر جدید میں بہت سارے ممالک اپنے شہریوں کو یہ حق عطا کیا ہے۔ اس حق کے مطابق ہم جائداد کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں یہی نہیں بلکہ جائداد حاصل کرنا اور اسے اپنی تحویل میں رکھنے کا بھی حق ہے۔ شروع میں دستور ہند کے آرٹیکل 31 کے ذریعہ، اور آرٹیکل (6) 19 کے ذریعہ ہم ہندوستانیوں کو یہ حق حاصل تھا مگر کچھ مشکلات کے پیش نظر دستور کے پیالیسیوں میں ترمیم کے ذریعہ اس حق کو بنیادی حقوق کے زمرے سے نکال دیا گیا۔ اب یہ حق صرف اور صرف قانونی بن کر رہ گیا ہے۔

خاندان کا حق (Right to Family)

شہری حقوق کے زمرے میں خاندان کی تشکیل کا بھی حق آتا ہے۔ اس حق کے رو سے تمام شہریوں کو شادی بیاہ، نسل افزائش و خاندانی تعلقات قائم کرنے کی مکمل آزادی ہوتی ہے۔ ارسطو نے چند خاندان کے مجموعے کو ریاست کا نام دیا تھا۔ آج وہی ریاست اپنے شہریوں کو خاندانی تشکیل کرنے کی مکمل آزادی اور حق دیا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں قانون کے مختلف نکات کے ذریعہ شہریوں کو خاندان کا حق دیا گیا ہے۔

آزادی کا حق (Right to Freedom)

شہریوں کی انفرادی ترقی کے لیے ذاتی آزادی نہایت ہی ضروری ہے۔ ایک شخص اس وقت تک ترقی کے مراحل طے نہیں کر سکتا جب تک اسے شخصی آزادی نہ فراہم کی جائے۔ شخصی آزادی سے مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، تنظیم قائم کرنا، من پسند پیشہ اختیار کرنا اور غیر قانونی گرفتاری سے ہے، ہمارے ہندوستان میں دستور کے آرٹیکل 19 کے ذریعہ شہریوں کو بہت ساری شخصی آزادی فراہم کی گئی، ساتھ ہی ساتھ آرٹیکل 22، 20 کے ذریعہ حراست و گرفتاری سے متعلق تحفظ کا حق کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

مذہبی آزادی کا حق (Right to Religion)

اس حق کا تذکرہ ہم لوگ سماجی حقوق کے زمرے میں کر چکے ہیں۔ لیکن یہ حق شہری حقوق کے بھی زمرے میں آتا ہے۔ اس حق کے رو سے تمام لوگوں کو اس کے پسند کے مذہب اپنانے، اس کے اصولوں پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کرنے کا مکمل آزادی ہے۔

مذہب کی عبادت اور اس کے بنیادی اصولوں کے مطابق رہنا سہنا ایک انسان کا حق بنتا ہے۔ ریاست ان حقوق کا احترام کرتا ہے۔ سیکولر انڈیا میں دستور کے ذریعہ تمامی لوگوں کو یہ اہم حق دیا گیا ہے جسے ہم استعمال کرتے ہیں۔

سمجھوتے کا حق (Right to Contract)

دنیا کے بیشتر ممالک میں عام لوگوں کو سمجھوتے کا حق بھی دیا گیا ہے۔ اس حق کی رو سے ہم کسی بھی نوعیت کا مضامنت کر سکتے ہیں۔ قانون ہمیں اس کی مکمل آزادی دیتی ہے۔ فریقین باہمی سمجھوتے کے ذریعہ کسی شعبے میں قدم بڑھا سکتے ہیں کوئی ضروری نہیں کہ اس میں ریاست بھی ایک فریق ہو۔ عوامی یا ذاتی سطح پر سمجھوتے کیے جاسکتے ہیں، مگر اس ضمن میں قانون کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی قدم کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

مساوات کا حق (Right to Equality)

اس آزادی اور حق کا بھی تذکرہ ہم لوگ سماجی حقوق کے زمرے میں کیے ہیں۔ لیکن شہری حقوق کے زمرے میں جب ہم مساوات کا حق کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس سے قانونی تحفظ و مساوات کا اشارہ ملتا ہے۔ بلا تفریق ذات، نسل، مذہب، جنس تمام لوگ قانون کے نگاہ میں مساوی مرتبہ رکھتے ہیں اور تمام لوگوں کو قانون کا یکساں تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ دستور ہند کے آرٹیکل (1) 14 کے ذریعہ ہم تمام ہندوستانیوں کو یہ حق دیا گیا ہے۔

سیاسی حقوق (Political Rights)

ریاستی قانون کے ذریعہ دیا گیا وہ حقوق جو ایک شہری ملک کی سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کے لئے استعمال کرتا ہے اسے سیاسی حقوق کہتے ہیں۔ چونکہ جمہوری نظام میں عوام ہی تمام تر اختیارات کا سرچشمہ ہوتا ہے اس لیے عوام کو بہت سارے مراعات دیئے جاتے ہیں جسے وہ سیاسی مقاصد کے خاطر استعمال کرتا ہے۔ چند سیاسی حقوق حسب ذیل ہیں:

منتخب کرنے کا حق (Right to Elect)

تمام سیاسی حقوق میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل کوئی حق ہے تو وہ منتخب کرنے کا حق ہے۔ یہ جمہوریت کی روح ہے۔ اس کے بغیر جمہوریت بے معنی ہے۔ لوگ اپنے نمائندوں کو منتخب کریں اور انہیں مختلف زاویہ سے کنٹرول کریں اس سے بڑی حق اور کیا ہو سکتی ہے۔ دنیا کے تمام جمہوری ممالک میں بلا تفریق، ذات، نسل، رنگ، مذہب، جنسی اور طبقہ تمام شہریوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ ہمارے ملک میں بھی عوامی نمائندگی ایکٹ (1951) کے ذریعہ بلا تفریق تمام بالغ شہریوں کو ووٹ دینے کا حق اور اپنے نمائندہ منتخب کرنے کا حق حاصل ہے۔

منتخب ہونے کا حق (Right to be Elected)

جس طرح منتخب کرنے کا حق ہے ٹھیک اسی طرح منتخب ہونے کا بھی حق ہے۔ چونکہ جمہوری نظام میں عوام بلواسطہ یا بلاواسطہ خود اپنے اوپر حکومت کرتی ہے ایسے میں اگر اسے ووٹ دینے کا حق ہوتا ہے تو ووٹ لینے کا بھی حق حاصل ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی اصول کے تحت ہر بالغ

شہری کو منتخب ہونے کا حق ہے۔ ہمارے ہندوستان میں بھی تمام سطحوں کے انتخاب میں کھڑا ہونے کا حق ہے۔ اس ضمن میں ریاست کسی بھی قسم کی کوئی امتیاز یا تفریق نہیں برتی ہے۔

سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کا حق (Right to Public Office)

جمہوریت میں لوگوں کا یہ اہم حق مانا جاتا ہے کہ سرکاری ملازمت میں حکومت ایک مساوی نظریہ رکھے اور بلا تفریق ذات، نسل، جنس اور مذہب کے تمام لوگوں کے لیے یکساں مواقع فراہم کرے۔ یہ ایک شہری کا سیاسی حق ہے کہ بلا تفریق وہ سرکاری عہدوں پر قابض ہو۔ ہمارے ملک میں بھی لوگوں کو یہ حق دیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں دستور کے رو سے یکسانیت و مساوات کا اعلان کیا ہے۔

عرضی کا حق (Right to Petition)

جمہوری نظام میں عرضی کا حق کو بھی کافی اہمیت حاصل ہے۔ عرضی کا حق سے مراد ہے کہ عوام اپنی شکایت کو دور کرنے کے لئے حکومت کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائے۔ اس واسطے بہت سارے اقدامات لیئے گئے ہیں۔ چاہے شکایت کسی بھی نوعیت کی کیوں نا ہو۔ جمہوری نظام میں اس کو دور کرنے کے لیے حکومت قانوناً مجبور ہے۔ ہمارے ہندوستان میں بھی تمام شہریوں کو یہ حق دیا گیا ہے۔

تنقید کا حق (Right to Criticism)

یہ ایک بہت ہی اہم سیاسی حق ہے جو ایک جمہوری ریاست اپنے شہریوں کو عطا کرتی ہے۔ اس کا تعلق بولنے اور اپنے خیالات کے اظہار کرنے کے حق سے ہے۔ اس حق کے مطابق ایک شہری حکومت کے پالیسی پر تنقید یا نکلتا چینی کر سکتا ہے۔ اس حق کے ذریعہ شہری حکومت کو راہ راست پر رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے ظالم و جابر بننے سے روکتا ہے۔ آمرانہ طرز حکومت میں شہریوں کو یہ حق کسی بھی حال میں نہیں دیا جاتا ہے۔ اور حکومت کی خلاف ورزی کرنے والے شخص کو کڑی سے کڑی سزا دی جاتی ہے۔

حقوق اقتصادی (Economic Rights)

اقتصادی حقوق کے بغیر سیاسی حقوق بے معنی ہے۔ خالی پیٹ میں جھنڈا ڈھوننا اپنے آپ کو مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ اس لیے ماہرین علم سیاسیات نے سیاسی حقوق کے صحیح لطف کے لیے اقتصادی حقوق پر کافی زور دیا ہے۔ اقتصادی حقوق ہماری بہتر زندگی اور ترقی کی ضمانت ہوتی ہے۔ اس ضمن میں حکومت سازگار ماحول اور ضروری مواقع فراہم کرتی ہے۔ چند اقتصادی حقوق حسب ذیل ہیں:

کام کا حق (Right to Work)

زندہ رہنے کے لئے روٹی کپڑا اور مکان بہت ضروری ہے اور اس کا تعلق کام کرنے کے حق سے ہے۔ ایک ریاست کا یہ سیاسی فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کو اس کی قابلیت و مہارت کو دیکھتے ہوئے کام کرنے کا موقع فراہم کرے۔ دنیا کے بہت سارے ممالک ایسے بھی ہیں جہاں شہریوں کو حق دیا گیا ہے۔ بالخصوص اشتراکی ممالک میں شہریوں کو یہ حق حاصل ہے۔ ان ممالک میں سرکار اگر کام فراہم نہیں

کر پاتی ہے تو لوگوں کو بیکاری بھتہ دیتی ہے جسے ہم ڈول کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ایسا کوئی دستوری اعلانیہ تو نہیں ہے مگر مختلف پروجیکٹ جیسے مینگریگا کے ذریعہ لوگوں کو کم سے کم کام فراہم کیا جا رہا ہے۔

اجرت کا حق (Right to Get Fair Wages)

یہ فطری ہے کہ کام کرنے سے اجرت ملتی ہے مگر لوگوں کو مناسب اجرت ملے اس کے لئے شہریوں کو حقوق دیئے گئے ہیں۔ ایک شخص کو اس کی قابلیت، کام کی نوعیت اور زمانے کے تقاضے کو دیکھتے ہوئے اجرت ملنی چاہیے۔ گویا کہ مناسب اجرت ہمارا اقتصادی حق ہے۔ اس حق کے ذریعہ سرکار مساوات لانے کی کوشش کرتی ہے۔ اجرت کے نامناسب ہونے کی صورت میں سماجی توازن بگڑ جاتا ہے جس کے منفی اثرات ملک پر پڑتے ہیں۔ یہ حق بھی زیادہ تر اشتراکی ممالک میں ہی لوگوں کو حاصل ہے۔

ضعیفی بھتہ کا حق (Right to Old-age Allowance)

ضعیفی بھتہ کا حق بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا دیگر حقوق ہیں۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ایک انسان کی آمدنی کا ذریعہ بند ہو جاتا ہے ایسے میں اس کی سلامتی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے سرکار بزرگوں کو یہ حق دیتا ہے۔ ضعفی بھتے سے مراد، پینشن، پراویڈینٹ فنڈ یا پھر انسورینس سے ہے جو ایک ملازم کا حق ہے۔ اس کے علاوہ سرکار ان لوگوں کے جو متذکرہ کسی بھی بھتے کے حقدار نہیں ہے انہیں سرکاری تحویل سے ہر ماہ ایک خاص رقم دیتی ہے تاکہ زندہ رہنے کے لیے ضروری اشیاء اسے فراہم ہو سکے۔

آرام کا حق (Right to Leisure)

آرام کے حق کو اتنا ہی اہمیت حاصل ہے جتنا متذکرہ تینوں اقتصادی حقوق کو حاصل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ چلتے چلتے مشین بھی خراب ہو جاتی ہیں۔ انسان تو پھر انسان ہے۔ اسے بھی آرام کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ بہتر نتائج مل سکے۔ یہی وہ سبب ہے کہ سرکار اپنے ملازم کو مختلف قسم کے آرام کا حق عطا کرتی ہے غیر سرکاری سطح پر بڑی بڑی کمپنیاں بھی اپنے ملازم کو بہت سارے لوازمات جیسے پارک، ٹی، وی، چھٹی وغیرہ فراہم کرتی ہے تاکہ وہ ریچارج ہو جائیں اور بہتر پیداوار ممکن ہو سکے۔

5.6 حقوق کے نظریات (The Theories of Rights)

حقوق کے اہم نظریات درج ذیل ہیں:

قدرتی حقوق کا نظریہ (The Theory of Natural Rights)

یہ سب سے قدیم نظریہ ہے۔ اس نے سیاسی فکر کے ارتقاء اور ریاست کے ادارے پر زبردست اثر ڈالا ہے۔ ہو بڑ، لاک، تھامس ہین اور ہر برٹ اسپینسر اس کے مشہور ماہر تھے۔ اس کا خیال ہے کہ حقوق فطرت کے لحاظ سے انسان کے ہیں۔ وہ پری سول اور کچھ کے مطابق پری سوشل ہیں۔ اس کے مطابق انسان سماج اور ریاست کے بننے سے پہلے فطرت کی حالت میں رہتا تھا، اور اسے فطرت کی طرف سے عطا کیے گئے حقوق حاصل تھے۔ لاک کا خیال تھا کہ قدرت نے تمام انسانوں کو آزاد اور عقلی بنایا ہے اور انہیں زندگی، آزادی اور جائیداد کے

حقوق دیے ہیں۔ یہ وہ حقوق تھے جو ہر فرد اپنے فرد میں معاشرے میں اسی طرح لایا جس طرح وہ اپنے جسم کی جسمانی توانائی لاتا تھا۔ اس لیے معاشرے نے حقوق نہیں بنائے۔ امریکی اور فرانسیسی انقلابیوں کے اعلانات میں لاک کے خیالات کی بازگشت تھی۔

حقوق کا قانونی نظریہ (The Legal Theory of Rights)

یہ نظریہ فطری حقوق کے نظریہ کے خلاف تھا۔ حقوق نہ تو قدرت کا تحفہ ہیں اور نہ ہی یہ انسان کی فطرت میں شامل ہیں۔ انہیں ریاست نے بنایا ہے۔ یہ ریاست ہے جو حقوق کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ بنیادی یا قانونی حقوق کی فہرست فراہم کرتا ہے۔ یہ ان حقوق کو برقرار رکھتا ہے اور ان کو نافذ کرنے کے لیے آپ کو ایک مشینری مرتب کرتا ہے۔ یہ جب اور جب مناسب سمجھے تو حقوق کو تبدیل یا ختم کر سکتا ہے۔ ریاست کے خلاف کسی قسم کے حقوق کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں تھامس ہو بڑ کی تحریروں میں اس نظریہ کا سراغ ملتا ہے۔ لیکن اس کا سب سے بڑا ایکسپونٹ سینتھم تھا۔ وہ خود مختاری کے قانونی نظریہ پر یقین رکھتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ریاست کی مکمل خود مختاری اور افراد کے مطلق یا ناقابل تنسیخ حقوق ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔

حقوق کا تاریخی نظریہ (The Historical Theory of Rights)

اس نظریہ کے مطابق حقوق تاریخی ارتقاء کا نتیجہ ہیں۔ وہ رسم و رواج کی کرسٹلائزیشن ہیں۔ رسم و رواج ہر کمیونٹی کی زندگی میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ قدیم زمانے میں حقوق ہر جگہ رسم و رواج کی بنیاد پر تھے۔ زمانوں کے دوران ہر کمیونٹی نے عام بھلائی کے لیے کچھ رسم و رواج اور روایات کو فروغ دیا۔ ان رسوم و رواج نے بالآخر قانون کی شکل اختیار کر لی جو انفرادی حقوق کی بنیاد بن گئی۔ آخر میں یہ حقوق ریاست کے ذریعہ تسلیم کیے گئے اور نافذ کیے گئے۔ اس طرح یہ تاریخ ہے جو حقوق فراہم کرتی ہے۔ ریاست صرف ان کو شناخت فراہم کرتی ہے اور ان کی حفاظت کرتی ہے، انہیں پیدا نہیں کرتی۔ ہم اکثر یہ دیکھتے ہیں کہ وہ حقوق جو لوگ سمجھتے ہیں کہ انہیں حاصل ہونا چاہیے وہ صرف وہی حقوق ہیں جن کے وہ عادی رہے ہیں، یا جن کے ان کے پاس ہونے کی روایت ہے۔

حقوق کی سماجی بہبود کا نظریہ (The Social Welfare Theory of Rights)

اس نظریہ کے مطابق حقوق معاشرے کی تخلیق ہیں اس لیے ان کا تعلق سماجی بہبود سے ہونا چاہیے۔ اس نظریہ کے حامی نہ صرف فطری حقوق کے نظریہ کو بلکہ قانونی اور تاریخی نظریات کو بھی رد کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قانون، رواج اور فطری حقوق کو وہ جگہ ملنی چاہیے جو عمومی سماجی بہبود کے نقطہ نظر سے مفید یا مطلوب ہو۔ اگرچہ سینتھم اور دیگر افادیت پسند قانونی حقوق کے نظریہ کے حامی تھے، سب سے بڑی تعداد کی سب سے بڑی خوشی کے ان کے تصور نے حقوق کے سماجی بہبود کے نظریہ کے ارتقا پر بڑا اثر ڈالا۔ تاہم لاسکی اس نظریہ کا سب سے زیادہ وکالت کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ حقوق معاشرے سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ حقوق سماجی بہبود کی شرائط ہیں اور سماجی بہبود سے متضاد عموماً معاشرہ تسلیم نہیں کر سکتا اور حقوق نہیں بن سکتا۔

حقوق کا مثالی نظریہ (The Idealist Theory of Rights)

اس نظریہ کو شخصیت کا نظریہ بھی کہا جاتا ہے۔ ٹی ایچ گرین اس نظریہ کا سب سے بڑا علمبردار تھا۔ اس کا خیال ہے کہ انسان فطرتاً ایک اخلاقی شعور رکھتا ہے جو اس کی اصل ذات یا شخصیت کو تشکیل دیتا ہے۔ اس شخصیت یا اخلاقی نفس کی مکمل نشوونما ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ حقوق وہ خارجی سماجی حالات ہیں جو اس اخلاقی نفس کی نشوونما اور نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ یہ نظریہ حقوق کو انسان کی اخلاقی ترقی سے جوڑتا ہے اور انہیں اخلاقی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔

5.7 فرائض کے معنی (Meaning of Duties)

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے بہتر زندگی اور اس کی شخصیت کو نکھارنے کے لئے حقوق بہت ہی ضروری ہیں لیکن اس ضمن میں فرائض کی بھی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حقوق کا اگر صحیح لطف لینا ہو تو ریاست کے تین چند فرائض بھی ادا کرنا ہوگا کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے جڑے ہوئے ہیں کہ دونوں کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ فرائض کی ادائیگی ایک منظم سماج کی بنیاد اور فلاحی مملکت کے فروغ میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ کسی کا حقوق کسی کا فرائض ہوا کرتا ہے اور کسی کا فرائض کسی کا حقوق۔ فرائض کی عدم موجودگی میں حقوق کی کوئی اہمیت نہیں اور حقوق کے بغیر فرائض بے معنی ہے۔ اگر ہمیں حقوق کا لطف اٹھانے کا حق ہے تو یہ ہمارا فرائض بھی بنتا ہے کہ ہم فرائض کی ادائیگی کریں۔ مملکت اگر ہمیں حقوق عطا کرتی ہے تو ہم سے فرائض کی ادائیگی کی بھی امید کرتی ہے۔ بہر کیف دنیا کے بیشتر ممالک کے دستوروں میں شہریوں کے فرائض کا تذکرہ ملتا ہے۔ ترمیم کے مطابق فرائض کو 42 ویں ترمیم کے تحت دستور میں شامل کیا گیا ہے اور آرٹیکل 51 (اے) کے تحت شہریوں کے بنیادی فرائض کا تذکرہ کیا گیا۔ IV-A باب

5.8 فرائض کی قسمیں (Types of Duties)

ماہرین علم سیاسیات نے فرائض کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اخلاقی فرائض گئی اور قانونی فرائض، اس کے بعد قانونی فرائض کو مزید کئی حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

اخلاقی فرائض (Moral Duties)

اخلاقی فرائض ہماری وہ ذمہ داری ہے جسے ہمیں ادا کرنا چاہیئے اور جس کا انحصار ہمارے ضمیر اور شعور پر ہے۔ اس کی ادائیگی میں قانون کا کوئی دخل نہیں ہے یعنی کہ ہم لوگ اس کی ادائیگی کے لیے قانونی طور پر مجبور نہیں ہیں۔ اس کی عدم ادائیگی کی صورت میں قانون ہمیں کسی بھی قسم کی کوئی سزا نہیں دے سکتی ہے۔ مثال کے طور پر استاد اور بڑوں کی عزت ہمارا اخلاقی فرائض ہے، غریبوں کی مدد کرنا ہمارا اخلاقی فرائض ہے۔ لیکن اگر ہم ایسا نہیں کرتے یعنی کہ استاد اور بڑوں کی عزت نہیں کرتے یا غریبوں کو مدد فراہم نہیں کرتے تو ایسی صورت میں

مملکت ہمیں سزا بھی نہیں دے سکتی یہ مکمل ہمارے ضمیر اور شعور پر منحصر کرتا ہے کہ ہم ایسا کرتے کہ نہیں۔ اور ضمیر یا شعور قانونی دائرے سے بعید ہے۔

قانونی فرائض (Legal Duties)

ہر وہ فرض جس کا تعلق ہمارے شعور اور ضمیر سے ہے اسے ہم اخلاقی فرائض کہتے ہیں لیکن وہ فرض جسے ادا کرنے کے لیے قانون کہتا ہے اسے ہم قانونی فرائض کہتے ہیں۔ قانونی فرائض کی ادائیگی کے لئے لوگ قانوناً مجبور ہیں۔ اگر ہم قانونی فرائض کی ادائیگی نہیں کر رہے ہیں تو مملکت ہمیں سزا بھی دے سکتی ہے مثال کے طور پر مملکت و قوانین کی اطاعت، ٹیکس کی ادائیگی وغیرہ ہمارا قانونی فرائض ہے۔ اسے ہر حال میں ہمیں ادا کرنا ہی کرنا ہے اور اگر ہم مملکت و قوانین کی اطاعت نہیں کرتے ہیں یا پھر ٹیکس کی ادائیگی نہیں کرتے ہیں تو ایسی صورت میں مملکت ہمیں قانون کی رو سے سزا دے سکتی ہے۔ ان سب فرائض کا تعلق ہمارے ضمیر یا شعور سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ہمارے خارجی رویے سے ہے جس پر قانون کا دخل ہوتا ہے۔ چند قانونی حسب ذیل ہیں۔

اطاعت (Obedience)

تمام فرائض میں اطاعت کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ اطاعت سے مراد مملکت و قوانین کی اطاعت، دستور و عدلیہ کی احترام و اطاعت ہے۔ سارے ماہرین علم سیاسیات نے اطاعت کو مملکت کا ایک اہم جز تسلیم کیا ہے کیونکہ ملک و قوم کے تین شہریوں کی اگر اطاعت نا ہو تو ملک افرا تفری کا شکار ہو جائے گا جو کہ اس کی سالمیت کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ اطاعت کی چند شکلیں حسب ذیل ہیں:

مملکت کی اطاعت (Obedience to State)

مملکت کی اطاعت ہمارا قانونی فرض ہے۔ اطاعت سے مراد کسی بھی نوعیت کی بحران کی صورت میں مملکت کے شانہ بہ شانہ کھڑا ہنا ہے۔ اس کے علاوہ داخلی امن و شانتی کو برقرار رکھنا اور ملک کی سرحد، اس کی اقتدار اعلیٰ اس کی سالمیت کو برقرار رکھنے میں مملکت کی مدد پہنچانا ہر شہری کا قانونی فرض ہوتا ہے۔ بیرونی حملے کے پیش نظر ملک کی دفاع کرنا ہمارا اہم فرض مانا جاتا ہے۔ ملک کی دفاع کا جو معاملہ ہے بعض ملکوں میں اسے اخلاقی فرائض کے زمرے میں رکھا گیا ہے جبکہ بعض ایسے بھی ملک ہیں جو بیرونی حملے کے دوران ملک کی دفاع کرنا شہریوں کی لازمی فرض قرار دیے ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں ملک کی دفاع کرنا ہمارا بنیادی فرض ہے۔

قانون کی اطاعت (Obedience to Law)

کسی بھی ملک میں نظم برقرار رکھنے کے لئے قانون کی اہمیت و افادیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ قانون کی اطاعت ہر شہری کا قانونی فرض ہوتا ہے۔ قانون کی عدم اطاعت یا پامالی ملک کو افرا تفری کے دلدل میں ڈھکیل دیتی ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانون اگر ظالمانہ ہو تو کیا ایسی صورت میں بھی اس کی اطاعت لازمی ہے؟ کیا ہمیں اس کی مزاحمت کرنے کا حق نہیں ہے؟ یعنی ایسے بھی ماہرین ہیں جن کا یہ استدلال ہے کہ قانون کی نوعیت چاہے کچھ بھی ہو اس کی اطاعت لازمی ہے۔ سقراط وہ پہلا مفکر تھا جس نے ظالمانہ قانون کی اطاعت کرتے ہوئے زہر کا پیالہ نوش کیا تھا۔ لیکن چند ایسے بھی ماہرین ہیں جیسے لاسکی، بارکر اور سینتھم وغیرہ جو شہریوں کو مزاحمت کرنے

کا حق دیتے ہیں۔ لیکن اگر قانون منصفانہ ہو تو اس کی اطاعت لازمی ہے۔ ہمارے ہندوستان میں قانون کی اطاعت کرنا ہمارا بنیادی فرض ہے۔

ٹیکس کی ادائیگی (To Pay Taxes)

ٹیکس کی ادائیگی بھی ایک اہم قانونی فرائض ہے۔ آج دنیا کے بیشتر ممالک میں فلاحی مملکت یا حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے اور فلاحی مملکت میں حکومت ایسے ایسے شعبے میں خرچ کرتی ہے جہاں سے آمدنی نہیں ہوتی ہے۔ ایسے میں اس کا خرچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ ان تمام اخراجات کو پورا کرنے کے لیے حکومت ہماری آمدنی پر اس کے تناسب کے حساب سے ٹیکس نافذ کرتی ہے، جس کی ادائیگی ہمارا قانونی فرائض ہے۔ اس کے علاوہ اشیاء پر بھی ٹیکس لگائے جاتے ہیں اور بھی بہت ایسے شعبے ہیں جہاں ٹیکس کا نظام ہے۔ شہریوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایمانداری سے ٹیکس کی ادائیگی کریں۔

5.9 حقوق و فرائض کے درمیان باہمی تعلقات (Correlation between Rights and Duties)

حقوق اور فرائض کے درمیان وہی رشتہ ہیں جو جسم اور روح کے ہیں۔ جسم کے بغیر روح اور روح کے بغیر جسم بے معنی ہے۔ جہاں جسم ہے وہیں روح ہے۔ ٹھیک یہی معاملہ حقوق و فرائض کے ہیں، ایک کے بغیر دوسرے کا تصور بے معنی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے۔ ان کے باہمی تعلقات کچھ اس طرح سے ہیں۔

1- شہری کا یہ اہم فرائض ہے کہ وہ اپنے حقوق کا استعمال اس ڈھنگ سے کرے کہ سماج مستفیض ہو۔ اس کے حقوق کے بہتر استعمال میں ہی سماج کی ترقی کی کنجی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر تعلیم کا حق آج دنیا کے ہر ملک میں شہریوں کو دیئے گئے ہیں مگر اس حق کے ساتھ ان شہریوں کے کاندھوں پر یہ فرائض بھی عائد کیا گیا ہے کہ وہ بہتر تعلیم حاصل کر سکے تاکہ جمہوریت مضبوط سے مضبوط تر ہو۔ کیونکہ بہتر تعلیم کے بغیر جمہوریت کھوکھلی سی معلوم ہوتی ہے۔

2- سماجی اصول کے مطابق سماج کا ہر عناصر ایک دوسرے پر منحصر ہے اور یہ اسی انحصار کا تقاضہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں۔ مثال کے طور پر بولنے کی آزادی ہمارا حق ہے ٹھیک اسی طرح سے یہ ہمارا فرائض بنتا ہے کہ ہم اپنی بات سے دوسروں کو ضرر نہ پہنچائیں۔ یا پھر یہی آزادی یا حق جو دوسروں کو حاصل ہے اسے اپنی حق کے استعمال میں کسی بھی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں۔ جب تک ہم لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام نہیں کریں گے تب تک سماج میں نظم قائم نہیں ہو سکتا ہے اور جب تک نظم قائم نہیں ہوگا حقوق کے کوئی معنی نہیں ہے۔

3- ہر شہری کا یہ فرائض بنتا ہے کہ وہ ملک کے تین چند فرائض کی ادائیگی کرے کیونکہ مملکت ہی تمام حقوق کا ذرائع ہوتا ہے۔ ہم لوگ ریاست کے مقروض ہیں کہ اس نے ہماری شخصیت اور انفرادیت کی ترقی کے لیے ہمیں بہت سارے حقوق عطا کیے ہیں۔ اس لیے ہم یہ یہ

ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے ملک کے تئیں اپنی فرائض کی ادائیگی سرگرم انداز سے کریں۔ بحران کی صورت میں ملک کی طرف داری اور مدد کرنا اور اس کا ساتھ دینا سب سے اہم فرض ہوتا ہے جس کی امید ریاست ہم سے کرتی ہے۔

مجموعی طور پر حقوق و فرائض میں کافی گہرا ربط ہے۔ دونوں اس طرح سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں کہ انہیں الگ کرنا مشکل ہے۔ دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ اگر ہمیں ووٹ دینے کا حق ہے تو بہتر نمائندہ منتخب کرنا ہمارا فرض ہے۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرا بے معنی ہے، کوئی اہمیت نہیں ہے۔

5.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے:

- حقوق اور فرائض سے متعلق تمام پہلوؤں کو سمجھا۔
- حقوق اور فرائض کے معنی، مختلف اقسام، حقوق کی نوعیت، خصوصیات کو جانا۔
- حقوق کے نظریات، حقوق و فرائض کے درمیان باہمی تعلقات کے بارے میں بہتر طریقے سے معلومات حاصل کی۔

5.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

مکان کا حق (Right to House)

ایک مناسب مکان اور پناہ اس حق کی وضاحت کرتا ہے۔ ایک باعزت زندگی بغیر چار دیواری کے ممکن نہیں ہے۔ مکان عزت کی حفاظت کرتا ہے۔ ہر ایک خاندان کے لئے ایک مناسب مکان کو دستور میں ایک بنیادی حق کا درجہ دیا جانا چاہئے۔

خاندان کا حق (Right to Family)

خاندان سماج کی ایک بنیادی اکائی ہے۔ اس حق کے تحت ہر فرد اپنے خاندان کی تشکیل کے لئے آزاد ہوتا ہے۔ ہر بالغ مرد اور عورت کو ضوابط اور سماجی رسموں کے مطابق شادی کی اجازت ہوتی ہے۔

صحت کا حق (Right to Health)

صحت کا حق سے مراد ہر فرد کو علاج کی مناسب سہولت حاصل ہو۔ اس کے لئے بہترین طبی امداد فراہم ہو۔ دہائی بیماری کی روک تھام کا پورا انتظام ہو۔

خاندان کے فرائض (Duties towards Family)

خاندان کی طرف انسان کا پہلا فرض ہوتا ہے۔ یہ خاندان کے ہر فرد پر عائد ہوتا ہے۔ بڑوں کا کہنا ماننا اور چھوٹوں کی ضرورت کو پورا کرنا خاندان کے ممبر کا فرض ہوتا ہے۔ یہ بڑے اور چھوٹے کا تال میل خاندان کو مستحکم کرتا ہے۔

سماج کی طرف فرض (Duties towards Society)

ہر کوئی سماج کا فرد ہوتا ہے اس لئے سماج کو بہتر، خوبصورت، صحت مند اور پاک و صاف بنانا ہر فرد کا فرض ہوتا ہے اس سے سماجی رشتہ مضبوط ہوتا ہے اور سماج کی سالمیت برقرار رہتی ہے۔

5.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

5.12.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- یہ کس مفکر کا قول ہے کہ 'انسان اپنی بہتر زندگی کے لیے ایک منظم سماج کی بنیاد ڈالتا ہے'؟

- (a) افلاطون (b) ارسطو (c) میکاوی (d) بارکر

2- عام طور پر حقوق کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

- (a) 2 (b) 3 (c) 4 (d) 5

3- ماہرین علم سیاسیات نے فرائض کو عام طور پر کتنے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے؟

- (a) 2 (b) 3 (c) 4 (d) 5

4- دستور ہند کے کس آرٹیکل کے ذریعہ ہم تمام ہندوستانیوں کو مساوات کا حق دیا گیا ہے؟

- (a) 14 (b) 14(2) (c) 15(1) (d) کوئی نہیں

5- یہ کس مفکر کا قول ہے کہ حقوق سماجی زندگی کے وہ شرائط ہیں جس کے بغیر کوئی بھی شخص اپنے آپ کو بہتر نہیں کہہ سکتا ہے؟

- (a) لاسکی (b) مل (c) مارکس (d) برک

6- شروع میں دستور کے کس آرٹیکل کے ذریعہ جائداد کا حق شہریوں کو حاصل تھا؟

- (a) 29 (b) 30 (c) 31 (d) 32

7۔ دستور ہند کی کس ترمیم کے ذریعہ جائداد کا حق صرف قانونی حق بن کر رہ گیا ہے؟

44(d) 43(c) 42(b) 41(a)

8۔ حقوق کچھ سرگرمیوں کے استعمال میں آزادی کا معقول دعوٰی ہیں "یہ کس مفکر کا قول ہے؟

(a) وائلڈ (b) ارسطو (c) مارکس (d) پروٹاگوراس

9۔ ہمارے بھارت میں دستور کے کس آرٹیکل کے ذریعہ شہریوں کے بہت زیادہ شخصی آزادی فراہم کی گئی ہے؟

20(d) 19(c) 18(b) 17(a)

10۔ دستور ہند کے کس آرٹیکل کے ذریعہ بھارت کے تمام شہریوں کو زندگی کا حق عطا کیا گیا ہے؟

22(d) 21(c) 19(b) 18(a)

5.12.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. حقوق کے بارے میں مختصر بیان کریں؟
2. حقوق اور فرائض کے درمیان باہمی تعلقات کا مختصر تبادلہ خیال کریں؟
3. حقوق کے مختلف قسموں کے بارے میں مختصر بیان کریں؟
4. فرائض کے مختلف قسموں کے بارے میں مختصر بیان کریں؟
5. حقوق کے خصوصیات پر مختصر روشنی ڈالیں؟

5.12.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. حقوق سے کیا مراد ہے؟ حقوق کی نوعیت اور خصوصیات کی وضاحت کیجیے۔
2. حقوق کے اہم نظریات بیان کیجیے۔
3. فرائض کے معنی بیان کیجیے اور اس کی اقسام کی وضاحت کیجیے۔

5.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. O.P. Gauba, *An Introduction to Political Theory*, National Publishing House, New Delhi, 2017.
2. Amal Ray and Mohit Bhattacharya, *Political Theory: Ideas and Institutions*, The World Press Pvt. Ltd., Kolkata, 2005.
3. R.C. Agarwal, *Political Theory (Principles of Political Science)*, S. Chand & Company Ltd., New Delhi, 1994.

4. S. Meyani, *Political Science for Law Students*, Allahabad Law Agency, Allahabad.
5. A.C. Kapoor, *Principles of Political Science*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 1950.
6. V.D. Mahajan, *Political Theory*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 2010.
7. A. Chhabra, *Foundations of Political Science*, Malhotra Book Depot, Jalandhar, 1983-84.
8. Bluntschli, *Theory of the State*, Bk. III Chs. 1-3, Oxford Translation, 1892.
9. Prof. Gilchrist, *Political Science*, 6th edition, 1938.
10. Aronoff, Myron J and Jan Kubik, *Anthropology and Political Science: A Convergent Approach*, 2012.
11. Sarmah, Durga Kant, *Political Science*, New Age International publishers, New Delhi, 2004
12. David Easton, *Alternative Strategies in Theoretical Research in Varieties of Political Theory*, Englewood Cliffs, 1966.
13. Pokhraj Jain and N.D. Arora, *Political Science*, SBPD Publishing House, Agra, 2014-15
14. R.L. Gupta, *Political Theory*, Sultan Chand & Sons, New Delhi, 2003.
15. Imaan Ali, *Higher Secondary Political Science*, Nasim Publication, Kolkata, 2014.



اکائی 6—بنیادی حقوق

(Fundamental Rights)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	6.0
مقاصد	6.1
بنیادی حقوق ایک تعارف	6.2
بنیادی حقوق	6.3
بنیادی حقوق کی خصوصیات	6.4
بنیادی حقوق کی تفصیلات	6.5
اکتسابی نتائج	6.6
کلیدی الفاظ	6.7
نمونہ امتحانی سوالات	6.8
معروضی جوابات کے حامل سوالات	6.8.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	6.8.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	6.8.3
تجویز کردہ مواد	6.9

6.0 تمہید (Introduction)

بنیادی حقوق کسی بھی مملکت میں فرد کے لیے ایک اہم ہتھیار ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے حقوق کا تحفظ کر سکتا ہے۔ بنیادی حقوق کے بغیر جدید دور میں کسی بھی انسان کے وجود کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ حقوق ہی کسی بھی انسان کو عزت و وقار کی زندگی گزارنے کی ضمانت دیتا ہے۔ ورنہ انسان کا وجود جانور جیسا ہو جائے گا۔ اس دنیا کے بیشتر ممالک کے دستور میں بنیادی حقوق شامل کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی مملکت کے اوپر کچھ پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں جس سے مملکت شہری کے حقوق کی پامالی نہ کر سکے۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس لائق ہو جائیں گے:

- وہ بنیادی حقوق سے متعارف ہوں گے۔
- طلبہ بنیادی حقوق کے تصورات سے روبرو ہوں گے۔
- بنیادی حقوق کی خصوصیات کے ساتھ طلبہ بنیادی حقوق کی تفصیلات کی بھی معلومات حاصل کریں گے۔
- آخر میں بنیادی حقوق کیسے Transferable ہے اس کو جان پائیں گے۔

6.2 بنیادی حقوق کا تعارف (Introduction to Fundamental Rights)

ہندوستان کے دستور میں بنیادی حقوق کو حصہ تین میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے تحت ملک کے تمام شہریوں کو کچھ بنیادی حقوق فراہم کیے گئے ہیں۔ ان بنیادی حقوق کو فراہم کرنے کا مقصد شہریوں کی مکمل ترقی میں اضافہ کرنے سے ہے۔ یہ حقوق حکومت یا کسی کے بھی ذریعہ عام حالات میں محدود نہیں کیے جاسکتے ہیں۔

اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو شہری عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔ جب ہندوستانی اپنے تحریک آزادی کے لیے برطانوی حکومت کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا اس وقت امریکی بل آف رائٹس کا خیال ہندوستانیوں کو متاثر کیا۔ یہاں باہری حکومت ہونے کے باوجود ہندوستانیوں نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں بل آف رائٹس (Bill of Rights) کو شامل کرنے کی مانگ کی لیکن ان کے مانگ کو اس لیے نہیں مانا گیا کیوں کہ برطانیہ میں حقوق تحریری فہرست برطانویوں کے درمیان منسور و معروف نہیں ہے۔ یہ لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حقوق کا تخلیق پارلیمنٹ کے ذریعہ ہوتا ہے۔

سرجان سائمن، جو کہ سائمن کمیشن کے چیرمین تھے انھوں نے ہندوستان کے دستور میں بل آف رائٹس کے خیال کو شامل کرنے کی مخالفت کی۔ ان کا خیال تھا کہ برطانوی دستور کا تصور پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کو منظور کرتی ہے۔ اور وہاں اس لیے سبھی طرح کا حقوق کا عروج پارلیمنٹ کے تحت ہی ہوتا ہے دوسرا پہلو یہ کہ بنیادی حقوق کی ضرورت وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں مطلق العنانی حکمرانی ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں پارلیمانی حکومت کا نظام ہوتا ہے وہاں بنیادی حقوق کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ تیسرا پہلو بنیادی حقوق سے متعلق دو طرح کی امکان ہو سکتا ہے یا Justiciable یا Non-Justiciable ہو سکتا ہے۔

بنیادی حقوق کے علیحدہ باب کے لیے سردار بلجھ بھائی پٹیل کی قیادت میں ایک علیحدہ کمیٹی کو تشکیل دیا گیا اور اس کمیٹی میں کچھ اقلیت گروہ کے لوگ جو اقلیتوں کی نمائندگی کرتے تھے ان کو بھی بطور ممبر شامل کیا گیا۔ آگے چل کر کمیٹی نے ڈرافٹنگ کمیٹی کو اپنی رپورٹ سونپ دی انھیں کے سفارش کے ذریعہ اس کو بنیادی حقوق کا حصہ بنایا گیا تھا۔

حالانکہ ہندوستان کے علاوہ دنیا میں کئی ایسے ممالک ہیں جس نے بنیادی حقوق کو دستور میں شامل کیا اور یہ وہی وقت تھا جب اقوام متحدہ (UNO) بھی اسی حقوق کی تخلیق میں مصروف تھا۔ ہندوستان میں وہ لوگ بھی جو دستور کو تخلیق عمل میں لانے کے کوشاں تھے ان لوگوں نے بھی کافی بحث و مباحثہ کے بعد بنیادی حقوق کی فہرست کو تیار کیا اور بنیادی حقوق کو دستور کے حصہ III میں جگہ دی گئی۔ اس کو اہم حیثیت مولد کی گئی۔ بنیادی حقوق کو 'عدل پذیر' (Justifiable) بنادیا گیا اور مستقبل میں حکومت کے دخل سے بھی دفعہ 13 کے تحت اس کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

عدل پذیر حقوق سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی بھی حکومت، نظام یا فرد یا ہندوستانی وزیر بنیادی حقوق کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس شہری کو دستور کی دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹ کھٹانے کا حق حاصل ہے اور عدلیہ شہری کے بنیادی حقوق کو بحال کرے گا اور جس نے اس حقوق کی پامالی کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے خلاف کارروائی بھی کرنے کی حکم جاری کر سکتی ہے۔

6.3 بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

بنیادی حقوق دستور ہند کے حصہ III اور دفعہ 12-35 میں بیان کئے گئے ہیں۔ دستور کے حصہ 3 کو ہندوستان کا میگنا کارٹا کہا جاتا ہے۔ بنیادی حقوق کو امریکہ کے دستور سے اخذ کیا گیا تھا۔ لفظ فنڈامنٹل یہ بتاتا ہے کہ یہ حقوق بہت ہی مخصوص ہیں اور اس لیے دستور نے اس حصے کو الگ طور پر فہرست کیا اور بنیادی حقوق کی حفاظت کے لیے خاص طریقے کا انتظام کیا گیا ہے اور یہ اہم اس لیے بھی ہے کہ دستور خود اس بات کا یقین دہائی کرتا ہے کہ اس کی پامالی حکومت نہ کرے۔ بنیادی حقوق کو 'منفی حقوق' (Negative Rights) بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ حکومت پر با بندی متعین کرتا ہے۔

دستور ہند میں چھ طرح کے بنیادی حقوق کی توضیحات کی گئی ہے، جو حسب ذیل ہیں:

1. حق مساوات (Right to Equality)
2. حق آزادی (Right to Freedom)
3. استحصال کے خلاف حق (Right Against Exploitation)
4. مذہب کی آزادی کا حق (Right to Freedom of Religion)
5. ثقافتی اور تعلیمی حقوق (Cultural and Educational Rights)
6. دستوری چارہ کار کا حق (Right to Constitutional Remedies)

بنیادی حقوق دیگر حقوق سے مختلف ہیں جو ہمیں ہندوستان کے دستور سے حاصل ہوئے ہیں۔ عام قانونی حقوق کی حفاظت اور اس کا عمل درآمد عام قانون کے ذریعہ کیا جاتا ہے جب کی بنیادی حقوق کی حفاظت اور ضمانت ملک کے دستور کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ عام قانون میں

تبدیلی مقصد کے عام قانون سازی عمل کے ذریعہ بھی ممکن ہے۔ لیکن بنیادی حقوق میں تبدیلی آسانی سے نہیں ہو پاتی اس کے لیے بھی دستور میں ترمیم کر کے ہی کیا جاسکتا ہے حکومت کا کوئی بھی عضو کوئی ایسا کام انجام نہیں دے گا جس سے کہ بنیادی حقوق کی پامالی ہو۔

بنیادی حقوق کوئی غیر مشروط (Absolute) حق نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کچھ حد تک اس پر پابندی عائد کر سکتی ہے۔ وہ اس میں ترمیم کر سکتی ہے۔ لیکن اس کی بھی ایک شرط یہ ہے کہ اگر پارلیمنٹ بنیادی حقوق میں ترمیم لاتی ہے تو اسے اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ اس سے دستور کے بنیادی ساخت (Basic Structure) کی پامالی نہ ہو۔ اگر حکومت بنیادی حقوق میں تبدیلی کرتی ہے جس سے دستور کا بنیادی ساخت متاثر ہو کرتا ہے تو ایسی صورت میں عدلیہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کی جائزہ لے اور ترمیم دستور کے مطابق نہ ہو تو اس کو وہ رد کر دے۔

آخر یہی کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی حقوق کو تو پوری طرح مسترد نہیں کیا جاسکتا ہے اور حکومت ملک کی خاطر ان پر مناسب پابندی (Reasonable Restrict) عائد کر سکتی ہے۔

اصل دستور ہند میں سات بنیادی حقوق کی توصیحات کی گئی تھی لیکن بعد میں دستور ہند کے 44 دستوری ترمیم 1978 کے تحت حق املاک (Right to Property) (دفعہ 31) کو بنیادی حقوق کے زمرہ سے ہٹا کر اس کو اب اس کو دفعہ 300A کے تحت حق قانون (Legal Rights) بنا دیا گیا ہے۔

6.4 بنیادی حقوق کی خصوصیات (Features of Fundamental Rights)

بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کے کچھ اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- کچھ بنیادی حقوق صرف ہندوستانی شہری کے لیے ہوتا ہے جیسے دفعہ 15, 16, 19, 29, 30 میں درج حقوق جب کہ دیگر تمام شہری اور غیر شہری کے لیے ہوتے ہیں۔
- بنیادی حقوق غیر مشروط (Absolute) نہیں ہوتا ہے صرف اہل (Qualified) ہوتا ہے۔ کچھ معقول پابندیاں عائد کی جاسکتی ہے۔
- معقولیت کیا ہے؟ اس کو اعلیٰ عدلیہ سپریم کورٹ طے کرے گی۔
- یہ بنیادی حقوق فرد اور سماج کے درمیان تناسب قائم کرنے کا کوشش ہے۔
- بنیادی حقوق اپنے نوعیت میں عدل پذیر (Justiciable) ہوتے ہیں اور سماج کے ہر شہری کو مساوی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔
- کچھ بنیادی حقوق اپنی نوعیت میں منفی اور کچھ مثبت ہوتے ہیں۔ منفی بنیادی حقوق حکومت پر پابندیاں عائد کرتی ہے۔ جب کہ مثبت بنیادی حقوق حکومت پر ذمہ داری ڈالتی ہے۔

- بنیادی حقوق کی تحفظ اور اس کی ضمانت دستور کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ متاثرہ پارٹی حقوق کی پامالی ہونے پر (Aggrieved Party) سپریم کورٹ کا رخ کر سکتے ہیں۔
- یہ حقوق عوام کے مفواد کا تحفظ کرتے ہیں۔
- بنیادی حقوق کو عدالت عظمیٰ کا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔
- پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بنیادی حقوق میں ترمیم کر سکے لیکن ایسا کرتے وقت پارلیمنٹ کو یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اس سے دستور کے بنیادی ساخت (Basic Structure) کی پامالی نہ کیا جائے۔
- ہنگامی حالات (Emergency Situation) کے اعلان کے دوران بنیادی حقوق کو معطل کیا جاسکتا ہے سوائے دفعہ 20 اور 21 میں دیئے گئے بنیادی حقوق کہ۔ اس کے علاوہ دفعہ 19 میں دیئے گئے بنیادی حقوق کی معطلی صرف ہنگامی حالات جب جنگ اور باہری حملہ کی بنیاد پر کی گئی ہو۔
- بنیادی حقوق کے وسعت (Scope) دفعہ A31، B31 اور C31 کے تحت محدود کی جاسکتی ہے۔
- پارلیمنٹ محدود یا استعمال کا خاتمہ آرمی، پیرامیٹری فورسز، پولیس فورسز، انٹیلیجنس ایجنسی کی کارکردگی کے لئے ہوتا ہے۔
- جب ملک میں یا اس کے کسی حصے میں مارسل قانون نافذ ہو تو تب اسی صورت میں بھی بنیادی حقوق کو محدود کیا جاسکتا ہے۔
- بنیادی حقوق کے عمل درآمد میں صرف پارلیمنٹ کو قانون سازی کا اختیار حاصل۔
- بنیادی حقوق کی قانونی اہمیت ہوتی ہے۔

6.5 بنیادی حقوق کی تفصیلات (Fundamental Rights in Details)

دستور ہند کے حصہ 3 میں دفعہ 12 تا 35 میں بنیادی حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ دستور ہند کا ایک اہم جز ہے۔ ان حقوق کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

دستور کی دفعہ	بنیادی حق کا مضمون
عام	
دفعہ 12	تعریف
دفعہ 13	بنیادی حقوق کے تناقص یا ان کو کم کرنے والے قوانین
حق مساوات	
دفعہ 14	قانون کی نظر میں مساوات
دفعہ 15	مذہب، نسل، ذات یا جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز کی ممانعت

دفعہ 16	سرکاری ملازمت کے لیے مساوی موقع
دفعہ 17	چھوٹ چھات کا خاتمہ
دفعہ 18	خطابات کا خاتمہ
حق آزادی	
دفعہ 19	آزادی تقریر وغیرہ سے متعلق بعض حقوق کا تحفظ
دفعہ 20	اثبات جرائم کے بارے میں تحفظ
دفعہ 21	جان اور شخصی آزادی کا تحفظ
دفعہ 22	تعلیم کا حق
استحقاق کے خلاف حق	
دفعہ 23	انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت
دفعہ 24	بچوں کو کارخانوں وغیرہ میں مامور کرنے کی ممانعت
مذہب کی آزادی کا حق	
دفعہ 25	آزادی ضمیر اور مذہب کو آزادانہ قبول کرنے اور اس کی پیروی اور تبلیغ کی آزادی
دفعہ 26	مذہبی امور کے انتظام کی آزادی
دفعہ 27	کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس ادا کرنے کے بارے میں آزادی
دفعہ 28	بعض تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم پانے یا مذہبی عبادت کے بارے میں آزادی
ثقافتی اور تعلیمی حقوق	
دفعہ 29	اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ
دفعہ 30	اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق
دفعہ 31	(یہ دفعہ حذف کر دی گئی)
بعض قوانین کا تحفظ	
دفعہ 31الف	ان قوانین کا تحفظ جس میں املاک وغیرہ کو حاصل کرنے کی توضیح ہو
دفعہ 31ب	بعض ایکٹ اور دساتیر العمل کا جواز
دفعہ 31ج	بعض ہدایتی اصولوں کو رو بہ عمل لانے والے قوانین کا تحفظ
دفعہ 31د	(یہ دفعہ حذف کر دی گئی)

دستوری چارہ جوئی کا حق	
دفعہ 32	اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے گئے حقوق کے نفاذ کے لیے چارہ کار
دفعہ 33	اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے گئے حقوق میں افواج پران کے اطلاق کی نسبت رد و بدل کرنے کا پارلیمنٹ کا اختیار
دفعہ 34	اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے گئے حقوق پر اس وقت پابندی جب کسی علاقے میں مارشل لانا نافذ ہو
دفعہ 35	اس حصے کی توضیحات کو نافذ کرنے کے لیے قانون سازی

دفعہ 12: اس دفعہ میں 'مملکت' (State) کی تعریفیں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ مملکت سے مراد حکومت اور پارلیمنٹ اور ہر ایک ریاست کی حکومت اور مقننہ ساتھ ہی سبھی مقامی یا دیگر آتھارٹی جو حکومت ہند یا اس کے علاقے پر مبنی ہے جو حکومت کی نگرانی میں رہے۔ مختصر طور پر مملکت کا تخلیق کے کئی اہم نکات ہیں:

- حکومت اور ہندوستان کی پارلیمنٹ جسے یونین کی عاملہ اور مقننہ
- سبھی ریاست کی حکومت اور عاملہ اور مقننہ
- سبھی مقامی اتھارٹی حکومت ہند کے زیر نگرانی
- سبھی مقامی اتھارٹی علاقہ ہند میں

دفعہ 13 (Article-13): قانون کی توضیحات جو بنیادی حقوق کی پامالی کرتا ہے۔

دفعہ 13 کے مطابق حکومت کے ذریعہ ایسی قانون سازی جس سے بنیادی حقوق کی پامالی ہوتی ہے اس کو اعلیٰ عدلیہ بے اثر (Null and Void) کر سکتی ہے۔ لیکن کیشو انند بھارتی کیس (1973) میں سپریم کورٹ پارلیمنٹ کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ بنیادی حقوق میں ترمیم کر سکے لیکن یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ترمیم سے دستور کی بنیادی ساخت (Basic Structure) متاثر نہ ہو۔

دیگر دفعات 14-32 کو چھ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے جو اس طرح ہیں:

حق مساوات (Right to Equality) دفعہ 14-18

1۔ قانون کی نظر میں مساوات (Equality before Law - 14)

دفعہ 14 کے مطابق مملکت کسی بھی شخص کو بھارت کے علاقے میں قانون کی نظر میں مساوات یا قوانین کے مساویانہ تحفظ سے محروم نہیں کرے گی۔ اس کے علاوہ یہ حق توسیع کرتا ہے کہ سبھی لوگوں کو چاہے وہ شہری ہو یا غیر شہری، کارپوریشن، کمپنیاں، رجسٹرڈ سوسائٹی یا کسی اور طرح کا قانونی فرد شامل ہیں۔

2۔ امتیاز کی ممانعت (Prohibition of Discrimination Ar-15)

دفعہ 15 کے مطابق مملکت محض مذہب، ذات، نسل، جنس، مقام کی پیدائش، یا ان میں سے کسی کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔ استثناء (Exception)۔ لیکن مملکت کچھ توضیحات جیسے عورتوں، بچوں یا شہری جو سماجی اور تعلیمی اعتبار سے سماج کے پچھڑے گروہ سے تعلق رکھتا ہوں اس سماج میں اُنچاٹھنے کے لیے ایسے اقدامات اٹھا سکتی ہے۔

3۔ دفعہ 16۔ سرکاری ملازمت کے لیے مساوی موقع (Equal opportunity in Public Employment)

دفعہ 16 کے مطابق بھارت کا دستور تمام شہریوں کے لیے سرکاری ملازمت میں مساوی مواقع فراہم کرتا ہے۔ لیکن مملکت ایسے گروہ کے لیے ریزرویشن کی توضیح کر سکتا ہے جو سماج میں پسماندہ طبقات سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی مملکت کی ملازمت میں مساوی نمائندگی کی کمی ہو۔

4۔ دفعہ 17۔ چھوت چھات کا خاتمہ (Abolition of Untouchability)

دفعہ 17 کے مطابق چھوت چھات کا خاتمہ اور کسی بھی شکل میں اس پر عمل کرنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ چھوت چھات کی بنا پر کوئی ناقابلِ عائد کرنا، بموجب قانون، قابلِ سزا جرم ہوگا۔

اگر کوئی شخص چھوت چھات کی جرم میں سزا یافتہ ہو چکا ہے تو ایسی شخص کو پارلیمنٹ اور ریاستی مقننہ کے انتخاب کے لیے نااہل قرار دیا جائے گا۔

5۔ دفعہ 18۔ خطابات کا خاتمہ (Abolition of Titles Art-18)

- مملکت کسی بھی شخص کو کوئی خطاب یا لقب نہیں دے گی۔ صرف فوجی اور تعلیمی میدان کے علاوہ کوئی خطاب یا لقب نہیں دیا جائے گا۔
- ہندوستان کا کوئی بھی شہری بیرونی مملکت سے کوئی خطاب قبول نہیں کرے گا۔
- کوئی شخص جو ہندوستان کا شہری ہو اس وقت، جب وہ مملکت کے تحت کسی نفع بخش یا قابلِ اعتماد عہدے پر فائز ہو بغیر صدر کی منظور کہ کسی بیرونی مملکت سے کوئی خطاب قبول نہیں کرے گا۔
- مملکت کے تحت کسی نفع بخش یا قابلِ اعتماد عہدے پر فائز کوئی شخص کسی بیرونی مملکت سے یا اس کے تحت کوئی تحفہ، شاہرہ یا کسی قسم کا عہدہ بغیر صدر کے منظوری کے حاصل نہیں کرے گا۔

حق آزادی (Right to Freedom) دفعہ 19-22

دفعہ 19 کے تحت تمام شہریوں کو چھ طرح کی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔

- تقریر اور اظہار کی آزادی (Right to Freedom of Speech & Expression)

• امن پسندانہ طریقے سے اور بغیر ہتھیاروں کے جمع ہونے کی آزادی (Right to assemble Peacefully without Arms): سبھی شہری کو یہ حق حاصل ہے۔ لیکن اس میں تشدد کے ترتیبی اور دنگائی اسمبلی کی اجازت بالکل بھی نہیں ہے۔

• انجمنیں یا یونین قائم کرنے کی آزادی (Right to Form Associations or Union): اس میں سیاسی پارٹی سے لے کر کمپنی، پارٹنر شپ کمپنی، سوسائٹی، کلب اور انجمن قائم کرنے کی آزادی شامل ہے۔

• ہندوستان کے علاقے کسی حصے میں بود باش کرنے اور بس جانے کا حق (Right to Reside and Settle in any Part of the Territory of India): بھارت کے سارے علاقے میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے کی آزادی (Right to Reside and Settle in any Part of Territory of India): لیکن کچھ قبائل علاقہ جس میں ان کے خاص تہذیب تمدن اور زبان اور ان کی روایتی کام کاج اور ان کی ملکیت کی حفاظت کے لیے وہاں باہری لوگوں کا رہائش یا بس جانے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

• کسی پیشہ کو اختیار کرنے یا کسی کام دھندے، تجارت یا کاروبار چلانے کا حق (Right to Profession and cary any Occupation or Trade): لیکن کوئی بھی شخص اس حق کا بیجا استعمال نہیں کر سکتے جسے یہ غیر اخلاقی ہوگا خطرناک دوائیاں اور آتش گیر جسے پیشہ کو کرنے یا چلانے کی اجازت نہیں دیتا۔

اثبات جرائم کے بارے میں تحفظ (Protection in Respect of Conviction for Offence: Art-20)

- دفعہ 20 کے تحت کسی بھی شخص کو جرم کرنے کے وقت جو قانون موجود ہے اسی کے تحت سزا دی جائے گی نہ کہ پہلے اور مستقبل میں بننے والے قانون کے تحت۔
- کسی بھی شخص کو ایک ہی جرم کے لیے نہ تو ایک سے زیادہ بار نہ تو مقدمہ چلایا جائے گا اور نہ ہی ایک سے زیادہ سزا دی جائے گی۔
- کسی بھی شخص کو اپنے ہی خلاف کسی مقدمہ کے لیے گواہ بننے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

زندگی اور شخصی آزادی کا تحفظ (Protection of Life and Personal Liberty - Art-21)

- دستور ہند کی دفعہ 21 کے تحت کسی بھی شخص کو اس کی زندگی شخصی آزادی سے قانون کے ذریعہ قائم کیے گئے ضابطہ کے سوا کسی اور طریقے سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حق شہری اور غیر شہری دونوں کے لیے موجود ہے۔
- زندگی کی آزادی سے مراد قطعی نہیں ہے کہ انسان کی زندگی جانوروں جیسی ہو یا کسی طرح زندہ رہنے جیسی ہو۔ اس کے تحت انسان کی زندگی باعزت و باوقار ہو اور اس کی زندگی کا ایک مقصد ہو۔

تعلیم کا حق (Right to Education - Art-21 (A))

اس دفعہ کے تحت مملکت چھ سے چودہ برس کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم مہیا کرے گی۔

- اس طرح کی توضع صرف ابتدائی تعلیم (Elementary Education) کے لیے ہے نہ اعلیٰ اور پیشہ وارانہ تعلیم کے لیے۔

- یہ توضیحات 86 دستور ترمیم قانون 2002ء کے تحت کی گئی ہے۔ اس سے پہلے یہ بنیادی حقوق کا حصہ نہیں تھا۔ دستور ہند کے دفعہ 45 میں رکھا گیا تھا۔

گرفتاری اور نظر بندی کے خلاف تحفظ (Protection Against Arrest and Detention - Art-22): دستور ہند کی دفعہ 22 کے مطابق کسی شخص کو گرفتاری اور نظر بندی کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کو غیر قانونی طریقے سے گرفتار کر لیا گیا ہے تو اسے تین طرح کی آزادی فراہم کی جائے گی۔

- اس حق کے مطابق اگر کسی شخص کو گرفتار کیا گیا ہے تو اس کی گرفتاری کے سبب سے اس کو آگاہ کیا جائیگا۔
- اسے اپنے بے گناہی ثابت کرنے کے لیے اپنے پسند کے وکیل نامزد کرنے کا حق دیا جائے گا۔
- گرفتاری کے 24 گھنٹے کے اندر سفر کے وقت کو چھوڑ کر جوڈیل مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

استحصال کے خلاف حق (Right Against Exploitation - Art-23-24)

- انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت (Prohibition of Trafficking in Human Beings and Forced Labour - Art-23): دفعہ 23 کے مطابق انسانوں کی تجارت اور بیگاری اور دوسرے ایسے کسی قسم کی جبری خدمات کی ممانعت ہے۔ اور اگر اس قانون کی کوئی پامالی کرتا ہے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کا توضع کی گئی ہے۔ ٹرافیک (Traffic)۔ اس سے مراد ہے انسانوں کی سامان کی طرح اس کی خرید و فروخت ٹرافیکنگ (Trafficking) خاص کر نوجوان عورتیں، لڑکیاں اور یہاں تک کے لڑکوں کا بھی ایک غیر قانونی تجارت ہے۔

- بچوں کو کارخانوں وغیرہ میں مامور کرنے کی ممانعت (Prohibition of Employment of Children in Factory etc. - Art-24): اس دفعہ کے تحت کسی بھی چودہ سال سے کم عمر کے بچے کو کسی کارخانے یا کان میں کام کرنے کے لیے صنعتوں میں مقرر نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کسی دوسرے خطرناک کام پر لگایا جائے گا۔ اس حق کا مقصد ہے ہندوستان میں صدیوں سے چلے آرہے اطفال مزدوری کا خاتمہ ہے۔ بچے ملک کی ملکیت ہیں اس لیے اس کا بچپن بہتر گزرے اور ان کو بہتر تعلیم حاصل ہو۔

مذہب کی آزادی کا حق (Right to Freedom of Religion - Art-25-28)

- آزادی ضمیر اور مذہب کو آزادانہ قبول کرنے اور اس کی پیروی اور تبلیغ کی آزادی (Freedom of Conscience and Propagation of Religion): دفعہ 25 کے تحت سبھی شہریوں کو آزادانہ طور پر اپنے پسند کے مذہب کو قبول کرنے، آزادی ضمیر اور اس کی پیروی و تبلیغ کرنے کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کوئی کسی کو اپنا

مذہب تبدیل کرنے کے لیے جبر کرے یا کسی طرح کا لالچ دے کر بھی ایسا کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے علاوہ اس میں مذہب کے نام پر کسی طرح کا غیر انسانی، توہم پرست، غیر قانونی عمل کی مکمل طور پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ اس دفعہ میں سماجی برائیاں جیسے ستی پر تھا، اور بھگوان کے چڑھاوے کے نام پر انسانوں کی قربانی کا سختی سے ممنوع کی گئی ہے۔

- مذہبی امور کے انتظام کی آزادی (Freedom to Manage Religion Affairs - Art-26): دفعہ 26 کے مطابق سبھی مذہبی کمیونٹیوں کو یہ حق واضح کیا گیا ہے کہ وہ مذہبی مقاصد کے لیے کسی بھی تنظیم کو قائم کر سکتا ہے اور اس کا انتظام کر سکتا ہے۔ اس دفعہ کے ذریعہ فراہم کیے گئے حق تمام لوگوں کو حاصل ہیں۔ اپنے مذہبی امور کا انتظام خود کرنے کا۔ منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا مالک ہونے کا اور اس کو حاصل کرنے کا۔ ایسی جائیداد کا قانون بموجب انتظام کرنے کا۔

- دفعہ 27: کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس ادا کرنے کی آزادی (Freedom of Payment of Taxes for Promotion of any Particular Religion): دفعہ 27 کے مطابق کسی شخص کو ایسے ٹیکسوں کو ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی کسی خاص مذہب یا مذہبی فرقہ کی ترقی یا اس کو قائم رکھنے کے لیے کی جائے۔

- دفعہ 28: بعض تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم پانے یا مذہبی عبادت کے بارے میں آزادی (Freedom as to Attendance at Religious Instruction or Religions Worship in Certain Education Institutions - Art-28): کسی بھی تعلیمی اداروں میں جو ریاستی فنڈ سے چلایا جاتا ہو اس میں مذہبی تعلیم دی جائے گی۔ اس دفعہ میں چار طرح کے تعلیمی اداروں کو واضح کیا گیا ہے:
 - مکمل طور پر ریاستی فنڈ سے مدد حاصل کرنے والے ادارے
 - مملکت سے تسلیم شدہ تعلیمی ادارے
 - مملکت فنڈ سے مدد حاصل کرنے والے ادارے
 - مملکت کے ذریعہ زیر انتظام لیکن کسی ٹرسٹ کے ذریعہ قائم ادارے

ثقافتی اور تعلیمی حقوق (Educational and Cultural Rights - Art-29-30)

- اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ (Protection of Interests of Religious and Linguistic Minorities - Art-29): دفعہ 29 بتاتا ہے کہ بھارت میں رہنے والے کوئی بھی اقلیتی گروہ جس کی اپنی الگ جداگانہ زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو اس کو محفوظ رکھنے کا حق ہوگا۔ اس دفعہ میں دیا گیا حق صرف شہریوں کو حاصل ہوگا اور ان کے مفادات کا تحفظ بھی حاصل ہوگا۔ کسی شہری کو تعلیمی ادارہ میں جس کو مملکت چلاتی ہو یا جس کو مملکتی فنڈ سے امداد ملتی ہو، داخلہ دینے سے محض مذہب، نسل، ذات، زبان یا زبان پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔

- اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق (Right of Minorities to Establish and Administer Educational Institutions - Art-30): سبھی اقلیتوں کو، چاہے وہ مذہب کی بنیاد پر ہوں یا زبان کی، اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔ مملکت تعلیمی اداروں کو امداد عطا کرنے میں کسی تعلیمی ادارے کے خلاف اس بنیاد پر امتیاز نہ برتے گی کہ وہ کسی اقلیت کے زیر انتظام ہے خواہ وہ اقلیت مذہب کی بنیاد پر ہو یا زبان کی۔

دستوری چارہ جوئی کا حق (Right to Constitutional Remedies) دفعہ 32

دستور کی دفعہ 32 کے تحت دستوری چارہ جوئی کا حق میں کہا گیا ہے کہ اگر بنیادی حقوق کی پامالی کی جاتی ہے یعنی اگر حکومت یا کوئی بھی فرد بنیادی حقوق کی پامالی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہندوستان کے دستور میں یہ بندوبست کیا گیا ہے کہ وہ شخص سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں جا کر اپیل دائر کر سکتا ہے۔ اس کے حق سے متعلق سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے 5 قسم کی رٹ جاری کر سکتا ہے۔ سپریم کورٹ کو یہ اختیار دستور کی دفعہ 32 کے تحت حاصل ہے جب کہ کوئی بھی ہائی کورٹ دفعہ 226 کے تحت یہ رٹ جاری کر سکتا ہے۔ یہ رٹ درج ذیل ہیں:

Habeas Corpus: جب کسی شخص کو گرفتار کیا جاتا ہے تو حکم جاری کیا جاتا ہے کہ اسے 24 گھنٹے کے اندر نزدیکی عدالت میں پیش کیا جائے۔ اس تعلق سے عدالت کے ذریعہ دئے گئے حکم کو Habeas Corpus کہا جاتا ہے۔

Mandamus: جب کوئی سرکاری عہدے دار اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتا ہے اور اپنے فرائض صحیح طریقے سے انجام نہیں دیتا ہے تو اسے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ذریعہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کرے۔

Prohibition: اس سے مراد روک لگانا ہے۔ جب سپریم کورٹ کسی ہائی کورٹ کو حکم دیتا ہے کہ آپ یہ کام نہ کریں کیوں کہ یہ کام آپ کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے، تو اسے Prohibition کہا جاتا ہے۔

Certiorari: اس رٹ میں بھی اوپری عدالت چلی عدالت کو حکم دیتی ہے کہ آپ کے پاس جو بھی زیر غور مقدموں کے فیصلے کے لیے اوپری عدالت کو سپرد کر دے۔

Quo-Warranto: جب کوئی شخص ایسے عہدے کے طور پر کام انجام دیتا ہے جیسے اسے اس عہدے پر کام کرنے کا دستوری اختیار نہیں ہوتا تو عدالت اس سے پوچھ سکتی ہے کہ کس اختیار کے تحت وہ اس عہدے پر فائز ہے۔

6.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے:

- بنیادی حقوق کی تفصیل کو جاننا۔
- اس کے علاوہ بنیادی حقوق کی خصوصیات سے بھی روبرو ہوئے۔
- دستور کے حصہ 3 کو تفصیل سے سارے دفعات کا مطالعہ کیا۔

6.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

دستور

دستور کسی بھی ملک کا بنیادی قانون ہے جو حکومت کے مختلف اعضاء کی شکل اور اس کی کارکردگی کا تعین کرتا ہے۔

بنیادی حقوق

ایسے حقوق جن کی آئین نے حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

Justiciable

ایسے حقوق جن کی خلاف ورزی پر عدالت سے داد مانگی جاسکتی ہے۔

بل آف رائٹس

حقوق کا مسودہ حقوق کی فہرست بھی کہا جاتا ہے۔

منفی حقوق

اس سے مراد ایسی حقوق جو عوام کو تحفظ فراہم کرے اور مملکت پر باہندیاں عائد کرے۔

6.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

6.8.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- موجودہ دستور میں کل کتنے بنیادی حقوق ہیں؟

(a) چار (b) پانچ

(c) چھ (d) سات

2- دستور کے کس حصے میں بنیادی حقوق کی توضیحات کی گئی ہے؟

(a) 4 (b) 5

7(d)

6(c)

3۔ اصل دستور میں 'حق املاک' بنیادی حقوق کا حصہ تھا لیکن اسے اب قانون کا درجہ حاصل ہے وہ اب کس دفعہ میں رکھا گیا ہے۔

301(b) دفعہ

300(a) دفعہ

(d) ان میں سے کوئی نہیں

302(c) دفعہ

4۔ حقوق کی توضیحات دستور کے کس دفعات میں شامل ہیں؟

12-36(b)

12-32(a)

14-32(d)

12-36(c)

5۔ کیا بنیادی حقوق میں ترمیم کی جاسکتی ہے؟

(b) نہیں

(a) ہاں

(d) ان میں سے کوئی نہیں

(c) ہاں لیکن 5 شرائط کے ساتھ

6۔ کس دفعہ کے تحت عدلیہ پارلیمنٹ کے قانون کو رد کر سکتی ہے؟

31(b) دفعہ

13(a) دفعہ

226(d) دفعہ

32(c) دفعہ

7۔ دفعہ میں 17 کس طرح کی توضیحات ہے؟

(b) چھوٹ چھات کا خاتمہ

(a) حق تعلیم

(d) حق املاک

(c) حق زندگی

8۔ مندرجہ ذیل میں کون سے دفعات اقلیتوں کے متعلق ہیں؟

28-30(b)

29-30(a)

25-28(d)

27-29(c)

9۔ بنیادی حقوق کا محافظ کس کو کہا جاتا ہے؟

(b) عاملہ

(a) مقننہ

(d) ان میں کوئی نہیں

(c) عدلیہ

10۔ مملکت کی تفصیلی تعریف کس دفعہ میں بیان کی گئی ہے۔

12(b)

10(a)

14(d)

13(c)

6.8.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. بنیادی حقوق پر نوٹ لکھیے۔

2. اقلیت سے متعلق حقوق کو مختصر طور پر بیان کیجئے۔

3. بنیادی حقوق کیوں ضروری ہے؟ واضح کیجئے۔

4. کیا بنیادی حقوق میں ترمیم کی جاسکتی ہے؟

5. استحصال کے خلاف حق کو مختصر طور پر بیان کیجئے۔

6.8.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بنیادی حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالئے۔

2. بنیادی حقوق کی خصوصیات بیان کیجئے۔

3. کیا بنیادی حقوق Absolute ہے؟ بحث کیجئے۔

6.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Palekar, S. A. (2009). *Comparative Politics and Governments*, New Delhi: PHI Learning Private Limited.
2. Basu, D. D. (2019). *Introduction to the Constitution of India*.
3. Subhash Kashyap (2020). *Our Parliament*, National Book Publishers.
4. Fadia, B. L. (2018). *Indian Government and Politics*, Sahitya Bhawan Publications, New Delhi.

اکائی 7- بنیادی فرائض

(Fundamental Duties)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	7.0
مقاصد	7.1
بنیادی فرائض کا تاریخی پس منظر	7.2
بنیادی فرائض اور دستور ہند	7.3
بنیادی فرائض کی لسٹ	7.4
بنیادی فرائض کی اہمیت	7.5
بنیادی فرائض کی خصوصیات	7.6
بنیادی فرائض اور بنیادی حقوق میں فرق	7.7
بنیادی فرائض کی خامیاں	7.8
دستور میں عدم شمولیت کی وجوہات	7.9
اکتسابی نتائج	7.10
کلیدی الفاظ	7.11
نمونہ امتحانی سوالات	7.12
معروضی جوابات کے حامل سوالات	7.12.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	7.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	7.12.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	7.13

7.0 تمہید (Introduction)

دستور ہند شہری کو حقوق فراہم کرتا ہے اور ان کی نگرانی کے لئے توضیحات رکھتا ہے۔ اور جب ایک شہری کو حقوق ملیں گے تو سماج و ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے کچھ فرائض بھی نبھانا ہوتا ہے کیونکہ حقوق و فرائض ایک سکہ کے دو پہلو ہیں۔ اس لئے دستور ہند میں بنیادی فرائض کی بات کی گئی ہے۔ اگرچہ اصل دستور میں فرائض کا ذکر نہیں تھا۔ میں سورنا سنگھ کمیٹی کی سفارشات کے مطابق 42 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ بنیادی فرائض کا اضافہ دستور ہند میں کیا گیا اور ایک آرٹیکل اور ایک حصہ کا بھی اضافہ کیا گیا۔ بنیادی فرائض کی تعداد گیارہ ہے۔

7.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد سب کو دستور ہند میں مذکور ہندوستانی شہری کے بنیادی فرائض کی بالتفصیل جانکاری فراہم کرنے کے ساتھ ہی ساتھ مندرجہ ذیل مقاصد شامل ہیں۔

- بنیادی فرائض کا تاریخ پس منظر جاننا
- دستور ہند میں بنیادی فرائض کی شمولیت کے اسباب اور اصل دستور میں مذکور نہ ہونے کی وجوہات کی طرف اشارہ کرنا۔
- بنیادی فرائض کی اہمیت و ضرورت کو بیان کرنا
- بنیادی فرائض کی خصوصیات کو واضح کرنا
- بنیادی حقوق و بنیادی فرائض کے درمیان مختلف زاویہ سے تفریق کو واضح کرنا
- بنیادی فرائض کا تنقیدی مطالعہ کرنا۔

7.2 بنیادی فرائض کا تاریخ پس منظر (Historical Background of Fundamental Duties)

ویسے تو دستور کی تاریخ بہت قدیم ہے لیکن تحریری دستور کی شروعات امریکہ کے دستور 1789 سے ہوتی ہے جو دنیا کا سب سے قدیم تحریری دستور ہے اس کے بعد ایک بعد دیگر دستور آنا شروع ہوا۔ نظریاتی طور پر دنیا کے دستور کو عموماً دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ جمہوری اصل پر مبنی دستور اور سوشلزم اصول پر مبنی دستور۔ اس سے پہلے دستور میں صرف حقوق کی بات کی گئی ہے۔ یہ مانتے ہوئے کہ دستور کا کام ہے حقوق کو یقینی بنانا اور جب حقوق ملیں گے تو فرائض کی ادائیگی خود بخود ہو جائے گی۔ فرائض کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس سوشلسٹ ممالک کے کئی دستور میں حقوق کے ساتھ ہی فرائض یا صرف فرائض پر زور دیا جاتا ہے۔ سویت یونین کا دستور پہلا دستور ہے جس میں بنیادی فرائض کی بات کی گئی اور ان کے نفاذ کا طریقہ کار بھی بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد جاپان، یوگوسلاویہ، چین کے علاوہ تقریباً 45 دستور میں فرائض کا تذکرہ ملتا ہے۔

دستور کے علاوہ فرائض کی بات مختلف مذہبی اور تاریخی دستاویز میں کی گئی ہے جیسا کہ گیتا میں بتایا گیا ہے ”آپ کا فرض آپ کا حق ہے“ اسی طرح اقوام متحدہ کے چارٹر میں بتایا گیا ہے۔

7.3 بنیادی فرائض اور دستور ہند (Fundamental Duties and the Constitution of India)

دستور ہند ایک جامع و مانع عظیم و دستوری دستاویز ہے جو ملک کو اندرونی و بیرونی معاملات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے تاکہ ہندوستان چوطرفہ ترقی کر کے ایک مثالی ملک بنے اور شہریوں کو عدل و انصاف، مساوات، قومی یکجہتی، آزادی حاصل ہوئی۔ اس عظیم دستاویز 26 نومبر 1949 میں منظور ہوا اور 26 جنوری 1950 میں نافذ ہوا۔ جس میں اشارتاً فرائض کی بات کی گئی تھی اور دستور ساز اسمبلی میں دو ممبران کے مطالعہ کو نکارتے ہوئے ایک الگ حصہ / باب مخصوص نہیں کیا گیا۔ لیکن ملک میں 1975 میں ہنگامی حالات پیدا ہوئے اور لوگ اپنے حقوق مانگنے لگے تو 1976 میں اندار گاندھی کی سرکار نے سردار سورنا سنگھ کی نگرانی میں ایک 12 ارکان پر مشتمل کمیٹی کی تشکیل دی جس کی ذمہ داری تھی بنیادی فرائض اور اس کی اہمیت و ضرورت پر اپنی سفارشات فراہم کرے۔ کمیٹی نے 1976 میں اپنی سفارشات پیش کی۔ جس میں بنیادی فرائض کو دستوری حیثیت دینے کی وکالت کی۔ حکومت نے کمیٹی کی سفارشات کو ماننے ہوئے 42 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ دستور ہند میں حصہ IV-A آرٹیکل 51-A شامل کیا گیا۔ اس میں 10 بنیادی فرائض ہی شامل کئے گئے اور 86 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ گیارہواں بنیادی فرض شامل کیا گیا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ سورنا سنگھ کمیٹی کے کئی سچاؤ کو سرکار نے بنیادی فرائض کا درجہ نہیں دیا جیسا کہ ٹیکس ادا کرنا، پارلیمنٹ کا ان فرائض پر عمل پیرا نہ ہونے پر دستور کے ذریعہ سزا متعین کرنا۔

7.4 بنیادی فرائض کی لسٹ (List of Fundamental Duties)

- حصہ: 4 (الف)، دفعہ: 51 (الف) کے مطابق، بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہو گا کہ وہ:
- دستور پر کاربند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے۔
 - ان اعلیٰ نصب العین کو عزیر رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔
 - بھارت کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے ان کا تحفظ کرے۔
 - ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے، قومی خدمت انجام دے۔
 - مذہبی، لسانی اور علاقائی و طبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام الناس کے مابین یکجہتی اور عام بھائی چارے کے جذبہ کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو۔
 - ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اسے برقرار رکھے۔

- قدرتی اشیاء کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں، محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت و شفقت کا جذبہ رکھے۔
- دانشورانہ رویے سے کام کر انسان دوستی اور تحقیقی و اصلاحی شعور کو فروغ دے۔
- سرکاری جائیداد کا تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔
- تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لئے کوشاں رہے تاکہ قوم متواتر ترقی و کامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے۔
- چھ سے چودہ سال تک کی عمر والے بچوں یا وارڈ، جیسی کہ صورت ہو، کے لئے تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔

7.5 بنیادی فرائض کی خصوصیات (Merits of Fundamental Duties)

- بنیادی فرائض کی خصوصیات کو ذیل کے نکات میں بیان کیا گیا ہے۔
1. مزاج: دستور ہند میں جو بنیادی فرائض مذکور ہیں وہ مزاجاً ان میں سے بعض اخلاق تو باقی شہری ہیں مثلاً ان اعلیٰ نصب العین کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک ہی میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں، ایک اخلاقی بنیادی فرائض ہے جب کہ ملک کی حفاظت کرنا اور جب بھی ضرورت پڑے قومی خدمت انجام دینا، بھارت کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد و سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے ان کا تحفظ کرنا وغیرہ شہری بنیادی فرائض ہیں۔
 2. حدود: بنیادی حقوق کا اطلاق صرف شہریوں پر عائد ہوتا ہے۔ ان کا اطلاق غیر شہریوں پر نہیں ہونا چاہیے وہ ہندوستان گھومنے آئے ہوں یا یہاں رہ رہے ہوں۔ کیونکہ بنیادی فرائض کی شروعات میں لکھا ہے It shall be the duty of every citizen of India کے بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ جس میں واضح طور پر بھارتی شہری ہونے کی بات کی گئی ہے۔
 3. غیر قابل تنقید: دستور ہند میں مزکورہ بنیادی فرائض غیر قابل تنقید ہیں۔ دستور نے عدلیہ کو ایسی کوئی ہدایت نہیں دی ہے کہ وہ بنیادی فرائض کو نافذ کر سکے جیسا کہ بنیادی حقوق کو عدلیہ نافذ کر سکتی ہے۔ بنیادی فرائض کے غیر تنفیذ العمل ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ بنیادی فرائض کی اہمیت نہیں ہے۔ بنیادی فرائض کی نوعیت ایسی ہے کہ انہیں قابل تنفیذ العمل بنایا جانا محال تھا۔
 4. تہذیب کے ساتھ وابستگی: اکثر بنیادی فرائض جیسا کہ دستور پر کاربند رہنا، ملک کی حفاظت، بھائی چارگی، ملی جلی ثقافت کی قدر وغیرہ ہندوستان کی طرز زندگی کا لازمی حصہ رہے ہیں۔ اگر تاریخ ہند کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زمانہ قدیم سے لے کر جدید دور تک فرائض پر زور دیا گیا ہے۔ ویدک کتابوں میں ان کا تذکرہ ملتا ہے اسی طرح دور جدید کے سوامی و یوگاندا اور مہاتما گاندھی نے فرائض کی بات کی ہے۔

7.6 بنیادی فرائض کی اہمیت (Importance of Fundamental Duties)

بنیادی فرائض کی اہمیت کو ذیل نکات میں بیان کیا گیا ہے۔

1. یاد دہانی: بنیادی فرائض شہری کو یاد دہانی کا کام کرتے ہیں کہ آپ کو ملک نے دنیا کے سب سے جامع و مانع بنیادی حقوق فراہم کیا ہے تو ملک کے تیس آپ کی کچھ ذمہ داریاں بنتی ہیں۔ حقوق کے ساتھ ہی ساتھ فرائض کی یاد دلاتا ہے۔

2. تنبیہ: بنیادی فرائض شہری کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ سماج مخالف سرگرمیوں میں اپنے آپ کو ملوث نہ کرے۔ ملک کی ترقی میں اپنا رول ادا کرے۔

3. حوصلہ افزائی کا ذریعہ: بنیادی فرائض قومی مقاصد کے حصول میں ایک شہری کے لئے حوصلہ افزائی کے ذریعہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ وہ تماشائی نہ بنے رہے بلکہ وہ فعال شرکت دے ملک کی ترقی میں۔

4. بنیادی فرائض کو قانون کے ذریعہ نافذ کیا جاسکتا ہے اس سلسلے میں پارلیمنٹ قانون بنا سکتا ہے اور فرائض کو نہ ماننے پر سزا مقرر کر سکتا ہے۔

5. بنیادی فرائض دستور ہند کی دوسری توضیحات خصوصاً بنیادی حقوق کی وضاحت میں تعاون کرتے ہیں۔ جیسا کہ آرٹیکل 21- A میں تعلیم کو حق قرار دیا تو آرٹیکل 51-A (k) میں تعلیم کو فرائض بتایا گیا ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ پہلے میں مملکت کا فرائض ہے اور دوسرے میں والدین یا گارجین کا فرائض ہے۔ اسی طرح آرٹیکل 21 میں زندگی اور ذاتی آزادی کے حق کی بات کی گئی ہے تو آرٹیکل 51-A (g) صحت منداحول کو بیان کیا گیا ہے جو لازم ملزوم ہے۔

6. بنیادی فرائض کسی قانون کے دستوری حیثیت پر کھنے کے لئے عدلیہ کو تعاون کرتے ہیں۔ مزید عدلیہ کے مختلف فیصلے سے بنیادی فرائض کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

جیسا کہ سپریم کورٹ کے یہ فیصلے (الف) سپریم کورٹ نے، AIIMS Students Union V. AIIMS 2001, AIR-2001, SC-3262 کیس میں کہا کہ بنیادی حقوق کی طرح ہی بنیادی فرائض اہمیت کے حامل ہیں؛ (ب) Ranganath Mishra V. Union of India and Ors, AIR-2003, SCR-59 میں سپریم کورٹ نے کہا کہ بنیادی فرائض کی تنقید قانونی منظوری کے ساتھ ہی ساتھ سماجی منظوری سے ہونی چاہیے۔ (ت) Aruna Roy V. Union of India-2002, AIR-2002 SC-3176 میں سپریم کورٹ نے ہدایت دی کہ مرکزی اور ریاستی حکومتیں بنیادی فرائض کو نصاب تعلیم کا حصہ بنانے کے لئے پہل کرے اور عوام میں بنیادی فرائض پر بیداری پیدا کرے۔ (ج) سپریم کورٹ نے Government of India V. George Philip 2007, AIR-2007, SC-705 میں کہا کہ ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ہر فرد انفرادی و اجتماعی طور پر کوشاں رہے ورنہ ترقی ممکن نہیں ہے۔

مہاتما گاندھی نے کہا ”حقوق کا صحیح ماخذ فرائض ہے اگر ہم سب اپنے فرائض نبھائیں گے تو حقوق آسانی سے مل جائیں گے۔“

سوامی ویویکا نندا نے کہا ”ہندوستان کی ترقی میں اپنا رول ادا کرنا ہر شخص کا فرائض ہے۔“

1976 میں بنیادی فرائض کا دستور ہند کا حصہ بناتے وقت ہندوستان کی وزیراعظم اندرا گاندھی نے کہا تھا ”بنیادی فرائض کا اخلاقی قدر حقوق کا گلا گھونٹنا نہیں ہے بلکہ جس طرح وہ اپنے حقوق کے لئے باخبر ہے اپنی ذمہ داریوں کو لے کر باشعور ہوں۔ ایک سیاسی توازن پیدا کرنا مقصود ہے۔“

بنیادی فرائض کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ 1976 میں 42 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ دستور میں شامل کئے جانے کے بعد 44 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ بہت کچھ بدل دئے گئے اور اس کے بعد تقریباً 65 بار دستور ہند میں ترمیم کی گئی لیکن کبھی بنیادی فرائض کو ہٹانے کی بات نہیں کی گئی بلکہ 2002 میں 86 ویں ترمیم کے ذریعہ ایک اور بنیادی فرائضہ کو شامل کیا گیا اور بنیادی فرائض کی تعداد گیارہ ہو گئی۔

7.7 بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض میں فرق (Difference between Fundamental Rights and Fundamental Duties)

دستور ہند کے دو اہم ستون بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض ہیں جن کی اہمیت و ضرورت بہت زیادہ ہے لیکن دونوں کئی طریقوں سے ایک دوسرے سے متفرق ہیں۔

1. Enforcement: بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض میں بہت بڑا فرق ہے کہ بنیادی حقوق عدلیہ کے ذریعہ قابل نفاذ ہیں۔ باضابطہ خود دستور نے اس کی ہدایت دی ہے۔ دستوری چارہ جوئی کا حق ایک بنیادی حق ہے جس کا تذکرہ آرٹیکل 32 میں ہے۔ سپریم کورٹ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ 5 رٹ کے ذریعہ بنیادی حقوق کے نفاذ کا حکم دے سکتا ہے۔ اسی طرح آرٹیکل 226 کے تحت ہائی کورٹ کو جاری کرنے کا حق دیا گیا تاکہ کوئی بنیادی حقوق سے محروم نہ ہو۔ اگر مقننہ کے ذریعہ پاس کیا ہوا کوئی قانون بنیادی حقوق کے متضاد ہو یا بنیادی حقوق کو ختم کرے تو عدلیہ اس قانون کو کالعدم قرار دے سکتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس بنیادی فرائض کو قابل نفاذ نہیں بنایا گیا اور نہ ہی دستور ہند نے عدلیہ کو فرائض کے نفاذ کے لئے رٹ جاری کرنے کے اختیار دئے۔

2. Application: بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض کا اطلاق صرف شہری پر ہوتا ہے جیسا کہ بنیادی فرائض کے سلسلے میں آرٹیکل A51 میں بتایا گیا ہے۔ بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہو گا کہ: بنیادی فرائض کا اطلاق یکساں طور پر تمام شہریوں پر ہوتا ہے لیکن بنیاد حقوق کا اطلاق سب پر یکساں نہیں ہوتا ہے۔

3. بنیادی حقوق ہنگامی حالات میں معطل ہو جاتے ہیں لیکن بنیادی فرائض تو کبھی معطل نہیں ہوتے۔

4. ترمیم: بنیادی حقوق کو دستور سے کبھی بھی ختم نہیں کیا جاسکتا ہے لیکن بنیادی فرائض کو کبھی بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔ بنیادی فرائض کے اندر کوئی ترمیم بنا کسی شرط کی جاسکتی ہے پر بنیادی حقوق میں ترمیم کرتے وقت یہ بات دھیان میں رکھنا ضروری ہے کہ وہ ترمیم دستور کے بنیادی ڈھانچے کے متضاد نہ ہو۔

5. ترجیح: بنیادی حقوق کو بنیادی فرائض پر ترجیح حاصل ہے۔
6. نوعیت: بنیادی فرائض فطرتاًً مطلق ہیں وہ کسی طرح کی پابندیوں کے شکار نہیں۔ جبکہ بنیادی حقوق مختلف پابندیوں سے مشروط ہیں بنیادی حقوق لاگو کرتے وقت عام بہبود کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ بنیادی فرائض میں سیاسی، سماجی اور اقتصادی پہلو کو سامنے رکھا گیا جب کہ بنیادی حقوق میں صرف سیاسی و سماجی پہلو کو سامنے رکھا گیا ہے اقتصادی پہلو کو درکنار کیا گیا ہے۔

7.8 بنیادی فرائض کی خامیاں (Demerits of Fundamental Duties)

بنیادی فرائض کی مختلف طریقہ سے تنقید کی جاتی ہے۔

1. بنیادی فرائض میں استعمال کئے گئے بہت سارے الفاظ واضح نہیں ہیں جیسا کہ Composite Culture (ملی جلی ثقافت) Scientific Temper (دانشورانہ رویہ) جیسی اصطلاحات کی تشریح نہیں کی گئی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ 99 فیصد سے بھی زیادہ لوگ بنیادی فرائض کے معنی سمجھنے سے قاصر ہیں۔
2. بنیادی فرائض کا حصہ جامع و مانع نہیں ہے۔ کئی اہم فرائض کو بنیادی فرائض میں شامل نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ انتخابات میں ووٹ ڈالنا، ٹیکس ادا کرنا، فیملی پلاننگ وغیرہ حالانکہ سورنا سنگھ کمیٹی نے بنیادی فرائض میں ٹیکس ادا کرنے کو شامل کرنے کی سفارش کی تھی۔
3. بنیادی فرائض کا سب سے بڑا منفی پہلو یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ قابل تنقید نہیں ہے۔ عدلیہ کو یہ اختیار ہی نہیں دیا گیا کہ وہ بنیادی فرائض کو نافذ کر سکے۔ حالانکہ سورنا سنگھ کمیٹی نے بنیادی فرائض کو قابل تنقید بنانے کی سفارش کی تھی اور 1999 میں بنیادی فرائض پر بنی Verma Committee نے فرائض کی تنقید کے لئے پہلے سے موجود قانونی دفعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ قانون برائے قومی وقار کے انسداد تو بین 1971 دستور ہند، قومی جھنڈا، قومی ترانہ کی توہین کی روک تھام کرتا ہے۔ قانون برائے تحفظ جنگلات 1980 جنگلات کی کٹائی کی دیکھ رکھ کر نافذ نہیں۔
4. دستور ہند میں بنیادی فرائض کو حصہ چہارم مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول کے بعد IV A میں رکھا ہے جو خود غیر تنقیدی ہے جس سے فرائض کی اہمیت کم ہو گئی لیکن اگر حصہ سوم بنیادی حقوق (جو قابل تنقید ہیں) کے بعد حصہ III-A میں رکھا جاتا تو اسکی اہمیت بڑھ جاتی۔
5. جب شہری پہلے سے اپنے فرائض کو بخوبی نبھا رہے ہیں تو ان فرائض کو دستور میں شامل کرنا غیر ضروری تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے دستور سازوں نے ان کو دستور کا جز بنانا ضروری نہیں سمجھا۔ فرائض کو نبھانے والے کو اگر ان کے فرائض یاد دلانے کے لئے دستور کا حصہ بنایا جائے تو اس کے منفی نتائج آسکتے ہیں۔

7.9 اصل دستور میں فرائض کی عدم شمولیت

(Non-inclusion of Fundamental Duties in the Original Constitution)

26 جنوری 1950 کا اصل دستور میں بنیادی فرائض شامل نہیں تھے انہیں 1976 میں 42 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ دستور ہند کا حصہ بنایا گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کافی اہمیت کے حامل بنیادی فرائض کو کیوں نظر انداز کیا گیا تھا تو عدم شمولیت کی تین وجوہات بتائی جاتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

- ہندوستان کی آزادی میں جن سپہ سالاروں نے اپنے تن من دھن کی بازی لگادی تھی، جن کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا وہ تھا اپنے مادر وطن ہندوستان کو انگریزوں کے چنگل سے آزاد کرانے میں ہر چیز کی قربانی دی اور قربانی کا سلسلہ تقریباً دو سو سال تک چلا تب جا کر ہمارا وطن عزیز آزاد ہوا۔ جنگ آزادی کے سپہ سالار ہی دستور ہند کے بنانے والے تھے۔ انہوں نے فرائض کی دستور میں شمولیت کو ضروری نہیں سمجھا کیوں کہ وہ تو پوری زندگی اپنا فرائض نبھا ہی رہے تھے۔ صرف مسئلہ تھا حقوق کا جو ہندوستانی عوام کو نہیں مل رہے تھے اس لئے دستور بنانے والوں نے بنیادی فرائض کو دستور ہند کا حصہ بنانا ضروری نہیں سمجھا۔
- دستور ہند کی تمہید (Preamble) میں فرائض کی بات کی گئی ہے۔ جس میں تمام شہریوں کے لئے ”انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی آزادی خیال، اظہار عقیدہ، دین اور عبادت، مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں اخوت کو ترقی دی جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تین ہو“ والی عبارت کے ذریعہ فرائض کا تذکرہ کر دیا گیا ہے اور الگ سے بنیادی فرائض کو بیان کرنا ضروری نہیں مانا۔
- دستور ہند کے حصہ سوم میں بنیادی حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے دنیا کے تمام دستوروں میں سب سے زیادہ جامع و مانع بنیادی فرائض ہندوستان کے دستور میں ہے جس میں کل 7 بنیادی حقوق کی بات کی گئی تھی جن میں سے جائیداد کے حق کو 1978 میں 44 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ ہٹا دیا گیا۔ حق کا تذکرہ کرنے سے فرائض کا تذکرہ ضروری نہیں۔ حق اور فرائض ایک سکہ کے دو پہلو ہیں جس کا مطلب یہی ہے کہ ایک شخص کو فرائض بھی نبھانا ضروری ہے۔

7.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- اس مضمون کو پڑھنے کے بعد مندرجہ ذیل نکات کی جانکاری حاصل ہوئی۔
- سوشلسٹ ممالک کے دستور میں فرائض کی بات کی گئی ہے۔
 - فرائض ہندوستان کی قدیم تاریخ کا حصہ رہے ہیں
 - دستور ہند میں بنیادی فرائض کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس میں صرف بنیادی حقوق کی بات کی گئی تھی۔

- قومی ہنگامی حالت کے دوران 1976 میں حکومت ہند نے سردار سورنا سنگھ کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کی ذمہ داری تھی بنیادی فرائض کے لئے سفارشات پیش کرنا۔
- سردار سورنا سنگھ کمیٹی کی سفارشات کو تسلیم کرتے ہوئے 1976 ہی میں 42 ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ 10 بنیادی فرائض دستور میں شامل کئے گئے۔
- 2002 میں 86 دستوری ترمیم کے ذریعہ گیارہواں بنیادی فرائض کا اضافہ کیا گیا۔
- بنیادی فرائض کا ذکر آرٹیکل A-51 اور حصہ IV-A میں کیا گیا ہے۔
- دستور ہند میں مذکور بنیادی فرائض سویت یونین کے دستور میں مذکور بنیادی فرائض سے متاثر ہیں۔
- اصل دستور میں بنیادی فرائض کو اس لئے شامل نہیں کیا گیا تھا کہ دستور کی تمہید میں ان کا تذکرہ کیا جا چکا تھا اور بنیادی حقوق کو بالتفصیل بیان کیا گیا اور چونکہ حقوق و فرائض لازم ملزوم ہیں اور مزید اینکه ملک کی آزادی کے بعد دستور تیار کرتے وقت حقوق بیان کرنا ضروری تھا۔ فرائض تو وہ خوب نبھا رہے تھے۔
- دراصل بنیادی فرائض ہر ایک شہری کو حقوق کے ساتھ ہی ساتھ فرائض کی یاد دہانی کراتے اور قوم و ملک کی ترقی میں ایک شہری کی ذمہ داری نبھانے کے حوصلہ افزائی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح سماج مخالف سرگرمیوں میں ملوث نہ ہونے کی تنبیہ دیتے ہیں۔
- بنیادی فرائض عدلیہ کے ذریعہ غیر قابل تفہیز ہیں۔
- بنیادی فرائض کا اطلاق صرف ہندوستانی شہریوں پر ہی ہوتا ہے، دوسروں پر نہیں۔
- بنیادی فرائض اور بنیادی حقوق میں اس طرح سے فرق کیا جاسکتا ہے کہ بنیادی حقوق قابل تفہیز ہیں جبکہ بنیادی فرائض غیر قابل تفہیز ہیں، بنیادی حقوق کا اطلاق شہری و غیر شہری دونوں پر ہوتا ہے جبکہ بنیادی فرائض کا اطلاق صرف شہری پر ہوتا ہے۔
- ٹیکس ادا کرنا، ووٹ دینا جیسے اہم فرائض کو بنیادی فرائض میں شامل نہ کئے جانے اور کچھ غیر واضح الفاظ کا استعمال، اور بنیادی فرائض کا غیر قابل تفہیز ہونے کی وجہ سے بنیادی فرائض کی تنقید کی گئی ہے۔
- بنیادی فرائض دستور ہند کا ایک اہم ترین حصہ ہیں۔ بنیادی فرائض ہر شہری کو قومی اہداف کا احساس دلاتے ہیں۔ اسے فعال بننے پر براہیختہ کرتے ہیں۔ وہ شہری ذمہ داری کی تکمیل کے لئے ترغیب دیتے ہیں۔ گرچہ یہ فرائض بعد میں دستور ہند میں شامل کئے گئے لیکن وہ ہندوستان کی قدیم تاریخ کا حصہ رہے ہیں۔ عدلیہ کے ذریعہ قابل تفہیز عمل نہ ہونے کے باوجود بڑی اہمیت کے حامل ہیں اگر ہر شہری ان فرائض پر عمل پیرا ہو جائے تو ہمارا ملک اور خوبصورت بن سکتا ہے۔ منفی پہلو کو بالائے طاق رکھ کر ہم بنیادی فرائض عملی جامہ پہنائیں۔

7.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

بنیادی فرائض (Fundamental Duties)

بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

آئینی ساز اسمبلی (Constituent Assembly)

پارلیمنٹ (Parliament)

عدلیہ (Judiciary)

امریکی دستور (US Constitution)

سائنسی مزاج (Scientific Temper)

سپریم کورٹ (Supreme Court)

جامع ثقافت (Composite Culture)

بنیادی ڈھانچہ (Basic Structure)

سورنا سنگھ کمیٹی (Swarna Singh committee)

ورما کمیٹی (Verma Committee)

قومی ہنگامی حالت (National Emergency)

غیر منصفانہ (Non-Justiciable)

دستوری ترمیم (Constitutional Amendment)

7.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

7.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

1- کس ملک کے دستور سے بنیادی فرائض لئے گئے ہیں؟

(a) فرانس (b) امریکہ (c) چین (d) سوویت یونین

2- دستور ہند کے کس آرٹیکل میں بنیادی فرائض مذکور ہیں؟

48(a) 51-A(b) 51-B(c) 54(d)

3- مندرجہ ذیل میں سے کونسا بنیادی فرضہ نہیں ہے؟

(a) ٹیکس ادا کرنے کا فرضہ (b) دستور پر کاربند رہنا (c) ملک کی حفاظت کرنا (d) سرکاری جائیداد کا تحفظ کرنا

4- کس کمیٹی کی سفارشات کے مطابق بنیادی فرائض کو دستور ہند کا حصہ بنایا گیا؟

(a) سورن سنگھ کمیٹی (b) اشوک مہتا کمیٹی (c) ورما کمیٹی (d) سرکاریہ کمیشن

5- بنیادی فرائض کو کس دستوری ترمیم کے ذریعہ دستور ہند کا حصہ بنایا گیا؟

(a) 40 واں دستوری ترمیم (b) 42 ویں دستوری ترمیم (c) 44 ویں دستوری ترمیم (d) 46 ویں دستوری ترمیم

6- بنیادی فرائض دستور ہند کے کس حصہ میں ہیں؟

(a) حصہ IV (b) حصہ IV-A (c) حصہ IV-B (d) حصہ V

7- گیارہواں بنیادی فرضہ کس دستوری ترمیم کے ذریعہ اضافہ کیا گیا؟

(a) 42 واں دستوری ترمیم (b) 46 ویں دستوری ترمیم (c) 84 ویں دستوری ترمیم (d) 86 ویں دستوری ترمیم

8- گیارہواں بنیادی فرضہ کیا ہے؟

(a) 6 سے 14 سال تک کے بچوں کو تعلیم کے مواقع فراہم کرنا

(b) تشدد سے گریز کرنا

(c) ملک کی ملی جلی ثقافت کو برقرار رکھنا

(d) ملک کی حفاظت کرنا

9- بنیادی فرائض کے قابل تفہیز اور غیر قابل تفہیز کو لے کر کیا صحیح ہے؟

(a) یہ قابل تفہیز ہیں (b) یہ غیر قابل تفہیز ہیں، c-

(c) سپریم کورٹ کے ذریعہ قابل تفہیز ہیں (d) ہائی کورٹ کے ذریعہ قابل تفہیز ہیں

10- کس بنیاد پر بنیادی فرائض کی اہمیت واضح نہیں ہوتی ہے؟

(a) حوصلہ افزائی کا ذریعہ (b) قابل تفہیز (c) تنبیہ کا ذریعہ (d) یاد دہانی کا ذریعہ

7.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سوال

2. سوال

3. سوال

4. سوال

5. سوال

7.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض کے درمیان تفریق کو واضح کیجئے۔
2. بنیادی فرائض کا تاریخی پس منظر پر مختصر مضمون لکھئے۔
3. بنیادی فرائض کی اہمیت پر ایک جائزہ پیش کیجئے۔

7.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. M.Laxmikanth.(2021), *Indian Polity*(6 Edition), McGraw Hill Education (India) Private Limited
2. P.K. Agarwal (2017), *Constitution of India: the Superme Law of India*, Ppabhat Prakash.
3. S. Elak Kuvar (2021), *Indian Polity*, (Second Edition), Anudhara Publishers.
4. Dr. Qaiyyu Abdul, (2005), *Indian Government and Politics*, (Second Edition), Nisaab Publishers.
5. DD Basu (2021), *Introducation to the Constitution of India*(25 Edition), Lexis Nexis
6. Keshyap subhash (2021), *Our Constitution* (21 Edition), National Book Trust
7. Kashyap Subhash (2011), *Our Political System* (First Edition), National Book Trust.
8. B.L Fadia and K Fadia (2022), *Indian Government and Politics* (18 Edition), Sahetiya Bhawan.
9. Kerela State Legal Services Authority (2016), *My Nation My Heaven- A Booklet on Fundamental duties*.
10. S.G. Subramaniam (2020), *Indian Constitution and Indian Polity* (2nd Edition), Pearson Education
11. Reddy Harinath (2022), *Indian Polity and Governance*, Protom Publications
12. Sharma Nirbhay (2021), *Indian Polity and Governance*, Oak Bridge Publishing Pvt. Ltd.
13. Roy Himanshu, MP Singh (2018), *Indian Political System* (4th Edition), Pearson Education
14. *Bharat ka Aaeen* (2013) 5th Edition, National Council for Promotion of Urdu Language
15. M.V. Pylee (2004), *Constitutional Government in India*, S Chand & Company.

اکائی 8—ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول

(Directive Principles of State Policy)

اکائی کے اجزا

تمہید	8.0
مقاصد	8.1
ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کا تعارف	8.2
ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کے معنی	8.3
ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی خصوصیات	8.4
ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی اہمیت	8.5
بنیادی حقوق اور ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کے درمیان فرق	8.6
ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی تنقید	8.7
اقتصادی نتائج	8.8
حصہ IV سے باہر ہدایات	8.9
ہدایتی اصولوں کا نفاذ	8.10
کلیدی الفاظ	8.11
نمونہ امتحانی سوالات	8.12
معمولی جوابات کے حامل سوالات	8.12.1
مختصر جوابات والے سوالات	8.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	8.12.3
تجویز کردہ اقتصاداتی مواد	8.13

8.0 تمہید (Introduction)

ہندوستانی دستور کے حصہ IV کے تحت آرٹیکل 36-51 ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول (Directive Principle of State Policy) سے متعلق درج ہیں۔ وہ آرٹیکل کے دستور سے لئے گئے ہیں، جس نے اسے ہسپانوی دستور سے نقل کیا تھا۔ یہ مضمون مکمل طور پر ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں، ہندوستانی دستور میں اس کی اہمیت اور بنیادی حقوق سے اس کے تضادم کی تاریخ پر بحث کرے گا۔

8.1 مقاصد (Objective)

اس اکائی کا مقصد ہے طلباء کو

- ریاستی پالیسی کے تعارف اور معنی کی معلومات فراہم کرنا۔
- اس کے علاوہ طلباء کو مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے خصوصیات سے تعارف کرانا ہے۔
- اس کی اہمیت اور ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کے درمیان فرق کی معلومات فراہم کرنا۔
- ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کے باہر بھی آئین میں موجود کچھ ہدایتی اصول کی معلومات کی فراہمی کو یقینی بنانا۔

8.2 ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کا تعارف

(Introduction of Directive Principle of State Policy)

ہندوستانی دستور دنیا کا سب سے طویل دستور ہے، جس کے اندر 448 آرٹیکلز، 25 حصے اور 12 شیڈول ہیں۔ یہ زمین کا اعلیٰ ترین قانون ہے اور مختلف علاقوں پر حکومت کرتا ہے، جن میں سے کچھ قوم کے کام کرنے کے لیے مطلق اور لازمی ہیں۔ دستور کے مختلف حصے ایک خاص عنوان پیش کرتے ہیں جس کے تحت اس موضوع سے متعلق مختلف قوانین دیے گئے ہیں۔ ہندوستانی دستور کے سب سے نمایاں حصے، جن کے بارے میں سب سے زیادہ بات کی جاتی ہے، بالترتیب حصے III اور IV ہیں، بنیادی حقوق اور ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول پر مبنی ہے۔ جہاں بنیادی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جو ملک کے شہریوں کو دستیاب ہیں، وہیں دوسری طرف ہدایتی اصول وہ میٹریٹ ہیں جن کو ریاست قوانین اور پالیسیاں بناتے وقت ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول مملکت کے لیے ایک ہدایت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ ہندوستان کے دستور میں ان کو شامل کرنے کا مقصد فلاحی مملکت کو قائم کرنا تھا۔ اس کے ذریعہ دستور مملکت کو بتاتا ہے کہ اسے سماجی اور معاشی انصاف متعین کرنے کے لیے کن ذالیوں پر دھیان دینا چاہئے۔

اکثر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ بنیادی حقوق بنیادی ہونے کی وجہ سے ہدایتی اصولوں کو زیر کر لیں گے، لیکن یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ ہدایتی اصول اس لحاظ سے بھی بنیادی ہیں کہ وہ ریاست کے کام کرنے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ ان کی اصل نوعیت اور افعال کا پتہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں حصوں کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے اور دونوں کے درمیان فرق کے نکات کو سمجھ لیا جائے۔

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کی فہرست (دفعہ 36 تا دفعہ 51)

- 36- تعریف۔
- 37- اس حصہ میں مندرجہ اصولوں کا اطلاق۔
- 38- مملکت لوگوں کی بہبودی کے فروغ کے لیے سماجی نظام قائم کرے گی۔
- 39- حکمت عملی کے بعض اصول جن پر مملکت عمل کرے گی۔
- 39 الف- مساویانہ انصاف اور مفت قانونی امداد۔
- 40- گرام پنچایتوں کی تنظیم۔
- 41- بعض صورتوں میں کام، تعلیم اور سرکاری امداد کا حق۔
- 42- کام کے مناسب اور انسانیت پر مبنی حالات اور امداد زچہ کی نسبت توضیحات۔
- 43- کام گروں کے لیے قابل گزارہ اجرت وغیرہ۔
- 43 الف- صنعتوں کی انتظامیہ میں کام گروں کا اشتراک۔
- 44- شہریوں کے لیے یکساں سول کوڈ۔
- 45- چھ سال سے کم عمر بچوں کے لیے شروعاتی بچپن کی دیکھ ریکھ اور تعلیم کی توضیح۔
- 46- درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں اور دوسرے زیادہ کمزور طبقوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کا فروغ۔
- 47- غذائیت کی سطح اور معیار زندگی بلند کرنے اور صحت عامہ کو ترقی دینے کی نسبت مملکت کا فرض۔
- 48- زراعت اور افزائش حیوانات کی تنظیم۔
- 48 الف- ماحول کو سازگار بنانا اور سنوارنا نیز جنگلات و جنگلی جانوروں کا تحفظ۔
- 49- قومی اہمیت کی یادگاروں اور مقامات اور اشیا کی حفاظت۔
- 50- عدلیہ کی معاملہ سے علاحدگی۔
- 51- بین الاقوامی امن و سلامتی کا فروغ۔

8.3 ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کے معنی

(Meaning of Directive Principle of State Policy)

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کی تعریف جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول وہ ہدایات ہیں جو ملک کی مرکزی اور مملکت حکومت کو دی گئی ہیں، تاکہ قوانین اور پالیسیاں بناتے وقت ان کا حوالہ دیا جائے، اور ایک انصاف پسند معاشرے کو یقینی بنایا جائے۔ اصول حصہ IV میں مجسم ہیں اور دستور کے آرٹیکل 36 سے 51 میں درج ہیں۔ اس کو عدالت کے ذریعے نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم، ریاست کی حکمرانی میں ان کو اہم تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان اصولوں کا مقصد ایسا سماجی و اقتصادی ماحول پیدا کرنا ہے، جس سے شہریوں کو اچھی زندگی گزارنے میں مدد مل سکے۔ مزید برآں، ہدایتی اصول حکومت کی کارکردگی کا بھی اندازہ لگاتے ہیں، اس کے حاصل کردہ مقاصد سے متعلق ہیں۔

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول (Directive Principle of State Policy) ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول دستور کا آرٹیکل 36 سے 51 تک ذکر کیا گیا ہے۔ یہ آرٹیکل کے دستور سے لیے گئے ہیں۔ آئین لینڈ کو یہ ہسپانوی دستور سے ملتا تھا۔ ہدایتی اصول ایسے رہنما خطوط ہیں جن کی حکومت کو ملک کے لیے قوانین تیار کرتے وقت عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ فلاجی ریاست کے تصور کو قائم کرتے ہیں۔ حصہ چہارم کے آرٹیکل 37 میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ یہ اصول کسی بھی عدالت میں قابل نفاذ نہیں ہیں، لیکن یہ ملک کی حکمرانی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ قوانین بناتے وقت ان اصولوں کو ذہن میں رکھے۔ بنیادی حقوق کے برخلاف، ہندوستان کا دستور ہدایتی اصولوں کی درجہ بندی نہیں کرتا ہے۔ پھر بھی، بہتر تفہیم کے لیے، انہیں عام طور پر سوشلسٹ اصولوں، گاندھیائی اصولوں، اور لبرل۔ عقلی اصولوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

آرٹیکل 38 سے 39A، آرٹیکل 41 سے 43A، اور آرٹیکل 47 سوشلسٹ اصولوں پر مشتمل ہیں، اور یہ ایک جمہوری سوشلسٹ کی ترقی کا فریم ورک مرتب کرتے ہیں۔ آرٹیکل 40، 43B، 43، اور 46 سے 48 میں گاندھیائی اصول شامل ہیں، جو تحریک آزادی کے دوران مہاتما گاندھی کے نظریے کو فروغ دیتے ہیں۔ آرٹیکل 44، 45، اور 48 سے 51 تک لبرل ازم اور دانشوری کے نظریات کی طرف مائل ہیں۔ یکساں سول کوڈ بھی ان آرٹیکلز کے تحت آتا ہے۔ ہدایتی اصول کچھ حقوق کی ضمانت کو فروغ دیتے ہیں، جیسے مساوی کام کے لیے مساوی اجرت کا حق، اور مساوات اور انصاف کو بھی فروغ دیتے ہیں، لیکن یہ حقوق سے زیادہ ضابطے ہیں۔ انہیں ان لوگوں کے فرائض کے طور پر درجہ بندی کیا جاسکتا ہے جو ملک چلانے کے ذمہ دار ہیں۔

8.4 ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی خصوصیات

(Features of Directive Principle of State Policy)

1۔ جملہ ریاست کی پالیسی کے ہدایتی اصول ان نظریات کی نشاندہی کرتا ہے جن کو ریاست کو پالیسیاں بنانے اور قوانین بنانے کے دوران

ذہن میں رکھنا چاہیے۔ یہ قانون سازی، انتظامی اور انتظامی معاملات میں ریاست کو دستوری ہدایات یا سفارشات ہیں۔ آرٹیکل 36 کے مطابق حصہ IV میں 'ریاست' کی اصطلاح وہی معنی رکھتی ہے جو حصہ III میں بنیادی حقوق سے متعلق ہے۔ لہذا، اس میں مرکزی اور مملکت حکومتوں کے قانون ساز اور انتظامی اعضاء، تمام مقامی حکام اور ملک کے دیگر تمام عوامی حکام شامل ہیں۔ ہدایتی اصول انسٹرومنٹ آف انسٹرکشنز سے ملتے جلتے ہیں۔

2۔ یہ 1935 کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں شمار کیا گیا ہے۔ ہدایت، جو گورنر جنرل اور گورنر کو جاری کی گئی تھیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت برطانوی حکومت کے ذریعہ ہندوستان کی کالونیوں کے گورنر۔ جسے ہدایتی اصول کہا جاتا ہے وہ محض ہدایات کے آلے کا دوسرا نام ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مقننہ اور عاملہ کے لیے ہدایات ہیں۔

3۔ ہدایتی اصول ایک بہت ہی جامع اقتصادی عمل کو تشکیل دیتے ہیں، جسے جدید جمہوری مملکت کے لیے سماجی اور سیاسی پروگرام بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ ان کا مقصد انصاف، آزادی، مساوات اور بھائی چارے کے اعلیٰ نظریات کو حاصل کرنا ہے جیسا کہ دستور کے دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ ایک 'فلاحی ریاست' کے تصور کو مجسم کرتے ہیں نہ کہ 'پولیس ریاست' کے، جو نوآبادیاتی دور میں موجود تھی۔ مختصراً، یہ ملک میں معاشی اور سماجی جمہوریت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

4۔ ہدایتی اصول فطرت کے لحاظ سے غیر منصفانہ ہیں، یعنی ان کی خلاف ورزی کے لیے عدالتوں کے ذریعے ان کا نفاذ قانونی طور پر نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے حکومت (مرکزی، مملکت اور مقامی) کو ان پر عمل درآمد کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود دستور (آرٹیکل 37) میں خود کہتا ہے کہ یہ اصول ملک کی حکمرانی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ریاست کا فرض ہوگا کہ وہ قوانین بنانے میں ان اصولوں کا اطلاق کرے۔ یہ مملکت میں سماجی اور معاشی جمہوریت کو قائم کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

5۔ ہدایتی اصول، اگرچہ فطرت میں غیر منصفانہ ہیں، عدالتوں کو کسی قانون کی دستوری موزونیت کی جانچ اور تعین کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

6۔ یہ شہریوں کو حکومت کے ذریعہ نافذ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

8.5 ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی اہمیت

(Importance of Directive Principle of State Policy)

ہندوستانی شہری کے لیے ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کی اہمیت اس لیے ہوتی ہے کہ حکومت سماج کے مفاد میں کام کرے اور فلاحی مملکت قائم کرے۔ جیسا کہ آرٹیکل 37 خود ان اصولوں کو ملک کی حکمرانی میں بنیادی قرار دیتا ہے۔ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کا

مقصد معاشرے کے سماجی اور معاشی حالات کو بہتر بنانا ہے تاکہ لوگ اچھی زندگی گزار سکیں۔ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کا علم ایک شہری کو حکومت پر نظر رکھنے میں مدد کرتا ہے۔ ایک شہری ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کو حکومت کی کارکردگی کے پیمائش کے طور پر استعمال کر سکتا ہے جہاں اس کی کمی ہے۔ ایک شخص کو ان دفعات کا علم ہونا چاہیے کیونکہ بالآخر یہ اصول ان پر حکمرانی کرنے والے قانون کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک پیمانہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ یہ ریاست کی طاقت کو ایک سخت قانون بنانے کے لیے بھی محدود کرتا ہے۔ مختلف عدالتی فیصلوں کے ذریعے، اب یہ طے شدہ اصول ہے کہ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں اور بنیادی حقوق میں توازن رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ بنیادی حقوق کے تقدس کو برقرار رکھنا۔ ہدایتی اصول پر عمل نہ کرنے سے بنیادی حق براہ راست یا بالواسطہ متاثر ہوگا جسے دستور کے اہم ترین حصوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

8.6 بنیادی حقوق اور ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کے درمیان فرق

(Difference between Fundamental Rights and DPSP)

ان حقائق کے علاوہ کہ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں اور بنیادی حقوق دونوں مختلف چیزوں کے لیے کھڑے ہیں اور دستور کے مختلف حصوں اور آرٹیکلز کو تشکیل دیتے ہیں، جب ان کے مقاصد اور نفاذ کی بات آتی ہے تو وہ فطری طور پر مختلف ہوتے ہیں۔ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں اور بنیادی حقوق کے درمیان فرق درج ذیل ہیں:

- بنیادی حقوق ہندوستان کے شہریوں کے لیے دستیاب حقوق ہیں، لہذا اس لحاظ سے، وہ انفرادی نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ ملک کے شہری کے بنیادی حقوق ہیں اور اگر ان کی خلاف ورزی کی گئی تو کسی دوسرے فرد یا ریاست کے خلاف عدالت سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ ہدایتی اصول زیادہ سماجی نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کا وجود افراد کے بجائے ملک کی پوری آبادی کی فلاح و بہبود کی وجہ سے ہے۔ فطرت میں یہ اجتماعی ہیں۔
- بنیادی حقوق قانونی ہوتے ہیں جب کہ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول اخلاقی اور سیاسی ہوتے ہیں۔
- بنیادی حقوق امریکہ کے دستور سے اخذ کیے گئے ہیں جبکہ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول آئر لینڈ سے لیے گئے ہیں۔
- بنیادی حقوق سیاسی انصاف کو قائم کرتے ہیں جب کہ ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول سماجی اور معاشی انصاف قائم کرتے ہیں۔
- بنیادی حقوق کا دائرہ بنیادی طور پر محدود ہوتا ہے، کیونکہ شہریوں کو لا محدود حقوق دینے سے انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن ہدایتی اصولوں کا دائرہ لا محدود ہوتا ہے۔ انہیں بڑے پیمانے پر سمجھا جاسکتا ہے اور مزید اصولوں کو عروج دے سکتا ہے۔
- بنیادی حقوق منفی نوعیت کے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ وہ ریاست پر پابندیاں عائد کرتی ہیں۔ ریاست کو کچھ ایسے کام کرنے کی ضرورت ہے جو کسی فرد کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کا باعث بنیں۔ وہ ملک کی عدالت میں قانونی طور پر قابل عمل ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی حقوق اس نوعیت کے ہیں کہ ان کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے۔ ہدایتی اصول، دوسری طرف، خلاف ورزی کی خصوصیت نہیں رکھتے۔ وہ ان قوانین کی بنیاد کے طور پر موجود ہیں جو ملک کے لیے وضع کیے گئے ہیں

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملک کی عدالت میں قانونی طور پر نافذ نہیں ہو سکتے۔ یہ ہدایتی اصولوں کو فطرت میں مثبت بنانا ہے، یعنی ریاست کو ملک کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کام کرنے کی پابند ہے۔

• چونکہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، اس کے قوانین میں جمہوریت کے عناصر موجود ہیں۔ بنیادی حقوق اور ہدایتی اصول دونوں ہی جمہوریت کے نظریے کا پرچار کرتے ہیں، لیکن وہ جس طرح کی جمہوریت کا پرچار کرتے ہیں وہ مختلف ہے۔ بنیادی حقوق سیاسی جمہوریت کا پرچار کرتے ہیں، جبکہ ہدایتی اصول سماجی اور معاشی جمہوریت کی تشہیر کرتے ہیں۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ دونوں حصوں کے مقاصد مختلف ہیں۔ مزید برآں، بنیادی حقوق فرد کی فلاح و بہبود کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، جب کہ ہدایتی اصول سماجی اور معاشی بہبود کے لیے ہوتے ہیں۔

• ہدایتی اصولوں کے نفاذ کے لیے مناسب قانون سازی کی ضرورت ہے۔ صرف قانون سازی کے ذریعے ہی ہدایتی اصولوں کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ انہیں خود بخود اور اس زبان میں نافذ نہیں کیا جاسکتا جس زبان میں وہ دستور میں شامل ہیں۔ تاہم، بنیادی حقوق قابل نفاذ ہیں۔ ان پر عمل درآمد کے لیے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بنیادی حقوق پابندیوں سے خالی ہیں۔ ہدایتی اصولوں کی قانونی اور سیاسی پابندیاں ہوتی ہیں، لیکن بنیادی حقوق کی بھی قانونی پابندیاں ہوتی ہیں۔

• اگر کوئی قانون بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے تو عدالت اس قانون کو غیر دستوری اور ناجائز قرار دے سکتی ہے۔ لیکن عدالتوں کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی ہدایتی اصول کی خلاف ورزی کرنے والے کسی قانون کو غیر دستوری یا ناجائز قرار دے سکے۔ تاہم، عدالت کی طرف سے قانون کو برقرار رکھا جاسکتا ہے اگر یہ ہدایتی اصول پر اثر ڈالتا ہے۔

• دستور سازوں نے بنیادی حقوق کو فخر کا مقام دیا۔ وہ بنیادی حقوق ہی ہے جن کی ضمانت ہر شہری کے لیے ہے۔ ہدایتی اصولوں کو دستور میں مستقل جگہ دی گئی ہے کیونکہ وہ ملک میں ہونے والی قانون سازی کی سرگرمیوں کی بنیاد بناتے ہیں۔

• بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے نتیجے میں سزا ملتی ہے۔ یہ حقوق ریاست کے خلاف یا کسی فرد (افراد) کے خلاف نافذ کیے جاسکتے ہیں۔ ہدایتی اصولوں کی خلاف ورزی پر کوئی سزا نہیں ہے۔

• بنیادی حقوق کو ہنگامی حالت کے دوران معطل کیا جاسکتا ہے، سوائے زندگی کے بنیادی حق اور ذاتی آزادی کے، جسے ہنگامی حالت میں بھی معطل نہیں کیا جاسکتا۔ ہدایتی اصولوں کو کسی بھی حالت میں کبھی بھی معطل یا محدود نہیں کیا جاسکتا۔

• ہندوستان کا دستور ایسے وقت میں تیار کیا گیا تھا جب بہت سے ممالک کے اپنے دستور تھے۔ اس طرح ہمارے دستور کے بہت سے حصے دوسرے دستور سے لیے گئے ہیں۔ جبکہ ہدایتی اصول آئرش دستور سے لیے گئے ہیں، بنیادی حقوق ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دستور سے لیے گئے ہیں۔

8.7 ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی تنقید

(Criticism of Directive Principle of State Policy)

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں پر کچھ لوگوں نے تنقید کی ہے۔ دستور ساز اسمبلی کے ارکان کے ساتھ ساتھ دیگر دستوری اور سیاسی ماہرین درج ذیل بنیادوں پر تنقید کی ہے:

1. کوئی قانونی قوت نہیں۔

ہدایات کو بنیادی طور پر ان کے غیر منصفانہ کردار کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ جب کہ کے ٹی شاہ (K.T Shah) نے انہیں 'پاکیزہ ضرورتوں' سے تعبیر کیا اور ان کا موازنہ 'بینک پر ایک چیک' سے کیا، جو صرف اس صورت میں قابل ادائیگی ہے جب بینک کے پاس وسائل ہوں۔ ناصر الدین نے دلیل دی کہ یہ اصول 'نئے سال کی قراردادوں سے بہتر نہیں ہیں، جو ٹوٹے ہوئے ہیں۔ جنوری کے دوسرے دن'۔ یہاں تک کہ جیسا کہ ٹی کرشنا چاری نے ہدایات کو 'جذبات کا ایک حقیقی کوڑے دان' کے طور پر بیان کیا، کے سی وہیر نے انہیں 'اہداف کا منشور' قرار دیا۔ خواہشات 'اور رائے دی کہ وہ محض 'اخلاقی تعظیم' کے طور پر کام کرتے ہیں، اور سر آئیور جیننگز کا خیال تھا کہ وہ صرف 'پاک خواہشات' کے طور پر ہیں۔

2. غیر منطقی ترتیب

ناقدین کا خیال ہے کہ ہدایات کو ایک مستقل فلسفے کی بنیاد پر منطقی انداز میں ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔ این سری نواسن کے مطابق، 'ہدایتیں نہ تو مناسب طریقے سے درجہ بندی کی گئی ہیں اور نہ ہی منطقی طور پر ترتیب دی گئی ہیں۔ اعلامیہ انتہائی اہم معاشی اور سماجی سوالات کے ساتھ نسبتاً غیر اہم مسائل کو ملا دیتا ہے۔ یہ جدید کو پرانے کے ساتھ جوڑتا ہے اور عقل اور سائنس کے ذریعہ تجویز کردہ دفعات کو خالصتاً جذبات اور تعصب پر مبنی دفعات کے ساتھ جوڑتا ہے۔ سر آئیور جیننگز نے بھی نشانہ دہی کی کہ ان اصولوں کا کوئی مستقل فلسفہ نہیں ہے۔

3. قدامت پسند

سر آئیور جیننگز کے مطابق، ہدایات 19 ویں صدی کے انگلستان کے سیاسی فلسفے پر مبنی ہیں۔ اس نے تبصرہ کیا: 'سڈنی ویب اور بیٹریس ویب کے بھوت متن کے صفحات پر گھومتے ہیں۔ دستور کا حصہ چہارم سوشلزم کے بغیر فیسین سوشلزم کا اظہار کرتا ہے۔ انہوں نے رائے دی کہ ہدایتیں بیسویں صدی کے وسط میں ہندوستان میں موزوں سمجھی جاتی تھیں۔ اس سوال کا جواب نہیں دیا جاسکتا کہ کیا وہ اکیسویں صدی کے لیے موزوں ہیں؟ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ وہ مکمل طور پر آؤٹ موڈ ہو جائیں گے۔

4. دستوری تنازعہ

کے سنبھانم نے نشانہ ہی کی ہے کہ ہدایات دستوری تصادم کا باعث بنتی ہیں (a) مرکز اور ریاستوں کے درمیان، (b) صدر اور وزیراعظم کے درمیان، اور (c) گورنر اور چیف منسٹر کے درمیان۔ ان کے مطابق، مرکز ان اصولوں کے نفاذ کے سلسلے میں ریاستوں کو ہدایات دے سکتا ہے، اور عدم تعمیل کی صورت میں، مملکت حکومت کو درخواست کر سکتا ہے۔ اسی طرح، جب وزیراعظم کو کوئی بل ملتا ہے (جو ہدایتی اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے) اور پارلیمنٹ سے پاس ہوتا ہے تو صدر اس بل کو اس بنیاد پر مسترد کر سکتے ہیں۔

ملک کی حکمرانی کے لیے بنیادی ہیں اور اس لیے وزارت کو ان کو نظر انداز کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ مملکت سطح پر گورنر اور وزیراعلیٰ کے درمیان وہی دستوری تنازعہ ہو سکتا ہے۔

8.8 بنیادی حقوق سے باہر ہدایات (DPSP outside of Fundamental Rights)

حصہ IV میں شامل ہدایات کے علاوہ، دستور کے دیگر حصوں میں شامل کچھ دیگر ہدایات بھی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. خدمات کے لیے SCs اور STs کے دعوے: درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے اراکین کے دعووں پر غور کیا جائے گا۔

کی کارکردگی کو برقرار رکھنے کے ساتھ مستقل طور پر غور کرنا انتظامیہ، یونین یا ریاست کے امور کے سلسلے میں خدمات اور عہدوں پر تقرریوں کے لیے (آرٹیکل 335)۔

2. مادری زبان میں تعلیم: یہ ہر ریاست کی کوشش ہوگی اور ریاست کے اندر ہر مقامی اتھارٹی کو مناسب سہولیات فراہم کرنے کے لیے

تعلیم کے ابتدائی مرحلے میں لسانی گروہوں سے تعلق رکھنے والے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم کی بندوبست کی جائیگی (آرٹیکل A-3350۔ ہندی زبان کی ترقی: ہندی زبان کے پھیلاؤ کو فروغ دینا اور اسے ترقی دینا یونین کا فرض ہوگا۔ ہندوستان کی ثقافت مرکب کے تمام عناصر کے اظہار کے ذریعہ کے طور پر کام کرتا ہے۔ (آرٹیکل 351)۔

مندرجہ بالا ہدایات فطرت میں بھی غیر منصفانہ ہیں۔ جس کی وجہ سے اس بنیاد پر عدلیہ کی طرف سے بھی یکساں اہمیت اور توجہ دی گئی ہے کہ دستور کے تمام حصوں کو ایک ساتھ پڑھا جانا چاہیے۔

8.9 ہدایتی اصولوں کا نفاذ (Implementation of Directive Principle of State Policy)

1950 سے، مرکز اور ریاستوں میں ایک کہ بعد دیگر آنے والی حکومتوں نے متعدد قوانین بنائے اور ہدایتی اصولوں کو نافذ کرنے کے لیے مختلف پروگرام بنائے۔ ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

- منصوبہ بندی کمیشن 1950 میں ملک کی ترقی کو منصوبہ بند طریقے سے آگے بڑھانے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ ایک کہ بعد دیگرے پانچ سالہ منصوبوں کا مقصد سماجی و اقتصادی انصاف کو یقینی بنانا اور آمدنی، حیثیت اور مواقع کی عدم مساوات کو کم کرنا ہے۔ 2015 میں پلاننگ کمیشن کی جگہ نئی آیوگ (نیشنل انسٹی ٹیوشن فار ٹرانسفارمنگ انڈیا) کے نام سے ایک نئی باڈی تشکیل دی گئی۔
- تقریباً تمام ریاستوں نے زرعی معاشرے میں تبدیلیاں لانے اور دیہی عوام کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے زمینی اصلاحات کے قوانین پاس کیے ہیں۔ جن میں مختلف اقدامات میں شامل ہیں (a) مثالوں جیسے زمینداروں، جاگیرداروں، انعامداروں وغیرہ کا خاتمہ؛ (b) کرایہ داری کی اصلاحات جیسے میعاد کی حفاظت، مناسب کرایہ وغیرہ۔ (c) زمینوں پر چھتوں کا نفاذ؛ (d) بے زمین مزدوروں میں فاضل زمین کی تقسیم؛ اور (e) کوآپریٹو فارمنگ۔
- کم از کم اجرت کا ایکٹ (1948)، اجرت کی ادائیگی کا ایکٹ (1936)، بونس کی ادائیگی کا ایکٹ (1965)، کنٹرکٹ لیبر ریگولیشن اینڈ ایجوکیشن ایکٹ (1970)، چائلڈ لیبر پرمیسیشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ (1986)، بانڈڈ لیبر سسٹم ابالیشن ایکٹ (1976)، ٹریڈ یونینز ایکٹ (1926)، فیئریز ایکٹ (1948)، مانسز ایکٹ (1952)، انڈسٹریل ڈسپیوٹ ایکٹ (1947)، ورک میز کمپنسیشن ایکٹ (1923) وغیرہ۔ مزدور طبقوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ 2006 میں حکومت نے چائلڈ لیبر پر پابندی لگادی تھی۔ 2016 میں، چائلڈ لیبر پرمیسیشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ (1986) کا نام بدل کر چائلڈ اینڈ ایڈولسٹ لیبر پرمیسیشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ، 1986 رکھ دیا گیا۔
- میٹر نی بی نیٹ ایکٹ (1961) اور مساوی معاوضہ ایکٹ (1976) خواتین کارکنوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے بنائے گئے ہیں۔
- عام بھلائی کے فروغ کے لیے مالی وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے ہیں۔ ان میں زندگی کی قومیت شامل ہے۔ انشورنس (1956)، چودہ معروف کمرشل کی قومیاں بینکوں (1969)، جنرل انشورنس کی قومیاں (1971)، کا خاتمہ پرائیویٹس (1971) وغیرہ۔
- لیگل سروسز اتھارٹیز ایکٹ (1987) نے غریبوں کو مفت اور قابل قانونی امداد فراہم کرنے اور مساوی انصاف کو فروغ دینے کے لیے لوک عدالتوں کا اہتمام کرنے کے لیے ایک ملک گیر نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ لوک عدالت قانونی تنازعات کے مصالحانہ حل کے لیے ایک قانونی فورم ہے۔ اسے سول کورٹ کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ اس کے ایوارڈز قابل نفاذ ہیں، فریقین پر پابند ہیں اور حتمی ہیں کیونکہ ان کے خلاف کسی عدالت میں کوئی اپیل نہیں کیا جاسکتا ہے۔
- کھادی اور گاؤں کی صنعتوں کا بورڈ، کھادی اور گاؤں کی صنعتیں۔ دیہی علاقوں میں کاٹج انڈسٹریز کی ترقی کے لیے کمیشن، اسمال اسکیل انڈسٹریز بورڈ، نیشنل اسمال انڈسٹریز کارپوریشن، ہیڈ لوم بورڈ، دستکاری بورڈ، کور بورڈ، سلک بورڈ وغیرہ قائم کیے گئے ہیں۔

- کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرام (1952)، ہل ایریا ترقیاتی پروگرام (1960)، خشک سالی کا شکار علاقہ پروگرام (1973)، کم از کم ضروریات پروگرام (1974)، مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (1978)، جواہر روزگار یوجنا (1989)، سوورنخینتی گرام سواروز گریو جنا (1999)، سپورنا گرامینا روزگار یوجنا (2001)، نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے (2006) کا پروگرام وغیرہ شروع کیے گئے ہیں۔
- جنگلی حیات (تحفظ) ایکٹ، 1972 اور جنگلات (کنزرویشن) ایکٹ، 1980، جنگلی حیات اور جنگلات کے تحفظ کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ بالترتیب مزید، پانی اور فضائی ایکٹ نے اس کے لیے فراہم کیا ہے۔ مرکزی اور ریاستی آلودگی کنٹرول بورڈز کا قیام، جو ماحولیات کے تحفظ اور بہتری میں مصروف ہیں۔ قومی جنگلاتی پالیسی (1988) کا مقصد جنگلات کا تحفظ اور ترقی ہے۔
- بہتر زرعی آدانوں، بیجوں، کھادوں اور آبپاشی کی سہولیات فراہم کر کے زراعت کو جدید بنایا گیا ہے۔ مویشی پالنا کو جدید اور سائنسی خطوط پر منظم کرنے کے لیے بھی مختلف اقدامات کیے گئے ہیں۔
- تین درجے پنچایتی راج نظام (گاؤں، تعلقہ اور ضلع کی سطح پر) متعارف کرایا گیا ہے تاکہ گاندھی جی کے ہر گاؤں کو ایک جمہوریہ بنانے کے خواب کو حقیقت میں بدلایا جاسکے۔ ان پنچایتی راج اداروں کو دستوری حیثیت اور تحفظ فراہم کرنے کے لیے 73 ویں ترمیمی ایکٹ (1992) کو نافذ کیا گیا ہے۔
- تعلیمی اداروں، سرکاری خدمات اور نمائندہ اداروں میں ایس سی، ایس ٹی اور دیگر کمزور طبقات کے لیے نشستیں مخصوص ہیں۔ اچھوت (جرائم) ایکٹ، 1955، جسے 1976 میں تحفظ شہری حقوق ایکٹ کا نام دیا گیا اور درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل (مظالم کی روک تھام) ایکٹ، 1989، کو SCs اور STs اور سماجی نا انصافیوں سے بچانے کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ استیصال 1990 کے 65 ویں دستوری ترمیمی ایکٹ نے SCs اور STs کے مفادات کے تحفظ کے لیے قومی کمیشن برائے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کا قیام عمل میں لایا۔ 2003 کے 89 ویں دستوری ترمیمی ایکٹ نے اس مشترکہ کمیشن کو دو الگ الگ اداروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

8.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcome)

اس اکائی کے مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے سیکھا

- ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کے تعارف اور اس کے معنی کو جاننا۔
- اس کے علاوہ ہم نے مملکت پالیسی کے ہدایتی اصول کے خصوصیات کو سمجھا۔
- اس کی اہمیت اور ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کے درمیان فرق کی معلومات حاصل کی۔
- ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کے باہر بھی آئین میں موجود کچھ ہدایتی اصول کو سمجھا۔

8.11 کلیدی الفاظ (Key words)

- چیف جسٹس : سپریم کورٹ کا سب سے اعلیٰ جج
- سول کورٹ : غیر جرایم پر مبنی عدالت
- کریمینل کورٹ : صرف جرایم پر مبنی عدالت
- عدالتی نظر نشانی : اس کے تحت اعلیٰ عدالت عاملہ کے ذریعہ بنائے گئے قانون کی تجزیہ کرتا ہے،
- یکساں سول کوڈ : سبھی مذاہب کے لیے ایک ہی طرح کا سول کوڈ

8.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

8.12.1 - معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کو کس ملک سے لیا گیا ہے؟
 - (a) امریکہ کے دستور سے
 - (b) حکومت ہند ایکٹ 1919
 - (c) آئیر لینڈ کے دستور
 - (d) ان میں سے کوئی نہیں
2. ہندوستان کے سپریم کورٹ کا افتتاح کب ہوا؟
 - (a) 28 جنوری 1950
 - (b) 18 جنوری 1950
 - (c) 28 جنوری 1952
 - (d) 21 جنوری 1955
3. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کو آئین کے کس حصہ میں رکھا گیا ہے؟
 - (a) حصہ II
 - (b) حصہ III
 - (c) حصہ IV
 - (d) حصہ V
4. یکساں سول کوڈ آئین کے کس دفعات میں موجود ہے؟
 - (a) آرٹیکل 40
 - (b) آرٹیکل 41
 - (c) آرٹیکل 43
 - (d) آرٹیکل 44
5. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کس طرح کی جمہوریت قائم کرتے ہیں؟
 - (a) سیاسی
 - (b) سماجی
 - (c) معاشی
 - (d) یہ سبھی

8.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی تعریف بیان کیجئے۔

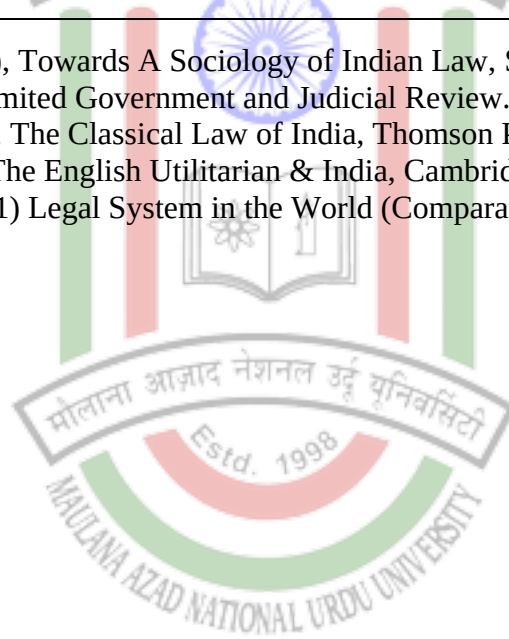
2. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔
3. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کا موازنہ کیجئے۔
4. دستور کے حصہ IV کے باہر کچھ اور ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول موجود ہیں بیان کیجئے۔
5. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کے نفاذ پر مختصر روشنی ڈالیے۔

8.12.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول اور بنیادی حقوق کے درمیان فرق کا جائزہ لیجئے۔
2. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کے تعارف اور اس معنی پر روشنی ڈالیے۔
3. ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

8.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Baxi, Upendra, (1986), Towards A Sociology of Indian Law, Satvahan, New Delhi
2. Basu, D.D. (1972), Limited Government and Judicial Review.
3. Lingat, Robert (1973), The Classical Law of India, Thomson Press, New Delhi.
4. Stokes, Eric, (1959), The English Utilitarian & India, Cambridge, London.
5. Dr. S.R. Myneni (2021) Legal System in the World (Comparative Law)



اکائی 9- جمہوریت میں مقننہ کا کردار

(Role of Legislature in Democracy)

اکائی کے اجزا

تعارف	9.0
مقاصد	9.1
پارلیمنٹ	9.2
پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی میعاد	9.3
پارلیمنٹ کے عہدے دار	9.4
پارلیمنٹ میں قانون سازی کے طریقہ کار	9.5
پارلیمانی مراعات	9.6
پارلیمنٹ کے اعمال و کردار	9.7
اکتسابی نتائج	9.8
کلیدی الفاظ	9.9
نمونہ امتحانی سوالات	9.10
معروضی سوالات کے حامل جوابات	9.10.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	9.10.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	9.10.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	9.11

9.0 تمہید (Introduction)

لفظ جمہوریت یونانی الفاظ "demos" اور "kratos" سے آیا ہے جس کا مطلب ہے بالترتیب لوگ اور طاقت۔ لہذا ہم جمہوریت کو "عوام کی حکومت کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جو عوام کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔" "عوامی کی حکومت، عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے" یہ وہ الفاظ ہیں جو ابراہم لنکن نے 1863 میں جمہوریت کی بات کرتے ہوئے استعمال کیے تھے۔ اس تعریف کی رو سے ایک جمہوری ملک میں عوام ہی سیاسی طاقت و اختیارات کے سرچشمہ ہیں۔ جمہوریت جو اس وقت پوری دنیا میں موجود ہے وہ بالواسطہ یا نمائندہ جمہوریت ہے۔ یہ ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں کسی ملک کے عوام اپنے نمائندوں کو بالغ رائے دہی کے ذریعے منتخب کرتے ہیں۔ قانون سازی کی اصطلاح لاطینی لفظ "Legis" سے آئی ہے جس کا مطلب ہے 'قانون' (Law)۔ وہ ادارہ جو عوام کی طرف سے قانون بناتا ہے اسے مقننہ (Legislature) کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، مقننہ حکومت کی قانون سازی کی شاخ ہے۔ واضح رہے کہ قانون ساز اداروں کی آمد سے قبل بادشاہوں کے ذریعے قانون نافذ کیا جاتا تھا۔

بنیادی طور پر، مقننہ کے دو ماڈل (Models) ہیں: پارلیمانی (Parliamentary) اور صدارتی (Presidential)۔ پارلیمانی ماڈل میں عاملہ (Executive) کا انتخاب مقننہ اپنے اراکین میں سے کرتی ہے۔ اس لیے عاملہ مقننہ کو جوابدہ ہوتی ہے۔ صدارتی نظام اختیارات کی علیحدگی کے نظریہ پر مبنی ہے اور اس لیے یہ کسی بھی شخص کو عاملہ اور مقننہ دونوں میں بیک وقت خدمات انجام دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح، مقننہ ایک ایوانی یا دو ایوانوں والی ہو سکتی ہے۔ ایک ایوانی نظام (Unicameral system) میں ایک ہی قانون ساز ایوان ہوتا ہے۔ دو ایوانی نظام (Bicameral system)، حکومت کا ایک ایسا نظام ہے جس میں مقننہ دو ایوانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ دو ایوانوں والی ہندوستانی مرکزی مقننہ دستور کی تخلیق ہے اور یہ ملک میں اعلیٰ ترین قانون ساز ادارہ ہے۔ جب ہم ہندوستان کی پارلیمنٹ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہندوستانی دستور کے مطابق مرکزی مقننہ یعنی کہ یونین میں پارلیمنٹ، صدر، لوک سبھا اور راجیہ سبھا پر مشتمل ہے۔ ریاستی حکومت کا ڈھانچہ مرکزی پارلیمنٹ سے ملتا جلتا ہے۔ ریاست کی مقننہ گورنر اور دو ایوانوں یعنی قانون ساز اسمبلی (Legislative Assembly) اور قانون ساز کونسل (Legislative Council) پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن زیادہ تر ریاستوں میں مقننہ صرف گورنر اور قانون ساز اسمبلی پر مشتمل ہوتی ہے۔ ریاستوں میں دو ایوانوں کا ہونا لازمی نہیں ہے۔

9.1 مقاصد (Objective)

اس اکائی میں ہندوستانی پارلیمنٹ کے ڈھانچے یا تشکیل، کردار اور افعال پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ:

- جمہوریت کے معنی سمجھیں گے۔

- ہندوستانی پارلیمنٹ کی تنظیم، کردار اور اعمال سے واقف ہوں گے۔
- قانون سازی کے طریقہ کار کو سمجھیں گے۔

9.2 پارلیمنٹ (Parliament)

ہندوستانی دستور نے پارلیمانی نظام حکومت کو اپنایا ہے اور جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ ہندوستان کا سپریم قانون ساز ادارہ ہے۔ ہندوستانی پارلیمنٹ صدر اور دو ایوانوں - راجیہ سبھا (ریاستوں کی کونسل یا ایوان بالا) اور لوک سبھا (ایوان زریں) پر مشتمل ہے۔ صدر کا عہدہ کبھی خالی نہیں رہتا۔ بھارتی پارلیمنٹ کا ایوان بالا راجیہ سبھا ایک مستقل ایوان ہے جبکہ لوک سبھا تحلیل کے تابع ہے۔

9.2.1 ہندوستان کے صدر (President of India)

ہندوستان کے صدر پارلیمنٹ کا ایک لازمی عنصر ہے، حالانکہ وہ پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا رکن نہیں ہے اور نہ ہی وہ پارلیمنٹ کے اجلاسوں میں شرکت کرتا ہے، سوائے اپنے افتتاحی خطاب کے مقصد کے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور شدہ بل صدر کی منظوری کے بغیر قانون نہیں بن سکتا۔ وہ پارلیمنٹ کی کارروائی سے متعلق کچھ اور کام بھی انجام دیتا ہے، مثال کے طور پر:

- وہ وقتاً فوقتاً پارلیمنٹ کے ہر ایک ایوان کا اجلاس، ایسے وقت اور ایسی جگہ پر جو وہ مناسب خیال کرے، طلب (O) کر سکتا ہے۔
- کسی بھی ایوان کو برخواست (Prorogue) کر سکتا ہے۔
- لوک سبھا کو تحلیل (Dissolve) کر سکتا ہے۔
- صدر کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کو خطاب کرنے کا حق حاصل ہے۔
- جب پارلیمنٹ اجلاس میں نہ ہو تو اس کو آرڈیننس (Ordinance) جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ صدر کے ذریعہ جاری کردہ آرڈیننس، پارلیمنٹ کے ذریعہ منظور کردہ قانون کی طرح حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم، وہ عارضی نوعیت کے ہوتے ہیں۔

9.2.2 راجیہ سبھا (Rajya Sabha)

راجیہ سبھا میں، دستور ہند کے مطابق، زیادہ سے زیادہ 250 ارکان ہوتے ہیں۔ جن میں سے 12 ارکان کو صدر، ادب، سائنس، آرٹ اور سماجی خدمت جیسے معاملات میں ان کے خصوصی علم یا عملی تجربے کی بنیاد پر نامزد کر سکتا ہے۔ باقی 238 نشستیں مختلف ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے نمائندوں کے لیے، تقریباً ان کی آبادی کے تناسب سے مختص کی گئی ہیں۔ تاہم، ہر ریاست کی نمائندگی، کم از کم ایک رکن کرتا ہے۔ اس وقت راجیہ سبھا میں کل نشستوں کی تعداد 245 ہے، جن میں صدر کے ذریعہ نامزد کردہ 12 ارکان شامل ہیں۔ راجیہ سبھا

کے ارکان کا انتخاب ریاستی قانون ساز اسمبلیوں کے منتخب ارکان کرتے ہیں۔ گویا راجیہ سبھا کے ارکان، عوام کے ذریعے براہ راست منتخب کردہ نمائندے نہیں ہوتے ہیں، بلکہ ان کا انتخاب ریاستوں میں عوام کے نمائندے متناسب نمائندگی کے نظام کے مطابق واحد قابل انتقال ووٹ کے ذریعے کرتے ہیں۔

9.2.2.1 راجیہ سبھا کے خصوصی اختیارات (Important Power of Rajya Sabha)

وزرا انفرادی طور پر اور مشترکہ طور پر لوک سبھا کو جوابدہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ راجیہ سبھا کو ان تمام امور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا پورا حق حاصل ہے جو خصوصی طور پر لوک سبھا کے دائرہ کار میں ہیں، لیکن اسے وزراء کی کونسل کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ مزید برآں، رقمی بل (Money Bill) کو صرف لوک سبھا میں ہی پیش کیا جاسکتا ہے جس کے لیے صدر کی سفارش بھی ضروری ہے۔ اس کے باوجود، دستور راجیہ سبھا کو کچھ خاص اختیارات دیتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ راجیہ سبھا ریاستوں کے واحد نمائندے کے طور پر کام کرتی ہے اور ریاستی حقوق کا تحفظ اسکے دائرہ کار میں آتا ہے۔ راجیہ سبھا کو دو خصوصی اختیارات حاصل ہیں جو کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

ہندوستان میں دستور کے ذریعہ مرکز اور ریاستوں کے مابین اختیارات کی تقسیم کی گئی ہے۔ کچھ امور پر ریاستوں کو قانون سازی کا اختیار حاصل ہے۔ ان امور کو ریاستی فہرست (State list) میں درج کیا گیا ہے۔ مگر، دفعہ 249 کے تحت، راجیہ سبھا کو یہ اعلان کرنے کا اختیار ہے کہ، قومی مفاد میں، پارلیمنٹ کو ریاستی فہرست میں درج کسی معاملے کے حوالے سے قانون بنانا چاہیے۔ اگر دو تہائی اکثریت سے، راجیہ سبھا اس سلسلے میں ایک قرارداد پاس کرتی ہے، تو پارلیمنٹ ایک سال کی میعاد کے لیے پورے ہندوستان یا کسی بھی حصے کے لیے قانون بنا سکتی ہے۔ مرکزی حکومت کو راجیہ سبھا کی منظوری کے بغیر ریاست کے معاملے میں کسی قانون کے بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

راجیہ سبھا کی دوسری خصوصی طاقت آل انڈیا سروسز (All-India Services) کے قیام کے حوالے سے ہے۔ اگر راجیہ سبھا، اپنے موجود اور حاضر ارکان کی دو تہائی اکثریت سے اس سلسلے میں ایک قرارداد پاس کرتی ہے، تو پارلیمنٹ کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ ایسے قوانین بنائے جو یونین اور ریاستوں کے لیے ایک یا ایک سے زیادہ آل انڈیا سروسز کے قیام فراہم کرے۔

اس طرح، یہ خصوصی دفعات راجیہ سبھا کو انگلستان کے ہاؤس آف لارڈز (House of Lords of United Kingdom) کی طرح محض ایک آرائشی دوسرا ایوان بننے کے بجائے ہندوستانی مقننہ کا ایک اہم جزو بناتی ہیں۔ دستور بنانے والوں نے اسے نہ صرف کسی جلد بازی میں ہونے والی قانون سازی کو روکنے کے لیے بنایا ہے بلکہ ایک اہم بااثر مشیر کا کردار بھی اسے عطا کیا ہے۔

9.2.3 لوک سبھا (Lok Sabha)

لوک سبھا پارلیمنٹ کا ایوان زیریں (Lower House) ہے جسے ایوان عوام (House of People) کہا جاتا ہے۔ لوک سبھا، عوام کے نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے جنہیں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست انتخابات کے ذریعے منتخب کیا جاتا ہے۔ ہر وہ شہری جس کی عمر 18 سال سے کم نہ ہو اور اسے دوسری صورت میں نااہل قرار نہ دیا گیا ہو، مثلاً عدم رہائش، دماغ کی کمزوری، جرم یا بد عنوانی یا غیر قانونی عمل کی وجہ سے، وہ ایسے انتخابات میں ووٹ دینے کا حقدار ہوگا۔

دستور کے ذریعہ ایوان کی زیادہ سے زیادہ ممبران کی تعداد 552 مختص کی گئی ہے، جملہ ریاستوں سے براہ راست منتخب ہو کر آنے والے زیادہ سے زیادہ 530 ارکان جبکہ مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لیے زیادہ سے زیادہ 20 ممبران کی تعیین کی گئی ہے۔ صدر انگوانڈین کمیونٹی سے زیادہ سے زیادہ دو اشخاص کو لوک سبھا کے ارکان نامزد کر سکتا ہے اگر اسکی رائے میں، اینگوانڈین کمیونٹی کو ایوان نمائندگان میں مناسب نمائندگی حاصل نہیں ہے۔

دستور (ایک سو چوتھی ترمیم) ایکٹ، 2019 کے نافذ ہونے کے بعد، نامزدگی کے ذریعہ ایوان نمائندگان میں اینگوانڈین کمیونٹی کی خصوصی نمائندگی کے انتظام میں مزید توسیع نہیں کی گئی ہے۔ دستور ہند میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے ممبران کا انتخاب اس طریقے سے کیا جائے جیسے پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ فراہم کرے۔ اسی اختیار کے تحت، پارلیمنٹ نے قانون بنایا ہے کہ تمام مرکزی زیر انتظام علاقوں کے نمائندوں کا انتخاب براہ راست انتخابات کے ذریعے کیا جائے گا۔

9.2.3.1 ریاستوں کو نشستوں کی تقسیم (Distribution of State Seats)

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ لوک سبھا کے ممبران عوام کے ذریعہ براہ راست منتخب ہو کر آتے ہیں۔ چنانچہ انتخابات کے انعقاد کے لیے ہندوستان کو مناسب علاقائی حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک ریاست کو اسکی آبادی کے تناسب سے لوک سبھا میں نشستیں عطا کی گئیں ہیں۔ اس سلسلے میں دو درج ذیل اعتبار سے یکسانیت برقرار رکھی گئی ہے:

- مختلف ریاستوں کے درمیان یکسانیت
- ایک ہی ریاست میں مختلف علاقائی حلقوں کے مابین یکسانیت

اس طرح :

(a)۔ ہر ریاست کو لوک سبھا میں نشستیں اس طرح مختص کی جائیں گی کہ اس تعداد اور ریاست کی آبادی کے درمیان تناسب، جہاں تک ممکن ہو، تمام ریاستوں کے لیے یکساں ہو۔

(b) ہر ریاست کو علاقائی حلقوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ہر حلقے کی آبادی اور اسے فراہم کی گئی نشستوں کی تعداد کے درمیان تناسب، جہاں تک ممکن ہو، پوری ریاست میں یکساں ہو۔

پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیے اہلیت۔

کوئی بھی شخص پارلیمنٹ کا ممبر اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ہندوستان کا شہری نہ ہو اور راجیہ سبھا کی نشست کی صورت میں کم سے کم تیس سال کی عمر کا اور لوک سبھا کی نشست کی صورت میں پچیس سال کی عمر کا نہ ہو۔ مزید برآں، اگر پارلیمنٹ قانون پاس کر کے اور بھی کوئی اضافی اہلیت تجویز کرتی ہے تو اس اہلیت سے بھی متصف ہونا ضروری ہے۔

کسی شخص کو پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا رکن منتخب کیے جانے اور ہونے کے لیے نااہل قرار دیا جائے گا:

(a) اگر وہ حکومت ہند یا کسی ریاست کی حکومت کے تحت منافع کا کوئی عہدہ رکھتا ہے۔ ہاں اگر پارلیمنٹ نے قانون کے ذریعہ کسی عہدہ کو مستثنیٰ کر دیا ہے تو ایسے عہدے پر فائز شخص کو نااہل نہیں قرار دیا جائے گا۔ (b) اگر وہ فائز العقل ہے اور کسی عدالت کے ذریعہ اس کا اعلان کیا گیا ہے؛ (c) اگر وہ غیر بری الذمہ دیوالیہ ہو (d) اگر وہ ہندوستان کا شہری نہیں ہے یا اس نے رضاکارانہ طور پر کسی غیر ملکی ریاست کی شہریت حاصل کی ہے، یا کسی غیر ملکی ریاست سے وفاداری یا اس کی پاسداری کے اعتراف کے تحت ہے؛ (e) اگر وہ پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کے تحت نااہل قرار دیا گیا ہے۔

9.3 پارلیمنٹ کے ایوانوں کی میعاد (Tenure of Parliament)

عام طور پر لوک سبھا کی میعاد پانچ سال کی ہوتی ہے۔ اس کی پہلی اجلاس کی تاریخ 5 سال کے آغاز کی نشاندہی کرتی ہے۔

تاہم لوک سبھا کو صدر کسی بھی وقت تحلیل کر سکتا ہے۔ صدر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ 5 سالہ میعاد ختم ہونے سے پہلے ہی ایسا کر سکتا ہے۔

اگر قومی ایمر جنسی کا کوئی معاملہ ہو تو پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ لوک سبھا کی میعاد کو ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ ایک سال تک بڑھا سکتی ہے۔ تاہم ایمر جنسی ختم ہونے کے بعد، یہ توسیع چھ ماہ سے زیادہ نہیں چل سکتی۔

راجیہ سبھا ایک مسلسل چیمبر ہے کیونکہ یہ ایک مستقل ادارہ ہے جسے تحلیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ایک تہائی ارکان ہر دو سال کے اختتام پر ریٹائر ہو جاتے ہیں اور خالی عہدوں کے لیے انتخابات ہوتے ہیں۔ راجیہ سبھا کے رکن کی میعاد چھ سال کی ہوتی ہے جب تک کہ وہ استعفیٰ نہ دے یا نااہل نہ قرار دے دیا جائے۔

9.4 پارلیمنٹ کے عہدے دار (Posts Holders of Parliament)

پارلیمنٹ کے ہر ایوان میں اپنے پریزائیڈنگ افسران ہوتے ہیں۔ لوک سبھا میں ایک اسپیکر اس کے پرنسپل پریزائیڈنگ آفیسر کے طور پر ہوتا ہے اور اس کی مدد کے لیے ایک ڈپٹی اسپیکر ہوتا ہے جو اس کی غیر موجودگی میں پریزائیڈنگ افسر کے طور پر کام کرتا ہے۔ راجیہ سبھا کی صدارت چیئر پرسن کرتا ہے، اس کی مدد ایک ڈپٹی چیئر پرسن کرتا ہے۔ مؤخر الذکر اس کی غیر موجودگی کی صورت میں سابق کے تمام فرائض اور افعال انجام دیتا ہے۔

9.4.1 اسپیکر (Speaker)

لوک سبھا کے اسپیکر کا عہدہ کم و بیش برطانوی ہاؤس آف کامنز (House of Commons) کے اسپیکر سے ملتا جلتا ہے۔ اسپیکر کا عہدہ اعلیٰ وقار اور اختیار کی علامت ہے۔ ایک بار اس عہدے کے لیے منتخب ہونے کے بعد، اسپیکر اپنی پارٹی سے وابستگی ختم کر دیتا ہے اور غیر جانبداری سے کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ اراکین کے حقوق اور مراعات کے محافظ کے طور پر کام کرتا ہے۔ لوک سبھا کے کام کو منظم اور موثر طریقے سے چلانے کو یقینی بنانے کے لیے اسپیکر کو متعدد اختیارات سے نوازا جاتا ہے۔ وہ ایوان کی کارروائی چلاتا ہے، ایوان میں ترتیب اور سجاوٹ کو برقرار رکھتا ہے اور پوائنٹس آف آرڈر (Points of order) کا فیصلہ کرتا ہے، ایوان کے قوانین کی تشریح کرتا ہے اور ان کا اطلاق کرتا ہے۔ ایسے تمام معاملات میں اسپیکر کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ اسپیکر تصدیق کرتا ہے کہ بل رقمی یا منی بل (Money bill) ہے یا نہیں اور اس سلسلے میں اس کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ اسپیکر اس بات کی توثیق کرتا ہے کہ ایوان نے بل کو دوسرے ایوان یا صدر جمہوریہ ہند کی منظوری کے لیے پیش کرنے سے پہلے ہی منظور کر لیا ہے۔ وہ سوالات، تحریکات اور قراردادوں کے قابل قبول ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اسپیکر ایوان میں پہلی بار ووٹ نہیں دیتا ہے، لیکن ثانی ہونے کی صورت میں ووٹ کاسٹ کر سکتا ہے۔ اسپیکر ایوان کی تمام کمیٹیوں کے چیئر پرسن کا تقرر کرتا ہے اور ایوان کے سیکریٹریٹ کے عملے پر کنٹرول کرتا ہے۔

اسپیکر کے طرز عمل پر ایوان میں بحث نہیں ہو سکتی سوائے ایک ٹھوس تحریک کے۔ اس کی تنخواہ اور الاؤنس ہندوستان کے کنسولیدیٹڈ فنڈ سے وصول کیے جاتے ہیں تاکہ اسکے عہدے کا خود مختار کردار برقرار رہے۔ اسپیکر کے عہدے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ ایوان تحلیل ہونے پر بھی اسپیکر اپنا دفتر خالی نہیں کرتا۔ وہ اس وقت تک اپنے عہدے پر برقرار رہتا ہے جب تک کہ نیا ایوان کسی دوسرے اسپیکر کا انتخاب نہیں کر لیتا۔ اسپیکر کی غیر موجودگی میں ڈپٹی اسپیکر ایوان کی صدارت کرتا ہے۔

9.4.2 راجیہ سبھا کے میجر مجلس (Chairman of Rajya Sabha)

ہندوستان کا نائب صدر (Vice President) اپنے عہدہ کے اعتبار سے راجیہ سبھا میں میر مجلس (Chairman) کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ لیکن جب وہ صدر (President) کے کاموں کو انجام دیتا ہے تو ایسی صورت میں وہ راجیہ سبھا کے پریزائیڈنگ افسر (Presiding Officer) کے طور پر فرائض انجام نہیں دیتا ہے۔ نائب صدر کا انتخاب پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اراکین مشترکہ اجلاس میں متناسب نمائندگی کے نظام کے مطابق واحد منتقلی ووٹ کے ذریعے کرتے ہیں اور ایسے انتخابات میں ووٹنگ خفیہ رائے شماری کے ذریعے ہوتی ہے۔ نائب صدر پارلیمنٹ کے کسی ایوان کا رکن نہیں ہوتا ہے۔ وہ اس تاریخ سے پانچ سال کی میعاد کے لیے عہدہ رکھتا ہے جس دن وہ اپنے عہدے کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے یا جب تک کہ وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ نہیں دے دیتا ہے۔ اس کو مقررہ میعاد سے پہلے میر مجلس کے عہدہ سے بھی ہٹایا جاسکتا ہے جب وہ نائب صدر کے عہدہ سے ہٹا دیا جائے۔ راجیہ سبھا کے چیئرمین کے کام اور فرائض وہی ہیں جو لوک سبھا میں اسپیکر (Speaker) کے ہوتے ہیں۔

9.5 پارلیمنٹ میں قانون سازی کا طریقہ کار (Method of Legislative Making in Parliament)

قانون سازی مقننہ کا بنیادی کام ہے۔ چونکہ جدید معاشرہ فطری طور پر بہت پیچیدہ ہے اس لئے قانون سازی بھی ایک پیچیدہ عمل بن جاتا ہے۔ ابتدائی طور پر تجویز کردہ قانون کا مسودہ، بل (Bill) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بلوں کو سرکاری بلوں کے طور پر جانا جاتا ہے اگر وہ وزیروں کے ذریعے پیش کیے جاتے ہیں۔ پرائیویٹ ممبر کے بل غیر وزراء کے ذریعے تجویز کیے جاتے ہیں۔ سرکاری بلوں اور پرائیویٹ ممبر کے بلوں کی مزید درجہ بندی کی جاسکتی ہے:

عام بل: وہ مالی معاملات کے علاوہ ہر معاملے سے متعلق ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں رقتی بل (Money Bill) اور مالیاتی بل (Financial Bill) کے علاوہ تمام بل عام بل (Ordinary Bills) ہوتے ہیں

رقتی بل: رقتی بل (Money Bills) مالی معاملات جیسے ٹیکس، محصول، بجٹ، عوامی اخراجات مجتمہ فنڈ (Consolidated fund of India) سے متعلق معاملات وغیرہ سے ہوتے ہیں (دفعہ 110)

مالیاتی بل: یہ بل مالیاتی معاملات پر مشتمل ہوتے ہیں لیکن رقتی بل سے الگ ہوتے ہیں۔ (دفعہ 117 [1] اور 117 [3])

دستوری ترمیمی بل: یہ بل دستور میں ترمیم کی دفعات سے متعلق ہوتے ہیں۔ (دفعہ 368)۔

ان تمام بلوں کو آخر کار قوانین کے طور پر نافذ کرنے کے لیے مخصوص طریقہ کار سے گزرنا پڑتا ہے۔

9.5.1 عام بل (Ordinary Bills)

ایک عام بل کی منظوری کے مراحل درج ذیل ہیں:

پہلی ریڈنگ (First Reading)

ایک عام بل قانون سازی کے لئے کسی بھی ایوان میں وزیر یا کسی رکن پارلیمنٹ کے ذریعہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایک ممبر کی طرف سے بل پیش کیا جا رہا ہے، تو اسے بل کو متعارف کرانے کے پیچھے اپنا ارادہ بتانا ہوگا اور اسے پیش کرنے کے لیے ایوان کی رخصت طلب کرنا ہوگی۔ ہاں اگر بل کی اشاعت پہلے ہی سرکاری گزٹ (Official gazette) میں ہو چکی ہے تو پھر بل پیش کرنے کے لئے ایوان کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اس مرحلہ میں بل پر کوئی بحث نہیں ہوتی ہے۔ صرف بل پیش کرنے والا بل کے عنوان اور اس کے مقاصد پڑھ کر اسے متعارف کراتا ہے۔ بعد ازاں، یہ بل گزٹ آف انڈیا (Gazette of India) میں شائع کیا جاتا ہے اگر پہلے ایسا نہ ہوا ہو۔ بل کا تعارف اور گزٹ میں اس کی اشاعت، بل کی پہلی ریڈنگ (First reading) مانی جاتی ہے۔

دوسری ریڈنگ (Second Reading)

بل کے تعارف کے بعد بل پیش کرنے والا ممبر درج ذیل میں سے ایک تجویز کی پیش کش کرتا ہے:

- (a) بل پر فوری طور پر غور کیا جاسکتا ہے یا بل پر غور کرنے کی تاریخ کا فیصلہ کیا جانا چاہیے۔
- (b) بل کو ایوان کی سلیکٹ کمیٹی (Select Committee) کے پاس بھیج دیا جاسکتا ہے۔
- (c) بل کو دوسرے ایوان کی منظوری سے ایوان کی مشترکہ کمیٹی (Joint Committee) کے پاس بھیج دیا جاسکتا ہے۔
- (d) رائے عامہ کو اجاگر کرنے کے لیے اسے نشر کیا جاسکتا ہے۔

کمیٹی کا مرحلہ (Committee Stage)

کمیٹی کے مرحلے میں، بل پر سلیکٹ کمیٹی کے ذریعے اچھی طرح سے غور کیا جاتا ہے، وہ بل کی ہر شق کا تفصیل سے جائزہ لیتی ہے۔ کمیٹی بل میں ترمیم کر سکتی ہے لیکن بل میں موجود اصل دفعات کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ کمیٹی، بل پر مکمل غور و خوض کرنے کے بعد آخر کار اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کرتی ہے۔

غور کرنے کا مرحلہ (Consideration Stage)

ایوان سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ حاصل کرنے کے بعد بل پر مزید غور و خوض کرتا ہے۔ اس کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور بل کی ہر شق پر الگ الگ بحث کی جاتی ہے اور اس پر ووٹ دیا جاتا ہے۔

تیسری ریڈنگ (Third Reading)

تیسری ریڈنگ پر، بل کی پیش رفت تیز ہوتی ہے کیونکہ عام طور پر صرف زبانی یا خلاصہ تراسی ترمیم کی جاتی ہیں اور بحث بہت مختصر ہوتی ہے۔ ایک بار جب تمام ترمیم ختم ہو جاتی ہیں، بل آخر اس ایوان میں منظور ہو جاتا ہے جہاں اسے شروع میں پیش کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اسے غور کے لیے دوسرے ایوان میں منتقل کیا جاتا ہے۔

جب بل دوسرے ایوان میں ارسال کیا جاتا ہے، تو اسے ابتدائی ایوان کی طرح تمام مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایوان کے سامنے تین اختیارات ہیں (1) یہ بل آخر میں منظور کر سکتا ہے جیسا کہ اصل ایوان کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ (2) یہ بل کو یکسر مسترد کر سکتا ہے جس سے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس لازم آئیگا یا اس میں ترمیم کر کے اصل ایوان میں واپس کر سکتا ہے۔ (3) بل پر کوئی کارروائی نہیں کرتا ہے اور اگر بل کی وصولی کی تاریخ کے بعد چھ ماہ سے زیادہ وقت گزر جائے تو اس کا مطلب مسترد ہونا ہے۔ اب اصل ایوان ان ترمیم کی روشنی میں واپس کیے گئے بل پر غور کرتا ہے۔ اگر وہ ان ترمیم کو قبول کر لیتا ہے، تو یہ دوسرے ایوان کو اس سلسلے میں پیغام بھیجتا ہے۔ اگر یہ ان ترمیم کو قبول نہیں کرتا ہے، تو بل اس اثر کے پیغام کے ساتھ دوسرے ایوان کو واپس کر دیا جاتا ہے۔ دونوں ایوانوں میں اتفاق نہ ہونے کی صورت میں صدر دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کرتا ہے۔ تنازعہ شق کو آخر کار، حاضر اراکین پارلیمنٹ کے ووٹوں کی سادہ اکثریت سے منظور یا مسترد کر دیا جاتا ہے۔

ایک بل جو بالآخر دونوں ایوانوں سے منظور ہو جاتا ہے، اسپیکر کے دستخط کے ساتھ، منظوری کے لیے صدر کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ عام طور پر آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ اگر صدر منظوری دے دیتا ہے تو یہ بل، قانون (Act) بن جاتا ہے اور اسے قانون کی کتاب میں رکھا جاتا ہے۔ اگر صدر منظور نہیں کرتا ہے، تو بل کا خاتمہ ہو جائے گا۔

صدر ایوانوں کی نظر ثانی کے لیے بل کو ایک پیغام کے ساتھ واپس بھی کر سکتا ہے جس میں ان سے اس پر دوبارہ غور کرنے کی درخواست کی جاتی ہے۔ تاہم، اگر دونوں ایوان ترمیم کے ساتھ یا اس کے بغیر بل کو دوبارہ منظور کرتے ہیں اور بل دوسری بار صدر کی منظوری کے لیے پیش کیا جاتا ہے، تو صدر کو اس کی منظوری روکنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اس طرح، قانون سازی ایک طویل، بوجھل اور وقت طلب عمل ہے۔ مختصر وقت میں بل پاس کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بل کا صحیح مسودہ تیار کرنے سے وقت کی بچت ہوتی ہے اور حزب مخالف (Opposition) کی حمایت کا ہنرمندانہ مطالبہ کام کو آسان بنادیتا ہے۔

9.5.2 رقمی بل (Money Bill)

مالیاتی بل کسی بھی بل کو کہا جاسکتا ہے جس کا تعلق آمدنی اور اخراجات سے ہو۔ لیکن مالیاتی بل رقمی بل (Money bill) نہیں ہے۔ آر ٹیکل 110 میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی بل منی بل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی، لوک سبھا کے اسپیکر سے تصدیق نہ ہو۔ راجیہ سبھا میں منی بل

پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لوک سبھا سے منی بل پاس ہونے کے بعد اسے راجیہ سبھا میں منتقل کیا جاتا ہے۔ راجیہ سبھا منی بل کو مسترد نہیں کر سکتی۔ اسے بل کی وصولی کی تاریخ سے چودہ دنوں کے اندر بل لوک سبھا کو واپس کرنا ہوتا ہے۔ البتہ راجیہ سبھا بل میں، ترمیم تجویز کر سکتی ہے۔ اب یہ لوک سبھا کو اختیار ہے کہ اگر لوک سبھا ان میں سے کسی بھی سفارش کو قبول کر لیتی ہے، تو سمجھا جاتا ہے کہ منی بل دونوں ایوانوں سے منظور ہو چکا ہے، یہاں تک کہ اگر لوک سبھا کسی بھی سفارش کو قبول نہیں کرتی ہے، تب بھی، منی بل کو بغیر کسی ترمیم کے دونوں ایوانوں سے منظور کیا گیا سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی منی بل لوک سبھا کے ذریعہ منظور کیا گیا اور اسے راجیہ سبھا کو منتقل کیا جاتا ہے اور اسے چودہ دنوں کے اندر واپس نہیں کیا جاتا ہے، تو اسے اصل شکل میں مذکورہ میعاد کے ختم ہونے پر دونوں ایوانوں سے منظور کیا گیا سمجھا جاتا ہے۔

9.6 پارلیمانی مراعات (Parliamentary Immunities)

ہندوستان میں پارلیمنٹ کے مراعات کی دو قسمیں ہیں:

انفرادی مراعات۔ وہ مراعات جو پارلیمنٹ کے اراکین کو انفرادی طور پر حاصل ہوتی ہیں۔

اجتماعی مراعات۔ وہ مراعات جن سے ہندوستانی پارلیمنٹ پوری طرح لطف اندوز ہوتی ہے۔

9.6.1 انفرادی مراعات (Individual Immunity)

انفرادی طور پر حاصل ہونے والے مراعات میں درج ذیل مراعات شامل ہیں:

(a) گرفتاری سے آزادی۔ پارلیمنٹ کے کسی رکن کو پارلیمنٹ کے اجلاس (session) کے دوران گرفتار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح پارلیمانی اجلاس کے آغاز ہونے سے 40 دن پہلے اور اجلاس کے اختتام کے 40 دن بعد تک اراکین کو گرفتاری سے آزادی حاصل ہے۔ گرفتاری سے آزادی صرف دیوانی مقدمات (Civil cases) میں حاصل ہے نہ کہ فوج داری مقدمات (Criminal cases) یا احتیاطی حراست کے مقدمات (Preventive detention cases) میں۔

(b) پارلیمنٹ میں تقریر کی آزادی۔ پارلیمنٹ کے ارکان کو پارلیمنٹ میں یا پارلیمانی کمیٹیوں میں تقریر کی آزادی (Freedom of speech) حاصل ہے۔ پارلیمنٹ یا اس کی کسی کمیٹی میں کہی ہوئی بات یا ان کے ذریعہ دئے ہوئے ووٹ کے لئے کسی بھی عدالت میں کسی بھی طرح کی کارروائی سے انہیں نجات حاصل ہے بشرطیکہ ان کا یہ عمل پارلیمانی طریقہ کار سے متعلق قوانین وہ ضوابط کے ہم آہنگ ہو۔

(c) وہ جیوری سروس سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ ثبوت دینے سے انکار کر سکتے ہیں اور عدالت میں زیر التوا کیس میں بطور گواہ پیش ہونے سے انکار کر سکتے ہیں جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا ہو۔

9.6.2 اجتماعی مراعات (Collective Immunity)

اجتماعی طور پر پارلیمنٹ کے ہر ایوان سے تعلق رکھنے والے مراعات یہ ہیں:

(a) اسے اپنی رپورٹوں، مباحث اور کارروائیوں کو شائع کرنے کا حق حاصل ہے دوسروں کو ان کی اشاعت سے منع کرنے کا بھی حق ہے۔ 1978 کے 44 ویں ترمیمی ایکٹ نے ایوان کی پیشگی اجازت کے بغیر پارلیمانی کارروائی کی سچی رپورٹ شائع کرنے کی پریس کی آزادی کو بحال کر دیا ہے۔ لیکن پارلیمنٹ کے خفیہ اجلاس میں اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(b) پارلیمنٹ کا ہر ایوان، اجنبیوں کو اپنے دائرہ کار سے دور رکھ سکتا ہے اور کچھ اہم معاملات کے سلسلے میں خفیہ اجلاس بھی منعقد کر سکتا ہے۔

(c) یہ اپنے اعمال کی انجام دہی اور اسکے طریقہ کار کو منظم کرنے کے لئے اصول بنا سکتا ہے۔

(d) ہر ایوان اپنے اراکین کے ساتھ ساتھ باہر کے لوگوں کو بھی پارلیمانی استحقاق کی خلاف ورزی یا اس کی توہین کی سزا دے سکتا ہے۔

(e) کسی بھی رکن پارلیمنٹ کی گرفتاری، حراست، مجرم قرار دئے جانے یا رہائی کی جان کاری حاصل کر سکتا ہے۔

(f) عدالتوں کو ایوان یا اس کی کمیٹیوں کی کارروائی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے کی ممانعت ہے۔

9.7 پارلیمنٹ کے افعال و کردار (Powers and Functions of Parliament)

قانون سازی کے کام

پارلیمنٹ کو مرکزی فہرست (Union List) اور متوازی فہرست (Concurrent List) میں مذکور تمام امور پر قانون سازی کا اختیار حاصل ہے۔ متوازی فہرست کے معاملے میں، جہاں ریاستی مقننہ اور پارلیمنٹ کا مشترکہ دائرہ اختیار ہے، یونین کا قانون تناقض کی صورت میں، ریاستوں پر غالب رہے گا جب تک کہ ریاستی قانون کو پہلے صدارتی منظوری نہ مل جائے۔ تاہم، پارلیمنٹ کسی بھی وقت، ریاستی مقننہ کے ذریعہ بنائے گئے قانون کو شامل کرنے، ترمیم کرنے، تبدیل کرنے یا منسوخ کرنے والا قانون بنا سکتی ہے۔ ریاستی فہرست میں درج امور پر قانون سازی کا اختیار ریاستی مجالس قانون ساز (Legislative assemblies) کو دیا گیا ہے۔ تاہم پارلیمنٹ

ریاستی فہرست میں موجود اشیاء پر بھی مندرجہ ذیل حالات قانون پاس کر سکتی:

(a) اگر ایمر جنسی نافذ ہو یا کوئی ریاست دفعہ 356 کے تحت ریاستی حکومت کی برخواستگی کے بعد صدارتی حکومت کے ماتحت ہو تو پارلیمنٹ ریاستی فہرست میں شامل اشیاء پر قانون بنا سکتی ہے۔

(b) دفعہ 249 کے مطابق پارلیمنٹ ریاستی فہرست میں شامل امور پر قانون بنا سکتی ہے اگر راجیہ سبھا، ایوان میں موجود، اپنے اراکین کی دو تہائی اکثریت کی ووٹنگ سے ایک قرارداد پاس کرتی ہے کہ قومی مفاد میں پارلیمنٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ریاست میں درج کسی امر پر قانون بنائے۔

(c) دفعہ 253 کے مطابق غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ بین الاقوامی معاہدوں کے نفاذ کے لیے ضروری ہونے پر پارلیمنٹ ریاستی فہرست میں شامل اشیاء پر قانون پاس کر سکتی ہے۔

(d) دفعہ 252 کے مطابق، اگر دو یا دو سے زیادہ ریاستیں ایک قرارداد پاس کرتی ہیں کہ ریاستی فہرست میں درج کسی بھی شے پر پارلیمانی قانون کا ہونا ضروری ہے، تو پارلیمنٹ ان ریاستوں کے لیے قانون بنا سکتی ہے۔

مزید برآں، جو امور مندرجہ بالا تینوں فہرستوں میں سے کسی بھی فہرست میں درج نہ ہوں، ان کے سلسلے میں قانون سازی کا اختیار صرف پارلیمنٹ کو ہے۔

علامہ اختیارات (Executive Powers)

پارلیمانی نظام حکومت میں عاملہ مقننہ کو جوابدہ ہوتی ہے۔ لہذا، پارلیمنٹ کئی اقدامات کے ذریعے عاملہ (Executive) پر کنٹرول کا استعمال کرتی ہے، جن میں سے چند اہم کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

تحریک عدم اعتماد (No-Confidence Motion): دستور کے دفعہ 75 کے تحت مجلس وزرا (Council of Ministers) اجتماعی طور پر اپنے کام کے لئے لوک سبھا کو جوابدہ ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تبھی تک مجلس وزراء اپنی وزارت کے عہدے پر فائز رہتی ہے جب تک اسے لوک سبھا کے ممبران کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، لوک سبھا عدم اعتماد کی تحریک کو منظور کر کے کابینہ (ایگزیکٹو) کو اقتدار سے ہٹا سکتی ہے۔ یہ کابینہ کی طرف سے لائے گئے بجٹ کی تجویز یا کسی دوسرے بل کو مسترد کر سکتی ہے۔ حکومت کو عہدے سے ہٹانے کے لیے تحریک عدم اعتماد منظور کی جاتی ہے۔

ارکان پارلیمنٹ (ممبران پارلیمنٹ) وزراء سے ان کی کمی و زیادتی پر سوالات پوچھ سکتے ہیں۔ ان کے ذریعہ حکومت کی کسی کوتاہی کو پارلیمنٹ میں بے نقاب کیا جاسکتا ہے۔

تحریک التواء (Adjournment Motion)، صرف لوک سبھا میں اجازت دی گئی، تحریک التواء کا بنیادی مقصد فوری مفاد عامہ (Urgent Matter of Public importance) کے کسی حالیہ خاص مسئلے کی طرف پارلیمنٹ کی توجہ مبذول کرانا ہے۔ پارلیمنٹ میں اسے ایک غیر معمولی ٹول یا آلہ کار سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے ایوان کا عام کاروبار متاثر ہوتا ہے۔ یعنی کہ اس تحریک کی منظوری کی صورت میں ایوان کی معمول کی کارروائی ملتوی ہوتی ہے

مذمتی تحرری (Censure Motion): حکومت کی کسی بھی پالیسی کو سختی سے نامنظور کرنے کے لیے ایوان میں اپوزیشن پارٹی کے اراکین کی طرف سے تحریک مذمت پیش کی جاتی ہے۔ اسے صرف لوک سبھا میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ مذمتی تحریک منظور ہونے کے فوراً بعد حکومت کو ایوان کا اعتماد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ تحریک عدم اعتماد کے برعکس، مذمتی تحریک منظور ہونے پر وزراء کو نسل کو استعفیٰ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

کٹ موشن (Cut motion): حکومت کی طرف سے لائے گئے مالیاتی بل میں کسی بھی مطالبے کی مخالفت کے لیے کٹ موشن کا استعمال کیا جاتا ہے۔

مالیاتی اعمال (Financial Powers)

جب مالی معاملات کی بات آتی ہے تو اس سلسلے میں پارلیمنٹ کو غیر معمولی اختیار دیا گیا ہے۔ حکومت یا معاملہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر ایک پائی بھی خرچ نہیں کر سکتی۔ حکومت کے ذریعہ تیار کردہ مرکزی بجٹ پارلیمنٹ کی منظوری کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ ٹیکس لگانے کی تمام تجاویز بھی پارلیمنٹ سے منظور ہونی چاہئیں۔

پارلیمنٹ کی دو کمیٹیاں (پبلک اکاؤنٹس کمیٹی اور تخمینہ کمیٹی) ہیں جو اس بات پر نظر رکھتی ہیں کہ ایگزیکٹو مقننہ کی طرف سے دی گئی رقم کو کس طرح خرچ کرتا ہے۔

دستوری ترمیم کے اختیارات (Powers of Constitutional Amendment)

پارلیمنٹ کے پاس دستور ہند میں ترمیم کرنے کا اختیار ہے۔ جہاں تک دستور میں ترمیم کا تعلق ہے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو یکساں اختیارات بھی حاصل ہیں۔ ترمیم کو موثر بنانے کے لیے لوک سبھا اور راجیہ سبھا دونوں میں منظور کرنا ہوگا۔

عدالتی افعال (Judicial Functions)

ایوان کے ارکان کی جانب سے استحقاق کی خلاف ورزی کی صورت میں، پارلیمنٹ کے پاس انہیں سزا دینے کے لیے تعزیری اختیارات حاصل ہیں۔ استحقاق کی خلاف ورزی اس وقت ہوتی ہے جب ممبران پارلیمنٹ کی طرف سے حاصل کردہ مراعات میں سے کسی کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ایک رکن کی طرف سے استحقاق کی تحریک (Privilege Motion) اس وقت پیش کی جاتی ہے جب اسے لگتا ہے کہ کسی وزیر یا کسی رکن نے کسی کیس کے حقائق کو چھپا کر یا غلط یا مسخ شدہ حقائق دے کر ایوان یا اس کے ایک یا زیادہ اراکین کے استحقاق کی خلاف ورزی کی ہے۔ پارلیمنٹ کا اپنے ارکان کو سزا دینے کا اختیار بھی عام طور پر عدالتی نظر ثانی سے مشروط نہیں ہوتا۔

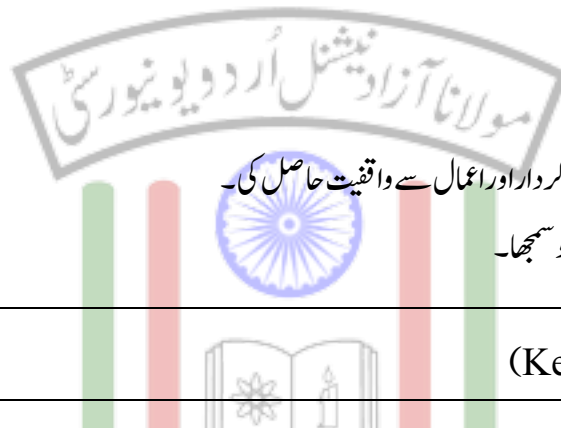
پارلیمنٹ کے دیگر عدالتی کاموں میں صدر، نائب صدر، سپریم کورٹ، ہائی کورٹس، آڈیٹر جنرل وغیرہ کا مواخذہ کرنے کے اختیارات شامل ہیں۔ پارلیمنٹ اپوزیشن اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ملک متبادل نقطہ نظر سے آگاہ ہو۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں، مثلاً جمہوریت میں، پارلیمنٹ قوانین یا قراردادوں کی منظوری سے پہلے اہمیت کے حامل معاملات پر غور و خوض کرنے کا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ پارلیمنٹ کو ریاستوں / مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی حدود کو تبدیل کرنے، کم کرنے یا بڑھانے کا اختیار

حاصل ہے۔ پارلیمنٹ بھی معلومات کے ایک ادارے کے طور پر کام کرتی ہے۔ ارکان کی طرف سے مطالبہ کرنے پر وزراء ایوان میں معلومات فراہم کرنے کے پابند ہیں چنانچہ، پارلیمنٹ کو بعض اوقات 'چھوٹی شکل میں ایک قوم' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ وزارتی یقین دہانیوں پر ایک کمیٹی کا تقرر کرتی ہے جو دیکھتی ہے کہ وزراء کی طرف سے پارلیمنٹ سے کئے گئے وعدے پورے ہوتے ہیں یا نہیں۔

9.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں آپ نے:



- جمہوریت کے معنی کو سمجھا۔
- ہندوستانی پارلیمنٹ کی تنظیم، کردار اور اعمال سے واقفیت حاصل کی۔
- قانون سازی کے طریقہ کار کو سمجھا۔

9.9 کلیدی الفاظ (Key Words)

پارلیمنٹ :	کسی آزاد جمہوری ملک کا سب سے طاقت ور قانون ساز ادارہ
بل :	قانون سازی کے لئے تیار کردہ قانون کا مسودہ
مراعات :	ایک خاص قسم کا حق، فائدہ، یا چھوٹ جو کسی مخصوص شخص یا گروپ کو حاصل ہو۔
ترمیم :	تغیر و تبدل
بجٹ :	ایک مقررہ میعاد کے لئے آمدنی و اخراجات کا تخمینہ
راجیہ سبھا :	انڈین پارلیمنٹ کا ایوان بالا، جسے ریاستوں کی کونسل (Council of States) کہا جاتا ہے۔
لوک سبھا :	انڈین پارلیمنٹ کا ایوان زیریں جسے ایوان عوام (House of the People) کہا جاتا ہے

9.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

- 1۔ دستور کے ذریعہ راجیہ سبھا میں زیادہ سے زیادہ اراکین کی کتنی تعداد متعین کی گئی ہے؟
 300(a) 263(b) 270(c) 250(d)
- 2۔ درج ذیل میں سے کون راجیہ سبھا کا میسر مجلس (Chairman) ہوتا ہے؟

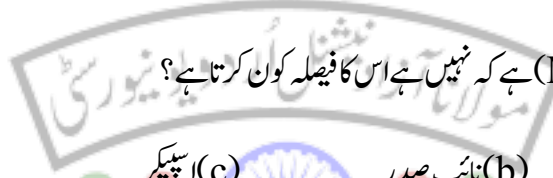
(a) صدر جمہوریہ (b) نائب صدر (c) سپیکر (d) وزیر اعظم

3. لوک سبھا کی میعاد کار کیا ہے؟

(a) 6 سال (b) 5 سال (c) 4 سال (d) 10 سال

4. حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد کس ایوان میں لائی جاتی ہے؟

(a) لوک سبھا میں (b) راجیہ سبھا میں (c) دونوں ایوانوں میں (d) نہیں معلوم



(5) کوئی بل رقمی بل (Money bill) ہے کہ نہیں ہے اس کا فیصلہ کون کرتا ہے؟

(a) صدر جمہوریہ (b) نائب صدر (c) سپیکر (d) وزیر اعظم

6. صدر جمہوریہ راجیہ سبھا میں زیادہ سے زیادہ کتنے اراکین کو نامزد کر سکتا ہے؟

(a) 11 (b) 12 (c) 13 (d) 14

7. مندرجہ ذیل میں سے کون سی بات لوک سبھا کی رکنیت لئے اہلیت کا معیار نہیں ہے؟

(a) امیدوار کم از کم 25 سال کا ہونا (b) ناقص العقل کا نہ ہونا (c) ہندوستانی شہریت کا ہونا (d) کم از کم بارہویں پاس ہونا

8. دستور کے مطابق لوک سبھا میں ممبروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کتنی متعین کی گئی ہے؟

(a) 500 (b) 550 (c) 552 (d) 555

9. مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لیے زیادہ سے زیادہ لوک سبھا میں کتنے ممبران کی تعیین کی گئی ہے؟

(a) 18 (b) 19 (c) 20 (d) 21

10. درج ذیل میں سے کون سی بات صحیح نہیں ہے؟

(a) راجیہ سبھا منی بل کو مسترد نہیں کر سکتی

- (b) قانون ساز کو نسل ساز رستوں میں ہونا لازمی نہیں ہے۔
 (c) دستور میں ترمیم کرنے اور صدر جمہوریہ کا مواخذہ کرنے کا اختیار بھی پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔
 (d) ہندوستان کا صدر پارلیمنٹ کا ایک لازمی عنصر نہیں ہے۔

9.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. لوک سبھا کی تشکیل پر روشنی ڈالئے۔
2. راجیہ سبھا کو دستور میں دئے گئے دو خصوصی اختیارات کیا ہیں؟
3. مقننہ کس کو کہتے ہیں؟
4. پارلیمنٹ کے مالیاتی اعمال کو بیان کیجئے
5. تحریک التوا سے کیا مراد ہے؟

9.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. عام بل کے تعلق سے قانون سازی کے طریقہ کار کا تذکرہ کیجئے۔
2. لوک سبھا کے اسپیکر اور راجیہ سبھا کے میئر مجلس کے اختیارات کو تفصیل سے بیان کیجئے۔
3. مقننہ کے اعمال پر روشنی ڈالئے۔

9.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Austin, Granville, *The Indian Constitution: Cornerstone of a Nation*, London, Oxford University Press, 1966.
2. Bakshi, P.M. *The Constitution of India*, 3rd Edition, Universal Law Publishing Co. Pvt. Ltd. Delhi, 1996 Reprint 1997.
3. Basu, D.D. *Commentary on the Constitution of India*, Prentice Hall, New Delhi 1983.
4. Basu, D.D. *Introduction to the Constitution of India*, Lexis Nexis, Gurgaon 2015

اکائی 10—ہندوستانی مقننہ: ایک نظر

(Indian Legislature: An Overview)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	10.0
مقاصد	10.1
دو ایوانی مجلس قانون ساز	10.2
بھارت کی پارلیمنٹ	10.3
لوک سبھا	10.4
راجیہ سبھا	10.5
پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض	10.6
پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیاں	10.7
مسودہ قانون یا بل کی قسمیں	10.8
قانون سازی کا طریقہ	10.9
اکتسابی نتائج	10.10
کلیدی الفاظ	10.11
نمونہ امتحانی سوالات	10.12
معروضی جوابات کے حامل سوالات	10.12.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	10.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	10.12.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	10.13

10.0 تمہید (Introduction)

بھارت کی پارلیمنٹ مرکزی مجلس قانون ساز ہے جو دو ایوانی ہے اس کے ایوان زیریں کو لوک سبھا اور ایوان بالا کو راجیہ سبھا کہتے ہیں۔ دستور ہند کی دفعہ 79 سے 122 تک دفعات پارلیمنٹ سے متعلق ہیں ان میں لوک سبھا، راجیہ سبھا، ان کی تشکیل، ممبران کی تعداد، ممبران کا الیکشن، الیکشن کے لئے شرائط، ممبران کے حقوق و مراعات، ایوان کے صدر اور ان کے اختیارات و فرائض کے علاوہ پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض کی تفصیل درج ہیں۔ بھارت ایک وفاقی ملک ہے۔ پارلیمنٹ مرکزی فہرست کے موضوعات اور مشترکہ فہرست کے موضوعات پر قانون سازی کا حق رکھتی ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مشترکہ فہرست پر قانون سازی کے لئے اُسے نصف ریاستوں کی منظوری ضروری ہوتی ہے۔

10.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ سے طلباء کو مقصد سے متعلق بہت ساری معلومات حاصل ہوگی خاص طور سے بھارت کے دستور نے پارلیمنٹ کے تعلق سے جو نظام قائم کیا ہے جیسے لوک سبھا، راجیہ سبھا، ان کی تشکیل، ممبران کے لئے شرائط، الیکشن کا طریقہ کار، ممبران کی برطرفی، ممبران کے حقوق و مراعات لوک سبھا کا اسپیکر اور راجیہ سبھا کا چیرمین ان کا تقرر برطرفی اور اختیارات و فرائض کے علاوہ پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض، قانون سازی کا طریقہ، دستور میں ترمیم کا طریقہ وغیرہ کے تعلق سے تفصیلی معلومات سے آگاہی ہوگی۔ پارلیمنٹ کس طرح حکومت پر اپنا کنٹرول رکھتی ہے۔ اور پارلیمانی طرز حکومت میں وزیراعظم اور اُسکی مجلس وزراء پارلیمنٹ کے ایوان زیریں کو لوک سبھا کے سامنے کس طرح جوابدہ ہوتے ہیں اور یہ جوابدہی اجتماعی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اگر ایک وزیر کے خلاف بھی عدم اعتماد کی قرارداد پاس ہو جائے تو پوری مجلس وزراء کا ہی خاتمہ ہو جاتا ہے ان باتوں سے آگاہی ہوگی۔

10.2 دو ایوانی مجلس قانون ساز (Bicameral Legislature)

ایسی مجلس قانون ساز جس میں دو ایوان ہوں دو ایوانی مجلس قانون ساز کہلاتی ہے۔ ایسی مجلس قانون ساز میں ایک ایوان زیریں ہوتا ہے اور ایک ایوان بالا ہوتا ہے۔ بھارت کی پارلیمنٹ دو ایوانی مجلس قانون ساز ہے اس کا ایک ایوان لوک سبھا اور دوسرا ایوان راجیہ سبھا ہے۔ لوک سبھا ایوان زیریں ہے اور راجیہ سبھا ایوان بالا ہے۔

10.3 بھارت کی پارلیمنٹ (Parliament of India)

بھارت کی پارلیمنٹ دو ایوانی ہے اس کا ایوان زیریں لوک سبھا اور ایوان بالا راجیہ سبھا ہے دونوں ایوانوں سے مسودہ قانون یا بل پاس ہونے کے بعد صدر جمہوریہ کے دستخط سے قانون کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اسلئے پارلیمنٹ لوک سبھا، راجیہ سبھا اور صدر جمہوریہ پر مشتمل ہے جو مرکزی فہرست کے موضوعات پر قانون بناتی ہے۔ بہ وقت ضرورت جب کسی ریاست میں صدر راج ہو۔ وہ ریاستی فہرست کے موضوعات پر بھی قانون بنا سکتی ہے۔ وہ مشترکہ فہرست کے موضوعات پر ریاستوں کے ساتھ مل کر قانون سازی کرتی ہے۔ نئے قانون بناتی ہے پرانے قوانین میں ترمیم کرتی ہے اور جو قانون وقت اور حالات کے مطابق نہ ہوں انھیں منسوخ کرتی ہے۔

10.4 لوک سبھا (Lok Sabha)

پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے اسکے ایوان زیریں کا نام لوک سبھا ہے۔ یہ پارلیمنٹ کا طاقتور ایوان ہے جس میں ممبران عوام کی جانب سے براہ راست منتخب کیئے جاتے ہیں اور یہ ایوان عوام کی نمائندگی کرتا ہے۔ لوک سبھا کے ممبران کا انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر خفیہ طریقہ سے ہوتا ہے۔ جس میں بھارت کا وہ شہری جس کی عمر ۱۸ سال یا اس سے زیادہ ہو ووٹ دیتا ہے۔

(a) لوک سبھا کی تشکیل (Composition)

لوک سبھا پارلیمنٹ کا ایوان زیریں ہے جس میں عوام کی جانب سے براہ راست ممبران منتخب کیئے جاتے ہیں۔ لوک سبھا کے ممبران کی تعداد 552 ہیں جو مندرجہ ذیل طریقے سے منتخب کئے جاتے ہیں۔

- 530 ممبران 28 ریاستوں کے حلقہ انتخاب سے منتخب کیئے جاتے ہیں۔
- 20 ممبران مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے منتخب ہوتے ہیں۔
- 2 ممبران اینگلو انڈین فرقے سے صدر جمہوریہ ہند نامزد کرتا ہے۔
- درج فہرست ذاتوں، قبائلیوں کے لئے لوک سبھا میں محفوظ نشستیں ہیں۔

(b) لوک سبھا کی ممبر کے لئے شرائط (Qualifications)

- بھارت کا شہری ہونا۔
- اسکی عمر 25 سال سے کم نہ ہو۔
- پارلیمنٹ نے لوک سبھا کی ممبری کے لئے جو شرائط منظور کی ہیں ان پر پورا اترتا ہو / قابلیت
- امیدوار کا نام ملک کے کسی بھی حلقہ انتخاب کی فہرست میں ہونا ضروری ہے۔

(c) وہ شرائط جن کی بنیاد پر لوک سبھا کا امیدوار نااہل قرار پاتا ہے (Disqualifications)

- اگر وہ پاگل ہو یا

- مرکزی یا ریاستی حکومت کا ملازم ہو یا
- حکومت کا ٹھیکیدار ہو یا
- بھارت کی شہریت چھوڑ چکا ہو۔

(d) وہ اسباب جن کی بناء پر کوئی شخص نااہل قرار دیا جاسکتا ہے

- کسی عدالت نے خیانت یا رشوت خوری میں مجرم قرار دیا ہو۔
- بھارت کی کسی عدالت نے دو سال سے زیادہ مدت کی قید کی سزا دی ہو۔
- رشوت خوری یا حکومت کی نافرمانی کے جرم میں سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ہو۔
- اشیاء کی ذخیرہ اندوزی یا نفع خوری میں چھ ماہ کی قید بھگت چکا ہو۔
- الیکشن کا حساب معینہ مدت کے اندر الیکشن کمیشن کو پیش نہ کیا ہو۔

(e) لوک سبھا کی میعاد یا مدت (Duration or Tenure)

عام طور پر لوک سبھا کی میعاد پانچ سال ہوتی ہے۔ جسکی شروعات اسکی پہلی میٹنگ سے ہوتی ہے۔ صدر جمہوریہ لوک سبھا کو پانچ سال سے قبل بھی تحلیل کر سکتا ہے۔ یا ملک میں ناگہانی حالات پیدا ہو جائے تو اس کی میعاد ایک وقت میں ایک سال کے لئے بڑھائی جاسکتی ہے۔ ناگہانی حالات ختم ہونے کی صورت میں یہ میعاد صرف چھ مہینے ہوگی۔

(f) لوک سبھا کے اجلاس (Sessions of Lok Sabha)

دستور کے مطابق لوک سبھا کے سال میں کم سے کم دو اجلاس ہونا ضروری ہے دونوں اجلاسوں کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ کا وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ اجلاس طلب کرنا صدر جمہوریہ ہند کا کام ہے۔ وہ کسی بھی وقت لوک سبھا کا اجلاس بلا سکتا ہے۔ اجلاس کی صدارت لوک سبھا کا اسپیکر کرتا ہے۔ اجلاس کی کاروائی جاری رکھنے کے لئے کورم کا ہونا ضروری ہے۔ 10 فی صد ممبران کی حاضری کو کورم یا ممبران کی مقررہ تعداد کی موجودگی کو کہتے ہیں۔ کورم پورا ہو تب ہی لوک سبھا کے اجلاس کی کاروائی شروع رہتی ہے نہیں تو اجلاس ملتوی کر دیا جاتا ہے۔

(g) لوک سبھا کا اسپیکر (Speaker of Lok Sabha)

لوک سبھا کے ممبران اپنے میں سے کسی ایک کو الیکشن کے ذریعہ اسپیکر بناتے ہیں۔ اسپیکر کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوک سبھا کا ممبر ہو کسی باہر کے شخص کو اسپیکر نہیں بنایا جاسکتا۔ اسپیکر پر جب تک لوک سبھا کے ممبران کا اعتماد رہتا ہے۔ وہ اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اگر لوک سبھا کے ممبران اسپیکر کے کاموں سے مطمئن نہ ہو تو اس کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کر کے اسے برطرف کر سکتے ہیں۔ یا وہ خود اپنی مرضی سے استعفیٰ دے سکتا ہیں۔

(h) لوک سبھا کے اسپیکر کے فرائض

دستور کے مطابق لوک سبھا کے اسپیکر کے مندرجہ ذیل فرائض ہیں۔

- لوک سبھا کی صدارت کرنا۔
- ایوان میں نظم و ضبط قائم رکھنا۔
- ایوان کے ممبران کو تقریر اور سوالات پوچھنے کی اجازت دینا۔
- بل مالیاتی ہے یا نہیں اس کے متعلق فیصلہ کرنا۔
- لوک سبھا کی رائے شماری میں برابر برابر ووٹ ہوں تو اپنا فیصلہ کن یا کاسٹنگ ووٹ دینا۔
- دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کی صدارت کرنا۔
- پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیاں بنانا اور ان کمیٹیوں کے چیرمین اور ممبران کو نامزد کرنا۔
- لوک سبھا کے ممبران کے حقوق کی حفاظت کرنا۔
- ایوان میں نظم و ضبط قائم نہ رہے یا کورم پورا نہ ہونے کی صورت میں ایوان کی کارروائی کو ملتوی کرنا۔

(i) لوک سبھا کا نائب اسپیکر

لوک سبھا کے اسپیکر کی غیر موجودگی میں اُس کے فرائض انجام دینے کے لئے نائب اسپیکر ہوتا ہے۔ جس کا انتخاب بھی لوک سبھا کے ممبران اپنے میں سے ہی کرتے ہیں۔ نائب اسپیکر، اسپیکر کی غیر موجودگی لوک سبھا کی صدارت کرتا ہے نائب اسپیکر پر جب تک ایوان کا اعتماد رہتا ہے۔ وہ اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ ایوان کے ممبران اُسے عدم اعتماد کے ذریعے برطرف کر سکتے ہیں یا وہ خود استعفیٰ دے سکتا ہے۔ یہ رسم ہے اسپیکر گھمراں جماعت کا ہو اور نائب اسپیکر حزب مخالف سے تعلق رکھتا ہو۔

10.5 راجیہ سبھا (Rajya Sabha)

راجیہ سبھا پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے جو ریاستوں کی نمائندگی کرتا ہے یہ ایک کمزور ایوان ہے۔

(a) راجیہ سبھا کی تشکیل

پارلیمنٹ کا ایوان بالا راجیہ سبھا ہے۔ جس کے ممبران کی تعداد 250 ہے۔ جس میں 238 ممبران مختلف ریاستوں کی ودھان سبھاؤں سے اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ 12 ممبران کو صدر جمہوریہ نامزد کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو علم و ادب، سائنس، سماجی خدمات یا علوم و فنون میں غیر معمولی خدمات انجام دے چکے ہوں۔

(b) راجیہ سبھا کی ممبری کے لئے شرائط

دستور کے مطابق راجیہ سبھا کی ممبری کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

- وہ بھارت کا شہری ہو۔
- اُسکی عمر 30 سال سے کم نہ ہو۔
- پارلیمنٹ نے راجیہ سبھا کی جو معیار رکھتے طے کی ہیں اُن پر پورا اترتا ہو۔

(c) راجیہ سبھا کا الیکشن

دستور کے IV جدول کے مطابق ریاستوں کے لئے راجیہ سبھا کی سٹیٹس مختص ہیں۔ مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے پارلیمنٹ کے بنائے گئے قانون کے مطابق ممبران کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ریاستوں میں ریاستی مجلس قانون ساز کے ایوان زیریں ودھان سبھا کے ممبران بالراست طریقے سے راجیہ سبھا کے ممبران کا انتخاب کرتے ہیں۔ الیکشن متناسب طریقہ انتخاب کے سنگل ممبر ٹرانسفر ایبل ووٹ کے مطابق ہوتا ہے راجیہ سبھا کے امیدوار کے لئے لازم ہے کہ جس ریاست سے وہ الیکشن میں کھڑا ہے وہاں کی ووٹر لسٹ میں اُس کا نام ہو۔ جن اسباب کی بناء پر لوک سبھا کا امیدوار نہ اہل قرار دیا جاتا ہے اُن ہی اسباب کی بناء پر راجیہ سبھا کا امیدوار بھی نااہل قرار دیا جاسکتا ہے

(d) راجیہ سبھا کی میعاد یا مدت (Tenure of Rajya Sabha)

دستور کے مطابق راجیہ سبھا ایک مستقل ایوان ہے جو کبھی برخاست نہیں ہوتا ہر دو سال بعد راجیہ سبھا کے کل ممبران میں سے ایک تہائی ممبران ریٹائر ہوتے ہیں اور اتنی ہی تعداد میں نئے ممبران خالی سیٹوں پر منتخب کئے جاتے ہیں۔ راجیہ سبھا کے ممبر کی میعاد چھ سال ہوتی ہے۔

(e) راجیہ سبھا کے اجلاس (Meeting of Rajya Sabha)

دستور کے مطابق راجیہ سبھا کے سال میں کم سے کم دو اجلاس ہونا ضروری ہے۔ دونوں اجلاسوں کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ کا وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ راجیہ سبھا کا اجلاس صدر جمہوریہ طلب کرتا ہے۔ اور اجلاس کی صدارت راجیہ سبھا کا چیرمین یا نائب صدر ہند کرتا ہے۔ اجلاس کی کاروائی کے لئے کورم کا پورا ہونا ضروری ہے کورم دس فی صد ممبران کی حاضری کو کہا جاتا ہے۔ اجلاس میں کورم پورا نہ ہو تو اجلاس کی کاروائی ملتوی کر دی جاتی ہے۔

(f) راجیہ سبھا کا چیرمین (Chairman of Rajya Sabha)

بھارت کا نائب صدر راجیہ کا چیرمین ہوتا ہے۔ یہ ایک بر بنائے عہدہ ہے کیونکہ راجیہ سبھا کے چیرمین کا انتخاب راجیہ سبھا کے ممبران نہیں کرتے۔ بلکہ جو بھی بھارت کا نائب صدر ہوتا ہے۔ وہ راجیہ سبھا کی صدارت کرتا ہے۔ چونکہ وہ راجیہ سبھا کا ممبر نہیں ہوتا اس لئے وہ ایوان کی رائے شماری میں ووٹ نہیں دے سکتا اور نہ ہی اُسے راجیہ سبھا کے ممبران ہٹا سکتے ہیں اگر اُسے بر طرف کرنا ہو تو نائب صدر کو بر طرف کرنے کا جو طریقہ ہے اس کے ذریعہ بر طرف کیا جاتا ہے۔

(g) راجیہ سبھا کے چیرمین کے فرائض (Functions of Chairman of Rajya Sabha)

دستور کے مطابق راجیہ سبھا کے چیرمین کے حسب ذیل فرائض ہیں۔

- راجیہ سبھا کی صدارت کرنا۔
- ایوان میں نظم و ضبط قائم رکھنا۔
- ایوان کے ممبران کو تقریر اور سوالات پوچھنے کی اجازت دینا۔
- ایوان کی رائے شماری میں برابر برابر ووٹ ہوں تو اپنا فیصلہ کن یا کاسٹنگ ووٹ دینا۔

- راجیہ سبھا کے ممبران کے حقوق کی حفاظت کرنا۔
- راجیہ سبھا میں نظم و ضبط قائم نہ رہے یا کورم پورا نہ ہو تو ایوان کی کاروائی ملتوی کرنا۔

(h) راجیہ سبھا کا نائب چیرمین (Deputy Chairman of Rajya Sabha)

راجیہ سبھا کے چیرمین کی غیر موجودگی میں اُسکے فرائض انجام دینے کے لئے نائب چیرمین ہوتا ہے۔ جس کا تقرر راجیہ سبھا کے ممبران اپنے میں سے ہی کرتے ہیں۔ چونکہ وہ راجیہ سبھا کا ممبر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ راجیہ سبھا کی رائے شماری میں ووٹ دے سکتا ہے۔ غیر دستوری کام کرنے کی صورت میں راجیہ سبھا کے ممبران اُسے نائب چیرمین کے عہدے سے ہٹا سکتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے ممبران کے حقوق و مراعات:

- ممبران کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں اپنے خیالات کے اظہار کی آزادی ہے۔
- اگر کوئی ممبر پارلیمنٹ میں تقریر کرتا ہے یا کوئی تحریری خط پیش کرتا ہے تو اُسکے خلاف عدالت میں قانونی کاروائی نہیں کی جاسکتی۔
- پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران پارلیمنٹ کے ممبر کو جیل میں قید نہیں رکھا جاسکتا۔
- اگر کوئی ممبر کوئی فوجداری جرم کرے تو اُسے اُس وقت تک گرفتار نہیں کیا جاسکتا جب تک لوک سبھا کا ممبر ہونے کی صورت میں اسپیکر سے یا راجیہ سبھا کا ممبر ہونے کی صورت میں چیرمین سے اجازت نہ لی جائے۔
- گرفتاری کے بعد پارلیمنٹ کا ممبر جیل سے اسپیکر یا چیرمین سے خط و کتابت کر سکتا ہے۔

10.6 پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض (Powers and Functions of Parliament)

پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض دستور کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

(a) قانون سازی کے اختیارات (Legislative Powers , Law Making)

بھارت کی پارلیمنٹ مرکزی فہرست کے تمام موضوعات پر قانون سازی کرتی ہے۔ اُسے مشترکہ فہرست کے موضوعات پر ریاستوں کے ساتھ مل کر قانون سازی کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر کسی ریاست میں ودھان سبھا تحلیل کر دی گئی ہو تو اُس ریاست کے لئے پارلیمنٹ کی ریاستی فہرست کے موضوعات پر قانون سازی کرتی ہے۔ بھارت کی پارلیمنٹ ملک کے لئے قانون سازی کرتی ہے۔ قانون بنانا اُس کا بُنیادی مقصد ہے۔ وہ وقت اور حالات کے مطابق نئے قوانین بناتی ہے۔ پرانے قوانین میں ترمیم کرتی ہے۔ ایسے قانون جو وقت اور حالات کے مطابق نہ ہوں انھیں منسوخ کرتی ہے۔

(b) انتظامیہ پر کنٹرول کا اختیار (Control Over Executive)

سیاسی انتظامیہ وزیروں کی کونسل ہوتی ہے۔ جس کا سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے۔ وزیروں کی کونسل کی تشکیل پارلیمنٹ سے ہوتی ہے۔ وزیروں کی کونسل میں زیادہ تر وزیروں کو لوک سبھا سے لیے جاتے ہیں۔ لوک سبھا کے عام الیکشن کے بعد جس جماعت کو لوک سبھا میں

اکثریت حاصل ہوتی ہے۔ اُسے وزیروں کی کونسل بنانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اور وزیروں کی کونسل کو اپنے تمام کاموں کے لئے لوک سبھا کے سامنے جوابدہ رہنا پڑتا ہے۔ اگر لوک سبھا کے ممبران وزیروں کی کونسل یا کسی وزیر کے کاموں سے مطمئن نہ ہوں تو اُن کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پاس کر کے انہیں برطرف کر سکتے ہیں۔ پارلیمنٹ مندرجہ ذیل طریقے سے حکومت یا انتظامیہ پر کنٹرول رکھتی ہے۔

- (i) تحریک عدم اعتماد لوک سبھا میں منظور کر کے مرکزی حکومت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔
- (ii) تحریک التواء کے ذریعہ لوک سبھا میں عارضی طور پر طے شدہ کاروائی کو روک کر کسی موضوع یا مسئلہ پر بحث کروائی جاسکتی ہے۔
- (iii) تحریک متوجہ کے ذریعہ وزیروں سے پارلیمنٹ کے ممبران سوالات پوچھ سکتے ہیں اور وزیروں کو اطمینان بخش جواب دینا ہوتا ہے۔
- (iv) سرکاری بل کو لوک سبھا کے ممبران مسترد کر سکتے ہیں۔
- (v) مالیاتی بل یا تخمینہ میں جو پیش کش وزیروں کی جانب سے کی جاتی ہیں اُن میں کٹوتی کر کے حکومت کی گرفت کی جاسکتی ہے۔

(c) مالیاتی اختیارات (Financial Powers)

پارلیمنٹ کو ملک میں مالیاتی اختیارات حاصل ہیں۔ ملک کے مالیات کو کنٹرول کرنے کے لئے پارلیمنٹ سالانہ بجٹ منظور کرتی ہے۔ دستور نے لوک سبھا کو تمام مالیاتی اختیارات عطا کئے ہیں۔ مالیاتی بل سب سے پہلے لوک سبھا میں پیش کیا جاتا ہے۔ لوک سبھا کی منظوری کے بغیر خزانہ سے پیسہ نہیں نکالا جاسکتا اور نہ ہی اس کی منظوری کے بغیر کسی قسم کا ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔ وزیر اپنے محکموں کے لئے جو رقمی مطالبات کرتے ہیں۔ اُن پر لوک سبھا کے ممبران ہی بحث و مباحثہ کرتے ہیں اور اُن کے مطالبات میں کمی و زیادتی کر سکتے ہیں۔

مالیاتی بل لوک سبھا سے منظوری کے بعد راجیہ سبھا کو بھیجا جاتا ہے۔ راجیہ سبھا اس بل کو اپنے پاس چودہ دنوں تک روک سکتی ہیں۔ راجیہ سبھا اپنی سفارشات کے ساتھ اُس بل کو لوک سبھا کو لوٹا سکتی ہے۔ راجیہ سبھا کی سفارشات کو منظور کرنا یا مسترد کرنا لوک سبھا کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر راجیہ سبھا مالیاتی بل کو نہ لوٹائے تو اُسے راجیہ سبھا سے منظور سمجھا جاتا ہے۔

(d) عدالتی اختیارات (Judicial Powers)

- (i) پارلیمنٹ صدر جمہوریہ کو مواخذہ کے ذریعے برطرف کر سکتی ہے۔
- (ii) نائب صدر کو عہدے سے ہٹا سکتی ہے۔
- (iii) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کو ہٹانے کی قرارداد دو تہائی اکثریت سے منظور کر کے صدر سے اس بات کی سفارش کر سکتی ہے۔

(iv) چیف الیکشن کمشنر کو برطرف کر سکتی ہے۔

(v) کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل کو ہٹا سکتی ہے۔

(vi) لوک سبھا کے ممبران وزیر اعظم یا مجلس وزراء کو عدم اعتماد کے ذریعے ہٹا سکتے ہیں۔

(vii) لوک سبھا کے ممبران اسپیکر اور نائب اسپیکر کو برطرف کر سکتے ہیں۔

(viii) راجیہ سبھا کے ممبران، راجیہ سبھا کے نائب چیرمین کو ہٹا سکتے ہیں۔

(e) پارلیمنٹ کے دیگر اختیارات (Miscellaneous Powers of Parliament)

- (i) پارلیمنٹ قومی ہنگامی حالات کے دوران لوک سبھا کی میعاد ایک سال بڑھا سکتی ہے۔
- (ii) پارلیمنٹ کے ممبران صدر جمہوریہ اور نائب صدر جمہوریہ کے الیکشن میں حصہ لیتے ہیں۔
- (iii) لوک سبھا کے ممبران اسپیکر اور نائب اسپیکر کا انتخاب کرتے ہیں۔
- (iv) راجیہ سبھا کا نائب چیرمین راجیہ سبھا کی جانب سے منتخب ہوتا ہے۔
- (v) ملک کی خارجہ پالیسی کے تعلق سے پارلیمنٹ ہی فیصلہ کرتی ہے۔
- (vi) آرڈیننس کو پارلیمنٹ منظور کر دیتی ہے۔
- (vii) ملک کے اہم معاملات، حالات و واقعات پر پارلیمنٹ میں بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔

(f) دستور میں ترمیم (Amendment in Constitution)

دستور کی دفعہ 368 کے تحت پارلیمنٹ دستور میں ترمیم کر سکتی ہے۔ دستور میں کچھ امور ایسے ہیں جن میں ترمیم کرنے کے لئے پارلیمنٹ کو نصف ریاستوں کی منظوری حاصل کرنی ہوتی ہے۔

10.7 پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیاں (Different Committees of Parliament)

(a) تخمینہ کمیٹی (Estimate Committee)

تخمینہ کمیٹی میں تیس ممبران ہوتے ہیں جن کا چناؤ تناسبی طریقہ انتخاب کے ذریعے ایک سال کے لئے ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کے سال کے پہلے اجلاس میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔ لوک سبھا کا نائب اسپیکر اس کمیٹی کا چیرمین ہوتا ہے۔ کمیٹی کے فرائض

یہ کمیٹی ہر سال بجٹ کا بہ غور جائزہ لیتی ہے اخراجات میں کمی کرنے کی صلاح ایوان کو دیتی ہے روپیہ کو خاص مقصد کے لئے متعین کرنا کمیٹی کا کام ہیں کمیٹی اپنی رپورٹ لوک سبھا اور حکومت کو پیش کرتی ہے۔ بجٹ پیش ہونے کے بعد بھی اس کمیٹی کا کام ختم نہیں ہوتا یہ کمیٹی سال بھر اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ اور بہ وقت ضرورت مختلف اداروں پر نظر رکھتی ہے۔

(b) پبلک اکاؤنٹ کمیٹی (Public Account Committee)

پبلک اکاؤنٹ کمیٹی میں بائیس ممبران ہوتے ہیں جن میں پندرہ لوک سبھا سے اور سات راجیہ سبھا سے لیے جاتے ہیں۔ ممبران کا چناؤ تناسبی طریقہ انتخاب سے ہوتا ہے۔ وزیر اس کمیٹی کے ممبر نہیں بن سکتے۔ کوئی اعلیٰ سرکاری افسر اس کمیٹی کا صدر ہوتا ہے جس کا تقرر لوک سبھا کا اسپیکر کرتا ہے۔

Functions of Public Account Committee کے فرائض

- (i) کمیٹی حکومت کے حسابات کا معائنہ کرتی ہے اور حکومت ہند کے سالانہ مالی حسابات کی جانچ کرتی ہے۔

- (ii) کمیٹی حکومت کے اخراجات پر کڑی نظر رکھتی ہے اور یہ دیکھتی ہے کہ حکومت غیر قانونی اخراجات تو نہیں کر رہی ہے۔
- (iii) اس کمیٹی کو کمپٹر و لراور آڈیٹر جنرل رپورٹ پیش کرتا ہے اور کمیٹی اُس رپورٹ کی جانچ کرتی ہے۔
- (iv) کمیٹی اسٹیٹ کارپوریشن، خود مختار، نیم خود مختار اداروں کی انکم اور اخراجات کی جانچ کرتی ہے۔
- (v) کمیٹی پارلیمنٹ کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرتی ہے اس طرح عوام کے پیسوں پر پارلیمنٹ کا کنٹرول رہتا ہے۔
- (c) منتخب کمیٹی (Select Committee)

مسودہ قانون کی چھان بین کے لئے منتخب کمیٹی ہوتی ہے جو بل کے ہر پہلو کا بغور جائزہ لیتی ہے اور ضرورت کے مطابق مسودہ قانون میں ترمیم کرتی ہے۔ منتخب کمیٹی کے ممبران کا چناؤ لوک سبھا سے ہوتا ہے۔ اسپیکر کمیٹی کے ممبران کو نامزد کرتا ہے۔ کمیٹی کا ایک صدر اور ایک نائب صدر ہوتا ہے جس کا تقرر اسپیکر کرتا ہے۔ ایک تہائی ممبران کی تعداد کورم ہوتی ہے۔ اور کمیٹی اکثریت سے فیصلہ کرتی ہے۔ کمیٹی اپنے لیے ضمنی کمیٹی بھی بنا سکتی ہے۔ کسی کو بھی گواہی کو بلا سکتی ہے۔ اور کسی بھی ضروری کاغذ کی جانچ کر سکتی ہے۔ کمیٹی کے صدر کو کمیٹی کے کاموں کے لئے حکم دینے کا حق حاصل ہے۔

(d) جوائنٹ کمیٹی (Joint Committee)

کبھی ایسا ہوتا ہے کوئی مسودہ قانون دونوں ایوانوں میں الگ الگ پیش نہ کرتے ہوئے ایک ساتھ دونوں ایوانوں میں رکھا جاتا ہے ایسے مسودہ قانون کی چھان بین کے لئے جوائنٹ کمیٹی ہوتی ہے اُس مسودہ قانون کی جانچ کرتی ہے۔ اس کمیٹی میں لوک سبھا سے دو اور راجیہ سبھا سے ایک اس تناسب ممبر لیے جاتے ہیں۔ اس کمیٹی سے دونوں ایوانوں میں خوشگوار تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے۔

10.8 مسودہ قانون یا بل کی قسمیں (Kinds of Bills)

قانون سازی کے لئے جو مسودہ پارلیمنٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اُسے بل کہا جاتا ہے۔ بل مندرجہ ذیل تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(i) عام بل

(ii) مالیاتی بل

(iii) دستوری ترمیمی بل

(i) عام بل

جو بل مالیات سے تعلق نہیں رکھتے عام بل کہلاتے ہیں۔ یہ پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔

(ii) مالیاتی بل

ایسے بل جو ٹیکس، قرض اور اخراجات سے متعلق ہوتے ہیں مالیاتی بل کہلاتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے صدر جمہوریہ کی سفارش سے لوک سبھا میں پیش ہوں۔ لوک سبھا ہی اسے منظور کرتی ہے۔

(iii) دستوری ترمیمی بل

ایسے بل جو دستور میں ترمیم کے لئے رکھے جاتے ہیں انہیں دستوری ترمیمی بل کہتے ہیں۔ یہ بھی کسی بھی ایوان میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جو بل وزیر کی جانب سے پیش ہوتے ہیں انہیں سرکاری بل کہتے ہیں۔ ایسے بل جو کوئی پارلیمنٹ کا ممبر پیش کریں اُسے غیر سرکاری بل کہتے ہیں۔

10.9 قانون سازی کا طریقہ (Methods of Law Making)

مسودہ قانون یا بل پارلیمنٹ میں تین خواندگیوں سے گذر کر صدر جمہوریہ کی دستخط سے قانون کی شکل اختیار کرتا ہے قانون بننے کے لئے بل مندرجہ ذیل مراحل سے گزرتا ہے۔

(i) پہلی خواندگی (First Reading)

ایوان کا کوئی بھی ممبر ایک مہینہ پہلے نوٹس دیکر ایوان کے صدر کی اجازت سے ایوان میں بل پیش کر سکتا ہے۔ اجازت کے لئے بل کی کاپی و جوہات اور فوائد تحریری شکل میں ایوان میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ ایوان کے صدر کی اجازت سے ممبر ایوان میں بل کی ہیڈنگ پڑھتا ہے اور اُسے گیزٹ میں شائع کر دیا جاتا ہے یہ بل کی پہلی خواندگی ہے۔

(ii) دوسری خواندگی (Second Reading)

ایک طے شدہ تاریخ کو ایوان میں بل کی دوسری خواندگی شروع ہوتی ہے جس میں بل کی ہر لائن پر بحث و مباحثہ ہوتا ہے اس میں بل پر کھل کر بحث ہوتی ہے بل میں نئی سفارشات، ترمیمات اور بل کی دفعات پر غور کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد بل پارلیمنٹ کی کمیٹی کو سونپ دیا جاتا ہے۔

(iii) کمیٹی اسٹیج (Committee Stage)

اس مرحلہ میں بل پارلیمنٹ کی منتخب کمیٹی یا جوائنٹ کمیٹی کو سونپا جاتا ہے جو بل پر غور و خوص کرتی ہے اور بوقت ضرورت اُس میں ترمیمات کرتی ہے بل کے بنیادی ڈھانچہ کو نہیں بدل سکتی قانونی نقطہ نظر سے اُس کی جانچ کرتی ہے اور ایسی بات جو قانون کے مطابق نہ ہو اُسے بل سے ہٹاتی ہے۔ اس دوران عوام اور ذرائع ابلاغ بھی اُس بل کے تعلق سے اپنے خیالات واضح کر سکتی ہے۔ ایک طے شدہ تاریخ کو مناسب ترمیمات اور سفارشات کے ساتھ اُس بل کو پارلیمنٹ کے ایوان کے سامنے رکھا جاتا ہے۔

(iv) تیسری خواندگی (Third Reading)

مقررہ تاریخ کو ایوان میں بل پیش ہونے کے بعد اُسی کی تیسری خواندگی شروع ہوتی ہے اس میں بل پر ممبران کی عام رائے لی جاتی ہے۔ اگر بل کو ایوان اکثریت سے پاس کر دے تو ایک ایوان میں بل منظور سمجھا جاتا ہے اور دوسرے ایوان کو بھیجا جاتا ہے۔ دوسرے ایوان میں بھی بل ان تمام مراحل سے گذرتا ہے اگر دوسرا ایوان بھی اُس بل کو اکثریت سے پاس کر دے تو صدر جمہوریہ کے پاس منظوری کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

(v) صدر جمہوریہ کی منظوری (Assent of President of India)

دونوں ایوانوں سے بل پاس ہونے کے بعد صدر کو دستخط کے لئے بھیجا جاتا ہے صدر اگر اس پر دستخط کر دے تو وہ بل قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

صدر اُس بل کو واپس پارلیمنٹ کو لوٹا سکتا ہے اگر پارلیمنٹ اُسے دوبارہ منظور کر دے تو پھر صدر کو اس پر دستخط کرنا لازمی ہوتا ہے۔ اگر صدر بل کو اپنے پاس روک کر رکھ لے جسے پاکٹ ویٹو کہا جاتا ہے اور پارلیمنٹ اُس بل کو پھر سے پاس کر دے تو صدر کو اُس پر دستخط کرنا لازمی ہوتا ہے۔ اگر صدر دستخط نہ کرے اور اُسی اثنا میں لوک سبھا تحلیل ہو جائے تو وہ بل ختم سمجھا جاتا ہے۔

10.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلباء اس اکائی میں آپ نے:

- ہندوستانی مقننہ اور اس کے دو ایوانوں کا مطالعہ کیا۔
- پارلیمنٹ کے اختیارات اور فرائض کو جاننا۔
- پارلیمنٹ کے مختلف قانونوں اور بلوں کا مطالعہ کیا۔
- پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیوں کو جاننا۔

10.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

دستور / دستور

دستور / دستور کسی بھی ملک کا بنیادی قانون ہے جو حکومت کے مختلف اعضاء کی شکل اور اس کی کارکردگی کی تعیین کرتا ہے۔

بنیادی حقوق

شروعاتی انسان حقوق جو ہندوستان کے دستور میں توضیح کی گئی اور سبھی بہتری کو اس کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔

10.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

10.12.1 - معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- لوک سبھا میں ممبران صدر جمہوریہ نامزد کرتا ہے۔

10(b)

2(a)

15(d)

12(c)

2۔ راجیہ سبھا کا برنائنئے عہدہ..... ہے۔

- (a) سپیکر
(b) گورنر
(c) صدر
(d) نائب صدر

3۔ لوک سبھا کی رائے شماری میں برابر برابر ووٹ ہو تو..... اپنا فیصلہ کن ووٹ دیتا ہے

- (a) سپیکر
(b) وزیراعظم
(c) صدر نشین
(d) صدر جمہوریہ

4۔ مرکزی مجلس وزراء کو برطرف کرنے کا حق..... کو ہے۔

- (a) لوک سبھا
(b) ودھان سبھا
(c) راجیہ سبھا
(d) ودھان پریشد

5۔ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کی صدارت..... کرتا ہے۔

- (a) سپیکر
(b) وزیراعظم
(c) صدر نشین
(d) صدر جمہوریہ

6۔ لوک سبھا، راجیہ سبھا اور..... پر پارلیمنٹ مشتمل ہے۔

- (a) سپیکر
(b) وزیراعظم
(c) صدر نشین
(d) صدر جمہوریہ

7۔ راجیہ سبھا کے نائب چیرمین کو برطرف..... کرتی ہے۔

- (a) لوک سبھا
(b) پارلیمنٹ
(c) راجیہ سبھا
(d) ودھان پریشد

8۔ پارلیمنٹ کے ایوان زیریں..... ہے۔

- (a) لوک سبھا
(b) ودھان سبھا
(c) راجیہ سبھا
(d) ودھان پریشد

9-..... کے دستخط کے بعد بل قانون کی شکل اختیار کرتا ہے۔

(a) سپیکر (b) وزیراعظم

(c) صدر نشین (d) صدر جمہوریہ

10- لوک سبھا کے اسپیکر کو..... برطرف کرتی ہے۔

(a) لوک سبھا (b) راجیہ سبھا

(c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

10.12.2- مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. لوک سبھا کے اسپیکر پر نوٹ لکھ کر اس کے اختیارات تحریر کیجئے۔
2. لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں فرق واضح کیجئے۔
3. پارلیمنٹ کے ممبر کے حقوق و مراعات پر روشنی ڈالے۔
4. راجیہ سبھا کے چیرمین پر تفصیل سے نوٹ لکھئے۔
5. لوک سبھا کی تشکیل، ممبران کے لئے شرائط اور ایوان کے صدر پر نوٹ لکھئے۔

10.12.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. پارلیمنٹ کے اختیارات و فرائض تفصیل سے تحریر کیجئے۔
2. ثابت کیجئے لوک سبھا ایک طاقتور ایوان ہے۔
3. راجیہ سبھا ایک کمزور ایوان ہے اپنے خیالات قلمبند کیجئے۔

10.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Palekar, S. A. (2009). Comparative Politics and Governments, New Delhi: PHI Learning Private Limited.
2. Basu, D. D. (2019). Introduction to the Constitution of India Generic.
3. Subhash Kashyap (2020). Our Parliament, National Book Publishers.
4. Fadia, B. L. (2018). Indian Government and Politics, Sahitya Bhawan Publications, New Delhi.

اکائی 11 – لوک سبھا: ساخت، اختیارات اور فرائض

(Lok Sabha: Composition, Powers and Functions)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	11.0
مقاصد	11.1
مرکزی مقننہ	11.2
لوک سبھا کی ساخت	11.3
لوک سبھا کا انتخاب	11.4
اہلیتیں	11.4.1
نااہلیتیں	11.4.2
لوک سبھا کی معیار اور تحلیل	11.4.3
لوک سبھا کے اجلاس کا کورم	11.4.4
اسپیکر لوک سبھا	11.5
اسپیکر لوک سبھا کے اختیارات	11.6
لوک سبھا کے فرائض و اختیارات	11.7
قانون سازی کے اختیارات	11.7.1
مالی اختیارات	11.7.2
عاملانہ اختیارات	11.7.3
دستوری اختیارات	11.7.4
انتخابی اختیارات	11.7.5
عدالتی اختیارات	11.7.6
متفرق اختیارات	11.7.7
بحث و مباحث کا اختیار و فرائض	11.7.8

11.8 لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے درمیان تعلق

11.9 اراکین لوک سبھا کی تنخواہ بھتہ اور وظیفہ

11.10 اکتسابی نتائج

11.11 کلیدی الفاظ

11.12 نمونہ امتحانی سوالات

11.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

11.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

11.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

11.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد

11.0 تمہید (Introduction)

یہ اکائی ہندوستان کی پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں لوک سبھا کے متعلق ہے۔ اسکے انتخابات پانچ سال میں ایک بار ہوتے ہیں جنہیں رائے دہندگان اپنے راست کے ذریعہ چنتے ہیں۔ اور یہ انتخابات دستور ہند کی دفعہ 81 کے مطابق راست بالغ رائے دہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جنہیں درج فہرست شہری ووٹ دیتے ہیں۔ ہر شہری کی ووٹ دینے کی عمر 18 سال ہوتی ہے۔

11.1 مقاصد (Objectives)

اس باب کا مقصد ہندوستان کی پارلیمنٹ، ایوانِ زیریں (لوک سبھا) اس کی ساخت، انتخاب، اہلیتیں، میعاد، اجلاسوں اور اسکے اختیارات سے آپکو واقف کروانا ہے۔ اسکے علاوہ آپ اراکین لوک سبھا کی تنخواہ، بھتہ اور وظیفہ کی مراعات سے بھی واقف ہونگے۔

دستور میں دفعات 79 تا 129 ہندوستان کی مرکزی مقننہ کی تشکیل، اختیارات و فرائض سے متعلق ہیں۔ ہندوستانی پارلیمنٹ (الف) صدر

ب) لوک سبھا (عوامی ایوان)

ج) راجیہ سبھا (ریاستوں کی کونسل) پر مشتمل ہوتی ہے۔ لوک سبھا ہندوستان کے عوام کی نمائندگی کرتی ہے۔ ہندوستان میں اگرچہ کہ صدر ہند پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا رکن نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے وہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو کلب یا ملتوی کرنے کے اختیار کا حامل ہوتا ہے۔ وہ وزیراعظم کی زیر قیادت مجلس وزراء کی سفارش پر لوک سبھا کو تحلیل بھی کر سکتا ہے۔

11.2 مرکزی مقننہ (Central Legislature)

مرکزی مقننہ (پارلیمنٹ Parliament) (Union Legislature) مرکزی مقننہ کو پارلیمنٹ بھی کہا جاتا ہے اور یہ حکومت کا جز ہے اور دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ عوامی ایوان (لوک سبھا) اور ریاستوں کی کونسل (راجیہ سبھا) عوامی ایوان پارلیمنٹ کا ایوان زیریں ہے جو عوام کی نمائندگی کرتا ہے۔ ریاستوں کی کونسل یعنی ایوان بالا ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ قانوناً صدر ہند اور پارلیمنٹ قانون سازی کے اختیارات کا استعمال کرتے ہیں۔ مرکزی مقننہ (پارلیمنٹ) ایک غیر متغیر مقننہ ہے جو صرف دستور کے ذریعے دئے گئے اختیارات کو استعمال کرتی ہے۔ وہ دستوری دفعات کے مطابق فرائض انجام دیتی ہے۔ صدر ہند مرکزی مقننہ کے منظور کردہ عام قوانین کے خلاف حق تنفیخ (Veto) کا استعمال کر سکتا ہے۔ ہندوستان کی سپریم کورٹ عدالتی نظر ثانی کے ذریعے مرکز میں پارلیمنٹ کے نافذ کردہ تمام قوانین کی دستوری موزونیت کا تعین کرتی ہے۔ وہ کسی بھی قانون کو جو دستورہ دفعات کے برعکس منظور اور روبہ عمل لائے گئے ہوں تو غیر دستوری یا غیر قانونی قرار دیتی ہے۔ اس طرح مرکزی پارلیمنٹ ایک مقننہ نہیں ہے۔ لہذا پارلیمنٹ میں صدر یا برطانوی پارلیمنٹ میں تاج یا شاہ (Crown) کے مانند ہوتا ہے۔ اس باب میں مرکزی مقننہ کی ساخت، تنظیم، اختیارات و فرائض ادا کرتی ہے۔ یہ عوام کی خوشحالی اور ملک کی ترقی کے لیے قوانین اور پالیسیوں کے ایک ذریعہ کے طور پر کام کرتی ہے۔

11.3 لوک سبھا کی ساخت (Structure of Lok Sabha)

اس وقت لوک سبھا کی اعظم ترین تعداد 552 ہے۔ اس کے اراکین ریاستوں، مرکزی زیر انتظام علاقوں اور نامزدہ زمروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کل اراکین میں سے 530 اراکین ریاستوں اور 20 اراکین مرکزی زیر انتظام علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور بقیہ 2 اراکان کو صدر انگلوانڈین حلقے سے نامزد کرتا ہے۔ اب اراکین کی جملہ تعداد 543 ہے۔

ایوان (لوک سبھا)

سلسلہ	ریاست / مرکزی زیر انتظام علاقہ	نشستوں کی جملہ تعداد	درج فہرست ذاتوں کے لئے مختص نشستیں	درج فہرست قبائل کے لئے مختص نشستیں
1-	آندھرا پردیش	25	04	01
2-	اروناچل پردیش	02	-	01
3-	تلنگانہ	17	02	02
4-	آسام	14	01	02

-	06	40	بہار	-5
04	01	11	چھتیس گڑھ	-6
-	-	02	گودا	-7
04	02	26	گجرات	-8
-	02	10	ہریانہ	-9
-	01	04	ہماچل پردیش	-10
05	01	14	جھارکھنڈ	-11
-	-	06	جمو، کشمیر اور لداخ	-12
02	05	28	کرناتک	-13
-	02	20	کیرلا	-14
06	04	29	مدھیہ پردیش	-15
04	05	48	مہاراشٹرا	-16
01	-	02	-----	-17
02	-	02	میگھالیا	-18
01	-	01	مزدورام	-19
-	-	01	ناگالینڈ	-20
05	03	21	اڑیسہ	-21
-	04	13	پنجاب	-22
-	04	13	راجستھان	-23
-	-	01	سکم	-24
-	07	39	تامل ناڈو	-25
02	03	17	تلنگانہ	-26
01	-	02	تیری پورا	-27
-	01	05	اُترانچل	-28
-	17	80	اُتر پردیش	-29
02	10	42	مغربی بنگال	-30

مرکزی زیر انتظام علاقے

-	-	01	انڈومان اور نکوبر	-1
-	-	01	چندی گڑھ	-2
01	-	01	دالاحد نگر جویلی	-3
-	-	01	دمن ادا دیو	-4
-	01	07	دہلی	-5
01	-	01	لکشادیپ	-6
-	-	01	پڈوچیری	-7
		02	انگلوانڈین	

اس طرح لوک سبھا میں 412 عام نشستیں، 84 نشستیں برائے درج ذیل فہرست، ذاتیں اور 47 نشستیں برائے درج ذیل فہرست قبائیل مختص ہیں۔

11.4 لوک سبھا انتخاب (Lok Sabha Election)

لوک سبھا کے اراکین (سوائے نامزدہ اراکان کے) ریاستوں کے علاقائی انتخابی حلقوں سے عوام کے ذریعے راست منتخب کئے جاتے ہیں۔ اراکان کا انتخابی بالغ رائے دہی دیں کے اصول پر مبنی ہوتا ہے۔ ہر ہندوستانی شہری جو 18 سال کی عمر مکمل کر چکا ہو اور جو دستوری دفعات یا دیگر کسی قانون کی رو سے نااہل قرار نہ دیا گیا ہو ان انتخابات میں حق رائے دہی سے استفادہ کر سکتا ہے۔ 1999 سے ہندوستان میں رائے دہندے الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں (EVMs) Electronic Voting Machines کے ذریعہ اپنے نمائندوں کے انتخاب کے لئے حق رائے دہی سے استفادہ کر رہے ہیں۔

11.4.1- اہلیتیں (Qualifications)

اہلیتیں اور نااہلیتیں Qualification & Disqualifications لوک سبھا کے رکن کی حیثیت سے انتخاب میں حصہ لینے والے امیدوار کے لیے مندرجہ ذیل اہلیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے۔

- وہ ہندوستان کا شہری ہو۔
- وہ 25 سال کی عمر مکمل کر چکا ہو۔
- وہ مرکزی یا ریاستی حکومت میں کسی نفع بخش عہدے پر فائز نہ ہو۔
- وہ ان دیگر اہلیتوں کا بھی حامل ہو جو پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ تجویز کرتی ہے۔

ہر امیدوار کو 10,000 روپے کی ضمانتی رقم جمع کرانی پڑتی ہے۔ وہ امیدوار جو جملہ ووٹوں کا 6/1 ووٹ حاصل کرتا ہے اس ضمانتی رقم کو واپس حاصل کرتا ہے۔

11.4.2 - نااہلیتیں (Disqualifications)

کسی بھی فرد کو لوک سبھا کے رکن کی حیثیت سے منتخب ہونے سے نااہل قرار دیا جاتا ہے۔

- اگر وہ قانون کی کسی عدالت کے ذریعہ فائرا ل فعل (Unbound mind) قرار دیا گیا ہو۔
- اسے دیوالیہ قرار دیا گیا ہو۔
- اگر وہ ہندوستان کا شہری نہ ہو۔
- اگر وہ پارلیمنٹ کے بنائے گئے کسی بھی قانون کی رو سے نااہل قرار دیا گیا ہو۔

11.4.3 - لوک سبھا کی معیاد اور تحلیل (Term of Office – Dissolutions)

عموماً لوک سبھا کی معیاد پانچ سال ہے۔ اس معیاد میں ایمر جنسی کے دوران ایک سال تک توسیع دی جاتی ہے۔ ایمر جنسی کے اختتام کے اندرون چھ ماہ لوک سبھا کے انتخابات دوبارہ منعقد کئے جاتے ہیں۔ صدر ہند وزیراعظم کی زیر قیادت مرکزی مجلس وزراء کی سفارش پر لوک سبھا کو اسکی معیاد کی تکمیل سے قبل ہی تحلیل کر سکتا ہے۔ مثلاً صدر پر تاب مکھرجی نے وزیراعظم من موہن سنگھ کی زیر قیادت مرکزی کابینہ کی تحریری سفارش پر پندرہویں لوک سبھا کو 18 مئی 2014 کو تحلیل کر دیا تھا۔

لوک سبھا کی معیاد

سلسلہ	لوک سبھا	تشکیل کے بعد اجلاس کی تاریخ	تحلیل کی تاریخ
1	پہلی لوک سبھا	13-05-1952	04-04-1957
2	دوسرے لوک سبھا	10-05-1957	31-03-1962
3	تیسری لوک سبھا	16-04-1962	03-03-1967
4	چوتھی لوک سبھا	16-03-0967	27-12-1970
5	پانچویں لوک سبھا	19-03-1971	18-01-1977
6	چھٹی لوک سبھا	25-03-1977	22-08-1979

31-12-1984	21-01-1980	ساتھویں لوک سبھا	7
27-11-1989	15-01-1985	آٹھویں لوک سبھا	8
13-03-1991	18-12-1989	نویں لوک سبھا	9
10-05-1996	09-07-1991	دسویں لوک سبھا	10
04-12-1997	22-05-1996	گیارھویں لوک سبھا	11
06-04-1999	23-03-1998	بارھویں لوک سبھا	12
16-02-2004	20-10-1999	تیرھویں لوک سبھا	13
01-06-2009	02-06-2004	چودھویں لوک سبھا	14
18-05-2014	02-06-2009	پندرھویں لوک سبھا	15
03-03-2019	04-06-2014	سولھویں لوک سبھا	16
تاحال جاری ہے۔	24-05-2019	سترھویں لوک سبھا	17

11.4.4۔ لوک سبھا کے اجلاس کا کورم (Quoram of Lok Sabha Session)

لوک سبھا کی طرح راجیہ سبھا کے بھی سال میں کم از کم دو اجلاس ہوتے ہیں۔ دو اجلاسوں کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ لوک سبھا کی تحلیل کے بعد راجیہ سبھا کے اجلاس حسب معمول جاری رہتے ہیں۔ نائب صدر جمہوریہ ہند راجیہ سبھا کا بہ اعتبار عہدہ صدر نشین ہوتا ہے اور ایوان کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ صدر نشین کی غیر موجودگی میں نائب صدر نشین (Deputy Chairman) ان اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ صدر نشین اور نائب صدر نشین دونوں کی غیر موجودگی میں ایک چھ رکنی پینل صدر نشین کی جانب سے تشکیل دیا جاتا ہے جو اجلاسوں کو منعقد کرتے ہیں۔ وزیراعظم کی جانب سے اس ایوان کے لئے قائد کو نامزد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایوان میں حزب مخالف کا قاعد بھی ہوتا ہے۔ کورم کے تعلق سے لوک سبھا کا کورم Quorum جملہ اراکین کا 10/11 حصہ کسی اجلاس کے انعقاد کے لیے ضروری ہے۔ صدر نشین کورم کی موجودگی کا جائزہ لینے کے بعد اجلاس منعقد کرتا ہے۔ اگر کسی دن کورم کی کمی ہو تو وہ اجلاس کو کچھ دیر کے لئے یا دوسرے دن تک کے لئے ملتوی کر دیتا ہے۔

11.5 اسپیکر لوک سبھا (Speaker Lok Sabha)

دستور کی دفعہ 93 کے مطابق لوک سبھا کے اجلاسوں کی صدارت کے لئے لوک سبھا کے اراکین اپنے میں سے ایک کو بحیثیت اسپیکر منتخب کرتے ہیں۔ عموماً انتخاب کے بعد لوک سبھا کے پہلے اجلاس میں لوک سبھا کے سینئر ترین رکن کو صدر جمہوریہ عارضی اسپیکر (Pro-Term) کا حلف دلاتے ہیں۔ عارضی اسپیکر کی صدارت میں اجلاس کے پہلے دن تمام اراکین کو حلف دلایا جاتا ہے اور اس کے بعد نئے اسپیکر کے انتخاب کا عمل شروع ہوتا ہے۔ روایتی طور پر اکثریتی جماعت کے رکن کو اسپیکر منتخب کیا جاتا ہے اور حزب اختلاف (اپوزیشن جماعت) کے لئے ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ چھوڑا جاتا ہے۔ اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی میعاد پانچ سال ہوتی ہے۔ لیکن انھیں میعاد سے قبل بھی ہٹایا جاسکتا ہے۔ لوک سبھا کا اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کسی ایسے اجلاس کی صدارت نہیں کر سکتے جس میں خود ان کو ہٹانے کی کارروائی کی جارہی ہو۔ دفعہ 96(2) کے مطابق اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کو ہٹانے کے لئے چودہ دن کی نوٹس دی جاتی ہے اور انھیں اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور حق ووٹ دیا جاتا ہے اور حاضر ورائے دہی میں حصہ لینے والے اراکین کی اکثریت انھیں ہٹانے کے لئے قرارداد منظور کرتی ہے تو یہ عہدے خالی ہو جاتے ہیں۔ اسپیکر لوک سبھا کا انتظامی عہدیدار بھی ہوتا ہے۔ اس لئے لوک سبھا کی تحلیل کے بعد بھی نئے انتخابات اور نئے اسپیکر کے منتخب ہونے تک وہ اس عہدہ پر برقرار رہتا ہے۔

اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کو پارلیمنٹ کی جانب سے متعینہ قوانین کے مطابق تنخواہ دی جاتی ہے اور ان کے عہدہ کی غیر جانبداریت کو برقرار رکھنے کے لئے ان کی تنخواہیں حکومت ہند کے منجمد فنڈ (Consolidated Fund of India) سے دی جاتی ہے۔ اسپیکر کو رہنے کے لئے مفت گھر، ٹیلی فون، سفر اور طبی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ حکومت ہند میں اسپیکر کا مقام ساتویں درجہ پر ہے۔ اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے علاوہ اجلاسوں کی صدارت کے لئے چھ بیانیل اسپیکر بھی ہوتے ہیں، جنھیں اسپیکر نامزد کرتا ہے۔

11.6 اسپیکر لوک سبھا کے فرائض و اختیارات (Powers and Functions of LS Speaker)

لوک سبھا اسپیکر کو کئی ایک منصبی، نگرانی، انتظامی اور متفرق اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ایوان کے اجلاسوں کی کارروائی چلانے اور ان میں امن و ضبط کی برقراری کے لئے ذمہ دار ہوتا ہے۔ اجلاس کے آغاز سے قبل وہ وزیر پارلیمانی امور اور دیوان کے اہم قائدین سے مچاورت کے ذریعہ ایوان کے نظام العمل (Time Table) کو قطعیت دیتا ہے۔ وہ اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔ اسپیکر کو مخاطب کرتے ہوئے ہی اراکین تقریر کر سکتے ہیں۔ ایوان کی کارروائی میں سے اگر ضروری ہو تو وہ بعض تقاریر کے متن کو حذف کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔ کسی بل کے مالی ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرتا ہے اور اسی کی دستخط سے ایوان کے منظورہ بل راجیہ سبھا کو روانہ کئے جاتے ہیں۔ وہ صدر جمہوریہ اور ایوان کے درمیان رابطہ کی کڑی ہوتا ہے۔ اجلاسوں کی کارروائی کے دوران اسے ایک غیر جانبدار جج کی طرح کام کرنا ہوتا ہے۔ اسی لئے اسپیکر منتخب ہونے کے بعد وہ اپنی پارٹی کی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ برطانیہ میں اسپیکر کو غیر جماعتی فرد (No Party Man) سمجھا جاتا ہے۔ اراکین کے مراعات کا وہ محافظ ہوتا ہے۔ اگر کوئی رکن یا اراکین ایوان کی کارروائی میں خلل ڈال رہے ہوں تو وہ انھیں مارشل کے ذریعہ نکال کر انھیں اجلاس کے دوران کسی

بھی مدت کے لئے معطل کر سکتا ہے۔ ایوان کے بے قابو ہونے پر وہ ایوان کے اجلاس کو ملتوی کر سکتا ہے۔ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاسوں کی صدارت اسپیکر ہی کرتا ہے۔

ایوان میں مباحث کے اختتام پر رائے وہی کا انتظام اور نگرانی وہی کرتا ہے۔ عام طور پر وہ رائے وہی میں حصہ نہیں لیتا۔ دستور کی دفعہ 189(1) کے مطابق اگر ایوان کسی مسئلہ پر مساوی تقسیم ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنا ووٹ استعمال کر سکتا ہے جسے (Casting Vote) کہتے ہیں۔ کسی بھی مسئلہ پر اس کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوتا ہے۔ وہ ایوان کی مختلف کمیٹیوں کے اراکین اور صدر کو نامزد کرتا ہے اور بعض اہم کمیٹیوں یا با اعتبار عہدہ چیرمین بھی ہوتا ہے۔ وہ لوک سبھا سکریٹریٹ کا سربراہ ہوتا ہے۔ اور اس حیثیت میں وہ عملہ پر انتظامی نگرانی رکھتا ہے۔ اسپیکر کی غیر جانبداری اور ایماندارانہ کاروائی سے لوک سبھا کے مباحث ہندوستانی عوام کی رائے کا اظہار خیال کرتے ہیں اور عوام میں پاپر لیمنٹ کے وقار و اعتماد کو بڑھاتے ہیں۔

11.7 لوک سبھا کے فرائض و اختیارات (Power and Functions of Lok Sabha)

لوک سبھا کے فرائض و اختیارات کو قانون سازی، مالی، عالمانہ، دستوری، انتخابی، عدالتی اور متفرق میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

11.7.1 قانون سازی کے اختیارات

قانون سازی لوک سبھا کا پہلا اور اہم کام ہے۔ لوک سبھا چوں کہ عوام کے منتخبہ نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے یہاں پر کی جانے والی قانون سازی عوامی رائے اور رجحان کی عکاسی کرتی ہے اور یہ پورے ملک کے لئے مرکزی فہرست اور مشترکہ فہرست کے تمام موضوعات پر قانون سازی کر سکتی ہے۔ جب کہ دفعہ 352 کی رو سے نافذ ایمر جنسی کے دوران اسے ریاستی موضوعات پر بھی قانون سازی کا اختیار حاصل ہے۔ غیر مالی بل لوک سبھا یا راجیہ سبھا میں پیش کیا جاسکتا ہے، جب کہ مالی بل کو صرف لوک سبھا میں ہی پیش کیا جاسکتا ہے۔ کسی بل پر اگر دونوں کے درمیان عدم اتفاق پیدا ہو تو صدر جمہوریہ دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کرتے ہیں۔ لوک سبھا حسب ذیل قانون سازی کے لئے اقدامات کرتی ہے۔

(1) دفعہ 249 کے مطابق راجیہ سبھا اگر دو تہائی اکثریت سے قرارداد کی منظوری کے ذریعہ ریاستی فہرست کے موضوعات پر

قانون سازی کی خواہش کرتی ہے تو لوک سبھا ریاستی موضوعات پر بھی عام حالات میں قانون سازی کر سکتی ہے، لیکن یہ

قانون سازی صرف ایک سال کے لئے ہوگی۔

(2) دفعہ 252 کے مطابق ریاستی فہرست پر قانون سازی کے لئے ریاستی مقننہ کی خواہش پر لوک سبھا ریاستی فہرست کے

خواہش کردہ موضوعات پر قانون سازی کر سکتی ہے۔

(3) دفعہ 253 کے مطابق، بین الاقوامی سطح پر حکومت ہند کی جانب سے کئے گئے معاہدات کی عمل آوری کے لئے لوک سبھا

کسی بھی موضوع بشمول ریاستی فہرست کے موضوعات پر بھی قانون سازی کر سکتی ہے۔

4) لوک سبھا، صدر، نائب صدر، اراکین پارلیمنٹ، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جسس کی تنخواہوں اور بھتوں سے متعلق قانون سازی کی مجاز ہے۔

5) نئی ریاستوں کی تخلیق یا شمولیت کے لئے قانون سازی کی پہل لوک سبھا سے ہوتی ہے۔ قانون سازی کے ان تمام اختیارات میں راجیہ سبھا بھی برابر کی شامل ہوتی ہے۔

11.7.2 مالی اختیارات

دستور کی دفعہ 109 کے مطابق مالی بل صرف لوک سبھا میں ہی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ ملک کا سالانہ بجٹ پہلے لوک سبھا میں پیش کیا جاتا ہے اور اس کی منظوری کے بعد اسپیکر اپنی دستخط سے منظوری کے لئے راجیہ سبھا میں پیش کرتا ہے اور اس کی منظوری کے بعد اسپیکر اپنی دستخط سے منظوری کے لئے راجیہ سبھا کو روانہ کرتا ہے۔ راجیہ سبھا مالی بل کو زیادہ سے زیادہ 14 دن تک روکے رکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد اسے خود بخود منظور ہوجاتا ہے۔ راجیہ سبھا کی سفارشات کو قبول کرنا لوک سبھا کے لئے لازمی نہیں۔ لوک سبھا کی منظوری کے بغیر حکومت نہ تو عوام پر ٹیکس عائد کر سکتی ہے اور نہ پیشہ خرچ کر سکتی ہے۔ لوک سبھا اپنے ان مالی اختیارات کی وجہ سے حکومت پر مؤثر نگرانی رکھ سکتی ہے۔ کمپٹر و لراور آڈیٹر جنرل کی سالانہ رپورٹ لوک سبھا میں پیش کی جاتی ہے۔ تصرف بل (Appropriate-Bill) پر اگر ایوان میں کٹوتی تحریک منظور ہوتی ہے تو حکومت گر جاتی ہے۔

11.7.3 عاملانہ اختیارات

پارلیمانی طریقہ حکومت میں عاملانہ مقننہ کا ایک حصہ ہوتی ہے اور عاملانہ کو مقننہ کا اعتماد حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ عوام کے منتخب ایوان کے حیثیت سے ایوان زیریں کو عاملانہ پر نگرانی کا حق ہوتا ہے۔ وزیراعظم کی صدارت میں مجلس وزراء لوک سبھا کو اجتماعی طور پر ذمہ دار جوابدہ ہوتی ہے۔ وزراء پر اپنے اپنے محکموں کی کارکردگی کے لئے اور اجتماعی طور پر حکومتی پالیسیوں کے لئے جوابدہ ہیں۔ اراکین لوک سبھا وزراء سے سوالات اور ضمنی سوالات پوچھتے ہیں۔ اس کے علاوہ لوک سبھا تحریکات جیسے تحریک التوا، تحریک توجہ دہانی، تحریک ملامت وغیرہ کے ذریعہ حکومت پر دباؤ ڈالتی ہے۔

11.7.4 دستوری اختیارات

لوک سبھا کو راجیہ سبھا کے ساتھ دستور میں ترمیم کا اختیار حاصل ہے۔ دستوری ترمیمی بل لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں پیش ہو سکتا ہے اور دستور میں دے گئے طریقہ ترمیم کے مطابق ترمیم کا عمل پورا ہوتا ہے۔ ایوان کی منظوری کے بعد دوسرے ایوان کو روانہ کیا جاتا ہے۔ دونوں ایوانوں میں عدم اتفاق کی صورت میں صدر جمہوریہ کی جانب سے مشترکہ اجلاس طلب کیا جاتا ہے۔

11.7.5 انتخابی اختیارات

لوک سبھا، صدر جمہوریہ ہند اور نائب صدر جمہوریہ کے انتخاب میں حصہ لیتی ہے، اس کے منتخبہ الیکٹورل کالج کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دستور کی دفعہ 93 کے مطابق لوک سبھا اپنے دو اراکین اپنے سربراہ اور نائب سربراہ کا انتخاب کرتی ہے۔ اس کے بعد اپنے اراکین میں سے ایک کو اسپیکر منتخب کرتی ہے۔ جب کبھی یہ عہدے پر نہیں ہوتے ہیں تو ان عہدوں کے لئے دوبارہ انتخاب عمل میں آتا ہے۔ لوک سبھا کی تاریخ میں پہلے مرتبہ 2002ء کو اسپیکر جی۔ ایم۔ سی۔ بالائیوگی کے ہیلی کاپٹر حادثہ میں انتقال کے بعد منوہر جوشی کو بلا مقابلہ اسپیکر منتخب قرار دیا گیا۔

11.7.6 عدالتی اختیارات (Judiciary Powers)

لوک سبھا کو راجیہ سبھا کے ساتھ چند عدالتی اختیارات بھی حاصل ہیں۔ صدر جمہوریہ کو ہٹانے کے لیے لوک سبھا قرارداد راجیہ سبھا کو روانہ کی جاتی ہے اور راجیہ سبھا میں اس کی منظوری سے صدر کا عہدہ خالی قرار دیا جاتا ہے۔ نائب صدر کو ہٹانے کی کاروائی صرف راجیہ سبھا میں ہی شروع کی جاسکتی ہے، اس کے بعد لوک سبھا اس کی توثیق کرتی ہے۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججس اور چیف جسٹس کو ہٹانے کی کاروائی ان کے ثابت غلط کی بنیاد پر راجیہ سبھا یا لوک سبھا میں شروع کی جاسکتی ہے۔ لوک سبھا کی منظوری پر قرارداد مواخذہ کو راجیہ سبھا روانہ کیا جاتا ہے اور راجیہ سبھا کی منظوری سے وہ عہدہ خالی متصور ہوتا ہے۔ اسی طرح چیف الیکشن کمشنر، کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل، چیرمین واراکین یونین پبلک سروس کمیشن کو ہٹانے کے لئے کی جانے والے کاروائی میں لوک سبھا بھی راجیہ سبھا کے ساتھ برابر کی شامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خصوصی معاملات میں پارلیمانی تحقیقات کمیٹی میں لوگ سبھا کے اراکین کی اکثریت ہوتی ہے۔

11.7.7 متفرق اختیارات

لوک سبھا مندرجہ بالا ان اختیارات کے علاوہ راجیہ سبھا کے ساتھ مل کر چند متفرق اختیارات بھی رکھتی ہے۔ یونین پبلک سروس کمٹی، شیڈولڈ تراسٹس اور شیڈولڈ کاسٹ کمیٹی، فنانس کیشن اور دوسرے کمیشنوں کی رپورٹوں پر راجیہ سبھا کے ساتھ لوک سبھا میں بھی غور کیا جاتا ہے۔ لوگ سبھا ایمر جنسی کے نفاذ کو منظوری دیتی ہے اور ایمر جنسی کے دوران شہریوں پر ان کی کوتاہیوں پر مقدمات چلانے اور سزا دینے کے لئے مارشل کورٹس بھی قائم کر سکتی ہے۔

11.8 لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے درمیان تعلق (Relation between Lok Sabha and Rajya Sabha)

افریکیہ قانون سازی کے معاملے میں لوک سبھا اور راجیہ سبھا کو یکساں اختیارات حاصل ہیں، لیکن بعض معاملات میں دستور راجیہ سبھا پر لوک سبھا کو برتری دیتا ہے، چنانچہ عاملہ پر کنٹرول کے معاملے میں راجی سبھا پر لوک سبھا کو برتری حاصل ہے، وزراء کا تعلق چاہے کسی ایوان سے ہوا نہیں منظور کر سکتے ہیں، لیکن تحریک عدم اعتماد صرف لوگ سبھا ہی منظور کر سکتی ہے۔ چوں کہ لوک سبھا ہی عوام کا راست منتخب ادارہ ہے، اس طرح عاملہ پر راجیہ سبھا کا اختیار صفر کے برابر ہے۔ اسی طرح مالی معاملات میں راجیہ سبھا کا اختیار نہیں کے برابر

ہے۔ مالی بل صرف لوک سبھا میں ہی پیش ہو سکتا ہے۔ لیکن دستور کے مطابق مالی بل کو راجیہ سبھا کی منظوری بھی ضروری ہے۔ راجیہ سبھا کے لئے ضروری ہے کہ وہ مالی بل کو 14 دن کے اندر منظور کرے۔

11.9 اراکین پارلیمنٹ کی تنخواہ، بھتہ اور وظیفہ (Salary, Allowances etc. of MPs)

دستور کی دفعہ 106 کے تحت اراکین پارلیمنٹ کو بھتہ، تنخواہ اور وظیفہ کے تعین کا اختیار دیا گیا ہے۔ 2020 کے ترمیم شدہ قانون کے تحت حسب جدول کے مطابق اراکین پارلیمنٹ کی تنخواہ، بھتہ اور وظیفہ کا تعین کیا گیا ہے۔ جس کا نفاذ یک اپریل 2020ء سے ہوا۔ بعد میں 11 مئی 2022 کو مستقل قانون کاروپ دیا گیا۔

رقم کی تفصیل	تفصیل
70 ہزار روپے	1۔ تنخواہ
40 ہزار روپے	2۔ حلقہ کا بھتہ
54 ہزار بشمول آفس کے لئے اخراجات 14 ہزار روپے	3۔ دفتری اخراجات کے لئے
40 ہزار روپے	4۔ دیگر دفتری اخراجات
زائد 6 کلومیٹر سفر پر 5.25	5۔ سفری اخراجات
6۔ سالانہ 7500 کالس (کل ہند)	6۔ مفت کالس
7۔ سالانہ 15 ہزار کالس (کل ہند)	7۔ مفت کالس
20 ہزار روپے ماہانہ	8۔ تنخواہ
400 روپے یومیہ	9۔ اجلاسوں میں شرکت کی فیس
تنخواہ کی ادھی رقم	10۔ فیملی پنشن

11.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ نے،

- لوک سبھا کی ساخت کا مطالعہ کیا۔
- لوک سبھا کے اختیارات کا مطالعہ کیا۔
- لوک سبھا کے فرائض کا مطالعہ کیا۔
- لوک سبھا کی تحلیل و کورم سے متعلق جانکاری حاصل کی۔

11.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

کورم (Quorum)

کورم لوگوں کی کم از کم تعداد ہے جو میٹنگز منعقد کرنے یا کمپنی کی مخصوص میٹنگوں کے دوران فیصلے کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اکثر، کورم کو کسی گروپ یا تنظیم کے ارکان کی اکثریت سمجھا جاتا ہے۔

11.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

11.12.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- لوک سبھا کی رکنیت کے لیے لازمی عمر کیا ہے؟

(a) 18 سال (b) 21 سال (c) 25 سال (d) 45 سال

2- کیا لوک سبھا کی انتخابی رکنیت کے لیے ہندوستان کا شہری ہونا لازمی ہے؟

(a) ہاں (b) نہیں (c) ضروری نہیں (d) معلوم نہیں

3- لوک سبھا میں امیدواری کے لیے ضمانت کی رقم کیا ہے؟

(a) 5000 روپے (b) 10000 روپے (c) 25000 روپے (d) 50000 روپے

4- لوک سبھا میں نااہلیت کا کیا سبب ہے؟

(a) دیوالیہ ہونا (b) ہندوستان کا شہری نہ ہونا (c) فاتر بالفعل ہونا (d) یہ سبھی

5- پہلی لوک سبھا کی تشکیل ہوئی؟

(a) 1947 (b) 1950 (c) 1952 (d) 1957

6- 17 ویں لوک سبھا کی تشکیل ہوئی؟

(a) 2004 (b) 2009 (c) 2014 (d) 2019

7- لوک سبھا کی صدارت کون کرتا ہے؟

(a) صدر جمہوریہ (b) وزیراعظم (c) اسپیکر (d) ان میں کوئی نہیں

8۔ لوک سبھاممبران کی تنخواہ کتنی ہوتی ہے؟

(a) 50000 روپے (b) 60000 روپے (c) 70000 روپے (d) 80000 روپے

9۔ لوک سبھامیں ایوان کالیڈر کون ہوتا ہے؟

(a) صدر جمہوریہ (b) وزیراعظم (c) اسپیکر (d) ان میں کوئی نہیں

10۔ دوسری لوک سبھاکب تشکیل ہوئی؟

(a) 1947 (b) 1950 (c) 1952 (d) 1957

11.12.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. لوک سبھاکے کورم سے کیا مراد ہے؟
2. لوک سبھامیں رکن منتخب ہونے کے لیے کیا اہلیت ہے؟
3. لوک سبھاکا نااہلیت ہے؟
4. لوک سبھاکے قانون سازی کے کیا اختیارات ہیں؟
5. لوک سبھاکے عاملانہ اختیارات کیا ہیں؟

11.12.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. لوک سبھاکے مختلف اختیارات کی وضاحت کیجیے۔
2. لوک سبھا اور راجیہ سبھاکے درمیان کیا تعلق ہے؟ وضاحت کیجیے۔
3. لوک سبھاکا ساخت اور اس کے اجلاس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیے۔

11.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. DC Gupta (2018), Indian Government and Politics (8th Edition), Vikash Publishing House Pvt. Ltd.
2. Austin Granville (1999), The Indian Constitution: Cornerstone of a Nation, Oxford University Press (India)
3. M.V. Pylee (2010), An Introduction to the Constitution of India (2nd Edition) S. Chand & Company
4. Kashyap Subhash (2022), Our Constitution (21st Edition), National Book Trust
5. M.Laxmikanth.(2021), Indian Polity(6 Edition), McGraw Hill Education (India) Private Limited
6. Abdul Qayyum, Hindustani Hukumat aur Siyasat.

اکائی 12—راجیہ سبھا: ساخت، اختیارات اور فرائض

(Rajya Sabha: Composition, Powers and Functions)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	12.0
مقاصد	12.1
راجیہ سبھا کی تشکیل	12.2
راجیہ سبھا کی ساخت	12.3
راجیہ سبھا کی میعاد	12.4
راجیہ سبھا کی رکنیت	12.5
راجیہ سبھا کا چیئرمین	12.6
راجیہ سبھا کا نائب چیئرمین	12.7
پارلیمنٹ میں قانون سازی کا عمل	12.8
اقتصادی نتائج	12.9
کلیدی الفاظ	12.10
نمونہ امتحانی سوالات	12.11
معروضی جوابات کے حامل سوالات	12.11.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	12.11.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	12.11.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	12.12

12.0 تمہید (Introduction)

پارلیمنٹ، مرکزی حکومت کا قانون سازی کا حصہ ہے۔ پارلیمانی نظام جسے حکومت کا ویسٹ منسٹر ماڈل بھی کہتے ہیں۔ اختیار کرنے کی وجہ سے ہندوستانی جمہوری نظام میں پارلیمنٹ ایک مخصوص مرکزی مقام رکھتا ہے۔ دستور کے پانچویں شڈیول کے تحت آرٹیکل 79 سے 122 میں پارلیمنٹ کی تشکیل، حیثیت دورانیہ، افسران، مخصوص اختیارات، وغیرہ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔

12.1 مقاصد (Objectives)

- اس سبق کا مقصد طلباء کو یہ علم کرانا ہے کہ راجیہ سبھا کی تشکیل اور اس کی بناوٹ کیسے ہوتی ہے۔
- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلباء یہ جان سکیں گے کہ راجیہ سبھا کی رکنیت کے لئے کیا اہلیت ہونی چاہیے اور دل بدل قانون کیا ہے۔
- اس سبق میں راجیہ سبھا کے چیئرمین اور نائب چیئر میں کیسے منتخب ہوتے ہیں، کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے۔
- اس سبق میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ راجیہ سبھا میں قانون سازی کا عمل کیسے ہوتا ہے۔
- اس سبق سے طلباء یہ بھی جان سکیں گے کہ عام بل اور رقم بل کے بیچ کیا فرق ہوتا ہے اور کن حالات میں دونوں ایوانوں کو متحد اجلاس بلا یا جاسکتا ہے۔
- آخر میں اس سبق میں راجیہ سبھا کے قانون سازی کے اختیارات اور فرائض کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

12.2 راجیہ سبھا کی تشکیل (Formation of Rajya Sabha)

دستور کے مطابق بھارت کی پارلیمنٹ کے جز ہیں صدر جمہوریہ (راشٹر پتی)، لوک سبھا اور راجیہ سبھا۔ 1954 میں راجیہ پریشد (صوبائی کونسل) اور عوام کا سندر کی جگہ بالترتیب راجیہ سبھا (ایوان بالا) اور لوگ سبھا (ایوان زیریں) کے لفظ کو اختیار کیا گیا۔ راجیہ سبھا ایوان بالا کہلاتا ہے۔ جبکہ لوک سبھا ایوان زیریں کہلاتا ہے۔ راجیہ سبھا میں صوبائی یا یونین کے زیر انتظام علاقوں (Union territory) کے نمائندے ہوتے ہیں جبکہ لوک سبھا مکمل طور پر بھارت کی عوام کی نمائندگی کرتی ہے۔

حالانکہ صدر جمہوریہ لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے دونوں ایوانوں کا رکن نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی وہ پارلیمنٹ میں بیٹھتا ہے۔ لیکن صدر جمہوریہ پارلیمنٹ کا لازمی جز ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ دونوں ایوانوں کے ذریعہ پاس کیا گیا کوئی بھی بل اس وقت تک قانون نہیں بنتا جب تک کہ صدر جمہوریہ کی اسے منظوری نہ مل جائے۔ صدر جمہوریہ پارلیمنٹ کے کچھ چندہ کام بھی کرتا ہے جسے کے صدر جمہوریہ دونوں ایوانوں کے اجلاس (سیشن) طلب کرتا ہے یا ملتوی کرتا ہے۔ لوک سبھا کو تحلیل کر سکتا ہے۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس نہ چل رہا ہو تو وہ ضابطہ قانون (آرڈیننس) جاری کر سکتا ہے وغیرہ۔

اس معاملے میں ہندوستانی دستور امریکہ کی جگہ برطانیہ کی طرف کی بنیاد پر ہے۔ برطانیہ کی پارلیمنٹ تاج (راجہ یارانی) ہاؤس آف لارڈ (ایوان بالا) ہاؤس آف کامنس (ایوان زیریں) سے مل کر بنتی ہے۔ اس کے برعکس امریکی صدر مقننہ (Legislature) کا بہت اہم جز نہیں ہے۔ امریکہ میں مقننہ کو کانگریس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کانگریس کے تحت سینٹ (ایوان بالا) اور ہاؤس آف ریپریزنٹٹیو (House of Representative) (ایوان زیریں) ہوتے ہیں۔

حکومت کے پارلیمانی طریقہ کار میں قانون ساز اور عاملہ کو حصوں میں ایک دوسرے پر منحصر ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہمارے یہاں پارلیمنٹ میں صدر جمہوریہ، برطانیہ کی پارلیمنٹ میں تاج کی طرح ہے۔ وہیں دوسری طرف صدارتی طرز حکومت والی سرکار میں قانون ساز اور عاملہ کے حصوں کو الگ کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس لیے امریکہ صدر کانگریس کا حصہ (Constituent) نہیں مانا جاتا ہے۔

12.3 راجیہ سبھا کی ساخت (Structure of Rajya Sabha)

راجیہ سبھا میں ارکان کی آخری تعداد 250 طے شدہ ہے۔ ان میں 238 ارکان صوبوں اور یونین کے زیر انتظام علاقوں کے نمائندے (مالواسطہ طور سے منتخب) ہوں گے جب کہ 12 ارکان صدر جمہوریہ کے ذریعہ نامزد کیے جائیں گے۔ موجودہ وقت میں راجیہ سبھا میں 245 ارکان ہیں۔ ان میں سے 225 ارکان صوبوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور 8 رکن مرکزی یونین کے زیر انتظام علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور 12 ارکان صدر جمہوریہ کے ذریعہ نامزد ہوتے ہیں۔ دستور کی چوتھی شیڈول (فہرست) میں راجیہ سبھا کے لیے صوبوں و مرکزی یونین کے زیر انتظام علاقوں میں سیٹوں کے منتخب کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(1) صوبوں کی نمائندگی

راجیہ سبھا میں صوبوں کی نمائندوں کا انتخاب صوبائی دھان سبھا کے منتخب ارکان کرتے ہیں۔ انتخاب تناسب کی بنیاد نمائندگی کا طریقہ کار ایک قابل مشکل ووٹ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ راجیہ سبھا کے لئے صوبوں کی سیٹوں کا بٹوارہ ان کی آبادی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے صوبوں کی نمائندوں کی تعداد الگ الگ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اتر پردیش سے 31 ارکان ہیں جبکہ تریپورہ سے ایک رکن ہے۔ امریکہ میں سینٹ میں صوبوں کی نمائندگی برابر ہوتی ہے (آبادی کی بنیاد پر نہیں) یعنی امریکہ میں آبادی کے مقام پر سبھی صوبوں کو سینٹ میں برابر نمائندگی دی گئی ہے۔ امریکہ سینٹ میں کل 100 نشستیں (سیٹیں) ہیں اور ہر صوبے کو دو نشستیں حاصل ہیں۔

(2) یونین ٹیریٹری صوبوں کی نمائندگی

راجیہ سبھا میں مرکزی یونین کے زیر انتظام علاقوں کا ہر ایک نمائندہ اس کام کے لئے بنائے گئے ایک الیکٹوریل کالج (Electoral College) کے ذریعہ منتخب کیا جاتا ہے یہ انتخاب بھی تناسب کی بنیاد پر نمائندگی کے طریقہ کار کے مطابق واحد منتقلی ووٹ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ 9 مرکزی یونین ٹیریٹری میں سے صرف 3 (دلی، پانڈوچیری اور جموں کشمیر) کے نمائندے راجیہ سبھا میں ہیں۔ دیگر 6 مرکزی یونین کے زیر انتظام صوبوں کی آبادی کے مقابلے میں کافی کم ہونے کی وجہ سے راجیہ سبھا میں انھیں علاحدہ نمائندگی حاصل نہیں ہے۔

(3) نامزد ممبر:- نشان دہ

صدر جمہوریہ، راجیہ سبھا میں 12 ایسے اراکین کو نامزد کرتا ہے، جنہیں فن، ادب، سائنس اور خدمت خلق موضوعات سے متعلق خاص علم یا عملی تجربہ ہو۔ ایسے اشخاص کو نامزد کرنے کے پیچھے مقصد یہ ہے کہ نامی یا مشہور اشخاص بغیر انتخاب کے راجیہ سبھا میں جاسکیں۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے امریکی سینٹ میں کوئی نامزد ممبر نہیں ہوتا ہے۔

12.4 راجیہ سبھا کی میعاد (Duration of Rajya Sabha)

راجیہ سبھا (پہلی بار 1952 میں قائم) ایک مسلسل چلنے والا ادارہ ہے یعنی ایک مستقل ادارہ ہے اور یہ تحلیل نہیں ہوتا لیکن اس کے ایک تہائی ممبر ہر دوسرے سال سبکدوش ہوتے ہیں یہ نشستیں انتخاب کے ذریعہ پر کی جاتی ہیں اور صدر جمہوریہ کے ذریعہ ہر تیسرے برس کی شروعات میں چنا جاتا ہے۔ سبکدوش ہونے والے ممبر کئی مرتبہ انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں اور نامزد ہو سکتے ہیں۔ دستور نے راجیہ سبھا کے اراکین (ممبروں) کے لئے عہدہ پر بنے رہنے کی میعاد کا تعین کیا تھا اسے پارلیمنٹ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے تحت عوامی نمائندگی ایکٹ (1951) کی بنیاد پر پارلیمنٹ نے کیا کہ راجہ سبھا کے ممبران کی میعاد کار چھ سال کی ہونی چاہیے۔ اس ایکٹ نے ہندوستان کے راشٹری (صدر جمہوریہ) کو پہلی راجیہ سبھا میں منتخب ہوئے ممبران کی مدت کار کم کرنے کا اختیار دیا۔ پہلے بیچ میں یہ طے ہوا کہ قرع اندازی کی بنیاد پر ممبران کو سبکدوش کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس ایکٹ کے ذریعہ صدر جمہوریہ کو راجیہ سبھا کے ممبران کے سبکدوش کے حکم کو نافذ کرنے والی دفعات بنانے کا اختیار بھی دیا گیا۔

12.5 راجیہ سبھا کی رکنیت (Membership of Rajya Sabha)

اہلیت

دستور نے پارلیمنٹ میں منتخب ہونے کے لئے درج ذیل اہلیت طے کی ہیں۔

(۱) اسے بھارت کا شہری ہونا چاہیے؟

(۲) اسے اس مقصد کے لئے الیکشن کمیشن کے ذریعہ مجاز ٹھہرائے گئے شخص کے روبرو حلف لینا ہوگی۔ حلف برداری میں وہ حلف لیتا ہے کہ

(الف) وہ بھارت کے دستور کے تئیں سچی وفاداری اور یقین رکھے گا۔

(ب) وہ بھارت کی خود مختاری اور سالمیت کو برقرار رکھے گا۔

(۳) اسے راجیہ سبھا (ایوان بالا) میں جگہ کے لئے کم سے کم 30 برس کی عمر کا ہونا چاہیے۔

(۴) اس کے پاس ایسی دیگر لیاقتیں ہونی چاہیے جو پارلیمنٹ کے ذریعہ مانگی گئی ہوں۔

عوامی نمائندگی ایکٹ (1950) میں پارلیمنٹ نے درج ذیل دیگر اہلیت طے کی ہیں۔

(۱) اس شخص کو صوبہ یا مرکزی یونین کے زیر انتظام علاقہ کے اس انتخابی حلقہ کا رجسٹرڈ ووٹر ہونا چاہیے۔ یہ لوگ سبھا اور راجہ سبھا دونوں کے لئے لازمی ہے۔ سال 2003 میں سرکار نے راجیہ سبھا کے الیکشن کے لئے یہ رکاوٹ ختم کر دی۔ بعد میں سال 2006 میں سپریم کورٹ نے بھی سرکار کے اس فیصلے کو جائز ٹھہرایا۔

نااہلیت

دستور کے مطابق کوئی شخص راجیہ سبھا کا ممبر نہیں بن سکتا:

(۱) اگر وہ بھارت کی مرکزی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کے ماتحت کوئی منافع بخش عہدہ حاصل کرتا ہے۔ (پارلیمنٹ کے ذریعہ طے عہدہ یا عہدہ و رازت کو چھوڑ کر)

(۲) اگر وہ پاگل ہے اور عدالت نے ایسا اعلان کیا ہے

(۳) اگر وہ اعلان شدہ دیوالیہ ہے

(۴) اگر وہ بھارت (ہندوستان) کا شہری نہیں ہے یا اس نے کسی غیر ملک کی شہریت اپنی مرضی سے حاصل کر لی ہے یا وہ کسی غیر ملک کے تئیں وفاداری کا اعتراف کیے ہوئے ہے

(۵) اگر وہ پارلیمنٹ (ایوان) کے ذریعہ بنائے گئے قانون کے ذریعہ نااہل قرار کر دیا گیا ہے۔

دیگر نااہلیتیں

پارلیمنٹ نے عوامی نمائندگی ایکٹ 1951 میں درج ذیل دیگر نااہلیتیں طے کی ہیں:-

(۱) وہ انتخابی جرم یا انتخاب میں خراب طرز عمل کے تحت مجرم قرار نہ دیا گیا ہو۔

(۲) اسے کسی جرم میں دو سال یا اس سے زیادہ کی سزا نہ ہوئی ہو، لیکن پابندی والے ممنوع قانون کے تحت کسی شخص کی قید نااہلیت نہیں ہے۔

(۳) وہ طے شدہ وقت کے اندر انتخابی اخراجات کا حساب کتاب دینے میں ناکام نہ رہا ہو۔

(۴) اسے سرکاری ٹھیکا، کام یا خدمات میں کوئی دلچسپی نہ ہو۔

(۵) وہ کارپوریشن میں منافع عہدہ یا ڈائریکٹریا مینجنگ ڈائریکٹر کے عہدے پر نہ ہو جس میں حکومت کا 25 فی صد حصہ ہو۔

(۶) اسے بد عنوانی یا غداری کے سبب حکومتی خدمات سے برخاست نہ کیا گیا ہو۔

(۷) اسے مختلف گروہوں میں دشمنی بڑھائے یا رشوت خوری کے لئے سزا نہ دی گئی ہو۔

(۸) اسے ان میں چھو اچھوت، جہیز اورستی جیسے معاشرتی جرائم کے فروغ میں ملوث نہ پایا گیا ہو۔

کسی ممبر میں درج بالا نااہلیت سے متعلق سوال پر صدر جمہوریہ (راشٹریتی) کا فیصلہ آخری ہوگا۔ اگرچہ صدر جمہوریہ (راشٹریتی) کا فیصلہ آخری ہوگا۔ اگرچہ صدر جمہوریہ کو الیکشن کمیشن سے رائے لے کر اسی کے تحت کام کرنا چاہیے۔

دل بدل کی بنیاد پر نااہلیت

دستور کے مطابق کسی شخص کو پارلیمنٹ کی رکنیت سے نااہل ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اگر اسے دسویں شیڈول کی دفعات کے مطابق دل بدل کا مجرم پایا گیا ہو۔ ممبران کو دل بدل قانون کی درجہ ذیل دفعات کے تحت نااہل قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۱) اگر وہ اپنی مرضی سے اس سیاسی جماعت کو چھوڑتا ہے جس جماعت کے ٹکٹ پر اسے چنا گیا ہو۔

(۲) اگر وہ اپنی سیاسی جماعت کے ذریعہ دی گئی ہدایتوں کے خلاف اسمبلی میں ووٹ دیتا ہے یا نہیں کرتا ہے۔

(۳) اگر آزاد امیدوار کی حیثیت سے منتخب کیا گیا ممبر کسی سیاسی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے؟

(۴) اگر کوئی نامزد یا مجوزہ ممبر چھ مہینے کے بعد کسی سیاسی جماعت میں شامل ہوتا ہے۔

دسویں شیڈول کے تحت اہلیت کے سوالوں کا تصفیہ راجیہ سبھا میں چیرمین (سبھا پتی/نائب صدر جمہوریہ) اور لوک سبھا میں اسپیکر کرتا ہے (نہ کہ ہندوستان کا صدر جمہوریہ) 1992 میں عدالت عظمیٰ (Supreme Court) نے فیصلہ دیا کہ چیرمین/اسپیکر کے فیصلے کا عدالتی تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔

12.6 راجیہ سبھا کا چیرمین (Chairman of Rajya Sabha)

ایوان بالا (راجیہ سبھا) کا صدر نیشن چیرمین کرتا ہے جب نائب صدر جمہوریہ، صدر جمہوریہ کے مقام پر کام کرتا ہے تو وہ راجیہ سبھا کے چیرمین کی صورت میں کام نہیں کرتا ہے۔

راجیہ سبھا کے چیرمین کو تب ہی عہدہ سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ جب اسے نائب صدر جمہوریہ کے عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ میر مجلس (Presiding officer) کی شکل میں چیرمین کے اختیارات اور کام لو سبھا کے اسپیکر کے جیسا ہوتا ہے۔ حالانکہ لوک سبھا اسپیکر کے پاس دو اضافی اختیارات ہوتے ہیں جو چیرمین (سبھا پتی) کے پاس نہیں ہوتے۔

(۱) لوک سبھا کا اسپیکر یہ طے کرتا ہے کہ کوئی بل باقاعدہ بل ہے یا نہیں۔ اور اس کا فیصلہ ہی آخری ہوتا ہے۔

(۲) لوک سبھا اسپیکر پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کا میر مجلس ہوتا ہے۔

لوک سبھا اسپیکر ایوان زیریں کا رکن ہوتا ہے جبکہ راجیہ سبھا کا چیرمین ایوان بالا کا رکن نہیں ہوتا ہے۔ لیکن لوک سبھا اسپیکر کی طرح راجیہ سبھا کا چیرمین بھی پہلی بار ووٹ نہیں دے سکتا لیکن ووٹ برابر کی حالت میں ہی وہ ووٹ دے سکتا ہے۔

جب نائب صدر جمہوریہ کو چیرمین کے عہدے سے ہٹانے کی قرار داد زیر غور ہو تو وہ راجیہ سبھا کا میر مجلس (Presiding Officer) نہیں ہوگا حالانکہ وہ ایوان میں موجود رہ سکتا ہے، بول سکتا ہے اور ایوان کی کارروائی میں حصّے لے سکتا ہے۔ لیکن ووٹ نہیں دے سکتا۔ جبکہ لوک سبھا اسپیکر پہلی بار بھی ووٹ دے سکتا ہے اگر اسے ہٹانے کی قرار داد زیر غور ہو۔

لوک سبھا صدر (لوک سبھا اسپیکر) کی طرح راجیہ سبھا کے چیئر مین کی تنخواہ اور بھتہ بھی پارلیمنٹ متعین کرتا ہے۔ جو ہندوستان کے جمع فنڈ پر بھرے ہوئے ہیں۔ وہ ہندوستانی پارلیمانی گروپ کے الگ صدر کے طور پر کام کرتا ہے۔ جو کہ بھارت کی پارلیمنٹ اور دنیا کی پارلیمنٹ کے درمیان کڑی کا کام کرتا ہے۔

جب نائب صدر جمہوریہ، صدر جمہوریہ کے طور پر کام کرتا ہے تو اسے راجیہ سبھا سے کوئی تنخواہ، بھتہ نہیں ملتا ہے اس دوران وہ صدر جمہوریہ کو ملنے والی تنخواہ اور بھتہ حاصل کرتا ہے۔

12.7 راجیہ سبھا کا نائب چیئر مین (Deputy Chairman of Rajya Sabha)

راجیہ سبھا اپنے ممبروں کے بیچ سے خود اپنا ایک نائب چیئر مین منتخب کرتی ہے۔ جب کسی وجہ سے نائب چیئر مین کی جگہ خالی ہو جاتی ہے تو راجیہ سبھا کے اراکین اپنے درمیان سے نیا نائب چیئر مین چن لیتے ہیں۔

راجیہ سبھا کا نائب چیئر مین اپنا عہدہ درج ذیل تین وجوہات کی بنا پر یہ چھوڑتا ہے۔

(۱) اگر راجیہ سبھا سے اس کی رکنیت ختم ہو جائے۔

(۲) اگر وہ راجیہ سبھا کے چیئر مین کو اپنا تحریر شدہ استعفیٰ سونپ دے۔

(۳) اگر راجیہ سبھا کے سبھی اراکین کی اکثریت کے ذریعہ اس کو ہٹانے کی تجویز پاس ہو جائے۔ اس طرح کی کوئی بھی تجویز 14 دن پہلے نوٹس کے بعد ہی پیش کی جاسکتی ہے۔

نائب چیئر مین ایوان میں چیئر مین کا عہدہ خالی ہونے پر چیئر مین (سبھا پتی) کے طور پر کام کرتا ہے۔ چیئر مین کی غیر حاضری میں بھی وہ بطور چیئر مین کام کرتا ہے۔ دونوں ہی معاملوں میں اس کے پاس چیئر مین (سبھا پتی) کے سارے اختیارات ہوتے ہیں۔

اس بات پر زور دیا جانا چاہیے کہ نائب چیئر مین، سبھا پتی (چیئر مین) کے ماتحت نہیں ہوتا۔ وہ راجیہ سبھا کے تینس براہ راست جوہ دہ ہوتا ہے۔

راجیہ سبھا چیئر مین کی طرح ہی نائب چیئر مین بھی ایوان کی کاروائی کے دوران پہلے ووٹ نہیں دے سکتا۔ دونوں طرف سے برابر ووٹ پڑنے کی صورت میں وہ فیصلہ کن ووٹ سے دے سکتا ہے یہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب اسے ہٹانے کی قرارداد زیر غور ہو تو ایوان کی کاروائی میں میر مجلس (Presiding Office) نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ایوان میں موجود ہی کیوں نہ ہو۔

جب چیئر مین راجیہ سبھا کی صدارت کرتا ہے تو نائب چیئر مین ایک عام رکن کی طرح ہوتا ہے۔ وہ بول سکتا ہے۔ کاروائی میں حصہ لے سکتا ہے اور ووٹنگ کی صورت میں ووٹ بھی دے سکتا ہے۔

چیئر مین کی طرح ہی نائب چیئر مین بھی باقاعدہ تنخواہ اور بھتہ کا حق رکھتا ہے۔ اسے پارلیمنٹ کے ذریعہ طے کی گئی تنخواہ اور بھتہ ملتا ہے۔ جس کی ادائیگی ہندوستان کے جمع فنڈ پر عائد ہوئی ہے۔

راجیہ سبھا کے نائب چیئر مینوں کی فہرست

راجیہ سبھا کے قواعد تحت چیئر مین راجیہ سبھا اور نائب چیئر مین کی غیر موجودگی میں ان میں سے کوئی بھی ایوان کی صدارت کر سکتا ہے۔ اس وقت اسے چیئر مین کے برابر ہی حقوق اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

جب پینل میں سے کوئی نائب چیئر مین بھی موجود نہ ہو تو دوسرا شخص جسے ایوان نے مقرر کیا ہو بطور چیئر مین کام کرتا ہے۔ یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ پینل کا ممبر اس کاروائی کی نظامت نہیں کر سکتا۔ جب چیئر مینوں، نائب چیئر مین کا عہدہ خالی ہوتا ہے اس وقت چیئر مین کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نائب چیئر مین کا تقرر کر لے۔ اس خال مقام کو بھرنے کے لئے جتنا جلد سے جلد ہو سکے انتخاب کرایا جائے۔

12.8 پارلیمنٹ میں قانون سازی کا عمل (Legislation in Rajya Sabha)

قانون سازی کا عمل پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں مکمل ہوتی ہے ہر ایک ایوان میں ہر بل برابر مرحلوں سے گزر پاس ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ میں پاس ہونے والے بل دو طرح کے ہوتے ہیں۔ سرکاری بل اور غیر سرکاری بل۔ انھیں سرکاری بل اور غیر سرکاری ممبروں کے بل بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں ایک جیسے عمل سے گزر کر ایوان میں پاس ہوتے ہیں لیکن ان میں مختلف طرح کا فرق بھی ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ میں پیش کیے گئے بلوں کی درج ذیل چار درجات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) عام بل (Ordinary Bill)

مالیاتی موضوعات کے علاوہ دیگر سبھی موضوعات سے متعلق بل عام بل کہلاتے ہیں۔

(۲) رقم بل (Money Bill)

یہ بل مالیاتی موضوعات، ٹیکس کے طور پر، عوامی اخراجات وغیرہ سے متعلق خرچ ہوتے ہیں۔

(۳) مالیاتی بل (Financial Bill)

یہ بل بھی مالیاتی کے موضوعات سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ (لیکن رقم بل سے مختلف ہوتا ہے)

(۴) دستور ترین بل (Constituent Bill)

دستور کی دفعات میں ترمیم سے متعلق ہوتے ہیں۔ دستور میں سبھی چاروں طرف کے بلوں کے متعلق الگ الگ طرح کے مہینہ عمل ہیں۔

یہاں عام اور مالی بل سے متعلق عمل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ دستور ترمیم بل بل کی بحث سبق ۱۰ میں کی گئی ہے۔

عام بل (Ordinary Bill)

ہر ایک عام بل قانونی کتاب میں جگہ پانے سے پہلے پارلیمنٹ میں درج ذیل پانچ مرحلوں سے گزرتا ہے۔

(۱) پہلی قرأت :-

عام بل پارلیمنٹ کے کسی ایوان میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ بل وزیر یا ممبر کسی کے ذریعہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ جب کوئی رکن (ممبر) ایوان میں یہ بل پیش کرنا چاہتا ہے تو اسے پہلے ایوان کو اس کی پیشگی اطلاع دینی پڑتی ہے۔ جب ایوان میں بل کو پیش کرنے کی اجازت دے دیتا ہے تو پیش کرنے والا اس بل کا عنوان اور مقصد بتاتا ہے۔ اس مرحلے میں بل پر کسی طرح کی بحث نہیں ہوتی۔ بعد میں اس بل کو

بھارت کے گزٹ (جدیدہ) میں شائع کیا جاتا ہے۔ اگر بل پیش کرنے سے پہلے ہی سرکار کے جدیدہ (گزٹ) میں شائع ہو جائے تو بل کے متعلق ایوان کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بل کا پیش ہونا اور اس کا گزٹ میں شائع ہونا ہی پہلی قرأت کہلاتا ہے۔
(۲) دوسری قرأت :-

اس مرحلے میں بل نہ صرف عام بلکہ تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں بل کو آخری شکل دی جاتی ہے۔ بل کو پیش کرنے کی نظر سے یہ سب سے اہمیت کا حاملہ مرحلہ ہے۔ حقیقت میں اس مرحلے کے تین سہ مراحل ہوتے ہیں۔ جن کے نام ہیں عام بحث، کمیٹی کے ذریعہ جانچ اور قابل غور مرحلہ۔

سرکاری بل بنام غیر سرکاری بل

سرکاری بل	غیر سرکاری بل
(۱) اسے ایوان میں وزیر کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔	(۱) اسے ایوان میں وزیر کے علاوہ کسی بھی ممبر کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔
(۲) یہ سرکار کی پالیسیوں کا نمایا کرتا ہے۔	(۲) یہ عوامی معاملے پر حزب اختلاف کی منشاء کو نمایا کرتا ہے۔
(۳) پارلیمنٹ کے ذریعہ اسے پاس ہونے کی پوری امید ہوتی ہے۔	(۳) اس کے پارلیمنٹ میں پاس ہونے کی کم امید ہوتی ہے۔
(۴) ایوان کے ذریعہ نہ منظور ہونے پر حکومت کو استعفیٰ دینا پڑ سکتا ہے۔	(۴) اس کے نام منظور ہونے پر سرکار پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔
(۵) ایوان میں پیش کرنے کے لئے سات دنوں کا نوٹس ہونا چاہیے۔	(۵) ایوان میں پیش کرنے کے لئے مجوزہ بل کے لئے ایک ماہ کا نوٹس ہونا چاہیے۔
(۶) اسے متعلق شعبہ کے ذریعہ شعبہ قانون کے مشورہ سے پیش کیا جاتا ہے۔	(۶) اس کے تعمیر مشعلہ ممبر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

(الف)۔ عام بحث کی حالت

بل کی چھپی ہوئی کاپیاں سبھی اراکین کے درمیان تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ عام طور پر بل کے اصول اور دفعات پر بحث ہوتی ہے لیکن بل پر تفصیل سے غور و مشورہ نہیں کیا جاتا ہے۔

اس مرحلہ میں پارلیمنٹ درجہ ذیل چار میں سے کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔

(۱) اس پر فوراً بحث کر سکتا ہے یا اس کے لئے کوئی اور تاریخ طے کر سکتا ہے۔

(۲) اسے ایوان کی منتخب کمیٹی کو سونپا جاسکتا ہے۔

(۳) اسے دونوں ایوانوں کی متحدہ کمیٹی کو سونپا جاسکتا ہے۔

(۴) اسے عوام کے خیالات جاننے کے لئے عوام تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

منتخب کمیٹی میں اس ایوان کے ممبر ہوتے ہیں۔ جہاں بل پیش کیا گیا تھا اور متحدہ کمیٹی میں دونوں ایوانوں کے اراکین ہوتے ہیں۔

(ب) کمیٹی مرحلہ

عام طور پر بل کو ایوان کی ایک منتخب کمیٹی کو سونپ دیا جاتا ہے یہ کمیٹی تفصیلی طور سے بل پر حصہ بہ حصہ غور کرتی ہے۔ لیکن وہ اس کے خاص موضوع میں تبدیلی نہیں کرتی ہے۔ جائزہ اور بحث کے بعد کمیٹی بل کو واپس ایوان کو سونپ دیتی ہے۔

(ج) غور و فکر کا مرحلہ

منتخب کمیٹی سے بل حاصل ہونے کے بعد ایوان کے ذریعہ بھی بل کی تمام دفعات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بل کی ہر ایک دفعات پر حصہ بہ حصہ بحث اور ووٹنگ ہوتی ہے۔ اس مرحلہ میں ممبر ترمیم بھی پیش کر سکتے ہیں۔ اور اگر ترمیم منظور ہو جاتی ہے تو وہ بل کا حصہ بن جاتی ہے۔

(۳) تیسری قرأت

اس مرحلے میں صرف بل کو منظور یا نا منظور کرنے کے سلسلے میں بحث ہوتی ہے اور بل میں کوئی ترمیم نہیں کی جاسکتی ہے۔ اگر ایوان کی اکثریت اسے پاس کر دیتی ہے تو بل پاس ہو جاتا ہے اس کے بعد اس ایوان کے میر مجلس (Presiding Office) کے ذریعہ بل پر غور اور منظوری کے لئے اسے دوسرے ایوان میں بھیجا جاتا ہے۔ دونوں ایوانوں کے ذریعہ منظور ہونے کے بعد اسے پارلیمنٹ کے ذریعہ پاس سمجھا جاتا ہے۔

(۴) دوسرے ایوان میں بل

اس ایوان سے منظور ہونے کے بعد دوسرے ایوان میں بھی بل کی پہلی دوسری اور تیسری قرأت ہوتی ہے۔ اس سے متعلق دوسرے

ایوان کے روبرو درج ذیل چار متبادل ہوتے ہیں:

- (۱) یہ بل کو اسی شکل میں منظور کر کے پہلے ایوان کو بھیج سکتا ہے (مطلب بغیر ترمیم کے)
- (۲) یہ بل کو ترمیم کے ساتھ منظور کر کے پہلے ایوان کو دوبارہ غور و خوض کے لئے بھیج سکتا ہے۔
- (۳) یہ بل کو نا منظور کر سکتا ہے۔

(۴) یہ بل پر کسی بھی طرح کی کاروائی نہ کر کے اسے زیر التوا میں ڈال سکتا ہے۔

اگر دوسرا ایوان کسی طرح کی ترمیم کے ساتھ بل کو منظوری دے دیتا ہے یا پہلا ایوان ان ترمیم کو قبول کر لیتا ہے تو بل دونوں ایوانوں میں منظور سمجھا جاتا ہے اور اسے صدر جمہوریہ کی قبولیت کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف اگر دوسرے ایوان کے ذریعہ کیئے گئے ترمیم کو پہلا ایوان قبول نہیں کرتا ہے یا دوسرا ایوان کے بل کو پوری طور پر نا منظور کر دیتا ہے یا دوسرا ایوان چھ ماہ تک کوئی کاروائی نہیں کرتا ہے تو رکاوٹ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی رکاوٹ کو فتح کرنے کے لئے صدر جمہوریہ دونوں ایوانوں کا متحدہ اجلاس بلا سکتا ہے۔ اگر موجود اور ووٹ دینے والے اراکین کی اکثریت اس متحدہ اجلاس میں بل کو منظوری دے دیتا ہے تو اسے دونوں ایوانوں کے ذریعہ پاس مانا جاتا ہے۔

(۵) صدر جمہوریہ کی قبولیت

پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ذریعہ پاس کئے گئے بل کو صدر جمہوریہ کی منظوری (قبولیت) کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس وقت صدر جمہوریہ کے سامنے تین طرح کے متبادل ہوتے ہیں۔

(۱) وہ بل کی منظوری کو تسلیم کر سکتا ہے۔

(۲) وہ تسلیم کرنے کے لئے بل کو روک سکتا ہے۔

(۳) وہ دوبارہ غور کرنے کے لئے بل کو ایوان کو واپس لوٹا سکتا ہے۔

اگر صدر جمہوریہ بل کو تسلیم کر لیتا ہے تو یہ ایکٹ بن جاتا ہے۔ لیکن اگر صدر جمہوریہ اسے تسلیم نہیں کرتا ہے تو یہ منسوخ یا ختم ہو جاتا ہے۔ اگر صدر جمہوریہ بل کو دوبارہ غور فکر کے لئے ایوان کو واپس بھیج دیتا ہے تو ایوان اسے ترمیم یا بنا ترمیم کے دوبارہ صدر جمہوریہ کو بھیجتا ہے تو صدر جمہوریہ اس پر منظوری کے لئے پابند ہوتا ہے۔ اس طرح صدر جمہوریہ حقیقت میں معطل کرنے کا اختیار (Suspensive Veto) کا استعمال کر سکتا ہے۔

رقم یا رقم بل (Money Bill)

دستور کے مشق ۱۱ میں رقم بل کی تعریف دی گئی ہے۔ اس کے مطابق کوئی بھی بل تب رقم بل مانا جائے گا جب اس میں درجہ ذیل مذکور یا ایک یا زیادہ یا تمام دفعات ہوں گی۔

(۱) کسی ٹیکس کا نفاذ، خاتمہ، بچانا، تبدیل یا ریگولیشن کرنا۔

(۲) مرکزی حکومت کے ذریعہ قرض لیے گئے رقم کار ریگولیشن۔

(۳) ہندوستان کی جمع فنڈ یا تنگامی فنڈ کی تحویل، ایسے کسی فنڈ میں رقم جمع کرنا یا اس میں سے رقم نکالنا۔

(۴) بھارت کے جمع فنڈ عائد کسی خرچ کا اعلان یا اس طرح کے کسی خرچ کی پونجی میں اضافہ۔

(۵) بھارت جمع فنڈ سے رقم کار ریگولیشن۔

(۶) ہندوستان کے جمع فنڈ یا لوک لکھیا میں کسی طرح کے رقم کے حصول یا تحویل یا اس سے خرچ یا اس کا مرکزی یا صوبے فنڈز کا آڈٹنگ۔

درج بالا مخصوص کسی موضوع کا ذیل موضوع۔ لیکن کوئی بل صرف درج ذیل وجوہات سے رقم بل نہیں مانا جائے گا:

(۱) جرمانوں کا نفاذ کرتا ہے یا

(۲) لائسنس کے لئے فیس یا کی گئی خدمات کے لئے فیس کی مانگ کرتا ہے یا کسی مقامی اقتدار یا مونسپلٹی کے ذریعہ مقامی پروجیکٹ کے لئے کسی ٹیکس کے نفاذ، خاتمہ، رکان معافی، تبدیلی یا ریگولیشن کی دفعات کرتا ہے۔

رقم بل (رقم بل) کے سلسلے میں لوک سبھا کے اسپیکر کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کے فیصلے کو کسی عدالت، پارلیمنٹ یا صدر جمہوریہ کے ذریعہ چیلنج نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جب رقم بل راجیہ سبھا اور صدر جمہوریہ کے پاس منظوری کے لئے جاتا ہے تو لوگ سبھا اسپیکر اسے رقم بل (رقم بل) کی صورت میں توثیق کرتا ہے۔

دستور میں پارلیمنٹ کے ذریعہ رقم بل کو پاس کرنے کے متعلق ایک مخصوص عمل مقرر ہے۔ رقم بل صرف لوک سبھا میں صرف صدر جمہوریہ کی سفارش سے ہی پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے ہر ایک بل کو سرکاری بل مانا جاتا ہے اور اسے صرف وزیر ہی پیش کر سکتا ہے۔

لوک سبھا میں منظوری کے بعد اسے راجیہ سبھا کی منظوری کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ راجیہ سبھا کے پاس رقم بل کے متعلق محدود اختیارات ہیں۔ یہ اس بل کو نہ منظور یا ترمیم نہیں کر سکتا۔ یہ صرف سفارش کر سکتا ہے۔ ۴۱ دن کے اندر اسے اس پر منظوری دینی ہوتی ہے ورنہ وہ راجیہ سبھا کے ذریعہ پاس مانا جاتا ہے۔ لو سبھا کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ راجیہ سبھا کی سفارش کو تسلیم ہی کرے۔ اگر لوگ سبھا کسی طرح کی سفارش کو مان لیتا ہے تو پھر اس ترمیم شدہ بل کو دونوں ایوانوں کے ذریعہ متحدہ طور سے پاس سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر لو سبھا کسی طرح کی سفارش کو نہیں مانتا ہے تو پھر اسے بنیادی صورت میں دونوں ایوانوں کے ذریعہ متحدہ طور سے منظور شدہ سمجھا جاتا ہے۔

اگر راجیہ سبھا اس بل کو ۴۱ دنوں تک واپس نہیں کرتا ہے وہ دونوں ایوانوں کے ذریعہ منظور شدہ سمجھا جاتا ہے۔ رقم بل کے متعلق راجیہ سبھا کے اختیارات کافی محدود ہیں۔ دوسری جانب عام بل کے معاملے میں دونوں ایوانوں کو مساوی اختیارات حاصل ہے۔ لہذا جب رقم بل کو صدر جمہوریہ کو پیش کیا جاتا ہے تو وہ یا تو اس پر اپنی منظوری دے دیتا ہے یا پھر اسے روک کر رکھ سکتا ہے۔ لیکن وہ کسی بھی حالت میں اسے غور و خوض کے لئے واپس نہیں بھیج سکتا ہے۔ عام طور پر لوک سبھا میں پیش کرنے سے پہلے جب صدر جمہوریہ کی منظوری لی جاتی ہے تو یہ مانا جاتا ہے کہ صدر جمہوریہ اس سے متعلق ہے۔ اور وہ اس پر منظوری دے بھی دیتے ہیں۔

دونوں ایوانوں کا متحدہ اجلاس

کسی بل پر رکاوٹ کی صورت میں دستور کے ذریعہ متحدہ اجلاس کا ایک غیر معمولی انتظام کیا گیا ہے۔ یہ مندرجہ ذیل تین میں سے کسی ایک صورت حال پر بلایا جاتا ہے۔ جب ایک ایوان کے ذریعہ بل پاس کر کے جب دوسرے کو بھیجا جاتا ہے:

(۱) اگر بل کو دوسرے ایوان کے ذریعہ نام منظور کر دیا گیا۔

(۲) اگر ایوان بل میں کئے گئے ترمیم سے متعلق نہ ہو۔ یا

(۳) دوسرے ایوان کے ذریعہ بل کو بغیر منظور کیے چھ ماہ سے زیادہ وقت ہو گیا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں حالات میں بل کو نپٹانے اور اس پر بحث کرنے اور ووٹنگ کے لئے صدر جمہوریہ دونوں ایوانوں کا اجلاس بلاتا ہے قابل ذکر ہے کہ مشترکہ (متحدہ) اجلاس عام بل یا مالیاتی بل کے معاملوں میں ہی بلایا جاسکتا ہے۔ لیکن رقم بل یا دستور ترمیم بل کے متعلق اس طرح کا مشترکہ اجلاس بلانے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ رقم بل (رقم و دھیک) کے معاملے میں تمام اختیارات لوگ سبھا کو ہیں۔ جبکہ دستور ترمیم بل کے متعلق بل کو دونوں ایوانوں کے علاوہ علاحدہ پاس ہونا لازم ہے۔

چھ ماہ کی مدت میں اس وقت کو نہیں شمار کیا جاتا جب دوسرے ایوان میں چار عملی دنوں کے لئے ملتوی رہا ہو۔ اگر کوئی بل لوک سبھا تحلیل ہونے کی وجہ سے چھوٹ جاتا ہے تو مشترکہ اجلاس نہیں بلایا جاسکتا لیکن مشترکہ اجلاس بلایا جاسکتا ہے جب صدر جمہوریہ اس طرح کے

اجلاس کانوٹس دیتا ہے جو لوک سبھا تحلیل ہونے سے پہلے جاری کر دیا گیا ہو۔ صدر جمہوریہ کے ذریعہ اس طرح کانوٹس دینے کے بعد کوئی بھی ایوان اس بل پر کوئی کاروائی نہیں کر سکتا ہے۔

دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کی صدارت لوک سبھا کا اسپیکر کرتا ہے اور اس کی غیر حاضری میں نائب اسپیکر یہ ذمہ داری نبھاتا ہے۔ اگر نائب اسپیکر بھی غیر حاضر ہو تو راجیہ سبھا کا نائب چیئر مین یہ ذمہ داری نبھاتا ہے۔ اگر راجیہ سبھا کا نائب چیئر مین بھی غیر حاضر ہو تو مشترکہ اجلاس میں موجود اراکین کے ذریعہ اس بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس مشترکہ اجلاس کی صدارت کون کرے گا۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ عام حالات میں اس مشترکہ اجلاس کی صدارت راجیہ سبھا کا چیئر مین نہیں کرتا کیونکہ وہ کسی ایوان کا رکن نہیں ہوتا ہے۔

اس مشترکہ اجلاس کا کورم (Quorum) دونوں ایوانوں کے کل اراکین کی تعداد کا ۱۰/۱ حصہ ہوتا ہے۔ مشترکہ اجلاس کی کاروائی لوک سبھا کے عملی اصولوں کے مطابق کی جاتی ہے نہ کہ راجیہ سبھا کے اصولوں کے مطابق۔ اگر متنازعہ بل کو اس مشترکہ اجلاس میں دونوں ایوانوں کے موجود اور ووٹنگ کرنے والے اراکین کی تعداد کے اکثریت سے پاس کر دیا جاتا ہے تو یہ مانا جاتا ہے کہ بل کو دونوں ایوانوں نے منظور کر دیا ہے۔ عام طور پر لوک سبھا کے اراکین کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے اس مشترکہ اجلاس میں اس کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ دستور میں یہ دفعات ہیں کہ اس مشترکہ اجلاس میں کوئی بھی ترمیم صرف دو حالات کے علاوہ نہیں کی جاسکتی ہے۔

- (۱) وہ ترمیم جن کے متعلق دونوں ایوان حتمی فیصلہ نہ لے پائے ہوں۔
 - (۲) وہ ترمیم جو اس بل کے منظور ہونے میں دیری کی وجہ سے ضروری ہو گئے ہوں۔
- 1950 سے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کو تین بار بلایا گیا۔ بل جو مشترکہ اجلاس کے ذریعہ منظور ہوئے وہ ہیں:-

- (۱) جہیز ممانیت بل 1960
 - (۲) بینک خدمات کمیشن بل 1977
 - (۳) دہشت گردی ازالہ بل 2002
- پارلیمنٹ کا کثیر العمل کردار:-

ہندوستانی سیاسی انتظامیہ نظام میں پارلیمنٹ ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور اس کی اور اس کا کثیر العمل کردار بھی ہوتا ہے۔ اسے مخصوص اختیارات حاصل ہیں۔ اس کی اختیارات اور کاموں کی مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت درجہ بندی کی جاسکتی ہے:

- (۱) قانون سازی کے اختیارات اور کام
- (۲) عاملہ اختیارات اور کام
- (۳) مالی اختیارات اور کام (خزانہ)
- (۴) قانونی اختیارات اور کام
- (۵) عدالتی اختیارات اور کام
- (۶) انتخابی اختیارات اور کام

(۷) دیگر اختیارات اور کام

(۱) قانون سازی کے اختیارات اور کام:-

پارلیمنٹ کا بنیادی کام ملک کے چلانے کے لئے قانون بنانا ہے۔ اس کے پاس یونین کی فہرست کے موضوعات پر (ج میں بنیادی طور پر 97 اور دور حاضر میں 100 موضوع ہیں) اور باقی موضوعات (وہ موضوع جو کسی بھی فہرست میں شامل نہیں ہیں) پر قانون بنانے کا مخصوص اختیار ہے، اگر دو یا دو سے زیادہ صوبوں کے درمیان کسی موضوع پر تنازعہ ہوتا ہے تو پارلیمنٹ بیک وقت فہرست (Concurrent List) کے موضوعات پر (جس میں بنیادی طور سے 47 اور موجودہ میں 52 موضوع ہیں) بھی قانون بنا سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو صوبوں کے درمیان تنازعہ کی حالت میں پارلیمنٹ کا قانون صوبائی مقننہ (ودھان منڈل) پر اثر انداز ہوگا۔

دستور پارلیمنٹ کو صوبائی فہرست (State List) کے موضوعات پر (جس میں بنیادی طور سے 66 اور حال میں 61 موضوع ہیں)۔

قانون سازی کے اختیارات مہیا کرتا ہے۔ ایسا درج ذیل پانچ غیر معمولی حالات کے تحت ہو سکتا ہے:

(۱) جب راجیہ سبھا اس کے لئے ایک قرارداد پاس کرے۔

(۲) جب نیشنل امر جنسی نافذ ہو۔

(۳) جب دو یا دو صوبے پارلیمنٹ سے ایسی مشترکہ گزارش کریں۔

(۴) جب بین القوامی معاہدے، صلح اور سمجھوتے کے تحت ایسا کرنا ضروری ہو۔

(۵) جب صوبے میں صدر راج نافذ ہو۔

صدر جمہوریہ کے ذریعہ سبھی آرڈیننس کو پارلیمنٹ کے ذریعہ چھ ہفتوں کے اندر قبولیت ملنی چاہیے۔ اکثر اس مدت کے اندر آرڈیننس کو پارلیمنٹ کی منظوری نہیں ملتی ہے۔ تو وہ غیر موثر ہو جاتا ہے۔

پارلیمنٹ قوانین کا خاکہ تیار کرتی ہے اور بنیادی قانون کے ڈھانچے میں ہی تفصیلی اصول اور ضابطہ بنانے کے لئے ناظم امور کو مقرر کرتی ہے، اسے تفویض کردہ قانون سازی یا عاملہ قانون سازی یا ماتحت قانون سازی کہا جاتا ہے۔ ایسے اصولوں اور ضابطوں کو جانچ کے لئے پارلیمنٹ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔

(۲) ایگزیکٹیو اختیارات اور کام:-

بھارت کے دستور نے حکومت کے پارلیمانی شکل کو قائم کیا ہے جس میں نمائندوں کے طور پر کام کرنے والے اپنی پالیسیوں اور کاموں کے لئے پارلیمنٹ کے تئیں جوابدہ ہیں۔ اس طرح پارلیمنٹ ایگزیکٹیو پر سوال کی مدت، وقفہ صفر، آدھے گھنٹے کی بحث، مختصر وقت کی بحث، متوجہ کرنے والی تجویز، تجوید التواء، تحریک عدم اعتماد، تحریک مذمت اور دیگر بحثوں کے ذریعہ قابو رکھتی ہے۔ یہ اپنی کمیٹیوں جیسے سرکاری وعدوں سے متعلق کمیٹی، ماتحت قانون ساز سے متعلق کمیٹی، درخواست کمیٹی وغیرہ کے ذریعہ ایگزیکٹیو کے کاموں انتظام و انصرام کرتی ہے۔

عام طور پر وزیر، پارلیمنٹ کے تئیں مجموعی طور پر ذمہ دار ہوتے ہیں جب کہ لو سبھا کے تئیں خاص طور سے۔ مجموعی ذمہ داریوں کے ایک حصے کی صورت میں ہر ایک شخص کی ذاتی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ہر ایک وزیر اپنی وزارت کے کاموں کے تئیں جواب دہ ہے۔ اس کا

مطلب ہے کہ وہ اپنے عہدے پر تب تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک انہیں لوک سبھا میں اکثریت حاصل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وزرائے کونسل کو تحریک عدم اعتماد پاس کر کے ہٹایا جاسکتا ہے۔ لوک سبھا حکومت کے تئیں تحریک عدم اعتماد درج ذیل طریقے سے لاسکتی ہے:

(۱) صدر جمہوریہ کے افتتاحی تقریر پر تحریک شکریہ کو پاس نہ کر کے۔

(۲) رقم بل (رقم ودھیک) کو نامنظور کر کے۔

(۳) تحریک مذمت یا تحریک التواء منظور کر کے۔

(۴) ضروری مدعوں پر سرکار کو شکست دے کر

(۵) کٹوتی تجویز کو پاس کر کے۔

اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کا پہلا کام ایسے گروپ کا انتخاب کرنا ہے جو حکومت بنائے اور اسے اقتدار میں قائم رہنے کے لئے تب تک جماعت مہیا کرنا جب تک کہ اس کا اعتماد ہو اور اعتماد نہ ہو تو اسے ہٹا کر اور آئندہ عام انتخاب میں اسے لوگوں پر چھوڑ دینا۔

(۳) خزانہ (مالیات) اختیارات اور کام:-

پارلیمنٹ کی مرضی کے بغیر انتظامیہ نہ ہی کسی ٹیکس کی وصولی کر سکتی ہے نہ ہی کوئی ٹیکس لگا سکتی ہے اور نہ ہی کسی طرح کا خرچ کر سکتی ہے۔ اس لئے بجٹ کو قبولیت کے لئے پارلیمنٹ کے روبرو رکھا جاتا ہے۔ بجٹ کے ذریعہ سبس پارلیمنٹ حکومت کو آنے والے مالی سال میں آمدن اور خرچ کی اجازت دیتی ہے۔

پارلیمنٹ مختلف مالیاتی کمیٹیوں کے ذریعہ سرکار کے اخراجات کی بھی جانچ کرتی ہے اور اس پر قابو رکھتی ہے۔ ان کمیٹیوں میں شامل ہیں عوامی اکاؤنٹ کمیٹی، تحمیدہ کمیٹی اور عوامی مہم سے متعلق کمیٹی۔ یہ غیر قانونی، غیر ترتیب، غیر تسلیم، درج فہرست تجربوں اور عوامی خرچ کا غلط استعمال کے معاملے کو سامنے لاتی ہے۔

اسی لئے انتظامیہ کے مالیاتی معاملوں پر پارلیمنٹ کا اختیار درج ذیل دو طریقوں سے ممکن ہو پاتا ہے۔

(الف) بجٹ کنٹرول (بجٹ اختیار):-

جو کہ بجٹ کے بالترتیب ہونے سے پہلے مالی تعاون مانگ کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔

(ب) پچھلا مالیاتی کنٹرول:-

جو معالی تعاون مانگ کو منظوری دیئے جانے کے بعد تین مالیاتی کمیٹیوں کے ذریعہ قائم کی جاتی ہے۔

بجٹ سالانہ اصول کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جس میں پارلیمنٹ حکومت کو ایک برس میں خرچ کرنے کے لئے رقم مہیا کرتی ہے۔ اگر منظور کی گئی رقم سال کے آخر تک خرچ نہیں ہوتی ہے تو باقی بچی رقم واپس چلی جاتی ہے اور بھارت کی جمع پونجی (فنڈ) میں چلی جاتی ہے۔ اس عمل کے تحفیف کا اصول کہتے ہیں۔ اس سے پارلیمنٹ کا پراثر مالیاتی اختیار قائم ہوتا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی محفوظ فنڈ نہیں بنایا جاسکتا۔ حالانکہ اس ضابطہ کی وجہ سے مالی سال کے آخر میں خرچ کا زیادہ کام پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے مارچ رش (March Rush) کہتے ہیں۔

(۴) قانونی اختیارات اور کام:-

پارلیمنٹ میں دستور ترامیم اختیارات پوشیدہ ہیں اور وہ آئیں میں کسی بھی عارضی احتیام کو جوڑ کر ختم کر کے یا ترمیم کر کے اس میں ترمیم کر سکتی ہے۔ دستور کے خاص حصوں کو مخصوصی اکچریت کے ذریعہ ترمیم کیا جاسکتا ہے۔ آئیں کی کچھ دیگر انتظامات عام اکثریت کے ذریعہ پارلیمنٹ بدل سکتی ہے۔ یہ اکثریت پارلیمنٹ میں درستیاب ازا کین کے درمیان سے طے ہوتی ہے۔ کچھ انتظامات ہی ایسے ہیں جسے پارلیمنٹ مخصوص اکثریت اور تقریباً نصف صوبوں کی ودھان منڈلوں کے متعلق ہونے کے بعد ہی ترمیم (نظر ثانی) کر سکتی ہے۔ کل ملا کر پارلیمنٹ دستور تین طرح سے نظر ثانی کر سکتی ہے۔ کچھ ہی ترامیم ایسی ہیں جنہیں پارلیمنٹ مخصوص اکثریت اور نصف سے زیادہ صوبوں کی اجازت سے ہی نظر ثانی کر سکتی ہے۔ حالانکہ دستور ترمیم کی کاروائی کی شروعات پورے طور پر پارلیمنٹ پر منحصر کرتی ہے نہ کہ صوبائی ودھان منڈلوں پر۔ اس کا صرف ایک اختلاف ہے وہ یہ کہ کوئی بھی صوبہ اس غرض کے ساتھ اس تجویز کو پاس کر سکتا ہے کہ کچھ صوبوں میں ودھان پریشد کا قیام عمل نہیں لایا جائے یا سب سے ختم کر دیا جائے۔ تجویز کی بنیاد پر پارلیمنٹ، دستور میں ضروری ترمیم کرتی ہے پارلیمنٹ تین طرح سے دستور میں ترمیم کر سکتی ہے۔

(۱) عام اکثریت کے ذریعہ

(۲) مخصوص اکثریت کے ذریعہ

(۳) مخصوص اکثریت کے ذریعہ لیکن کل صوبوں کے نصف صوبوں کے ودھان منڈلوں کی قبلیت کے ساتھ۔

پارلیمنٹ کے یہ اختیارات غیر محدود نہیں ہیں یہ دستور کے بنیادی ڈھانچے کی شرط کے مطابق ہے۔ دوسرے لفظوں میں پارلیمنٹ دستور کے بنیادی ڈھانچے کے علاوہ کسی بھی نظام میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ یہ فیصلہ عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) نے کیشو آنند بھارتی معاملے (1973) اور منروا مل معاملے (1980) میں دیا تھا۔

(۵) عدالتی اختیارات اور کام (ذمہ داریاں):-

پارلیمنٹ کے عدالت اختیارات اور ذمہ داریوں میں درجہ ذیل شامل ہیں۔

(الف) دستور کے خلاف ورزی پر یہ صدر جمہوریہ کو عہدہ سے فارغ کر سکتی ہے۔

(ب) یہ نائب صدر جمہوریہ کو اس کے عہدے سے ہٹا سکتی ہے۔

(س) یہ عدالت عظمیٰ اور عدالت عالیہ کے ججوں (چیف جسٹس کے ساتھ) چیف الیکشن کمشنر، کنٹرولر، آڈیٹر جنرل کو ہٹانے کے لئے صدر جمہوریہ سے سفارش کر سکتی ہے۔

(د) یہ اپنے اراکین یا باہری لوگوں کو اس کی تذلیل یا مخصوص اختیارات کی خلاف ورزی کے لئے سزا دے سکتی ہے۔

(۶) انتخابی اختیارات اور کام (ذمہ داریاں):-

پارلیمنٹ صدر جمہوریہ کے انتخاب میں (صوبے کی ودھان سبھاؤں کے ساتھ) حصہ لیتی ہے اور نائب صدر جمہوریہ کو منتخب کرتی ہے۔ لوک سبھا اپنا اسپیکر اور نائب اسپیکر کو چنتی ہے جبکہ راجیہ سبھا نائب چیرمین کو منتخب کرتی ہے۔

پارلیمنٹ کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ صدر جمہوریہ اور نائب صدر جمہوریہ کے انتخاب سے متعلق اصول بنا سکتی ہے یا ان میں ترمیم کر سکتی ہے۔ ور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور صابائی مقننہ کے انتخاب سے متعلق اصول بنا سکتی ہے یا اس میں ترمیم کر سکتی ہے۔ اسی بنیاد پر پارلیمنٹ نے صدر جمہوریہ اور نائب صدر جمہوریہ ایکٹ (1952) عوامی نمائندگی ایکٹ (1950) اور عوامی نمائندگی ایکٹ (1951) وغیرہ بنائے ہیں۔

(۷) دیگر اختیارات اور کام (ذمہ داریاں):۔

پارلیمنٹ کا دیگر اختیارات اور ذمہ داریاں درج ذیل ہیں:۔

- (۱) یہ ملک میں بحث و مباحثہ کی سب سے اونچی اکائی ہے۔ یہ قومی اور بین القوامی اہمیت کے حامل مدعوں پر بحث کرتی ہے۔
- (۲) یہ تینوں طرح کے ایمر جنسی (قومی، صوبائی یا مالی) کی نافذ کرتی ہے۔
- (۳) یہ متعلقہ صوبائی ودھان سبھا کی منظوری سے ودھان پریشد کو ختم یا اس کو قائم کر سکتی ہے۔
- (۴) یہ صوبوں کے علاقے، سرحد اور نام میں تبدیلی کر سکتی ہے۔
- (۵) یہ عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ کے قیام اور علاقائی علاقوں کو کنٹرول کرتی ہے۔ یہ دو یا زیادہ صوبوں کے درمیان برابر عدالت قیام عمل میں لا سکتی ہے۔

12.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ نے،

- راجیہ سبھا کی ساخت کا مطالعہ کیا۔
- راجیہ سبھا کے اختیارات کا مطالعہ کیا۔
- راجیہ سبھا کے فرائض کا مطالعہ کیا۔
- راجیہ سبھا کی تحلیل و کورم سے متعلق جانکاری حاصل کی۔

12.10 کلیدی الفاظ (Keywords)

کورم (Quorum)

کورم لوگوں کی کم از کم تعداد ہے جو میٹنگز منعقد کرنے یا کمپنی کی مخصوص میٹنگوں کے دوران فیصلے کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اکثر، کورم کو کسی گروپ یا تنظیم کے ارکان کی اکثریت سمجھا جاتا ہے۔

12.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

12.11.1۔ معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ راجیہ سبھا کی رکنیت کے لیے لازمی عمر کیا ہے؟

- (a) 18 سال (b) 21 سال (c) 25 سال (d) 45 سال

2۔ کیا راجیہ سبھا کی انتخابی رکنیت کے لیے ہندوستان کا شہری ہونا لازمی ہے؟

- (a) ہاں (b) نہیں (c) ضروری نہیں (d) معلوم نہیں

3۔ راجیہ سبھا میں امیدواری کے لیے ضمانت کی رقم کیا ہے؟

- (a) 5000 روپے (b) 10000 روپے (c) 25000 روپے (d) 50000 روپے

4۔ راجیہ سبھا میں نااہلیت کا کیا سبب ہے؟

- (a) دیوالیہ ہونا (b) ہندوستان کا شہری نہ ہونا (c) فائز الفعل ہونا (d) یہ سبھی

5۔ پہلی راجیہ سبھا کی تشکیل ہوئی؟

- (a) 1947 (b) 1950 (c) 1952 (d) 1957

6۔ دوسری راجیہ سبھا کی تشکیل ہوئی؟

- (a) 1947 (b) 1952 (c) 1957 (d) یہ ایک مسلسل ایوان ہے۔

7۔ راجیہ سبھا کی صدارت کون کرتا ہے؟

- (a) صدر جمہوریہ (b) وزیراعظم (c) اسپیکر (d) ان میں کوئی نہیں

8۔ راجیہ سبھا ممبران کی تنخواہ کتنی ہوتی ہے؟

- (a) 50000 روپے (b) 60000 روپے (c) 70000 روپے (d) 80000 روپے

9۔ راجیہ سبھا میں ایوان کا لیڈر کون ہوتا ہے؟

(a) صدر جمہوریہ (b) وزیراعظم (c) اسپیکر (d) ان میں کوئی نہیں

10۔ دوسری لوک سبھا کب تشکیل ہوئی؟

1947(a) 1950(b) 1952(c) 1957(d)

12.11.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. پارلیمنٹ کی تشکیل کیسے کی جاتی ہے؟

2. راجیہ سبھا کی بناوٹ کے بارے میں بتائیے۔

3. راجیہ سبھا کی رکنیت کے لئے کیا اہلیت ہونا چاہیے؟

4. راجیہ سبھا کی چیئر مین اور نائب چیئر مین کے انتخاب کے بارے میں بتائیے۔

5. راجیہ سبھا میں قانون سازی کا عمل کیسے ہوتا ہے؟

12.11.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. عام بل اور رقم بل کے بیچ کیا فرق ہے؟

2. کن حالات میں دونوں ایوانوں کا متحد اجلاس بلا یا جاسکتا ہے؟

3. راجیہ سبھا کے قانون سازی اختیار کے بارے میں تفصیل سے بتائیے۔

12.12 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. DC Gupta (2018), Indian Government and Politics (8th Edition), Vikash Publishing House Pvt. Ltd.
2. Austin Granville (1999), The Indian Constitution: Cornerstone of a Nation, Oxford University Press (India)
3. M.V. Pylee (2010), An Introduction to the Constitution of India (2nd Edition) S. Chand & Company
4. Kashyap Subhash (2022), Our Constitution (21st Edition), National Book Trust
5. M.Laxmikanth.(2021), Indian Polity(6 Edition), McGraw Hill Education (India) Private Limited
6. P.K. Agarwal (2017), Constitution of India: the Superme Law of India, Ppabhat Prakash.
7. S.Elak Kuvar,(2021), Indian Polity, (Second Edition), Anudhara Publishers.
8. Dr. Qaiyyu Abdul, (2005), Indian Government and Politics, (Second Edition), Nisaab Publishers.
9. DD Basu (2021), Introductation to the Constitution of India(25 Edition), Lexis Nexis
10. Keshyap subhash (2021), our Constitution (21 Edition), National Book Trust

اکائی 13—جمہوریت میں عاملہ کا کردار

(Role of Executive in Democracy)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	13.0
مقاصد	13.1
عاملہ کا پس منظر	13.2
تنظیم کے اصول	13.3
عاملہ کے فرائض	13.4
عاملہ کی مدت	13.5
انتخاب کے طریقے	13.6
اختیارات میں اضافہ	13.7
اکتسابی نتائج	13.8
کلیدی الفاظ	13.9
نمونہ امتحانی سوالات	13.10
معروضی جوابات کے حامل سوالات	13.10.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	13.10.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	13.10.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	13.11

13.0 تمہید (Introduction)

اس اکائی میں ہم "جمہوریت میں عاملہ کا کردار" کے بارے میں تفصیل سے تذکرہ کریں گے اور اس کے بارے میں کچھ بنیادی باتیں جان لینا ضروری ہے تاکہ طالب علم اسے اچھی طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد سارے مختلف سوالوں کا جواب دینے کے لائق بن جائے۔ اس باب میں ہم انتظامیہ کا پس منظر، تنظیم کے اصول اور عاملہ کے مختلف اقسام، عاملہ کے فرائض، عاملہ کی مدت، صدر عاملہ کے انتخاب کے

طریقہ و فوائد اور نقصانات اور جدید دور میں عاملہ کے اختیارات میں اضافہ کے بارے میں تفصیل سے تذکرہ کیا جائے گا تاکہ طالب علم سارے سوالوں کے جو اس باب سے متعلق ہو، جواب دینے لائق بن جائے گا۔ عاملہ حکومت کا دوسرا عضو ہے جو مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کا نفاذ کرتا ہے۔ قانون کے نفاذ کے معاملے میں ہر شخص چاہے وہ ریاست کا صدر ایگزیکٹو ہو یا پھر اونچے اور نچلے سطح کے افسران، عاملہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ وزراء اور افسران عاملہ کے حصے ہوتے ہیں۔

13.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی "جمہوریت میں عاملہ کا کردار" لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے متعلق سارے پہلوؤں کو اس طرح بیان اور واضح کر دیا جائے کہ طالب علم اس باب کے مطالعے کے بعد "جمہوریت میں عاملہ کا کردار" انتظامیہ کا پس منظر، تنظیم کے اصول اور عاملہ کے مختلف اقسام، عاملہ کے فرائض، عاملہ کی معیاد، صدر عاملہ کے انتخاب کے طریقہ و فوائد اور نقصانات اور جدید دور میں عاملہ کے اختیارات میں اضافہ کے بارے میں اچھی طرح سے معلومات حاصل کر لے۔ جمہوریت میں عاملہ کے بارے میں بھی تفصیل سے کیا گیا ہے تاکہ طالب علم اس کے سارے پہلوؤں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس قابل بن جائے کہ سارے سوالات کا جواب بخوبی دے سکے۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر جو بھی سوالات اٹھتے اور قائم ہوتے ہیں وہ ان کا جواب دینے کے قابل ہو جائے گا۔

13.2 عاملہ کا پس منظر (Background of Executive)

عام زبان میں، حکومت (عاملہ) برانچ کے برابر ہے۔ اس عام غلط فہمی کو اس حقیقت سے منسوب کیا جاسکتا ہے کہ جمہوری ریاستوں میں مقننہ کو تفویض کردہ اہم کردار کے ساتھ نہیں ہیں۔ عاملہ حکومت کی آپریٹو مشینری کا بنیادی محرک ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوری نے مشاہدہ کیا، "حکومت کا جو ہر ایک عاملہ (عاملہ) ہے۔ مقننہ اور عدلیہ اس کو دستور سازی کے لیے محض آلہ کار ہیں"۔ وقت کے لحاظ سے، عاملہ حکومت کے دیگر اداروں سے پہلے ہے۔ منظم معاشرے کے پہلے مرحلے میں غیر پابند انتظامی اتھارٹی جس کی کوئی اندرونی منطق نہ ہو، خضعصت کی ترقی تھی۔ صرف دستوری یا جمہوری سیاست کی آمد کے ساتھ ہی مقننہ اور عدلیہ نے ضروری حدود کے ساتھ عاملہ کا سامنا کرنا شروع کیا۔ یہ ابھرتے ہوئے ادارے عاملہ اتھارٹی پر حد بندی کرتے ہیں۔ اہمیت کے لحاظ سے بھی، عاملہ، سیاست کی عصری دنیا میں، ایک اہم مقام پر فائز ہے۔ حکومت کے کام کے اظہار اور ان کے مختلف اعضاء میں مربوط اتھارٹی کے ساتھ اظہار خیال صرف ایک سادہ معاشرے میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ تکنیکی انقلاب کے دباؤ میں روایتی معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ نے افراتفری کی قوتوں کو جنم دیا جنہیں منصوبہ بند طریقے سے نظم و ضبط کرنا تھا۔ اقتصادی منصوبہ بندی کے نتیجے میں عملداری کے اختیارات میں اضافہ ہوا ہے۔

حکومت کے عمل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک پالیسی سازی سے منسلک ہے، اور پالیسی کو نافذ کرنے کے عمل میں شامل تکنیکی خصوصیات سے ہے۔ عام طور پر، پالیسی سازی سیاسی عاملہ کی واحد ذمہ داری ہے جو حکومت کے مختلف محکموں کی صدارت کرنے والے افراد کا ایک چھوٹا گروپ ہے۔ وہ پالیسیوں کے معمار ہیں جو حکومتی مشینری کے کام کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کسی خاص سیاسی جماعت سے وابستگی، اور دفتر کی عارضی مدت سیاسی عاملہ کے امتیازی نشانات ہیں۔ کچھ ممالک جیسے انگلینڈ اور بھارت میں، سیاسی عاملہ کو کابینہ یا وزراء کی کونسل کے طور پر نامزد کیا جاسکتا ہے، کچھ دوسرے ممالک جیسے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اسے صدارت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پارلیمانی جمہوریت میں، کابینہ کے علاوہ ایک برائے نام عاملہ ہوتا ہے، جو دستوری شخصیت کا سربراہ ہوتا ہے۔ انگلینڈ میں بادشاہ برائے نام یا سجاوٹی عاملہ ہے، اور بھارت میں صدر تقریباً اسی طرح کے عہدے پر فائز ہیں۔ وہ رسمی ہیں اور حقیقی سربراہ نہیں ہیں حالانکہ وہ عوامی پالیسیاں بنانے میں کافی اثر و رسوخ استعمال کر سکتے ہیں۔

پالیسی سازی کے ساتھ ساتھ پالیسی پر عمل درآمد ایک نازک کام ہے جس کے لئے تکنیکی علم اور معلومات کے وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہزاروں سرکاری ملازمین فراہم کرتے ہیں جو غیر سیاسی، مستقل عاملہ کی تشکیل کر رہے ہیں۔ سیاسی غیر جانبداری اور مدت ملازمت میں مستقل مزاجی سول سروس کو کابینہ یا صدارت سے ممتاز کرتی ہے۔ اس طرح حکومت کے عاملہ شاخ و عناص پر مشتمل ہوتی ہے، سیاسی اور غیر سیاسی۔ اسے وسیع طور پر کہا جائے تو "ان تمام کارکردگی اور ایجنسیوں کی مجموعی یکمیت کو قبول کرتا ہے جن کا تعلق ریاست کی مرضی کے نفاذ سے ہے جیسا کہ اس کی مرضی کو قانون کے لحاظ سے وضع کیا گیا ہے اور اس کا اظہار کیا گیا ہے"۔ لیکن ایک محدود اور زیادہ واقف معنوں میں، برائے نام سربراہ اور اس کے وزراء کو حکومت کے پارلیمانی نظام کے طور پر نامزد کر دیا جاتا ہے، اور صدارتی نظام میں صدر اور اس کے سیاسی مشیر عاملہ میں شامل ہوتے ہیں۔

13.3 تنظیم کے اصول (Principles of Organisation)

13.3.1 واحد اور کثیر عاملہ (Single/Solitary and Plural Executives)

عاملہ کی تنظیم ان مخصوص فرائض کی قریب سے پیروی کرتی ہے جن کی عام طور پر اس عضو سے توقع کی جاتی ہے۔ کسی ادارے کا تنظیمی نمونہ جیسے پالیسی بنانے اور قوانین پر عمل درآمد کی ذمہ داری سونپی گئی ہے یوں بنیادی طور پر اس عضو کے فریم ورک سے مختلف ہوگی جس کا بنیادی کام غور و فکر اور غور و فکر ہے۔ ساختی طور پر، اس لیے، عاملہ برانچ مقننہ سے مختلف ہے۔ تنظیمی اتحاد ایک فعال، پر جوش عاملہ کا نشان ہے۔ لہذا، انتظامی طاقت ایک فرد یا افراد کے چھوٹے جسم میں مرکوز ہونی چاہئے۔ عاملہ کو تقسیم کرنا اسے کمزور کرنا ہے۔ یہ واحد سربراہی عاملہ کے لئے وسیع پیمانے پر حمایت کی وضاحت کرتا ہے جس میں امریکی صدارت بہترین ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حکومت کے تمام تر اختیارات کسی ایک آدمی کے ہاتھوں میں سونپ دیئے جاتے ہیں تو ایسے عاملہ کو واحد عاملہ کہتے ہیں جب کہ عاملہ سے متعلق تمام تر اختیارات جب ایک سے زائد لوگوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہو تو ایسی عاملہ کو کثیر عاملہ یا پھر اجتماعی عاملہ کہتے ہیں۔

اٹلی میں موسولینی کی، جرمنی میں ہٹلر کی، تفرانہ میں جولیس نائیرے کی اور اسپین میں جنرل فریکو کی آمرانہ حکومت واحد عالمہ کی بہترین مثالیں ہیں۔ ان ممالک میں آمر اپنی طاقت کے زور پر عالمہ کامالک و مختار تھا۔ تمام تر انتظامی اقدام اسی کے ایمپار لئے جاتے تھے۔ جمہوریت میں بھی واحد عالمہ کی نظیر ملتی ہے۔ اس ضمن میں امریکی صدر کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے ماہرین ہندوستانی وزیراعظم کو بھی اسی زمرے میں رکھنے کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل کے وزیراعظم کابینہ کے دیگر ممبران کی طرح ایک ممبر تو ہے مگر کابینہ پر اس کی آمریت قائم ہوتی ہے حتمی طور پر وہی ہوتا ہے جو وزیراعظم چاہتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہوتے ہیں اور اس کے ایمپار وزراء اپنے اپنے فرائض کو انجام دیتے ہیں۔

انتظامیہ کی جمع شکل، جو آج تقریباً ہونے کے برابر ہے، ماضی میں غیر معمولی نہیں تھی۔ مثال کے طور پر، ریپبلکن رام کے دستور نے دو قوصلوں کے لیے مربوط اختیارات فراہم کیے ہیں۔ کثیر عالمہ کے زندہ آثار آج سویٹزر لینڈ میں دریافت کیے جاسکتے ہیں جہاں عالمہ طاقت کو سات افراد پر مشتمل کونسل کے ذریعہ مکمل طور پر ہم آہنگی کی حیثیت حاصل ہے، اور سوویت روس میں بھی جہاں عالمہ کا اختیار تینتیس ارکان کے پریزیڈیم کے پاس ہے۔ جبکہ سویٹزر لینڈ میں اس ادارے نے کامیابی سے کام کیا ہے "بنیادی طور پر سوئس لوگوں کی بعض عادات اور روایات کی وجہ سے اور چونکہ زمین پہلے ہی مقامی تجربے کے ذریعے تیار کی گئی تھی"، سوویت یونین میں جمع یا کثیر عالمہ کی کامیابی کو وجود میں لایا جاسکتا ہے۔ ایک سبکی ریاست کے ڈھانچے کا جس پر ایک سبکی پارٹی حکومت کرتی ہے۔

کثیر عالمہ کا اس بنیاد پر دفاع کیا جاتا ہے کہ یہ اختیارات کے غلط استعمال کے خلاف ایک حفاظتی اقدام ہے جس کی طاقت کا اتحاد عام طور پر حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہ بہتر فیصلے پر پہنچتا ہے کیونکہ مردوں کے ایک گروپ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک فرد سے زیادہ علم اور سمجھ بوجھ کے مالک ہوں گے۔ لیکن عملی طور پر تقسیم اور اختلاف کے ذریعے اختیارات کو کمزور کرنے کے لیے کثیر انتظامیہ پایا گیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرح واحد سربراہی عالمہ، تیزی سے فیصلہ کرنے اور بھرپور طریقے سے کام کرنے کی صلاحیت کے باوجود، بے داغ نہیں ہے۔ یہ "اختیارات کی مرکزیت کی طرف لے جاتا ہے جس کا ہمیشہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ فیصلے جاہلانہ طور پر لیے جاتے ہیں؛ یہ ماتحتوں کی طرف سربراہ کی چالوسی کی طرف جاتا ہے، ناگزیریت کے نظریہ کی طرف بھی جاتا ہے جو بالآخر صدارتی نااہلی کے نظریے میں بدل جاتا ہے۔"

وزیراعظم کے لیے مخصوص ترجیحات کے ساتھ کابینہ کا نظام بہترین قسم کا عالمہ لگتا ہے۔ چونکہ یہ کسی ایک فرد کی غلطی پر مبنی نہیں ہے، یہ عالمہ کام میں غلطیوں کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ کابینہ کا نظام بھی سوئس قسم کے کثیر عالمہ سے افضل ہے۔ اجتماعی ذمہ داری اور سیاسی یکسانیت کے بنیادی اصول کے لیے کارپوریٹ ذہن تیار ہوتا ہے۔ مزید برآں، وزیراعظم کی طرف سے فراہم کردہ قیادت کا مسلسل سلسلہ پورے نظام کو متحرک اور متحرک کرتا ہے، اور اسے ایک واحد شکل دیتا ہے۔

سویزر لینڈ کا سیاسی نظام کثیر عالمہ کی بہترین مثال ہے۔ سوئزر لینڈ میں عالمہ سے متعلق تمام تر اختیارات وفاقی کونسل کو سونپ دیئے گئے ہیں۔ وفاقی کاؤنسل میں کل سات ممبران ہوتے ہیں جو اختیارات ورتبہ کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ وفاقی کاؤنسل کے ممبران کا انتخاب سوئزر لینڈ مقننہ کے دونوں ایوان کے مشترکہ اجلاس میں ہوتا ہے۔ ساتوں ممبران برابر برابر اختیارات کے مالک ہوتے

ہیں۔ وگاتی کاؤنسل کا ایک صدر ہوتا ہے جو کاؤنسل کی میٹنگ کی صدارت کرتا ہے۔ مگر اس کے رتبے کا موازنہ کسی ملک کے وزیراعظم یا صدر سے نہیں کیا جاسکتا ہے۔

13.3.2 پارلیمانی اور غیر پارلیمانی عاملہ (Parliamentary and Non-Parliamentary Executives)

عاملہ کو مختلف ممالک میں مقننہ کے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر منظم کیا جاتا ہے۔ جب عاملہ مقننہ کے ساتھ قریبی تعاون سے کام کرتا ہے، اور اس کی مرضی کا پابند ہوتا ہے، تو یہ ایک پارلیمانی عاملہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی عاملہ تقریباً قانون ساز کمیٹی کی طرح ہے۔ یہ اس وقت تک اقتدار میں رہتا ہے جب تک اسے مقننہ کا اعتماد حاصل ہو۔ اس قسم کے عاملہ کے فوائد کا خلاصہ لاسکی نے کیا ہے۔ سب سے پہلے، یہ اپنی پالیسی میں چلک کو یقینی بناتا ہے جو عمل میں تعطل کو روکتا ہے جو اس وقت ہوتا ہے جب امریکی صدر کانگریس سے اختلاف کرتے ہیں۔ دوم، مقننہ کی ایک سرکردہ کمیٹی کے طور پر عاملہ اپنی پالیسی کی اس طرح وضاحت کرنے کے قابل ہے جو ذمہ دارانہ توجہ اور منظم تنقید کو یقینی بناتا ہے۔ تیسرا، مقننہ کی ایک کمیٹی کے طور پر عاملہ کے پاس "معاملات کے ذریعے رجحان کو آگے بڑھانے" کا موقع ہے۔ لیکن اس قسم کی عاملہ میں، ایگزیکٹو پاور کے بڑھنے کا خطرہ ہے۔ پارٹی ڈسپلن کی سختی عاملہ کو مقننہ کو کنٹرول کرنے اور ضرورت سے مزید اختیارات حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے، جس کی وجہ سے اسے مڑا ہونے کی آمریت کے رجحان کو کہتے ہیں۔

صدارتی حکومت یا مقررہ انتظامی نظام وہ ہے جو مقننہ کے عمل سے غیر منقولہ ہے۔ عاملہ کا نامیاتی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سامنے جوابدہ ہے۔ حکومت کے دو اعضاء کے درمیان ہم آہنگی کی یہ کمی، جیسا کہ فائزر کا مشاہدہ ہے، ان کے اطلاق کے قانون ساز مرکز سے علم کے انتظامی ذرائع کو الگ کرتا ہے۔ مقننہ سے عاملہ کی اس علیحدگی سے نظام میں کبھی کبھار تعطل پیدا ہوتا ہے۔ عاملہ ایک پالیسی پر عمل کرنے کی خواہش کر سکتا ہے، جب کہ مقننہ بالکل مختلف پالیسی پر عمل کر سکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں لامحالہ حکومتی کارکردگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس نظام کے لیے قابلیت کا دعویٰ یہ ہے کہ مقننہ سے عاملہ کی علیحدگی عاملہ کے ظلم کو روکتی ہے۔

ان دونوں قسم کی عاملہ کے متعلقہ خوبیوں اور خامیوں کے عقلی حساب سے، پارلیمانی عاملہ مقررہ یا غیر پارلیمانی عاملہ سے افضل معلوم ہوتی ہے۔ ووٹروں کی بڑھتی ہوئی سیاسی تعلیم اور ہر ترقی یافتہ جمہوری ریاست میں ایک موثر اپوزیشن کی نشوونما پارلیمانی عاملہ کے غاصبانہ ہونے کے لالچ کو روکتی ہے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ عصری فلاحی ریاستوں میں 'قیادت کا کنسرٹ' فراہم کرتا ہے، جو فائزر کہتا ہے۔

سوائس عاملہ، جو کہ بذات خود ایک طبقہ ہے، پارلیمانی اقسام کی کچھ خصوصیات کو یکجا کرتا ہے۔ وفاقی کونسل کے اراکین کا انتخاب وفاقی اسمبلی کرتی ہے، اور حکومت کی ان دو شاخوں کے درمیان قریبی تعاون ہے۔ اس سلسلے میں، سوئٹزرلینڈ کی وفاقی کونسل پارلیمانی عاملہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ ایک ہی وقت میں، وفاقی کونسل مقننہ کی مرضی سے ہٹنے کے قابل نہیں ہے؛ لہذا یہ صدارتی یا غیر پارلیمانی عاملہ کے کلاسیکل خیال سے مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن کونسل پارلیمانی عاملہ نہیں، "کیونکہ یہ مقننہ کی قیادت نہیں کرتی، اور اس کے ذریعے بے گھر

نہیں ہوتی۔ نہ ہی یہ مقننہ سے آزاد ہے، جیسا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دیگر جمہوریتوں کے عاملہ سے جنہوں نے اس نام نہاد 'صدارتی نظام' سے قرض لیا ہے، اور اگرچہ اس میں ان دونوں اسکیموں کی کچھ خصوصیات ہیں، لیکن یہ دونوں سے مختلف ہے۔"

13.3.3 حقیقی اور برائے نام عاملہ (Real and Nominal Executive)

جب عاملہ سے متعلق تمام تر اختیارات اصولی طور پر کسی ایسے شخص کے ہاتھوں میں مرکوز کر دیئے جاتے ہیں جو عملاً خود حکومت تو نہیں کرتا مگر اس کے نام پر دیگر لوگ حکومت کرتے ہیں تو ایسے عاملہ کو برائے نام عاملہ کہا جاتا ہے جب کہ اس کے نام پر حکومت کرنے والے کو عاملہ کو حقیقی عاملہ کہتے ہیں۔ اس زمرے کی بہترین مثال ہندوستان اور انگلینڈ ہے۔ ہمارے بھارت میں دستور کے ذریعہ تمام تر انتظامی اختیارات صدر ہند کے ہاتھوں میں مرکوز کر دیئے گئے ہیں۔ مگر حقیقتاً ان اختیارات کا استعمال وزیراعظم اور ان کی رہنمائی میں کابینہ کرتی ہے۔ اس طرح وزیراعظم کی رہنمائی میں کابینہ حقیقی عاملہ ہوتی جب کہ صدر ہند برائے نام عاملہ، ٹھیک اسی طرح سے انگلینڈ میں بادشاہ/ برائے نام عاملہ ہے جب کہ حقیقی حکمران وزیراعظم ہے۔ ان ملکوں میں حقیقی حکمران حکومت کا سربراہ ہوتا ہے جب کہ برائے نام عاملہ ملک کا سربراہ ہوتا ہے۔ ملک کا حاکم برائے نام عاملہ ہوتا ہے مگر حکومت حقیقی حکمران کرتا ہے۔

13.3.4 منتخب اور موروثی عاملہ (Elected and Hereditary Executive)

تاریخ شاہد ہے کہ جدید سیاسی نظام سے قبل حکمران کو نامزد کرنے کا رواج قائم تھا۔ یہ رواج موجودہ دور میں بھی قائم ہے۔ موروثی عاملہ اس کی ایک شکل ہے۔ اس طرح کے عاملہ میں حکمران کو نامزد کیا جاتا ہے۔ حکمران کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہوتا ہے۔ مثلاً انگلینڈ میں بادشاہت ایک ہی خاندان کے لوگوں کی میراث ہوتی ہے۔ موروثی عاملہ برائے نام ہوتا ہے جب کہ اصل اختیارات کا مالک کوئی اور ہوتا ہے۔ جب کہ منتخب عاملہ موروثی نہیں ہوتا اس کا باضابطہ انتخاب ہوتا ہے۔ یہ انتخاب کہیں بالواسطہ تو کہیں بلاواسطہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کا صدر اس کی مثال ہے۔ صدر ہند کا انتخاب مرکزی و صوبائی مقننہ کے ممبران کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ ممبران عوام کے ذریعہ چن کر آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح صدر ہند بلاواسطہ طور پر عوام کا منتخب نمائندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ سوئزر لینڈ کا مقننہ وہاں کی عاملہ وفاقی کونسل کو منتخب کرتی ہے۔

کسی ریاست کا عاملہ یا تو موروثی یا انتخابی یا دونوں ہو سکتا ہے، اور انتخابات مختلف شکلیں لے سکتے ہیں جن میں عوام کے براہ راست انتخاب سے لے کر مقننہ کے بالواسطہ انتخاب تک۔ انگلینڈ میں بادشاہ جو قانونی طور پر، صدر عاملہ ہے، موروثی سربراہ ہے۔ موروثی عاملہ کی اہمیت یہ ہے کہ وہ قومی روایت کا محافظ۔ بیگنٹ، انگلینڈ کی موروثی بادشاہت کا دفاع کرتے ہوئے، نمایاں طور پر ریمارکس دیتے ہیں: "تبدیلیوں کے دور میں یہ ایک آرام دہ اور پرسکون دیتا ہے، یہاں تک کہ اگر محض نفسیاتی، لنگر اندازی اور استحکام کا احساس، بکنگھم پیلس میں بادشاہ کے ساتھ، لوگ اپنے بستروں پر زیادہ خاموشی سے رہتا ہے سوتے رہتا ہے۔" لیکن عصری دنیا میں موروثی عاملہ کا خیال عوامی حمایت حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ اسے ماضی کی میراث سمجھا جاتا ہے اور اس کا جمہوری نظام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جنوبی امریکہ کی کچھ ریاستوں اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ریاستی گورنروں کے انتخاب میں بھی عوام کے براہ راست انتخاب کے اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ عاملہ کے انتخاب کا یہ طریقہ جمہوری خیال کے ساتھ کامل موافق ہے، اور، یہ ریاست کے معاملات میں عوام کا جوش و خروش پیدا کرتا ہے۔ یہ طریقہ مزید ایک مضبوط عاملہ کو یقینی بناتا ہے کیونکہ عاملہ کا اختیار براہ راست لوگوں سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس طریقہ کار میں شامل خطرہ یہ ہے کہ اس طرح کے انتخابات ڈیموکری اور عوامی جذبے سے کافی حد تک متعصب ہوتے ہیں، اور اس پر مقابلہ کرنے والوں کی خوبیوں کی ذہانت سے جانچ نہیں ہوتی۔

منتخب الیکٹورل کالج کے ذریعے بالواسطہ انتخاب کے طریقہ کار کی پیروی کچھ ممالک میں کی جاتی ہے، خاص طور پر ریاستہائے متحدہ میں وفاقی عاملہ کے انتخاب میں۔ لیکن ریاستہائے متحدہ کی وفاقی عاملہ کا انتخاب کا یہ نظام ایک عجیب موڑ کے ذریعے، عملی طور پر، تقریباً براہ راست ہو گیا ہے۔ انتخاب کا یہ نظام، جیسا کہ اس کے حامیوں کا کہنا ہے کہ عوامی جذبے کی خرابی سے محفوظ ہے جیسا کہ براہ راست انتخابات میں ظاہر ہوتا ہے، اور ساتھ ہی یہ قابل انتخابی حلقوں کے ایک چھوٹے سے ادارے کو انتخاب کا حق دے کر نسبتاً معقول انتخاب کو یقینی بناتا ہے۔ ہیملٹن نے ریاستہائے متحدہ کے صدر کے بالواسطہ انتخاب کے طریقہ کار کا دفاع کرتے ہوئے کہا: عام عوام سے اپنے ہم وطنوں کے ذریعے منتخب کردہ افراد کی ایک چھوٹی سی تعداد کے پاس اتنی پیچیدہ تفتیش کے لئے ضروری معلومات اور فہم کے حامل ہونے کا زیادہ امکان ہوگا۔ لیکن بالواسطہ انتخاب کی یہ خوبی عملی طور پر اپنی اہمیت کھودیتی ہے کیونکہ پارٹی لائن اصل ووٹرز اور منتخب انتخابان کرنے والوں سے یکساں گزرتی ہے۔

کچھ ریاستوں میں جیسا کہ سوئٹزر لینڈ میں، عاملہ کا انتخاب مقننہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ ان ممالک میں جہاں پارلیمانی عاملہ یا کابینہ کا نظام ہے، عاملہ کا حقیقی انتخاب بھی قانون ساز شاخ ہی کرتی ہے۔ برائے نام عاملہ صرف باضابطہ طور پر کابینہ کا انتخاب کرتا ہے، لیکن یہ انتخاب مقننہ کی واضح خواہش کے ساتھ مکمل طور پر متفق ہونا چاہیے۔ انتخاب کے اس طریقہ کار کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اختیارات کی علیحدگی کے اصول کی خلاف ورزی کرتا ہے اور عاملہ کو مقننہ کے ضمیمہ کی حیثیت سے کم کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ طریقہ "مہذب امیروں کو مقننہ کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے بدعنوان طریقے، سودے بازی اور سرپرستی کے وعدوں کو استعمال کرنے پر اکساتا ہے"، اور "مقننہ پر ایک سیاسی فعل مسلط کرتا ہے جو قانون سازی کے اس کے بنیادی کام سے اجنبی ہے"۔ اس طریقہ کار کی خوبیوں کا داعی یہ ہے کہ یہ عاملہ اور مقننہ کے درمیان تعاون کو یقینی بناتا ہے جو کہ اچھی حکومت کی شرط ہے، اور ایک منتخب، مجاز ادارے کے ذریعے عاملہ کے ذہین انتخاب کا باعث بنتا ہے۔

13.3.5 غیر سیاسی یا مستقل عاملہ (Non-Political or Permanent Executive)

عاملہ کی طرز غیر سیاسی نوعیت کی ہوتی ہے۔ یہ لوگ صلاحیت و لیاقت کی بنیاد پر مقابلہ جاتی طریقے سے منتخب ہوتے ہیں۔ یہ مستقل طور پر چنے جاتے ہیں۔ عوامی انتخاب سے ان کا دور دور کا واسطہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ عوام کے ذریعہ منتخب نہیں ہوتے گویا کہ چند برسوں کے لئے ان کا انتخاب نہیں ہوتا اور چونکہ یہ افسران بلا واسطہ طور پر عوام کے ذریعہ منتخب نہیں ہوتے اس لئے یہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں بالواسطہ طور پر عوام کے تئیں ذمہ دار نہیں ہیں۔ ان افسران کو بیوروکریٹ بھی کہا جاتا ہے۔ سیاسی عاملہ کے ذریعہ

مرتب کئے ہوئے پالیسیوں کو کے یہ نفاذ کرنے کا کام کرتی ہے۔ ہندوستان میں آئی اے ایس، آئی پی ایس، آئی ایف ایس ریاستی سول افسران اس زمرے میں آتے ہیں۔

13.3.6 یا غیر مستقل عاملہ (Political or Non-Permanent Executive)

عاملہ کی یہ قسم سیاسی نوعیت کی ہوتی ہے۔ یہ لوگ مقابلہ جاتی امتحانات کے ذریعہ نہیں بلکہ عوام کے ووٹوں سے چن کر آتے ہیں۔ ان کا انتخاب چند برسوں کے لئے ہوتا ہے اور پھر دوبارہ منتخب ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ کسی ملک میں ان کا معیار چار سال تو کسی ملک میں پانچ سال اور کسی ملک میں ان کا معیار سات سال کا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ عوام کے ذریعہ منتخب ہوتے ہیں اس لئے یہ اپنے ہر کام کے لئے بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر عوام کے تئیں ذمے دار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً مجلس وزراء کے ممبران ہوتے ہیں اور ملک کے لئے پالیسیاں مرتب کرتے ہیں۔ عاملہ کے یہ ممبران بہت سارے ممالک میں مقننہ کے ممبر بھی ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ لوگ بیک وقت حکومت کے پہلے دو اعضاء سے جڑے ہوتے ہیں جب کہ امریکہ میں عاملہ کے لوگ مجلس قانون ساز کے ممبر نہیں ہوتے۔ غیر سیاسی عاملہ کے بہت سارے اقسام ہیں جو الگ الگ ملک میں الگ الگ نام سے جانے جاتے ہیں۔

13.3.7 قلیل مدتی اور طویل مدتی عاملہ (Short-Term and Long-Term Executives)

کسی ریاست کے صدر عاملہ کے عہدے کی مطلوبہ مدت کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔ جب کہ فرانسیسی جمہوریہ کے صدر کا انتخاب سات سال کی مدت کے لیے ہوتا ہے، ہندوستان کا صدر پانچ سال کی مدت کے لیے اور ریاستہائے متحدہ کے صدر کا انتخاب چار سال کی مدت کے لیے ہوتا ہے۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں صدر عاملہ کا انتخاب ایک سال کے لیے کیا جاتا ہے۔

طویل مدتی کے خلاف بنیادی دلیل یہ ہے کہ یہ طاقت کے غلط استعمال کو ایک فتنہ فراہم کرتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ایک قلیل مدتی عاملہ ایک اچھی طرح سے سمجھے جانے والے، طویل مدتی اقدام کو وضع کرنے اور لاگو کرنے کے لیے پر جوش محسوس نہیں کر سکتا۔ دوم، وہ مطلوبہ عمل کی ہدایت کے لیے اتنے مختصر وقت میں ضروری تجربہ حاصل نہیں کر سکتا۔ مزید برآں، "مختصر مدت کے لیے انتخابات کا بار بار ہونا ضروری ہوتا ہے، جس میں ناگزیر خلفشار اور کاروبار میں خلل پڑتا ہے جو اہم سیاسی مقابلوں سے الگ نہیں ہوتے۔" چار یا پانچ سال کی مدت کو صدر عاملہ کا مثالی دور سمجھا جاتا ہے۔ یہ اتنا لمبا نہیں ہے کہ عاملہ کو طاقت کا غلط استعمال کرنے پر آمادہ کرے، اور نہ ہی فائدہ مند پالیسی بنانے کے لیے اس کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بہت کم ہے۔

پارلیمانی عاملہ یا کابینہ کی کوئی معینہ مدت نہیں ہوتی۔ یہ اس وقت تک دفتر میں رہتا ہے جب تک اسے مقننہ کا اعتماد حاصل ہو۔ لیکن عملی طور پر یہ اگلے انتخابات تک اپنے عہدے پر برقرار ہے۔ برطانوی کابینہ کو ہاؤس آف کامن کی اکثریتی جماعت کی حمایت حاصل ہوتی ہے، مثال کے طور پر، مکمل پارلیمانی مدت کے لیے قواعد۔ صرف ایک کثیر الجماعتی نظام میں، جہاں کوئی بھی جماعت مقننہ میں اکثریت حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتی، وزارتی عدم استحکام کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

صدر عاملہ کے دوبارہ انتخاب کا مسئلہ مدت سے گہرا تعلق ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں ایک ابتدائی کنونشن جو صدر کے عہدے کی مدت کو دو میعادوں تک محدود کرتا تھا، بالآخر 1951 میں دستوری ترمیم کے ذریعے ایک قانون میں تبدیل ہوا۔ اس لائن کے ساتھ سوچ بھارت میں واضح ہے، اور امید کی جاتی ہے کہ یہ چند سالوں میں ایک صحت مند کنونشن میں تبدیل ہوگا۔

صدر عاملہ کے دوبارہ انتخاب کے خلاف دلیل یہ ہے کہ اس دفتر کے اختیارات اور وقار کو دوبارہ انتخاب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس اعلیٰ عہدہ سے وابستہ فرائض سے غفلت برتی جائے گی اور عوام کی فلاح و بہبود کو نقصان پہنچے گا۔ سازش اور بدعنوانی انتخابی حکومت کی فطری خرابیاں ہیں جب سربراہ مملکت دوبارہ منتخب تو یہ برائیاں عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور ملک کے وجود سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں۔

دوبارہ انتخاب کا میرٹ پالیسی کے تسلسل اور بھرپور تجربہ رکھنے میں مضمر ہے۔ منصوبہ بندی تسلسل کا تقاضا کرتی ہے اور اس لیے ایک موثر منصوبہ کامیابی کے ساتھ نہیں چلایا جاسکتا، جب تک کہ صدر عاملہ اپنے دفتر میں کافی عرصے تک کام کرنے کے قابل نہ ہو۔ یہ عاملہ کے دوبارہ انتخاب کے حق میں ایک اہم دلیل ہے۔ دوم، ایک مختصر مدت کے لیے عاملہ کی پابندی اچھے رویے کی حوصلہ افزائی کو کم کر دے گی۔ تیسرا، نااہلی کا کوئی بھی قانون یا روایتی اصول صدر عاملہ کو اپنے ذاتی مفادات کی تسکین کے لیے اپنے مختصر اصول کا بہترین استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اس معاملے پر درست رویہ یہ لگتا ہے کہ صدر عاملہ کو دوسری مدت کے لیے دوبارہ انتخاب کا اہل ہونا چاہیے، بشرطیکہ ایک مدت زیادہ سے زیادہ پانچ سال سے زیادہ نہ ہو۔ تیسری مدت کے لیے دوبارہ انتخاب کو قانون یا کنونشن کے ذریعے نااہل قرار دیا جانا چاہیے۔ دس سال کا عرصہ بھرپور انتخابی تجربہ حاصل کرنے اور ترقی کی منصوبہ بند طویل مدتی اسکیموں کو نافذ کرنے کے لیے قابل ستائش ہے۔ ایک ہی وقت میں، یہ مدت اتنی لمبی نہیں ہے کہ صدر عاملہ کو غاصب بننے پر آمادہ کر سکے۔

13.4 عاملہ کے فرائض (Functions of Executive)

موجودہ دور میں حکومت سے متعلق تمام تر فرائض عاملہ ہی کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ حالانکہ عاملہ کا خاص کام مقننہ کے ذریعہ بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ مگر موجودہ دور میں عاملہ اس دائرے سے نکل کر وسیع فرائض انجام دیتی ہے۔ عاملہ کے فرائض حسب ذیل ہیں:

13.4.1 قانون کا نفاذ (Implementation of Law)

ریاست کے داخلے معاملے میں سربراہ ہونے کے ناطے عاملہ قوانین کا نفاذ کرتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے عاملہ کا سربراہ ذیلی افسران کی تقرری، برخاستگی اور نگرانی کرتا ہے۔ حالانکہ بعض ملکوں میں اونچی سطح کے افسران کی تقرری کی توثیق مقننہ سے بھی کرانی پڑتی ہے، بعض ملکوں میں انتخاب کے ذریعہ افسران کی تقرری ہوتی ہے۔ ورنہ مقابلہ جاتی طریقہ سے افسران کا انتخاب تو عام ہے۔ قوانین کے

نفاذ کے لئے عاملہ آرڈینینس، سرکولر اور مختلف قسم کی ہدایت جاری کرتی ہے۔ قوانین کے نفاذ کے لئے عاملہ طاقت کا بھی سہارا لیتی ہے جو اس کے کام کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔

13.4.2 دوہری ذمہ داری (Double Responsibility)

پارلیمانی نظام میں عاملہ کے ارکان مقننہ کے حصے ہوتے ہیں۔ مجلس وزراء کے سبھی ممبران پارلیمنٹ کے ممبر ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح بیک وقت وہ دو اہم فرائض نبھاتے ہیں۔ قوانین وضع کرنا اور پھر ان قوانین کا نفاذ کرنا، یہاں تک کہ صدارتی طرز میں جہاں عاملہ کے ارکان مقننہ کے ممبر نہیں ہوتے ہیں وہاں بھی کسی نہ کسی طرح سے قانون سازی میں اپنا کردار نبھاتے ہیں۔ مقننہ کے اجلاس کے طلب، ملتوی یا پھر تحلیل میں کہیں نہ کہیں عاملہ کا بھی رول ہوتا ہے۔ عاملہ کے ممبران (کابینہ) مقننہ میں بل پیش کرتے ہیں اور اس بل کو پاس کرانے میں وہ اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بعض ملکوں میں مقننہ کے ذریعہ پاس کئے گئے قانون کو عاملہ کا سربراہ ویٹو کر دیتا ہے۔ جرمنی میں مقننہ کے بنائے ہوئے قانون کو صدر ویٹو کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس قانون کو عوام کے سامنے رائے دہی کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ عاملہ کو ویٹو کرنے کا اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ مقننہ کو اس کے حدود میں رکھ سکے تاکہ بہتر سے بہتر قوانین بنائے جائیں۔ ساتھ ہی ساتھ عاملہ اپنے دستوری اختیارات کا تحفظ بھی کر سکے۔ امریکہ میں مقننہ اس امید پر چند ایسے قوانین بناتی ہے جو عوام کی مانگ ہوتی ہے کہ صدر اسے ویٹو قرار دے ہی دے گا۔ مقننہ خود عوامی مانگ کی مخالفت کرنے کے بجائے صدر کے کاندھوں پر تھوپ دیتی ہے۔

13.4.3 عدالتی فرائض (Judicial Function)

مجرموں کی سزا میں تخفیف، تبدیلی یا پھر مکمل معافی کا اختیار عاملہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ جرائم کے تعلق سے قوانین میں سختی کو سدھارنے کا یہ طریقہ مانا جاتا ہے۔ سزا کے اعلان کے بعد نئے شہادت کے آنے کی وجہ سے عاملہ سزا میں تبدیلی، تخفیف یا پھر معاف کر سکتی ہے۔ چونکہ سزا معاف کرنے کا عاملہ کا یہ اختیار مکمل انسانیت نوازی پر منحصر ہوتا ہے۔ اس لئے عاملہ بغیر کسی گواہ و شہادت کے کسی بھی مجرم کو معاف کر سکتا ہے۔ ہندوستان میں صدر کو سزا معاف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ لیکن ملک سے غداری کرنے پر عام معافی کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے۔

13.4.4 فوجی فرائض (Military Functions)

بیرونی حملے کے خلاف ریاست کی علاقائی سالمیت کی حفاظت کرنا صدر عاملہ (عاملہ) کا کام ہے۔ عاملہ سربراہ عام طور پر ریاست کی فوجی قوتوں کا کمانڈر انچیف ہوتا ہے۔ یہ مسلح افواج کو برقرار رکھتا ہے۔ یہ جنگ کا اعلان کرتا ہے اور طے شدہ طریقہ کار کے تحت امن کو ختم کرتا ہے۔ جنگ کے اوقات میں، عاملہ بہت زیادہ طاقت کا استعمال کرتا ہے۔ وہ مارشل لاء قائم کر سکتا ہے اور شہریوں کے دستوری حقوق کو معطل کر سکتا ہے۔ وہ فوج کی ضرورت کی بنیاد پر حکومت کے اختیارات کو بڑھا سکتا ہے۔ امریکہ میں، صرف کانگریس کو جنگ کا اعلان کرنے کا اختیار حاصل ہے، لیکن صدر کانگریس پر دباؤ ڈال سکتا ہے۔ لوگ اسے قومی بحران پر قابو پانے کے لیے ایک عارضی اقدام سمجھتے

ہیں۔ جنگ کے حقیقی اعلان یا اس کے خاتمے اور امن کے خاتمے کے لیے مقننہ کی رضامندی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مالیات پر اس کا کنٹرول ہے۔

13.4.5 مالی افعال یا فرائض (Financial functions)

عاملہ یا عاملہ کو کچھ مالیاتی کام بھی سونپا جاتا ہے۔ یہ بجٹ تیار کرتا ہے اور اسے مقننہ میں پیش کرتا ہے۔ یہ مقننہ کی اجازت سے لوگوں اور اداروں سے مختلف ٹیکس لگاتا اور وصول کرتا ہے۔ مزید، مقننہ کی منظوری کے بعد، یہ مختلف محکموں کو وسائل مختص کرتا ہے اور ترقیاتی سرگرمیوں کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہ آڈٹ کے ذریعے محکموں کے ذریعے کیے جانے والے اخراجات کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ عوامی قرضے بھی بناتا ہے اور کئی عوامی فلاح و بہبود اور منصوبہ بند اسکیموں کی مالی اعانت کے لیے شہریوں اور بیرونی ممالک سے قرض لاتا ہے۔ عاملہ مالی استحکام اور ملک کی اقتصادی ترقی کے لیے درکار تمام افعال انجام دیتا ہے۔

13.4.6 انتظامی فرائض (Executive Function)

عاملہ کا سربراہ عموماً ملک کے ملٹری فورس کا کمانڈر ان چیف ہوتا ہے۔ اس ناطے وہ دفاعی افسران کی تقرری اور برخاستگی بھی کرتا ہے۔ حالانکہ عاملہ جنگ کا اعلان کر سکتا ہے مگر اس کے لئے مقننہ کی منظوری لینی پڑتی ہے کیوں کہ ملک کے مالیات کا محافظ مقننہ ہوتا ہے مگر خارجی امور پر عاملہ کا کنٹرول ہونے کے سبب وہ جنگ کو ناگزیر پیش کر کے مقننہ سے آسانی کے ساتھ منظوری لے لیتا ہے۔ جنگ کے دوران عاملہ کے اختیارات میں نمایاں توسیع ہو جاتی ہے۔ وہ عوام کے بنیادی حقوق کو سلب کر سکتا ہے۔ ملک میں مارشل قانون نافذ کر سکتا ہے۔

13.4.7 سفارتی فرائض (Diplomatic Function)

سفارت کاری سے متعلق تمام تر اختیارات عاملہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ چونکہ عالمی سطح پر عاملہ کا سربراہ ملک کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے وہ جنگ کا اعلان اور امن کا معاہدہ بھی کر سکتا ہے۔ وہ دوسرے ممالک میں سفیروں کی تقرری کرتا ہے اور دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے سفیروں کا خیر مقدم بھی کرتا ہے۔ سفیروں کا خیر مقدم سے مراد متعلقہ ملک کے متعلقہ ملک کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اختیار عاملہ کے سربراہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ بعض ملکوں میں عاملہ کے ذریعے لئے گئے عالمی نوعیت کے معاہدے کو مقننہ سے توثیق بھی کرائی جاتی ہے۔ سونیز لینڈ میں کسی عالمی معاہدے کو عوام کے ذریعے بھی توثیق کرائی جاتی ہے۔

13.4.8 متفرق افعال یا فرائض (Miscellaneous Functions)

عاملہ یا عاملہ کئی فلاحی کام انجام دیتا ہے جیسے لوگوں کو تعلیمی سہولیات فراہم کرنا، ٹرانسپورٹ اور مواصلاتی سہولیات کو بڑھانا، ریاست میں تجارت اور تجارت کو فروغ دینا۔ چونکہ ریاست ایک فلاحی ریاست کے طور پر ابھر رہی ہے، یہ کنٹرول، قانون سازی اور ہدایت کرتی ہے۔ صدر عاملہ کو منصوبوں کا ترجمہ کرنے اور پھر ان کو نافذ کرنے کا کام سونپا جاتا ہے۔ صدر عاملہ کو ملک کی سالمیت اور معیشت کے تحفظ کے

لیے وسیع ہنگامی اختیارات سونپے گئے ہیں۔ ایگزیکٹیو یہ دیکھنے کے لیے ذمہ دار ہے کہ عوامی افادیت کی خدمات جیسے ریلوے، پوسٹس اور ٹیلی گراف، روڈویز وغیرہ کی مناسب دیکھ بھال کی جاتی ہے۔

مجموعی طور پر موجودہ دور میں بلا تفریق طرز نظام عاملہ کے اختیارات میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے حالانکہ حکومت کے دوسرے اعضاء کے دائرے میں مداخلت نہیں کرتی مگر اپنے کردار سے ان کے فیصلے کو حد درجہ متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ پارلیمانی نظام میں تو عاملہ کے ممبران پارلیمنٹ کے بھی ممبر ہوتے ہیں۔ اس طرح ان کے اختیارات دوبالا ہو جاتے ہیں۔ مگر صدارتی طرز حکومت میں جہاں عاملہ کے ممبران مقننہ کے ممبر نہیں ہوتے ہیں۔ وہاں بھی مقننہ کے کاموں پر عاملہ حاوی ہونے کی کامیاب کوشش کرتی ہے۔

13.5 عاملہ کی میعاد (Tenure of the Executive)

مدت کا مطلب دفتر کی مدت ہے۔ موروثی عاملہ تاحیات اقتدار میں رہتا ہے۔ میعاد جتنی لمبی ہوتی ہے، عاملہ اپنے عہدے پر فائز محسوس ہوتا ہے اور اختیارات کے غلط استعمال کا امکان ہوتا ہے۔ منتخب عاملہ کی مدت مقرر ہے۔ ہندوستان میں عاملہ کا انتخاب پانچ سال کی مدت کے لیے کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں، یہ چار سال کے لیے منتخب ہوتا ہے۔ فرانس میں، یہ سات کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ عہدے پر رہنے کے لیے عاملہ کی بھی زیادہ سے زیادہ حد ہے۔ یو ایس اے میں صدر صرف دو میعاد (8 سال) کے لیے منتخب کیا جاسکتا ہے۔ بھارت میں، صدر، دستور کے مطابق، صرف دو میعادوں (10 سال) کے لیے اقتدار میں رہ سکتا ہے۔ کابینہ کی حکومتوں کے لیے کوئی مقررہ مدت نہیں ہے۔ کابینہ اس وقت تک اقتدار میں رہتی ہے جب تک کہ انہیں پارلیمنٹ کی حمایت حاصل ہو۔ ایگزیکٹیو کی مدت نہ تو بہت لمبی ہو اور نہ ہی بہت مختصر۔ اتنی لمبی نہ ہو کہ طاقت کے غلط استعمال کے لالچ میں جھک جائے اور اچھی سیاست کے فائدے سے انکار کرنے کے لیے بہت مختصر ہو۔ صحیح قدم دوسری مدت کے لیے دوبارہ انتخاب کے لیے اہلیت ہوگا، اگر واحد مدت چار سے پانچ سال سے زیادہ نہ ہو۔ آٹھ یا دس سال کا عرصہ انتظامی تجربہ حاصل کرنے اور خود مختار بننے کی گنجائش کو محدود کرتے ہوئے ترقی کی طویل مدتی اسکیموں کو نافذ کرنے کے لیے کافی طویل ہے۔

13.6 صدر عاملہ کے انتخاب کے طریقے یا عاملہ کی تشکیل کے طریقے

(Methods of Electing Chief Executive)

1۔ موروثی (Hereditary)

بادشاہی حکومتیں عموماً وراثت کے قانون کے ذریعے موروثی اصول پر مبنی ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ برطانیہ، نیپال، یونان، جاپان وغیرہ ممالک میں اپنایا جاتا ہے۔ ان ریاستوں میں موروثی عاملہ کے پاس صرف برائے نام طاقت ہوتی ہے۔

نوائے (Advantages)

(1) اس نظام میں انتخابات نہیں ہوتے اور بادشاہ تاحیات تخت پر نشین رہتا ہے۔ اس طرح بادشاہ انتخابی اخراجات اور گروہ بندی سے آزاد ہے جو صدارتی انتخابات میں ہوتے ہیں۔

(2) چونکہ بادشاہ کسی پارٹی کی مدد سے منتخب نہیں ہوتا، اس لیے اسے کسی پارٹی کو مطمئن نہیں کرنا پڑتا۔ اس لیے وہ بغیر کسی خوف کے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے۔

(3) محدود بادشاہت ملک کی ترقی میں معاون ہوتی ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔

نقصانات (Disadvantages)

(1) یہ ضروری نہیں کہ قابل بادشاہ کا جانشین قابل ہو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک عقلمند حکمران کا غیر دانشمند جانشین ہوتا ہے۔ یہ ملک کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔

(2) بعض اوقات بادشاہ کی موت کے بعد جانشین کے حوالے سے بہت سے تنازعات سامنے آتے ہیں جو پوری سلطنت کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔

(3) ایک مطلق العنان بادشاہ عوام کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ لوگوں کی آزادی کو چھین سکتا ہے۔

2۔ ڈائریکٹ پاپولر الیکشن (Direct Popular Election)

صدر عاملہ کے انتخاب کا ایک اور طریقہ براہ راست مقبول انتخابات کے ذریعے ہے۔ وہ ممالک جہاں کے شہری براہ راست اپنے عاملہ سربراہ کا انتخاب کرتے ہیں انہیں ریپبلکن ریاستوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس وقت یہ طریقہ چلی، میکسیکو، پیرو اور برازیل میں رائج ہے۔ امریکہ میں ریاستوں کے گورنر عوام کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں۔

فوائد (Advantages)

(1) یہ نظام جمہوریت کے تصور کے مطابق ہے۔

(2) عوام سیاسی معاملات میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔

(3) لوگ ایک ایسے شخص کو اپنا صدر منتخب کرتے ہیں جو ان کے لیے ذمہ دار ہو۔

نقصانات (Disadvantages)

(1) الیکشن کے وقت پارٹی میں احساس بیدار ہوتا ہے جو کہ ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔

(2) عام لوگوں کے پاس زمین کے اعلیٰ ترین عہدے کے امیدوار کی خوبیوں کا صحیح فیصلہ کرنے کا کوئی شعور نہیں ہے۔ عام آدمی سیاسی جماعتوں کی شعلہ انگیز تقاریر، نعروں اور دیگر حربوں سے متاثر ہوتا ہے۔

(3) یہ نظام مہنگا ہے۔ صدارتی انتخابات کے امیدواروں کے پاس عام طور پر اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ ہزاروں کینوسرز کو شامل کر سکیں۔

(4) اگر صدر بہت مقبول ہے، تو وہ تمام اختیارات کو بار بار استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنے حامیوں کو اعلیٰ عہدے دے کر خوش کرتا ہے اور خود ایک مطلق العنان بن جاتا ہے۔

(5) جب انتخابات طویل وقفوں کے بعد ہوتے ہیں تو ہمیں ان لوگوں کا سیاسی شعور نظر آتا ہے جب ان کا امیدوار صدر منتخب ہوتا ہے وہ میں اپنے حامیوں سے کئی وعدے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

3۔ الیکٹورل کالج کے ذریعے بالواسطہ انتخابات (Indirect Election by Electoral College)

صدر عاملہ کے بالواسطہ انتخاب کا طریقہ دنیا کے اکثریتی جمہوری ممالک میں رائج ہے۔ اس طریقہ کار کے تحت صدر عاملہ کا انتخاب بالواسطہ طور پر عوام اور براہ راست عوام کے نمائندوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عوام الیکٹورل کالج کے ارکان کو منتخب کرتے ہیں اور بعد میں عاملہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ صدر عاملہ کے انتخاب کا مقصد ختم ہونے کے بعد الیکٹورل کالج کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، امریکہ میں صدر کا انتخاب بالواسطہ طور پر ہوتا ہے۔

فوائد (Advantages)

(1) اس نظام میں ووٹرز کے نمائندے صدر کا انتخاب احتیاط سے کرتے ہیں۔ براہ راست انتخابات میں عام ووٹر جوش و خروش سے متاثر ہوتا ہے لیکن بالواسطہ انتخابات میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ نظام جذبات سے پاک ہے۔

(2) اس نظام میں کوئی جوڑ توڑ اور اشتعال انگیز پروپیگنڈہ نہیں ہوتا۔

(3) بالواسطہ انتخابات میں براہ راست انتخابات کے مقابلے میں کم وقت اور پیسہ خرچ ہوتا ہے۔

(4) عوام کے نمائندے زیادہ تجربہ کار، زیادہ پڑھے لکھے اور قابل افراد ہوتے ہیں۔

نقصانات (Disadvantages)

(1) الیکٹورل کالج کے ذریعے الیکشن دراصل براہ راست الیکشن ہیں۔ امریکہ اس کی واضح مثال ہے۔ الیکٹورل کالج بنانے والے افراد اس شرط پر منتخب ہوتے ہیں کہ منتخب ہونے کے بعد انہیں فلاں فلاں شخص کو صدر منتخب کرنا ہوگا۔

(2) چونکہ یہ نظام عملی طور پر براہ راست نظام بن چکا ہے، اس لیے انتخابات پر کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔

(3) الیکٹورل کالج کے ممبران کا انتخاب پارٹی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اس طرح انہیں اپنے قائدین کی ہدایات پر عمل کرنا ہوگا اور وہ آزادانہ طور پر ووٹ نہیں ڈال سکتے۔

4۔ مقننہ کے ذریعہ بالواسطہ انتخاب (Indirect Election by the Legislature)

کچھ ممالک میں صدر عاملہ کا انتخاب مقننہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ مقننہ کے ارکان عاملہ کو منتخب کرنے کے لیے ایک الیکٹورل کالج میں تشکیل دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ہندوستان میں صدر کا انتخاب ایک الیکٹورل کالج کے ذریعے کیا جاتا ہے جس میں پارلیمنٹ اور ریاستی مقننہ کے منتخب اراکین شامل ہوتے ہیں۔ مقننہ کے ذریعہ صدر عاملہ کے انتخاب کا یہ طریقہ سوئٹزر لینڈ، اٹلی، پولینڈ وغیرہ میں رائج ہے۔

فائدے (Advantages)

- (1) مقننہ کے ذریعہ عاملہ کا انتخاب ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔
- (2) مقننہ کے ارکان عام لوگوں سے زیادہ سمجھدار اور تجربہ کار ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ صحیح طریقے سے ریاست کے سربراہ کا انتخاب کرتے ہیں۔
- (3) یہ بدعنوانی اور افراطی کسی قدر دور کرتا ہے، جو براہ راست انتخابات میں ممکن ہے۔

نقصانات (Disadvantages)

- (1) یہ نظام اختیارات کی علیحدگی کے نظریہ کے خلاف ہے، کیونکہ مقننہ کے ذریعے منتخب ہونے والا عاملہ اس کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن جاتا ہے۔
- (2) اس سے عاملہ کی آزادی ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ صدر کو اپنے انتخاب اور دوبارہ انتخاب کے لیے مقننہ کی حمایت پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ صدر کو اپنے فائدے کے لیے مقننہ کے نامناسب دباؤ کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔
- (3) بعض اوقات ایک ہوشیار شخص خود کو منتخب کروانے کے لیے مقننہ سے جھوٹا وعدہ کرتا ہے۔ چانسلر کینٹ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ، "نمائندہ ادارے کی طرف سے تمام منتخب ممبران کو/کنندگان مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔"
- (4) جب مقننہ عاملہ کا انتخاب کرتی ہے، تو اس کی توجہ کافی طویل عرصے تک انتخابات میں لگی رہتی ہے، جو بالآخر مقننہ کے روزمرہ کے کام میں رکاوٹ بنتی ہے۔

- (5) جب مقننہ عاملہ کا انتخاب کرتی ہے، تو اسے کئی سیاسی گروپوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور یہاں تک کہ آزاد اراکین کو بھی کسی ایک پارٹی یا دوسری پارٹی کی حمایت کرنی پڑتی ہے۔

5۔ نامزدگی (Nomination)

نامزد عاملہ عام طور پر کچھ بڑی طاقتوں پر منحصر ہوتا ہے۔ آسٹریلیا اور کینیڈا کے گورنر جنرل مقبول منتخب قانون سازوں کی سفارشات کی بنیاد پر برطانوی ملکہ کے ذریعہ نامزد کیے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں ریاستوں کے گورنر اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لیفٹیننٹ گورنرز کا تقرر ہندوستان کے صدر کرتے ہیں۔ صدر عاملہ کی تقرری میں اپنا یا جانے والا ہر طریقہ خوبیوں اور خامیوں سے خالی نہیں۔ کم سے کم خامیوں والا طریقہ اختیار کیا جائے۔

فائدے (Advantages)

- (1) اس نظام کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ ایک قابل شخص کو گورنر جنرل مقرر کیا جاتا ہے۔
- (2) اس نظام میں سربراہ مملکت کی تقرری بغیر کسی احسان اور خوف کے کی جاتی ہے۔
- (3) ریاست کا سربراہ اس نظام میں پارٹی سیاست سے بالاتر ہے۔

نقصانات (Disadvantages)

- (1) حکومت اپنے نوآبادیات کی حفاظت کرنے والے شخص کو بطور گورنر جنرل نامزد کرتی ہے۔
- (2) یہ ضروری نہیں کہ قابل ترین شخص کو گورنر جنرل مقرر کیا جائے۔ کالونیوں میں تمام تقرریاں برطانوی ملکہ وزیراعظم کی سفارشات پر کرتی ہیں۔ برطانوی وزیراعظم اکثریتی پارٹی کے رہنما ہیں اور اپنی پارٹی کو خوش کرنے کے لیے ان کی تقرری کا انتظام کرتے ہیں۔ ڈومینیز میں بھی، گورنر جنرل کا انتخاب اس ملک کے وزیراعظم کی سفارشات پر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ ممکن ہے کہ وزیراعظم عہدے کے لیے اپنے کسی حامی کی سفارش کریں۔

13.7 جدید دور میں عاملہ کے اختیارات میں اضافہ

(Rise in the Powers of Executive in Modern Times)

جدید دور میں، عاملہ بہت کی اہمیت میں اضافہ ہو ہے۔ مندرجہ ذیل وجوہات یا عوامل عاملہ کے اختیارات میں تیزی سے اضافے کے ذمہ دار ہیں:

قانون سازی کا زیادہ بوجھ (Legislative Overburden)

تقریباً تمام ریاستوں میں مقننہ پر ریاست کے بڑھتے ہوئے کاموں کا بوجھ ہے۔ اس کے نتیجے میں مقننہ صرف ان امور پر وسیع کنٹرول کی مشق کرتی ہے جس کی عمل درآمد کو عاملہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی ہے۔

مسائل کی پیچیدہ نوعیت (Complex Nature of Problems)

موجودہ دور کے پیچیدہ مسائل سے نمٹنے کے لیے عاملہ کو وسیع اختیارات کی ضرورت ہے۔

منصوبہ بندی (Planning)

آج ہر ریاست نے اقتصادی ترقی کے لیے بڑے پیمانے پر منصوبہ بندی کی ہے۔ جیسا کہ عاملہ کو مختلف منصوبوں کے ذریعے دیکھنا ہوتا ہے، اسے وسیع اختیارات سونپنے ہوتے ہیں۔

سیاسی جماعتیں (Political Parties)

مختلف نظاموں کے ساتھ تمام ریاستوں میں اچھی طرح سے منظم جماعتوں کے عروج نے بھی عاملہ کے اختیارات میں کافی اضافہ کیا ہے۔

تفویض کردہ قانون سازی (Delegated Legislation)

تفویض شدہ قانون سازی کے اصول نے بھی جدید دور میں عاملہ کی اہمیت کو بڑھا دیا ہے۔ مقننہ قانون سازی کرتی ہے جس پر عمل درآمد کے لیے قواعد و ضوابط، تفصیلی ضمنی قوانین اور ضوابط وضع کیے جاتے ہیں۔

عاملہ کی مہارت (Expertise of Executive)

عاملہ بہت تکنیکی ہو گئی ہے اور ماہرین ہی اسے سمجھ سکتے ہیں اور عاملہ ماہرین پر مشتمل ہے۔

وقت کا عنصر (Time Factor)

مقننہ کے پاس وقت بہت کم ہے اور وہ خاص طور پر کسی چیز پر توجہ دینے سے قاصر ہے۔ ایگزیکٹو ایکٹ کو نافذ کرنے کے لیے وہ کل وقتی کام کرتا ہے۔

لوگوں سے قربت (Social Approach)

عاملہ ایک بڑی تعداد پر مشتمل ہے اور وہ لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ لوگ عام طور پر اپنے مسائل کے ازالے کے لیے عاملہ یا عاملہ سے رجوع کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا کے علاوہ دیگر عوامل بھی ہیں جیسے صنعت کاری کی ترقی، عدم پابندی، سوشلسٹ نظریات کا ظہور اور پھیلاؤ، افراط زر کے رجحانات، مزدوروں کی فلاح و بہبود کے اقدامات وغیرہ جو بدلتے حالات میں عاملہ کے اختیارات اور افعال میں اضافے کا باعث بنے ہیں۔

13.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- اس اکائی میں اوپر بیان کئے گئے عنوان "جمہوریت میں عاملہ کا کردار" کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جیسے، عاملہ کا پس منظر، تنظیم کے اصول اور مختلف اقسام، عاملہ کے فرائض، عاملہ کے مدت، صدر انتظامیہ کے انتخابات کے طریقے، ان کے فوائد و نقصانات اور جدید دور میں عاملہ کے اختیارات میں اضافہ کے بارے میں اچھی طرح سے بیان کیا جا چکا ہے۔
- جمہوریت میں عاملہ کے کردار کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ہم دوبارہ کہہ سکتے ہیں کہ اس باب میں اوپر بیان کئے گئے عنوان "جمہوریت میں عاملہ کا کردار" کے بارے میں سارے پہلو پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
- اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ طالب علم اس باب کے مطالعے کے بعد تمام طرح کے سوالات و نہ سکوک کو اپنے ذہن و دماغ سے سمجھ لے گا اور منتخب پہلو یوں پر جس طرح کا بھی سوالات پیدا ہونگے وہ ان کے جواب دینے کا قابل ہو جائے گا۔

13.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

موروٹی اصول (Hereditary principle)

قدیم زمانے میں دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں بادشاہت کام کرتی تھی۔ بادشاہت میں، جانشینی کا اصول موروٹی تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے یا اس کی غیر موجودگی میں اس کے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کو بادشاہ بنایا جاتا تھا۔

آمریت (Dictatorship)

جب قوم کے تمام اختیارات ایک شخص کے ہاتھ میں ہوں تو اسے آمریت کہتے ہیں۔ ڈکٹیٹر کسی خاص پارٹی یا فوج کی مدد سے اقتدار سنبھالتا ہے اور بعد میں وہ اس ملک کا خود مختار حاکم بن جاتا ہے۔

مالیاتی افعال (Financial Functions)

اگرچہ مقننہ قومی خزانہ کو کنٹرول کرتی ہے، پھر بھی عاملہ بجٹ تیار کرتی ہے اور اسے مقننہ سے منظور کرانے کی کوشش کرتی ہے۔

خارجہ تعلقات (Foreign Relations)

عالمیہ عاملہ بیرونی ممالک کے ساتھ سیاسی تعلقات قائم کرتا ہے۔ ہماری حکومت نے تقریباً تمام بڑے ممالک کے ساتھ سیاسی یا تجارتی تعلقات قائم کیے ہیں۔ صدر دوسرے ممالک میں سفارتی نمائندوں کا تقرر کرتا ہے اور بیرونی ممالک کے نمائندوں کا استقبال کرتا ہے۔

13.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

13.10.1 - معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- برطانوی ولی عہد اور بھارتی صدر کس عاملہ کی مثال ہیں؟

(a) حقیقی (b) برائے نام (c) دونوں (d) کوئی نہیں

2- عام طور پر صدر عاملہ یا عاملہ کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

(a) دو (b) تین (c) چار (d) پانچ

3- موروثی عاملہ مندرجہ ذیل میں رائج ہے؟

(a) جاپان (b) نیپال (c) بھوٹان (d) یہ سبھی

4- بالواسطہ طور پر منتخب صدارتی عاملہ کس ملک میں موجود ہے؟

(a) بھارت (b) امریکہ (c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

5- کینیڈا اور آسٹریلیا کے گورنر جنرل کس کے ذریعے نامزد ہوتے ہیں؟

(a) برطانوی ملکہ (b) برطانوی وزیر اعظم (c) دونوں (d) کوئی نہیں

6- امریکہ کس قسم کے عاملہ کی بہترین مثال ہے؟

(a) پارلیمانی عاملہ (b) غیر پارلیمانی عاملہ (c) دونوں (d) کوئی نہیں

7- عام طور پر پارلیمانی عاملہ یا کابینہ کی مدت کیا ہوتی ہے؟

(a) 4 (b) 5 (c) 6 (d) کوئی معینہ مدت نہیں

8- فرانس میں عاملہ یا عاملہ کو کتنے مدت کے لئے چنا جاتا ہے؟

(a) 4 (b) 5 (c) 6 (d) 7

9- ہمارے بھارت میں عاملہ کی مدت کتنے برس کی ہوتی ہے؟

(a) 5 (b) 6 (c) 7 (d) 8

10۔ امریکہ میں عاملہ کی مدت کتنے سال کی ہوتی ہے؟

8(d)

5(c)

4(b)

2(a)

13.10.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. عاملہ سے کیا مراد ہے؟
2. جدید دور میں عاملہ کے اختیارات میں اضافہ کے وجوہات بیان کیجئے؟
3. نامزد عاملہ کے تین فوائد مختصر آبیان کیجئے
4. عاملہ کے مختلف قسمیں پر غور کیجئے۔
5. مقننہ کے ذریعہ بالواسطہ انتخاب کے دو نقصانات پر روشنی ڈالیں؟

13.10.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. عاملہ کے فرائض کو تفصیل سے بیان کیجئے۔
2. صدر عاملہ کے انتخاب کے مختلف طریقے کیا ہیں؟
3. عاملہ کے اختیارات اور فرائض بیان کیجئے۔

13.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. O.P. Gauba, *An Introduction to Political Theory*, National Publishing House, New Delhi, 2017.
2. Amal Ray and Mohit Bhattacharya, *Political Theory: Ideas and Institutions*, The World Press Pvt. Ltd., Kolkata, 2005.
3. R.C. Agarwal, *Political Theory (Principles of Political Science)*, S. Chand & Company Ltd., New Delhi, 1994.
4. S. Meyani, *Political Science for Law Students*, Allahabad Law Agency, Allahabad.
5. A.C. Kapoor, *Principles of Political Science*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 1950.
6. V.D. Mahajan, *Political Theory*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 2010.
7. A. Chhabra, *Foundations of Political Science*, Malhotra Book Depot, Jalandhar, 1983-84.
8. Bluntschli, *Theory of the State*, Bk. III Chs. 1-3, Oxford Translation, 1892.
9. Prof. Gilchrist, *Political Science*, 6th edition, 1938.
10. Aronoff, Myron J and Jan Kubik, *Anthropology and Political Science: A Convergent Approach*, 2012.

اکائی 14—ہندوستانی عاملہ: ایک نظر

(Indian Executive: An Overview)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	14.0
مقاصد	14.1
صدر جمہوریہ ہند	14.2
صدر جمہوریہ کے اختیارات و فرائض	14.3
نائب صدر جمہوریہ	14.4
وزیراعظم	14.5
وزیراعظم کے اختیارات و فرائض	14.6
مرکزی وزیروں کی کونسل	14.7
وزیروں کی کونسل کے اختیارات و فرائض	14.8
اٹارنی جنرل	14.9
اقتصادی نتائج	14.10
کلیدی الفاظ	14.11
نمونہ امتحانی سوالات	14.12
معروضی جوابات کے حامل سوالات	14.12.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	14.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	14.12.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	14.13

14.0 تمہید (Introduction)

دستور کا پانچواں حصہ مرکزی عاملہ سے متعلق ہے جس میں دفعہ 52 سے 78 تک دفعات مرکزی عاملہ کی تفصیل فراہم کرتی ہیں۔ ان میں صدر جمہوریہ، نائب صدر جمہوریہ، وزیراعظم، مرکزی مجلس وزراء اٹارنی جنرل شامل ہیں۔ بھارت کے دستور نے پارلیمانی طرز حکومت کو اپنایا ہے۔ اسلئے سیاسی عاملہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(i) برائے نام کی عاملہ

(ii) حقیقی عاملہ

بھارت میں صدر جمہوریہ برائے نام کی عاملہ ہے جیسے دستوری یا رسمی سربراہ بھی کہتے ہیں۔ حقیقی عاملہ وزیراعظم اور اس کے وزیروں کو کونسل ہے۔ دستور نے تمام اختیارات صدر جمہوریہ کو دیئے ہیں۔ مگر ان کا استعمال وزیراعظم اپنی مجلس وزراء کے ساتھ کرتا ہے۔

14.1 مقاصد (Objectives)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ ہندوستانی عاملہ کے درج ذیل نمائندوں کے بارے میں مطالعہ کریں گے:

- صدر جمہوریہ
- نائب صدر جمہوریہ
- وزیراعظم
- وزیر اکی کونسل
- اٹارنی جنرل

14.2 صدر جمہوریہ ہند (Vice-President of India)

بھارت میں پارلیمانی طرز حکومت کو اپنایا گیا ہے اس طرز حکومت میں عاملہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

(i) برائے نام کی عاملہ

(ii) حقیقی عاملہ

بھارت میں اس پارلیمانی طرز حکومت کی وجہ سے صدر برائے نام کی عاملہ ہے اور وزیراعظم حقیقی عاملہ ہے۔ دستور نے تمام اختیارات صدر جمہوریہ کو عطا کئے ہیں۔ مگر وہ آزادانہ اُن اختیارات کو استعمال نہیں کر سکتا بلکہ اُسکے اختیارات کا استعمال وزیراعظم اور اس کی مجلس وزراء کرتی ہے۔ اسی لئے صدر کو دستوری حاکم برائے نام کا سربراہ اور ربراسٹیٹپ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

(a) صدر جمہوریہ کا الیکشن

صدر جمہوریہ کا الیکشن بالراست طریقے سے ہوتا ہے۔ اس الیکشن کے لئے الیکٹورل کالج بنایا جاتا ہے۔ الیکٹورل کالج میں مندرجہ ذیل ممبران ہوتے ہیں۔

(i) پارلیمنٹ (لوک سبھا اور راجیہ سبھا) کے منتخب ممبران

28 (ii) کریاستوں کی ودھان سبھاؤں کے منتخب ممبران

صدر کے الیکشن میں M.P اور M.L.A کے ووٹ کی قدر میں فرق ہوتا ہے

M.P کے ووٹ کی قدر نکالنے کے لئے اسمبلی کے ممبران کے جملہ ووٹوں کو پارلیمنٹ کے منتخب ممبران کی تعداد سے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور جو بھی خارج قسمت آتا ہے وہ M.P کے ووٹ کی قدر ہوتی ہے۔

M.L.A کے ووٹ کی قدر معلوم کرنے کے لئے مردم شماری کے لحاظ ریاست کی آبادی کو ودھان سبھا کے ممبران کی تعداد سے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور خارج قسمت آتا ہے مزید ایک ہزار سے تقسیم کیا جاتا ہے حاصل اگر پانچ سو سے زیادہ ہو تو اس میں ایک کا اضافہ کیا جاتا ہے پانچ سو کم ہو تو اسے ویسا ہی چھوڑ دیا جاتا ہے اس طرح M.L.A کے ووٹ کی قدر نکالی جاتی ہے۔

صدر کا الیکشن متناسبی طریقہ انتخاب کے سنگل ممبر ٹرانسفر ایبل ووٹ کے طریقے سے ہوتا ہے اس میں ووٹر اپنی پسند کے مطابق ووٹ دیتا ہے۔ اسے ترجیحی بنیاد پر اپنی پہلی پسند، دوسری، تیسری پسند اس طرح دکھانا ہوتا ہے۔ اس امیدوار کو ہی صدر جمہوریہ منتخب کیا جاتا ہے جو کوٹہ حاصل کرتا ہے کوٹہ نکالنے کا طریقہ ہے۔

$$\text{حاصل شدہ ووٹوں کی تعداد} + 1 = \frac{\text{امیدواروں کی تعداد} + 1}{\text{کوٹہ}}$$

(b) صدر کے عہدہ کے شرائط:-

دستور کے مطابق صدر جمہوریہ کے عہدے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

(i) بھارت کا شہری ہو۔

(ii) اس کی عمر 35 سال سے کم نہ ہو۔

(iii) وہ لوک سبھا کی معیار کنیت پر پورا اترتا ہو۔

(iv) وہ پارلیمنٹ، ریاستی مجلس قانون ساز یا کسی مقامی مجلس قانون ساز کا ممبر نہ ہو اگر کوئی ممبر ہو تو جیسے ہی وہ صدر منتخب ہوتا ہے اس کی ممبر شپ ختم ہو جاتی ہے۔

(c) صدر کے عہدے کی میعاد:-

صدر جمہوریہ کے عہدے کی میعاد پانچ سال ہوتی ہے وہ اس سے قبل بھی عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے یا پارلیمنٹ اسے موخذہ کے ذریعے برطرف کر سکتے ہیں میعاد ختم ہونے پر وہ دوبارہ صدر کا الیکشن لڑ سکتا ہے۔

(d) مواخذہ کی تحریک

صدر جمہوریہ اگر غیر دستوری کام کرے یا اُس عہدے کا اہل نہ ہو تو اُسے مواخذہ کے ذریعے برطرف کیا جاتا ہے۔ مواخذہ کے لئے ضروری ہے کہ چودہ دن پہلے صدر کو اُسکی غلطی کی نوٹس دیجائے یہ نوٹس پارلیمنٹ کی جانب سے بھیجی جاتی ہے۔ اُسکے بعد 25 فیصد ممبران کی رضامندی سے کسی بھی ایوان میں کاروائی شروع کی جاسکتی ہے۔ ایوان میں دو تہائی اکثریت سے قرارداد منظور ہو جائے تو وہ دوسرے ایوان میں بھیجی جاتی ہے۔ دوسرا ایوان صدر کے جرم کی تفتیش کرتا ہے۔ اگر دوسرا ایوان بھی اپنی دو تہائی اکثریت سے قرارداد منظور کر دے تو صدر جمہوریہ کو عہدے سے برطرف کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ صدر کو صرف عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ اُسے جیل نہیں ہو سکتی۔

(e) صدر جمہوریہ کی کرسی کب خالی ہوتی ہے

(i) اُسکی موت واقع ہو جائے۔

(ii) وہ استعفیٰ دے دے۔

(iii) اُسے مواخذہ کے ذریعے برطرف کر دیا جائے۔

(iv) وہ بیمار ہو جائے۔

(v) وہ غیر ملک کے دورے پہ چلا جائے۔

صدر کی غیر موجودگی میں نائب صدر اُسکے فرائض انجام دیتا ہے جسے قائم مقام صدر جمہوریہ کہا جاتا ہے۔ دستور کے مطابق کوئی بھی قائم مقام صدر زیادہ سے زیادہ اُس عہدے پر چھ مہینے تک فائز رہ سکتا ہے۔ چھ مہینے کے اندر صدر کا الیکشن ضروری ہوتا ہے صدر کی غیر موجودگی میں نائب صدر بھی کسی وجہ سے موجود نہ ہو تو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس اُسکے فرائض انجام دیتا ہے۔

(f) صدر جمہوریہ کا حلف

صدر عہدہ سنبھالنے سے قبل سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے روبرو اپنے عہدے کا حلف لیتا ہے وہ اپنی مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتا ہے کہ میں دستور اور قانون کے مطابق کام کروں گا۔

(g) صدر جمہوریہ کو سہولتیں

صدر جمہوریہ کو رہنے کے لئے عالیشان مکان دیا جاتا ہے۔ جسے راشٹرپٹی بھون کہا جاتا ہے۔ صدر کو ہر ماہ معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد پنشن ہوتی ہے۔ اور رہنے کے لئے ایک مفت مکانات فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ تمام سہولتیں فراہم کجاتی ہیں جن کی اُسے ضرورت ہوں۔ جیسے حفاظت کا انتظام، سفر کے لئے مفت سواری، ملازمین وغیرہ۔

14.3 صدر جمہوریہ کے اختیارات و فرائض (Power and Functions of President)

(a) انتظامی اختیارات

صدر جمہوریہ ملک کا سربراہ ہوتا ہے۔ وہ ہندو یونین کا سب سے اعلیٰ حاکم ہے ملک میں تمام کام صدر جمہوریہ کے نام سے انجام دیے جاتے ہیں۔ وزیراعظم صدر جمہوریہ کو حکومت کے کاموں سے آگاہ کرتا ہے۔ صدر عاملہ سے اہم معلومات حاصل کر سکتا ہے صدر جمہوریہ کو مندرجہ ذیل اہم عہدوں پر تقررات کا حق حاصل ہے۔

(i) وہ وزیراعظم کا تقرر کرتا ہے وزیراعظم کے مشورے سے دیگر وزیروں کا تقرر کرتا ہے۔

(ii) ریاستوں کے گورنر کا تقرر کرتا ہے۔

(iii) انارنی جنرل کا تقرر کرتا ہے

(iv) کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل کا تقرر کرتا ہے۔

(v) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور دیگر ججوں کا تقرر کرتا ہے۔

(vi) چیف الیکشن کمشنر کا تقرر کرتا ہے

(vii) یونین پبلک سروس کمیشن (U.P.S.C) کے ممبران اور چیرمین کا تقرر کرتا ہے۔

(viii) تینوں افواج کا سپریم کمانڈر ہوتا ہے اور ان کے سربراہوں کا تقرر کرتا ہے۔

(b) قانون سازی کے اختیارات

(i) پارلیمنٹ کے اجلاس طلب کرتا ہے بوقت ضرورت پارلیمنٹ کا مشترکہ بلا تا ہے۔

(ii) پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس میں دونوں ایوانوں سے خطاب کرتا ہے۔

(iii) لوک سبھا کو تحلیل کر سکتا ہے۔

(iv) لوک سبھا میں دو اور راجیہ سبھا میں بارہ نمائندے نامزد کرتا ہے۔

(v) کوئی بھی بل دونوں ایوانوں سے پاس ہونے کے بعد اس وقت تک قانون نہیں بن سکتا جب تک صدر جمہوریہ دستخط نہ کر دے۔

(vi) صدر بل کا پاکٹ ویٹو کر سکتا ہے۔

(vii) پارلیمنٹ کا اجلاس نہ ہو رہا ہو تو آرڈیننس یا ہنگامی قانون جاری کر سکتا ہے۔

(c) مالیاتی اختیارات

(i) مالی سال کے شروع میں صدر جمہوریہ ہندو یونین کی آمدنی اور خرچ کا حساب پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جیسے بجٹ کہا جاتا ہے۔

(ii) صدر کی سفارش کے بغیر لوک سبھا میں مالیاتی بل پیش نہیں کیا جاسکتا۔

(iii) کانسلٹیڈ فنڈ اور کانٹی جنسی فنڈ سے پیسہ صدر کی سفارش پر ہی نکالا جاسکتا ہے۔

(iv) صدر پانچ سالوں کے لئے مالیاتی کمیشن کی تشکیل کرتا ہے۔

(d) عدالتی اختیارات

(i) صدر مجرم کی سزا معاف یا کم کر سکتا ہے۔

- (ii) وہ چھانسی کی سزا معاف کر سکتا ہے یا اسے عمر قید میں تبدیل کر سکتا ہے۔
 (iii) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور دیگر ججوں کا تقرر کرتا ہے۔
 (iv) پارلیمنٹ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے کسی جج کو برطرف کرنے کی قرارداد دو تہائی اکثریت سے پاس کر دے تو صدر اس جج کو ہٹا سکتا ہے۔

(e) ہنگامی حالات میں اختیارات

دستور نے صدر جمہوریہ کو ہنگامی حالات کے موقع پر اختیارات دیے ہیں۔ جن کا وہ اعلان کرتا ہے دستور میں تین قسم کے ہنگامی حالات کا ذکر ہے

- (i) ملک میں بد امنی کے وقت ہنگامی حالات (دفعہ 352)
 (ii) ریاست میں دستوری نظام کی ناکامی کے وقت ہنگامی حالات (دفعہ 356)
 (iii) معاشی ہنگامی حالات (دفعہ 360)
 ہنگامی حالات یا ایمر جنسی کے دوران صدر کو بہت سارے اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں۔ مختلف اوقات میں مختلف ہنگامی حالات کا اعلان کیا جاتا ہے جس کو پارلیمنٹ کی منظوری ضروری ہوتی ہے۔

(f) صدر جمہوریہ کے دیگر اختیارات

- (i) دیگر ممالک کو سفیر روانہ کرنا۔
 (ii) دیگر ممالک سے آئے سفیروں کو قبول کرنا۔

14.4 نائب صدر جمہوریہ (Vice-President)

صدر کی غیر موجودگی میں صدر کے فرائض انجام دینے کے لئے نائب صدر ہوتا ہے۔ وہ راجیہ سبھا کا بر بنائے عہدہ ہے اس لئے راجیہ سبھا کے چیرمین کے فرائض انجام دیتا ہے۔

(a) عہدے کی شرائط

- (i) بھارت کا شہری ہو۔
 (ii) اس کی عمر 35 سال سے کم نہ ہو۔
 (iii) پارلیمنٹ کا ممبر بننے کے لائق ہو۔
 (iv) حکومت کا ٹھیکدار نہ ہو۔
 (v) حکومت کا تنخواہ یاب ملازم نہ ہو۔

(b) لیکشن

نائب صدر کے الیکشن میں لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے منتخب ممبران حصہ لیتے ہیں۔ الیکشن خفیہ رائے دہی کی بنیاد پر متناسبی طریقہ انتخاب سنگل ممبر ٹرانسفر ایبل ووٹ کے ذریعے ہوتا ہے۔

(c) عہدہ کی میعاد

نائب صدر کے عہدے کی میعاد پانچ سال ہوتی ہے۔ وہ اپنی مرضی سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔ یا اُسے پارلیمنٹ ہٹا سکتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ راجیہ سبھا 14 دن پہلے نائب صدر کو نوٹس جاری کرے اور پھر اُس کو ہٹانے کی قرارداد پاس کرے۔ اگر دوسرا ایوان لوک سبھا بھی اُس قرارداد کو منظور کر دے تو نائب صدر کو اُس کے عہدے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

(d) نائب صدر کو سہولتیں

نائب صدر جب صدر جمہوریہ کی غیر موجودگی میں صدر کے فرائض انجام دیتا ہے۔ تب اُسے وہ تمام سہولتیں حاصل ہوتی ہیں جو صدر جمہوریہ کو دستور نے دی ہے۔ اُسے تنخواہ صدر کے برابر دی جاتی ہے۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر راجیہ سبھا کا چیرمین ہوتا ہے۔ اسلئے اُسے لوک سبھا کے اسپیکر کے برابر تنخواہ اور دیگر سہولتیں دی جاتی ہیں۔

(e) نائب صدر کے اختیارات و فرائض

نائب صدر کو بحیثیت نائب صدر کوئی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ صدر جمہوریہ کی غیر موجودگی میں وہ صدر جمہوریہ کے فرائض انجام دیتا ہے۔ جسے انتظامی اختیارات، قانون سازی کے اختیارات، مالیاتی اختیارات، عدالتی اختیارات، ہنگامی حالات کے تعلق سے اختیارات وغیرہ۔

صدر جمہوریہ کی موجودگی میں نائب صدر کا عہدہ راجیہ سبھا کا چیرمین ہوتا ہے۔ وہ راجیہ سبھا کا چیرمین کے فرائض انجام دیتا ہے۔ جیسے

(i) راجیہ سبھا کی صدارت کرنا۔

(ii) ایوان میں نظم و ضبط قائم رکھنا۔

(iii) ممبران کو سوالات اور تقریر کرنے کی اجازت دینا۔

(iv) رائے شماری میں برابر برابر ووٹ ہوں تو اپنا فیصلہ کن ووٹ دینا۔

(v) راجیہ سبھا کے ممبران کے حقوق کی حفاظت کرنا۔

(vi) ایوان میں نظم و ضبط قائم نہ رہے یا کورم پورا نہ ہو تو ایوان کی کاروائی کو ملتوی کرنا۔

14.5 وزیراعظم (Prime Minister)

وزیراعظم حکومت کا حقیقی سربراہ ہوتا ہے۔ حکومت کے تمام کام انجام دیتا ہے۔ بھارت میں پارلیمانی طرز حکومت کو اپنایا گیا ہے اس لئے بھارت میں وزیراعظم کا اہم عہدہ ہے۔ دستور نے اختیارات صدر جمہوریہ کو دیے ہیں مگر ان اختیارات کا استعمال وزیراعظم ہی کرتا ہے۔ اُسکی شخصیت میں مندرجہ ذیل چار شخصیتیں پوشیدہ ہیں۔

(i) وہ حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔

(ii) پارلیمنٹ کا لیڈر ہوتا ہے۔

(iii) حکومت میں پارٹی کا لیڈر ہوتا ہے۔

(iv) مجلس وزراء اور صدر جمہوریہ کے درمیان کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔

(a) وزیراعظم کا تقرر

لوک سبھا کے عام انتخابات کے بعد جس پارٹی کو اکثریت حاصل ہوتی ہے۔ اُس پارٹی کے لیڈر کو صدر جمہوریہ ہند وزیراعظم بننے کی دعوت دیتا ہے۔ بھارت میں کثیر جماعتی نظام ہے اگر کسی بھی جماعت کو اکثریت حاصل نہ ہو تو ایسے وقت میں اُس شخص کو وزیراعظم بننے کی دعوت دی جاتی ہے۔ جو کچھ جماعتوں کی مدد سے لوک سبھا میں اپنی اکثریت ثابت کرے ایسی حکومت کو مخلوط حکومت کہا جاتا ہے۔

(b) وزیراعظم کی برطرفی

وزیراعظم غیر دستوری کام کرے یا اُس عہدے کا اہل نہ ہو تو اُسے کے خلاف لوک سبھا میں عدم اعتماد کی تحریک چلائی جاتی ہے اگر اُس تحریک کو اکثریت حاصل ہو جائے تو وزیراعظم کو عہدے سے برطرف کر دیا جاتا ہے وزیراعظم کے ساتھ پوری مجلس وزراء کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

14.6 وزیراعظم کے اختیارات و فرائض (Power and Functions of PM)

(a) مجلس وزراء کی تشکیل

وزیراعظم کو اپنی وزارت کے لئے وزیروں کے انتخاب کا حق حاصل ہے وہ خود وزیراعظم بن جانے کے بعد اپنے وزیروں کی فہرست تیار کرتا ہے۔ اور صدر جمہوریہ سے اُسے منظور کرواتا ہے۔ وزیروں کو حکومت کے محکمہ سپرد کرتا ہے وہ مجلس وزراء میں تبدیلی کر سکتا ہے وزیروں کے محکمہ بدل سکتا ہے وزیر سے استقفی طلب کر سکتا ہے یا صدر سے کہہ کر وزیر کو ہٹا سکتا ہے وزیراعظم کا استقفی پوری مجلس وزراء کا استقفی ہوتا ہے۔

(b) حکومت کے تعلق سے اختیارات

وزیراعظم حکومت کی تمام سرگرمیوں کا محور ہوتا ہے۔ وہ تمام وزیروں کو محکمے سپرد کرتا ہے اور وزارت کے کاموں کے لئے ذمہ دار ہوتا ہے وہ وزیروں کے درمیان ربط اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے مجلس وزراء کانگریس ہوتا ہے، حکومت کی پالیسیاں بناتا ہے۔ اور عاملہ کے ذریعہ اُن کو عملی جامہ پہناتا ہے سرکاری افسران اور وزیروں کو حکم دیتا ہے۔ صدر جو بھی تقررات کرتا ہے وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہوتا ہے۔

(c) قانون سازی کے اختیارات

پارلیمنٹ میں جتنے بھی بل رکھے جاتے ہیں اُن میں دخل دینے کا حق وزیراعظم کو ہوتا ہے۔ وزیراعظم کی مرضی کے بغیر کوئی بھی بل پارلیمنٹ کے ایوان میں نہیں رکھا جاسکتا۔ کیونکہ اکثریت وزیراعظم کے ساتھ ہوتی ہے وہ پارلیمنٹ کے وقار کا نگہبان ہوتا ہے۔ وہ حکومت کے تمام کاموں کے لئے لوک سبھا کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کے باہر وہ پارلیمنٹ کالیڈر ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کی بحثوں میں حصہ لیتا ہے صدر سے سفارش کر کے لوک سبھا تحلیل کروا سکتا ہے۔

(d) خارجہ پالیسی سے متعلق اختیارات

خارجہ پالیسی طے کرنا وزیراعظم کی ذمہ داری ہے اس کے لئے وزیر خارجہ ہوتا ہے جو وزیراعظم کے مشورے کے مطابق کام کرتا ہے دیگر ممالک سے آنے والے نمائندوں سے وزیراعظم ہی بات چیت کرتا ہے۔ دیگر ممالک سے تعلقات کیسے ہوں یہ وزیراعظم ہی طے کرتا ہے۔

14.7 مرکزی وزیروں کی کونسل (Union Council of Ministers)

لوک سبھا کے عام الیکشن کے بعد جس پارٹی کو اکثریت حاصل ہوتی ہے۔ اُسکے لیڈر کو صدر جمہوریہ وزیراعظم بناتا ہے وزیراعظم کے مشورے سے وزیروں کی کونسل بنائی جاتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہیں کہ پچیس سال کی عمر رکھنے والا بھارت کا کوئی بھی شہری وزیر بنایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ وزیر بننے وقت پارلیمنٹ کا ممبر نہ ہو تو اُسکے لئے ضروری ہے کہ وہ چھ ماہ کے اندر پارلیمنٹ کا ممبر بن جائے۔ وزیروں کی کونسل میں مندرجہ ذیل تین درجات کے وزیر ہوتے ہیں۔

(i) کابینہ سطح کے وزیر (ii) ریاستی سطح کے وزیر (iii) نائب وزیر

(i) کابینہ سطح کے وزیر

یہ وزیر پارٹی کے تجربہ کار اور سینئر لیڈر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ وزیراعظم کے اعتماد کے ہوتے ہیں جو کابینہ کی ہر میٹنگ میں شرکت کرتے ہیں۔ ان وزیروں کے سپرد ایک یا ایک سے زیادہ محکمے ہوتے ہیں۔ ان وزیروں میں وزیر داخلہ، وزیر دفاع، وزیر زراعت، وزیر خارجہ، ریلوے کا وزیر وغیرہ شامل ہیں۔ کابینہ ہی حکومت کی پالیسیاں تشکیل دیتی ہے اور ملک کے تعلق سے اہم فیصلے کرتی ہے۔

(ii) ریاستی سطح کے وزیر

ریاستی سطح کے وزیروں کا درجہ کابینہ کے وزیروں کے بعد کا ہوتا ہے۔ یہ وزیر کابینہ کی ہر میٹنگ میں شرکت نہیں کرتے یہ اُسی وقت میٹنگ میں شامل ہوتے ہیں جب انہیں شرکت کی دعوت دی جاتی اور اُن کو تب ہی بلا یا جاتا ہے جب اُن کے محکمے کی میٹنگ ہو۔

(iii) نائب وزیر

نائب وزیروں کا درجہ ریاستی وزیروں کے بعد کا ہوتا ہے۔ اُن کے ذمے کوئی خاص محکمہ نہیں ہوتا ان کے کام امدادی ہوتے ہیں۔

اجتماعی جوابدہی

مجلس وزراء یا وزیروں کی کونسل اپنے تمام کاموں کے لئے لوک سبھا کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار ہوتی ہے۔ ایک وزیر سب کے لئے اور سب وزیر ایک کے لئے جوابدہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسے اجتماعی جوابداری کہا جاتا ہے کیونکہ ایک وزیر کے خلاف بھی عدم اعتماد کی قرارداد پاس ہو جائے تو پوری مجلس وزراء کا خاتمہ ہو جاتا ہے اسی لئے مجلس وزراء کے تعلق سے یہ قول مشہور ہے کہ ”تمام وزیر ایک ساتھ تیرتے ہیں اور ایک ساتھ ڈوب جاتے ہیں۔“

14.8 مجلس وزراء کے اختیارات و فرائض (Power and Functions of Council)

دستور میں تحریر ہے صدر جمہوریہ کو صلاح و مشورہ دینے کے لئے مجلس وزراء ہوگی جس کا سربراہ وزیراعظم ہوگا۔ وزیراعظم اور اسکی مجلس وزراء ہی حقیقی عاملہ ہے کیونکہ بھارت نے پارلیمانی طرز حکومت کو اپنایا ہے۔ مجلس وزراء مندرجہ ذیل کام انجام دیتی ہے۔

(a) ملک کے لئے پالیسی بنانا

ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے پالیسی متعین کرنا مجلس وزراء کا بنیادی کام ہے۔ وہ عوام کے مسائل حل کرنے اور فلاح و بہبودی کے لئے پالیسیاں بناتی ہے یہ کام خاص طور سے کابینہ سطح کے وزیر انجام دیتے ہیں۔

(b) قانون سازی کرنا

حکومت کی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وزیر قوانین بناتے ہیں۔ عام طور پر پارلیمنٹ میں جتنے بھی بل رکھے جاتے ہیں۔ وہ وزیر ہی رکھتے ہیں اس طرح قانون سازی کا کام مجلس وزراء ہی انجام دیتی ہے وزیروں کے علاوہ پارلیمنٹ کے دیگر ممبر بھی قانون سازی کے لئے بل پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ پاس ہونا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اکثریت مجلس وزراء کے ساتھ ہوتی ہے مجلس وزراء کی حمایت کے بغیر کوئی بھی بل قانون کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

(c) مالیاتی اختیارات

مجلس وزراء کو ملک کے معاشی نظام کو کنٹرول کرنے کا حق حاصل ہے اس کے لئے:

(i) ہر سال وزیر مالیات صدر کی سفارش سے پارلیمنٹ میں بجٹ پیش کرتا ہے۔

(ii) نئے ٹیکس لگانا، قرض لینا، ملک کے مختلف اخراجات کے تعلق سے مجلس وزراء ہی فیصلہ کرتی ہے۔

(iii) لوک سبھا میں تمام مالیاتی بل مجلس وزراء کی جانب سے ہی پیش ہوتے ہیں۔

(iv) ایالتی بل میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنے کا حق مجلس وزراء کو حاصل ہے۔

(d) انتظامی اختیارات

ملک میں حقیقی عاملہ مجلس وزراء ہی ہوتی ہے جس کا سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے ملکی اور غیر ملکی معاملات کے تعلق سے تمام فیصلے کابینہ ہی کرتی ہے۔ کابینہ حکومت کی پالیساں بناتی ہے اور سرکاری ملازمین کی مدد سے انہیں عملی جامہ پہناتی ہے۔ صدر جمہوریہ جتنے بھی تفرات انجام دیتا ہے ان میں وزیراعظم کا عمل دخل ہوتا ہے۔

(e) امور خارجہ کے اختیارات

مجلس وزراء امور خارجہ کے متعلق فیصلہ لیتی ہے اور اپنی خارجہ پالیسی طے کرتی ہے۔ بیرونی ممالک سے ملک کے تعلقات کیسے ہوں اُسکے متعلق بھی فیصلہ کرتی ہے معاہدے کرنا بھی مجلس وزراء کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لئے خاص طور سے ذمہ دار وزیر خارجہ ہوتا ہے جو دوسرے ممالک سے اپنے تعلقات ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

(f) آپسی ہم آہنگی

اجتماعی جوابدہی کی وجہ سے وزیروں کی کونسل تمام وزراء میں ہم آہنگی بنانے رکھتی ہے۔ حکومت کی پالیسیوں اور قوانین کو عمل میں لانے کے لئے یہ ضروری ہوتی ہے۔

14.9 اٹارنی جنرل (Attorney General)

مرکزی حکومت کو قانونی صلاح و مشورہ دینے کے لئے اٹارنی جنرل ہوتا ہے دستور کے مطابق یہ بہت اہم عہدہ ہے جس کی تنخواہ صدر جمہوریہ طے کرتا ہے۔

(i) اٹارنی جنرل کا تقرر اور میعاد

صدر جمہوریہ اٹارنی جنرل کا تقرر کرتا ہے وہ اُس وقت تک عہدہ پر فائز رہتا ہے جب تک صدر جمہوریہ چاہتا ہے صدر جمہوریہ کسی بھی وقت اُسے برطرف کر سکتا ہے۔ یا وہ خود اپنی مرضی سے استقفا دے سکتا ہے۔

(ii) عہدے کی شرائط

سپریم کورٹ کے جج کے لئے دستور نے جو شرائط رکھی ہیں وہی اٹارنی جنرل کے لئے ہیں۔

(a) بھارت کا شہری ہو۔

(b) ہائی کورٹ میں کم سے کم پانچ سال جج رہ چکا ہو۔ یا

(c) دس سال ہائی کورٹ میں وکالت کر چکا ہو۔ یا

(d) صدر جمہوریہ کی نظر میں ماہر قانون ہو۔

(iii) اٹارنی جنرل کے فرائض

اٹارنی جنرل مرکزی حکومت کو قانونی معاملات میں صلاح و مشورہ دیتا ہے۔ وہ صدر جمہوریہ کی جانب سے عائد کردہ تمام فرائض جن کا تعلق قانون سے ہوا انجام دیتا ہے۔ وہ پارلیمنٹ کا ممبر نہیں ہوتا پارلیمنٹ کے اجلاس میں شرکت کرتا ہے دونوں ایوانوں سے ضرورت پڑنے پر خطاب کر سکتا ہے لیکن ایوان کی رائے شماری میں ووٹ نہیں دے سکتا۔ وہ بھارت کی کسی بھی عدالت میں مرکزی حکومت کی طرف سے وکالت کرتا ہے۔

14.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ نے ہندوستانی عاملہ کے درج ذیل نمائندوں کے بارے میں مطالعہ کیا:

- صدر جمہوریہ
- نائب صدر جمہوریہ
- وزیراعظم
- وزیر اکی کونسل
- اٹارنی جنرل

14.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

- بنیادی فرائض (Fundamental Duties)
- بنیادی حقوق (Fundamental Rights)
- آئینی ساز اسمبلی (Constituent Assembly)
- پارلیمنٹ (Parliament)
- عدلیہ (Judiciary)
- امریکی دستور (US Constitution)
- سائنسی مزاج (Scientific Temper)
- سپریم کورٹ (Supreme Court)

14.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

14.12.1 - معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- الیکٹورل کالج..... کے انتخاب کے لئے بنایا جاتا ہے۔

(a) گورنر (b) صدر جمہوریہ

(c) وزیراعظم (d) وزیراعلیٰ

2- حقیقی سربراہ ہوتا ہے۔

(a) گورنر (b) صدر جمہوریہ

(c) وزیراعظم (d) نائب صدر جمہوریہ

3- وزیراعظم کا تقرر..... کرتا ہے۔

(a) اسپیکر (b) صدر جمہوریہ

(c) چیرمین (d) ان میں کوئی نہیں

4- وزیراعظم کو برطرف کرنے کی تحریک..... میں چلائی جاتی ہے۔

(a) لوک سبھا (b) راجیہ سبھا

(c) ودھان سبھا (d) ودھان پریشد

5- مالیاتی بل..... کی سفارش سے لوک سبھا میں پیش ہوتا ہے۔

(a) اسپیکر (b) صدر جمہوریہ

(c) وزیراعظم (d) نائب صدر جمہوریہ

6- سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر کرتا ہے۔

(a) اسپیکر (b) صدر جمہوریہ

(c) وزیراعظم (d) نائب صدر جمہوریہ

7- بھارت میں..... نظام حکومت ہے۔

(a) صدارتی (b) وحدانی

(c) پارلیمانی (d) جمہوری

8- مرکزی حکومت کا سربراہ..... ہوتا ہے۔

- (a) سپیکر
(b) صدر جمہوریہ
(c) وزیراعظم
(d) نائب صدر جمہوریہ

9- اٹارنی جنرل کا تقرر..... کرتا ہے۔

- (a) سپیکر
(b) صدر جمہوریہ
(c) وزیراعظم
(d) نائب صدر جمہوریہ

10- صدر جمہوریہ کو..... تحریک کے ذریعے برطرف کیا جاتا ہے۔

- (a) تحریک التواء
(b) عدم اعتماد
(c) مواخذہ
(d) ان میں کوئی نہیں

14.12.2- مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)



1. نائب صدر جمہوریہ کے اختیارات و فرائض پر روشنی ڈالے؟
2. وزیراعظم کا تقرر کس طرح ہوتا ہے لکھئے؟
3. اٹارنی جنرل پر نوٹ لکھئے؟
4. وزیروں کے درجات پر نوٹ لکھئے؟
5. وزیراعظم کی برطرفی کس طرح ہوتی ہے لکھئے؟

14.12.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. مجلس وزراء کی تشکیل و اختیارات پر روشنی ڈالے؟
2. صدر جمہوریہ کی میعاد عہدے کی شرائط اور برطرفی کا طریقہ تفصیل سے تحریر کیجئے؟
3. صدر جمہوریہ اور وزیراعظم میں فرق واضح کیجئے؟

14.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. O.P. Gauba, *An Introduction to Political Theory*, National Publishing House, New Delhi, 2017.
2. Amal Ray and Mohit Bhattacharya, *Political Theory: Ideas and Institutions*, The World Press Pvt. Ltd., Kolkata, 2005.

3. R.C. Agarwal, *Political Theory (Principles of Political Science)*, S. Chand & Company Ltd., New Delhi, 1994.
4. S. Meyani, *Political Science for Law Students*, Allahabad Law Agency, Allahabad.
5. A.C. Kapoor, *Principles of Political Science*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 1950.
6. V.D. Mahajan, *Political Theory*, S. Chand Publishing House, New Delhi, 2010.
7. A. Chhabra, *Foundations of Political Science*, Malhotra Book Depot, Jalandhar, 1983-84.
8. Bluntschli, *Theory of the State*, Bk. III Chs. 1-3, Oxford Translation, 1892.
9. Prof. Gilchrist, *Political Science*, 6th edition, 1938.
10. Aronoff, Myron J and Jan Kubik, *Anthropology and Political Science: A Convergent Approach*, 2012.
11. Sarmah, Durga Kant, *Political Science*, New Age International publishers, New Delhi, 2004
12. David Easton, *Alternative Strategies in Theoretical Research in Varieties of Political Theory*, Englewood Cliffs, 1966.
13. Pokhraj Jain and N.D. Arora, *Political Science*, SBPD Publishing House, Agra, 2014-15
14. R.L. Gupta, *Political Theory*, Sultan Chand & Sons, New Delhi, 2003.
15. Imaan Ali, *Higher Secondary Political Science*, Nasim Publication, Kolkata, 2014.



اکائی 15- صدر جمہوریہ: کردار، اختیارات اور فرائض

(President: Role, Power and Functions)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	15.0
مقاصد	15.1
ہندوستان کا صدر جمہوریہ	15.2
صدر جمہوریہ کا انتخاب	15.3
بہ حیثیت صدر منتخب ہونے کی اہلیت	15.4
صدر کا حلف یا اقرارِ صالح	15.5
صدر کے عہدے کی شرائط	15.6
صدر کے عہدے کی مدت، اتہام بد نظمی اور خلاء	15.7
صدر جمہوریہ کے فرائض	15.8
ہندوستان کے صدر جمہوریہ کی فہرست	15.9
اکتسابی نتائج	15.10
کلیدی الفاظ	15.11
نمونہ امتحانی سوالات	15.12
معروضی جوابات کے حامل سوالات	15.12.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	15.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	15.12.3
تجویز کردہ مواد	15.13

نظریہ تفریق اختیارات (Separation of Powers) کے فلسفے کے مطابق جدید دور میں حکومت کا اختیار سہ رخی ہوتا ہے۔ یعنی یہ اختیار تین ستونوں پر مشتمل ہوتا ہے:

1. مقننہ (Legislature)

2. عاملہ (Executive)

3. عدلیہ (Judiciary)

جدید جمہوری مملکت (Modern Democratic State) میں حکومت کے ان تین اعضاء کی ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں۔ مقننہ قانون سازی کے فرائض انجام دیتی ہے جب کہ عاملہ کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مقننہ کے وضع کردہ قوانین کو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے نافذ کرے۔ اس کے برعکس، عدلیہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ دستور ہند کی روح کے مطابق ان قوانین کی تشکیل اور نفاذ کا جواز طے کرے۔ جب مقننہ اور عاملہ بالترتیب قانون سازی اور نفاذ قانون کے عمل میں دستور کی حدود سے تجاوز کر جاتی ہیں تو عدلیہ ایسے عمل کو رد کر سکتی ہے۔

دوسری جنگ عظیم (World War II) کے بعد سیاسی اُفق پر فلاحی مملکت (Welfare State) کا تصور سامنے آیا جس نے مملکت کی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا اور مملکت کی ذمہ داریوں کا دائرہ صرف امن و امان کی بحالی سے بڑھ کر عوام کی فلاح اور بہبود تک ہو گیا۔ مسلسل بڑھتے فرائض و ذمہ داریوں کے سبب جدید انتظامی مملکت (Administrative State) کی سرگرمیوں میں پیچیدگی کا دخل ہوتا گیا اور مقننہ اس امر میں قاصر ہوتی چلی گئی کہ وہ مملکت کے انتظامی امور کی براہ راست نگرانی کر سکے۔ لہذا، حکومت کے مختلف امور کی ذمہ داری اس کے مختلف اعضاء پر آگئی۔ علاحدہ ذمہ داریوں کے باوجود، حکومت کے ان تین حصوں کے درمیان رابطے کی مختلف کڑیاں ہوتی ہیں تاکہ سرکاری پروگراموں کی پرسکون کارکردگی کو یقینی بنایا جاسکے۔ جدید مملکت کی وسیع تر سرگرمیوں کے سبب حکومت کا قانون ساز ستون (Legislature) اس حالت میں نہیں ہوتا ہے کہ وہ قومی، صوبائی اور مقامی نظم و نسق کے ساتھ راست معاملہ داری کرے۔ چنانچہ، ان امور کی تکمیل کے لئے عاملہ (Executive) کو زیادہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے عاملہ زیادہ طاقتور ہو جاتی ہے اور حکومت کا مظہر بن جاتی ہے۔

حکومت کی عاملہ شاخ خصوصی طور پر صدر جمہوریہ (President)، وزیراعظم (Prime Minister)، وزراء کی کونسل (Council of Ministers) اور دفتر شاہی (Bureaucracy) پر مشتمل ہوتی ہے جو مقننہ کی جانب سے وضع کردہ قوانین کو ملک بھر میں نافذ کرنے کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ صدر عاملہ، وزیراعظم، وزراء کی کونسل کے دیگر ممبران انتخابات میں منتخب ہو کر عارضی طور پر عاملہ کا حصہ بنتے ہیں اور ان کو ہر پانچ سال کے بعد اپنے عہدے سے دست بردار کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ دفتر شاہی یعنی سول سروسز (Civil Servants) مسابقتی امتحانات (Competitive Examinations) میں کامیابی حاصل کر

نے بعد عاملہ کا حصہ بنتے ہیں۔ دفتر شاہ حکومت کے مستقل (Permanent) ملازمین ہوتے ہیں اور وہ پانچ سال کی مدت کے بعد اپنے عہدوں سے دست بردار نہیں کئے جاتے ہیں۔ عارضی نوعیت کے منتخب صدر عاملہ کو سیاسی عاملہ (Political Executive) کہا جاتا ہے اور سول سرونٹ پر مشتمل عاملہ کو غیر سیاسی مستقل عاملہ (Non-Political Permanent Executive) کہا جاتا ہے۔

15.1 - مقاصد (Objectives)

- عزیز طلباء، ہندوستان کے پارلیمانی یا ویسٹ منسٹر ماڈل (Westminster Model) میں صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور وزراء کی کونسل سیاسی عاملہ (Political Executive) کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ،
- سیاسی عاملہ کی تعریف اور نوعیت سے واقف ہو جائیں گے۔
 - دستور ہند میں صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور وزراء کی کونسل کے عہدے سے متعلق مختلف توضیحات (provisions) کو سمجھ جائیں گے۔
 - بطور سیاسی عاملہ صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور وزراء کی کونسل کی تقرری و فرائض کو جان جائیں گے۔
 - ہندوستان کے پارلیمانی نظام میں صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور وزراء کی کونسل کی تقابلی حیثیت سے واقف ہو جائیں گے۔

15.2 - ہندوستان کا صدر جمہوریہ (President of India)

ہندوستان کے جمہوری نظام میں صدر جمہوریہ (President) برائے نام صدر عاملہ (Nominal Chief Executive) کی حیثیت رکھتا ہے جب کہ وزیر اعظم کو حقیقی صدر عاملہ (Real Chief Executive) تسلیم کیا جاتا ہے۔ صدر جمہوریہ مملکت کا سربراہ (Head of the State) ہوتا ہے اور وزیر اعظم پارلیمنٹ میں حکومت کی سربراہی کرتا ہے۔ غور طلب ہے کہ حکومت یعنی عاملہ کے تمام فیصلے صدر جمہوریہ کے نام میں ہی لئے اور نافذ کئے جاتے ہیں۔ اس لئے صدر جمہوریہ لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے علاوہ پارلیمنٹ کا ناگزیر حصہ ہے۔ دستور ہند (Constitution of India) حصہ پنجم میں دفعہ 52 سے دفعہ 78 تک وفاقی عاملہ (Union Executive) سے متعلق مختلف توضیحات درج ہیں۔ دستور کی ترتیب کے مطابق ہندوستان کی وفاقی عاملہ صدر جمہوریہ (President)، نائب صدر جمہوریہ (Vice-President)، وزیر اعظم (Prime Minister)، وزراء کی کونسل (Council of Ministers) اور اٹارنی جنرل (Attorney General) پر مشتمل ہوتی ہے۔

15.3- صدر جمہوریہ کا انتخاب (Election of the President)

ہندوستان کے پارلیمانی نظام میں صدر جمہوریہ کا انتخاب راست (direct) طور پر عوام کے ذریعہ نہیں ہوتا ہے بلکہ دستور کی دفعہ 54 کے مطابق ایک انتخابی جماعت (Electoral College) صدر کو بالواسطہ (indirectly) منتخب کرتی ہے جو درج ذیل ممبران پر مشتمل ہوتی ہے:

- پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے منتخب اراکین۔
- ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیوں کے منتخب اراکین۔
- قومی راجدھانی علاقہ (National Capital Territory) دہلی اور پڈوچیری یونین علاقہ (Union Territory) کی قانون ساز اسمبلیوں کے منتخب اراکین۔

دستور کے منصوبے کے مطابق پارلیمنٹ، ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیوں، اور دہلی و پڈوچیری کی قانون ساز اسمبلیوں کے نامزد ممبران (nominated members) صدر جمہوریہ کے انتخاب میں حصہ نہیں لیتے ہیں۔ صدر کا انتخاب تناسبی نمائندگی (Proportional Representation) بذریعہ واحد منتقلی ووٹ (Single Transferable Vote) کے اصول کے مطابق ہوتا ہے اور ایسے انتخاب میں خفیہ رائے دہی ہوتی ہے۔ صدر کے انتخاب سے متعلق تمام تنازعات اور شبہات کا ازالہ سپریم کورٹ میں کیا جاسکتا ہے اور اس سلسلے میں سپریم کورٹ کا فیصلہ حتمی نوعیت کا حامل ہوتا ہے۔

15.4- بہ حیثیت صدر منتخب ہونے کی اہلیت (Qualification for Election as President)

دستور کی دفعہ 58 کے تحت کوئی شخص بہ حیثیت صدر منتخب ہونے کا اہل نہ ہوگا۔ جس کے کہ وہ:

- ہندوستان کا شہری ہو۔
- 35 سال کی عمر مکمل کر چکا ہو۔
- لوک سبھا کے رکن کی حیثیت سے منتخب ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔
- حکومت ہند یا کسی ریاستی حکومت کے تحت یا مذکورہ حکومتوں میں سے کسی حکومت کے زیر نگرانی کسی مقامی یا دیگر اتھارٹی کے تحت کسی نفع بخش عہدے (Office of Profit) پر فائز ہو۔

صدر جمہوریہ کے عہدے کے ہر امیدوار کو 15 ہزار روپے کی رقم بطور ضمانت ریزرو بینک آف انڈیا (Reserve Bank of India) میں جمع کرنی ہوتی ہیں۔ اگر امیدوار 1/6 ووٹ حاصل کرنے میں ناکامیاب ہو جاتا ہے تو اس کی ضمانت ضبط کر لی جاتی ہے۔

15.5۔ صدر کا حلف یا اقرار صالح (Oath or Affirmation by the President)

دفعہ 60 کے مطابق صدر کے عہدے پر منتخب شخص اپنا عہدہ سنبھالنے سے قبل ہندوستان کے چیف جسٹس (Chief Justice of India) یا اس کی غیر موجودگی میں سپریم کورٹ کے دوسرے سینئر جج کے سامنے اس بات کا حلف اٹھائے گا یا اقرار صالح کرے گا کہ

وہ۔

- صدر کے عہدے کے فرائض یا کارہائے منصبی کو وفاداری کے ساتھ انجام دے گا۔
- حتی المقدور دستور اور قانون کو برقرار رکھے گا اور اس کی حفاظت و مدافعت کرے گا۔
- ہندوستان کے عوام کی خدمت اور فلاح و بہبود کے لئے اپنے آپ کو وقف کرے گا۔

15.6۔ صدر کے عہدے کی شرائط (Conditions of President's Office)

دستور ہند کی دفعہ 59 کی توضیحات کے مطابق صدر کے عہدے کی شرائط درج ذیل ہیں:

- صدر جمہوریہ پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان یا کسی ریاست کی قانون سازا مجلس کے کسی بھی ایوان کا رکن نہ ہوگا۔ اگر پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان یا کسی ریاست کی قانون سازا مجلس کے کسی بھی ایوان کا رکن صدر منتخب ہو جائے تو اس کا بہ حیثیت صدر اپنا عہدہ سنبھالنے کی تاریخ سے ایوان میں اپنی نشست خالی کر دینا تسلیم کیا جائے گا۔
- صدر کسی دوسرے نفع بخش عہدے (Office of Profit) پر فائز نہ ہوگا۔
- صدر بغیر کرایہ دیے ہوئے اپنی سرکاری قیام گاہ کا استعمال کرنے کا مستحق ہوگا۔
- صدر ایسے مشاہرے، الاؤنسوں اور مراعات (Emoluments, Allowances and Privileges) کا مستحق ہوگا جن کا پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ تعین کرے۔ اگر پارلیمنٹ ایسا نہ کر پائے تو صدر ایسے مشاہرے، الاؤنسوں اور مراعات کا مستحق ہوگا جن کی دستور ہند کی دوسری فہرست بند میں صراحت کی گئی ہے۔
- صدر کے مشاہرے اور الاؤنس اس کے عہدے کی مدت کے دوران کم نہ کئے جائیں گے۔

صدر جمہوریہ بطور یافت (Salary) فی ماہ 5 لاکھ روپے حاصل کرتا ہے۔ 2018 میں پارلیمنٹ نے صدر کی یافت فی ماہ 1.5 لاکھ روپے سے بڑھا کر 5 لاکھ روپے کی۔

15.7- صدر کے عہدے کی مدت، اتہام بد نظمی اور خلا (Term, Impeachment and Vacancy)

صدر پانچ سال کی مدت تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے۔ حالانکہ صدر کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ کسی وقت بھی اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔ نئے صدر کے انتخاب اور حلف برداری تک موجودہ صدر پانچ سال کی مدت سے بھی زیادہ اپنی خدمات انجام دے سکتا ہے۔ دستور کی دفعہ 61 کے مطابق دستور کی خلاف ورزی کی بنیاد پر صدر کو 5 سال کی مدت سے قبل بھی اتہام بد نظمی کے ذریعہ اس کے عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔

ہندوستان کے پارلیمانی نظام میں کسی شخص کو متعدد مرتبہ (multiple times) صدر جمہوریہ کے عہدے پر منتخب کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں کوئی شخص صرف دو مرتبہ ہی صدر کے عہدے پر اپنی خدمات انجام دے سکتا ہے۔ صدر کے عہدے پر درج ذیل وجوہات سے خلا (vacancy) پیدا ہو سکتا ہے:

- 5 سال کی معینہ مدت کے ختم ہونے پر۔
- نائب صدر کو استعفیٰ دینے پر۔
- اتہام بد نظمی (impeachment) کے ذریعہ اس کے عہدے سے ہٹائے جانے پر۔
- صدر کے انتقال پر۔
- دوسری وجوہات جیسے سپریم کورٹ کے ذریعہ صدر جمہوریہ کا انتخاب رد کئے جانے پر۔

15.8- صدر جمہوریہ کے فرائض (Functions of the President)

صدر جمہوریہ کے فرائض درج ذیل ہیں۔

15.8.1- عاملانہ فرائض (Executive Functions)

- حکومت ہند کی تمام عاملانہ سرگرمیاں اور فیصلے صدر جمہوریہ کے نام اور مہر پر ہی لیے جاتے ہیں اور عمل میں لائے جاتے ہیں۔
- وہ حکومت ہند کی بہتر کارکردگی کے لیے ضروری ضوابط وضع کرتا ہے اور وزراء کے درمیان عاملہ کی مختلف ذمہ داریاں تقسیم کرتا ہے۔
- صدر جمہوریہ بطور صدر عاملہ وزیراعظم اور دیگر وزراء کی تقرری کرتا ہے۔
- صدر جمہوریہ اٹارنی جنرل، کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل، یونین پبلک سروس کمیشن کے ممبران، ریاستوں کے گورنر اور فنانس کمیشن کے ممبران اور صدر کی تقرری کرتا ہے۔
- صدر جمہوریہ وزیراعظم سے ملک کے نظم و نسق اور قانون سازی کے متعلق اہم جانکاری کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

- صدر جمہوریہ وزیر اعظم سے مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ ایس معاملات کو وزراء کی کونسل میں رکھے جن پر انفرادی طور پر کسی وزیر نے فیصلہ تو لے لیا ہے لیکن وہ ابھی کونسل کی نظر میں نہیں آیا ہے۔
- صدر جمہوریہ پسماندہ طبقات کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا جائزہ لینے کے لیے خصوصی کمیشنوں کی تشکیل کر سکتا ہے۔
- ریاستوں کے درمیان تنازعہ کے حالات کو سلجھانے کے لیے صدر عاملہ بین الریاستی کمیشنوں کی تشکیل کرتا ہے۔

15.8.2 - قانون سازی کے فرائض (Legislative Functions)

- عام انتخابات کے بعد اور ہر سال پارلیمنٹ کی پہلی نشست کو صدر جمہوریہ خطاب کرتا ہے۔
- پارلیمنٹ کے دونوں ایوان سے منظور شدہ بل تب تک قانون نہیں بن سکتا ہے جب تک اس پر صدر جمہوریہ کے دستخط نہ ہو جائیں۔
- وہ پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کو اپنے پیغامات ارسال کر سکتا ہے۔ یہ پیغامات غیر منظور شدہ قوانین یا دیگر نوعیت کے بھی ہو سکتے ہیں۔
- لوک سبھا کے اسپیکر (Speaker) اور ڈپٹی اسپیکر (Deputy Speaker) کی غیر موجودگی میں صدر جمہوریہ لوک سبھا کے کسی بھی ممبر کو ایوان کی صدارت کے لیے مدعو کر سکتا ہے۔ اسی طرح راجیہ سبھا کے چیئرمین (Chairman) اور ڈپٹی چیئرمین (Deputy Chairman) کی غیر موجودگی میں صدر جمہوریہ راجیہ سبھا کے کسی بھی ممبر کو ایوان کی صدارت سپرد کر سکتا ہے۔
- صدر جمہوریہ ایسے 12 افراد کو راجیہ سبھا کا ممبر نامزد کر سکتا ہے جو فنون (Arts)، سائنس (Science)، ادب (Literature) اور سماجی خدمات (Social Service) میں خصوصی علم کے ماہرین ہیں۔
- صدر جمہوریہ اینگلو انڈین کمیونٹی (Anglo-Indian Community) کے 2 افراد کو لوک سبھا کا ممبر نامزد کر سکتا ہے۔
- خاص نوعیت کے مالیاتی بلوں (Financial Bills) کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے سے پہلے صدر جمہوریہ کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔
- پارلیمنٹ سے منظور شدہ بل پر وہ دستخط کر سکتا ہے، یا دستخط کرنے سے خود کو باز رکھ سکتا ہے یا نظر ثانی کے لیے بل کو پارلیمنٹ کو واپس کر سکتا ہے۔
- جب پارلیمنٹ سیشن سے باہر ہوتی ہے اور اس کی نشست کو بلانا ممکن نہیں ہوتا ہے تو صدر جمہوریہ آرڈیننس (ordinance) کا اعلان کر سکتا ہے۔

- صدر جمہوریہ کموٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل (Comptroller & Auditor General)، یونین پبلک سروس کمیشن (Union Public Service Commission)، فنانس کمیشن (Finance Commission) اور دیگر پورٹوں کو پارلیمنٹ میں پیش کرتا ہے جس میں حکومت کی سرگرمیوں کا جائزہ ہوتا ہے۔

15.8.3۔ مالیاتی فرائض (Financial Functions)

- پارلیمنٹ میں مالیاتی بل (Finance Bill) صدر جمہوریہ کی پیشگی اجازت (prior approval) کے بغیر پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔
- اس کی رضامندی پر ہی حکومت کے ذریعہ پارلیمنٹ میں سالانہ بجٹ پیش کیا جاتا ہے۔
- صدر جمہوریہ کی سفارش کے بغیر بجٹ میں کسی بھی گرانٹ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔
- صدر جمہوریہ کنٹن جنسی فنڈ (Contingency Fund) سے ایسے اخراجات کے لیے مالی وسائل مہیا کر سکتا ہے جس کا سالانہ بجٹ میں پہلے سے ذکر نہ کیا گیا ہو۔
- ہر پانچ سال کی مدت کے بعد صدر جمہوریہ نئی فنانس کمیشن (Finance Commission) کی تشکیل کرتا ہے۔

15.8.4۔ عدالتی فرائض (Judicial Functions)

- صدر جمہوریہ عدالت عظمیٰ وہائی کورٹ کے ججوں اور چیف جسٹس کی تقرری کرتا ہے۔
- کسی قانونی مسئلے پر صدر جمہوریہ عدالت عظمیٰ سے صلاح مشورہ کر سکتا ہے۔ ایسے مشوروں کو قبول کرنا یا نہ کرنا صدر کے اختیار میں ہوتا ہے۔
- صدر جمہوریہ کو بعض مقدمات میں معافیاں وغیرہ عطا کرنے اور احکام سزا کو ملتوی، کم یا تبدیل کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

15.8.5۔ سفارتی فرائض (Diplomatic Functions)

- صدر جمہوریہ بین الاقوامی فورموں میں ہندوستان کی ترجمانی کرتا ہے اور حکومت ہند کی جانب سے مختلف ممالک کو اپنے سفیر (ambassador) بھیجتا ہے۔
- بین الاقوامی معاہدے اور سمجھوتے صدر جمہوریہ کے نام میں ہی کیے جاتے ہیں جن کی پارلیمنٹ میں منظوری لازمی ہوتی ہے۔

15.8.6۔ فوجی فرائض (Military Functions)

- صدر جمہوریہ ہندوستانی افواج کا سپریم کمانڈر ہوتا ہے۔
- فوجی سربراہ کے روپ میں وہ تینوں افواج کے سربراہوں کی تقرری کرتا ہے۔
- صدر جمہوریہ کسی ملک کے ساتھ جنگ یا امن کا اعلان کر سکتا ہے۔

15.8.7۔ ہنگامی حالات کے فرائض (Emergency Functions)

- اگر صدر جمہوریہ مطمئن ہو جائے کہ ایسی شدید ہنگامی حالت موجود ہے جس سے ہندوستان یا اس کے کسی حصے کی سالمیت یا وہاں کے امن و امان کو خطرہ ہے تو وہ ایسی ہنگامی حالت میں ایمر جنسی کا اعلان کر سکتا ہے۔
- دستور ہند کی دفعہ 352 کے تحت وہ قومی ایمر جنسی لاگو کر سکتا ہے۔
- دستور کی دفعہ 356 اور 365 کے تحت وہ ریاستوں میں ایمر جنسی لاگو کر سکتا ہے۔
- دفعہ 360 کے تحت وہ فائنل ایمر جنسی کا اطلاق کر سکتا ہے۔ آزادی کے بعد آج تک فیائنل ایمر جنسی کے حالات پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ یہ ہندوستان کی خوش قسمتی ہے۔

15.9۔ ہندوستان کے صدر جمہوریہ کی فہرست (List of the Presidents of India)

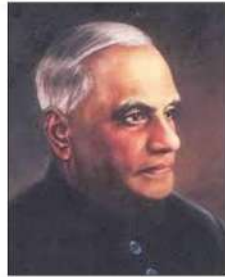
آزادی کے بعد 2023 تک ہندوستان کے صدر جمہوریہ کی فہرست درج ذیل ہے:

نمبر	نام صدر	خدمت کی مدت
1	راجندر پرساد	26 جنوری 1950 سے 13 مئی 1962
2	سرورے پلے رادھا کرشنن	13 مئی 1962 سے 13 مئی 1967
3	ذاکر حسین	13 مئی 1967 سے 3 مئی 1969
4	وی۔وی۔گری (عارضی)	3 مئی 1969 سے 20 جولائی 1969
5	محمد ہدایت اللہ (عارضی)	20 جولائی 1969 سے 24 اگست 1969
6	وی۔وی۔گری	24 اگست 1969 سے 24 اگست 1974
7	فخر الدین علی احمد	24 اگست 1974 سے 11 فروری 1977
8	بی۔ڈی۔جی (عارضی)	11 فروری 1977 سے 25 جولائی 1977
9	نیلیم سنجیواریڈی	25 جولائی 1977 سے 25 جولائی 1982
10	گیانی زیل سنگھ	25 جولائی 1982 سے 25 جولائی 1987
11	آر۔وینکٹ رمن	25 جولائی 1987 سے 25 جولائی 1992
12	شکر دیال شرما	25 جولائی 1992 سے 25 جولائی 1997
13	کے۔آر۔نارائن	25 جولائی 1997 سے 25 جولائی 2002
14	اے۔پی۔جے۔ عبدالکلام	25 جولائی 2002 سے 25 جولائی 2007
15	پرتیجا دیوی سنگھ پٹل	25 جولائی 2007 سے 25 جولائی 2012
16	پرنب مکھرجی	25 جولائی 2012 سے 25 جولائی 2017

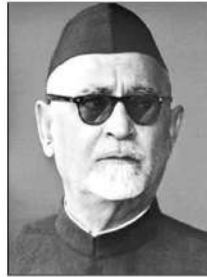
17	رام ناتھ کووند	25 جولائی 2017 سے 25 جولائی 2022
18	دروپدی مرمو	25 جولائی 2022 سے اب تک



محمد حدیث اللہ



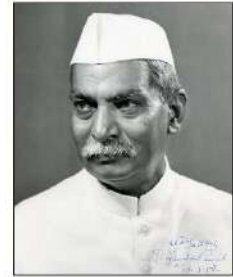
وی۔وی۔گری



ذاکر حسین



ایس۔ راوہا کرشنن



راجندر پرساد



آر۔وینکٹ رمن



گیانی زیل سنگھ



نیلیم سنجیواریڈی



بی۔ڈی۔جی



فخر الدین علی احمد



پرنب کھرجی



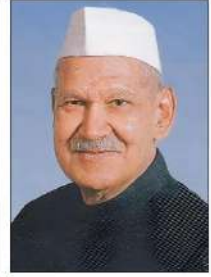
پرتیجا پٹل



اے۔بی۔جے۔عبدالکلام



کے۔آر۔نارائن



شکر دیال شرما



دروپدی مرمو



رام ناتھ کووند

15.10۔ اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ نے:

- ہندوستان کے صدر جمہوریہ کے کردار اور شخصیت کا مطالعہ کیا۔
- صدر جمہوریہ کا انتخاب اور صدر منتخب ہونے کی اہلیت سے متعلق جانکاری حاصل کی۔
- صدر کا حلف اور صدر کے عہدے کی شرائط کو سمجھا۔
- صدر کے عہدے کی مدت، اتہام بد نظمی اور خلاء کا مطالعہ کیا۔
- صدر جمہوریہ کے فرائض کا علم حاصل کیا۔
- آزادی کے بعد 2023 تک ہندوستان کے صدر جمہوریہ کی فہرست سے واقفیت حاصل کی۔

15.11۔ کلیدی الفاظ (Keywords)

صدر عاملہ (Chief Executive)

صدر عاملہ سے مراد ایسا فرد یا افراد کی وہ جماعت ہے جو ملک کے انتظامی نظام کی سربراہ ہو۔ اہلکاروں کی تعداد کے اعتبار سے ملک کا تنظیمی ڈھانچا اہرام یعنی pyramid کی شکل میں ہوتا ہے۔ یعنی بنیاد وسیع ہوتی ہے اور جیسے جیسے بالائی مراتب کی جانب بڑھتے جاتے ہیں، ان کی تعداد گھٹتی جاتی ہے۔ اور بالآخر سب سے اوپر ایک ہی اعلیٰ عہدہ دار رہ جاتا ہے۔ صدر عاملہ یعنی Chief Executive اس انتظامی اہرام کا اعلیٰ ترین عہدہ دار ہوتا ہے۔



یہ وہ شخص یا افراد ہوتے ہیں جن کو مختلف فرائض کی انجام دہی کے لئے فیصلہ کن عاملانہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ صدر عاملہ کو یہ اختیارات ملک کے دستور یعنی Constitution سے حاصل ہوتے ہیں۔ عوامی یا خانگی تنظیموں میں سب سے زیادہ ذمہ دار اور اعلیٰ مرتبہ والا شخص صدر عاملہ کہلاتا ہے۔ صدر عاملہ کو نظم و نسق عامہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ادارے کے مقاصد کا تعین

کرتا ہے، منصوبے تیار کرتا ہے، اہداف مقرر کرتا ہے، ترجیحات متعین کرتا ہے، وسائل کو متحرک کرتا ہے، عملہ یا اہلکاروں کا تقرر کرتا ہے، محکمہ جات کے کاموں میں تال میل اور ہم آہنگی (Co-ordination) قائم کرتا ہے، قیادت فراہم کرتا ہے اور منصوبوں کی عمل آوری کی نگرانی کرتا ہے۔ صدر عاملہ اس بات کو پیش نظر رکھتا ہے کہ وسائل کا کم سے کم استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ موثر انداز میں ادارے کے مقاصد کو حاصل کیا جاسکے۔ چنانچہ، ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی ادارے یا تنظیم کی کامیابی و ناکامی کا انحصار صدر عاملہ کی قیادت پر ہوتا ہے۔

نظریہ تفریق اختیارات (Separation of Powers)

معروف فرانسیسی فلسفی مانتسکیو (Montesquieu) نے اپنی تصنیف The Spirit of the Laws (1748) میں نظریہ تفریق اختیارات (Separation of Powers) کا فلسفہ پیش کیا جس میں یہ تجویز پیش کی کہ عوام پر حکومت کے ظلم و بربریت کو روکنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکومتی اختیار کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ یعنی قانون سازی کی ذمہ داری مقننہ کے سپرد کر دی جائے، مقننہ کے منظور شدہ قانون کو عاملہ نافذ کرنے کا عمل انجام دے اور عدلیہ اس بات کا تعین کرے کہ مقننہ کی قانون سازی اور عاملہ کے نفاذ قانون کی آئین کے ساتھ کیا مطابقت اور جواز ہے۔ مانتسکیو (1755-1689) کے نظریہ تفریق اختیارات (Separation of Powers) کے بعد حکومت میں عاملہ کے علاحدہ وجود کو سمجھا اور محسوس کیا جانے لگا۔ لہذا، صدر عاملہ کے معنی سے واقفیت حاصل کرنے سے پہلے یہ لازم ہے کہ حکومت کی عاملہ شاخ کے معنی و مفہوم کو سمجھا جائے۔

ویسٹ منسٹر ماڈل (Westminster Model)

دنیا میں جمہوری نظام کی دو شکلیں موجود ہیں، (1) صدارتی جمہوریت اور (2) پارلیمانی جمہوریت۔ صدارتی جمہوریت کی سب سے بڑی اور کامیاب مثال امریکا ہے جب کہ برطانیہ کے جمہوری نظام کو پارلیمانی جمہوریت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دراصل، برطانیہ کو ہی پارلیمانی نظام کی اصل تسلیم کیا جاتا ہے۔ پارلیمانی نظام میں عوام کے منتخب امیدوار عوامی فلاح اور بہبود کے ہر مسئلے پر بحث کرتے ہیں۔ پارلیمانی اراکین کے درمیان یہ مباحثات پارلیمنٹ کے ایوان میں ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں یہ ایوان ویسٹ منسٹر نامی جگہ پر موجود ہے۔ اس لئے جمہوریت کے پارلیمانی ماڈل کو ویسٹ منسٹر ماڈل بھی کہا جاتا ہے۔

برائے نام اور حقیقی صدر عاملہ (Nominal and Real Chief Executive)

برائے نام اور حقیقی صدر عاملہ کو انگریزی میں Nominal and Real Chief Executive کہا جاتا ہے۔ پارلیمانی نظام میں عاملہ کے تمام اختیارات قیاسی طور پر برائے نام (Nominal) یا دستوری (Constitutional) سربراہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ حکومت کے تمام فیصلے اس کے ہی نام پر لئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ سربراہ آزادانہ طور پر نہیں بلکہ وزراء یعنی Ministers کے مشورے پر ہی اپنے اختیارات کا استعمال کر سکتا ہے۔

چنانچہ، دستور نے اگرچہ صدر کو اختیارات کا مجاز تسلیم کیا ہے، لیکن عملاً یہ اس کے حقیقی اختیارات نہیں ہوتے بلکہ برائے نام ہوتے ہیں اور تمام اختیارات وزراء کے مشورے پر ہی استعمال کئے جاتے ہیں۔ انگلینڈ میں ملکہ (Queen) اور ہندوستان میں صدر جمہوریہ

(President of India) برائے نام صدر عالمہ ہیں۔ ہمارے ملک میں صدر عالمہ وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کے مشورے پر اپنے اختیارات کا استعمال کرتا ہے۔ اس کے برعکس، امریکہ میں صدر مملکت ہی حقیقی صدر عالمہ ہوتا ہے۔ حقیقی صدر عالمہ کو جو اختیارات قانوناً تفویض کئے جاتے ہیں وہ ان کا استعمال بغیر کسی مشورے کے اپنے طور پر کرتا ہے۔

ہندوستان میں وزیر اعظم (Prime Minister) ہی حقیقی صدر عالمہ ہوتا ہے۔ صدر عالمہ مقننہ میں حکومت کا لیڈر ہوتا ہے اور عالمہ کے سربراہ کے طور پر حکومتی سرگرمیوں کے لئے جوابدہ ہوتا ہے۔ وہ مجلس وزراء کا صدر ہوتا ہے جس کی صدارت میں مجلس یا کابینہ صدر جمہوریہ کو مشاورتی کام انجام دیتی ہے۔

15.12۔ نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

15.12.1۔ معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

- 1۔ دستور ہند کے کس حصے میں وفاقی عالمہ سے متعلق توضیحات درج ہیں؟
 - (a) پنجم
 - (b) ششم
 - (c) ہفتم
 - (d) ہشتم
- 2۔ درج ذیل میں پارلیمنٹ کا حصہ نہیں ہے:
 - (a) لوک سبھا
 - (b) راجیہ سبھا
 - (c) صدر جمہوریہ
 - (d) یہ تمام پارلیمنٹ کا حصہ ہیں
- 3۔ بہ حیثیت صدر منتخب ہونے کے لئے ہندوستان کے کسی شہری کی عمر کی اہلیت کیا ہے؟
 - (a) 18 سال
 - (b) 25 سال
 - (c) 35 سال
 - (d) 40 سال
- 4۔ 2018 میں صدر جمہوریہ کی ماہوار یافت کتنی کی گئی؟
 - (a) 1 لاکھ روپے
 - (b) 3 لاکھ روپے
 - (c) 5 لاکھ روپے
 - (d) 7 لاکھ روپے
- 5۔ پارلیمنٹ میں مالیاتی بل پیش کرنے کے لئے کس کی پیشگی اجازت درکار ہوتی ہے۔
 - (a) سپریم کورٹ
 - (b) مالیاتی وزیر
 - (c) وزیر اعظم
 - (d) صدر جمہوریہ
- 6۔ صدر جمہوریہ کے عہدے کی شرائط دستور کی کس دفعہ میں درج ہے۔
 - (a) دفعہ 58
 - (b) دفعہ 59
 - (c) دفعہ 60
 - (d) دفعہ 61
- 7۔ صدر کے عہدے پر خلا پیدا ہونے کے اسباب ہیں:
 - (a) پنجم
 - (b) ششم
 - (c) ہفتم
 - (d) ہشتم

(a) صدر کا استعفیٰ (b) صدر کی موت (c) اتہام بد نظمی (d) یہ تمام

8۔ وزراء کی کونسل کا سربراہ کون ہوتا ہے؟

(a) صدر (b) نائب صدر (c) وزیر اعظم (d) وزیر اعلیٰ

9۔ صدر جمہوریہ کو معلومات وغیرہ مہیا کرنے کے متعلق وزیر اعظم کے فرائض کی توضیحات دستور ہند کی کس دفعہ میں درج ہیں؟

(a) دفعہ 75 (b) دفعہ 76 (c) دفعہ 77 (d) دفعہ 78

10۔ صدر جمہوریہ کے حلف کا نمونہ دستور کے کس فہرست بند میں موجود ہے۔

(a) پہلے فہرست بند (b) دوسرے فہرست بند (c) تیسرے فہرست بند (d) ان میں سے کوئی نہیں

15.12.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستان کا صدر جمہوریہ منتخب ہونے کے لئے کیا اہلیت ہے؟

2. صدر کے عہدے کی مدت، اتہام بد نظمی اور خلا پر ایک نوٹ لکھئے۔

3. صدر کے عہدے کی کیا شرائط ہیں؟

4. وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ کے تعلق پر ایک نوٹ لکھئے۔

5. صدر کے انتخاب کا طریقہ بیان کیجئے۔

15.12.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. صدر جمہوریہ کے اختیارات اور فرائض پر ایک تفصیلی نوٹ لکھئے۔

2. صدر جمہوریہ رسمی ذمہ داریوں کو انجام دیتا ہے۔ دستور میں صدر کی ذمہ داریوں اور فرائض کو بیان کیجئے۔

3. وزیر اعظم اور وزراء کی کونسل کے درمیان تعلق کی وضاحت کیجئے۔

15.13۔ تجویز کردہ مواد (Suggested Readings)

1. P.R. Dubashi, *Essays in Indian Administration* (New Delhi: Concept Publishing House, 1984).
2. S.R. Maheshwari, *Indian Administration* (New Delhi: Orient Longman, 2004).
3. B.L. Fadia and Kuldeep Fadia, *Indian Administration* (Agra: Sahitya Bhawan, 2014).
4. Avasthi and Maheshwari, *Indian Administration* (Agra: Lakshmi Narayan Agarwal, 2012).
5. Ramesh. K. Arora and Rajnan Gopal, *Indian Public Administration; Institutions and Issues* (New Delhi: New Age Publications, 2012).

6. Hoshiar Singh and Pankaj Singh, *Indian Administration* (New Delhi: Pearson India, 2011).
7. A.D. Gorwala, *Report on Indian Administration* (New Delhi: Govt. of India, 1952)
8. Siuli Sarkar, *Public Administration in India* (New Delhi: PHI Learning Pvt Ltd, 2010).
9. Vaman Govind Kale, *Indian Administration* (Kessinger Publishing, 1913)
10. P. D. Sharma & B. M. Sharma, *Indian Administration: Retrospect and Prospect* (New Delhi: Rawat Publications, 2009)
11. Abdul Qayyum, *Hindustan Ka Nazm-o-Nasq* (Hyderabad: Nisaab Publisher, 2015)
12. D. D. Basu, *Introduction to the Constitution of India* (21st Edition). (New Delhi: Lexus Nexus, 2013)
13. Bidyut Chakraborty, *Indian Administration*. (New Delhi: Sage Publishing, 2013)



اکائی 16— وزیراعظم: کردار اختیارات اور فرائض

(Prime Minister: Role, Powers and Functions)

اکائی کے اجزا

تمہید	16.0
مقاصد	16.1
وزیراعظم	16.2
وزیراعظم کے کردار	16.3
وزیراعظم کے اختیارات اور افعال	16.4
وزراء کی کونسل سے متعلق اختیارات و فرائض	16.4.1
صدر جمہوریہ سے متعلق اختیارات و فرائض	16.4.2
پارلیمنٹ سے متعلق اختیارات و فرائض	16.4.3
دیگر اختیارات و فرائض	16.4.4
وزیراعظم کا صدر کے ساتھ تعلقات	16.5
اکتسابی نتائج	16.6
کلیدی الفاظ	16.7
نمونہ امتحانی سوالات	16.8
معروضی جوابات کے حامل سوالات	16.8.1
معروضی جوابات مختصر حامل سوالات	16.8.2
معروضی جوابات کے طویل جوابات	16.8.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	16.9

16.0 تمہید (Introduction)

ہندوستانی دستور کی سب سے نمایاں خصوصیت پارلیمانی نظام حکومت ہے۔ یہ بنیادی تنظیمی ترتیب فراہم کرتا ہے جس میں عوامی پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں۔ بنیادی طور پر اس نظام حکومت کا مطلب یہ ہے کہ (i) ایک پارلیمنٹ ہے جسے براہ راست عوام نے پارٹی لائنوں پر منتخب کیا ہے۔ (ii) اور صدر کی مدد اور مشورہ دینے کے لئے وزیراعظم کے ساتھ وزراء کی ایک کونسل بھی ہے جو اس مشورے کے مطابق کام کرتا ہے۔ اصل عاملہ وزیراعظم اور ان کی کونسل آف منسٹرز ہیں۔ اس اکائی میں، ہم مختلف اداروں کی وضاحت کریں گے، جو وزیراعظم کو ان کے سرکاری اور پالیسی سازی کے کاموں میں ادارہ جاتی مدد فراہم کرتے ہیں۔

16.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کرنے کے بعد طلباء اس لائق ہو جائیں گے

- وزیراعظم اور اس کے تقرری سے واقف ہو جائیں گے۔
- اس کے علاوہ حلف، مدت، اور تنخواہ کیا ہے اس کی بھی معلومات حاصل کریں گے۔
- اس کے مطالعہ کے بعد طلباء وزیراعظم کے مختلف کردار کو سمجھ پائیں گے۔
- وزیراعظم کے اختیار اور فرائض سے بھی روشناس ہوں گے۔
- آخر میں طلباء وزیراعظم کا صدر کے ساتھ تعلقات سے بھی واقف ہوں گے۔

16.2 وزیراعظم (Prime Minister)

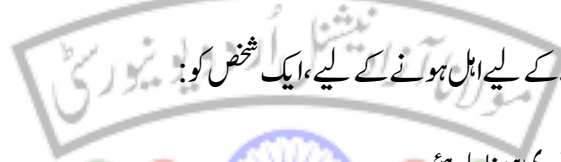
وزیراعظم پارلیمانی نظام میں سرکاریا گورنمنٹ کا حقیقی سربراہ ہوتا ہے۔ حالانکہ دستوری طور پر صدر مملکت حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔ دستور کے تحت حقیقی عاملہ کا اختیار یونین کونسل آف منسٹرز کے پاس ہے جس کے سربراہ وزیراعظم ہوتے ہیں۔ صدر وزراء کی کونسل کے مشورے کے مطابق کام کرنے کا پابند ہے جو اصطلاح کے حقیقی معنوں میں صدر کے لیے نہیں بلکہ لوک سبھا کے لیے ذمہ دار ہے۔ جیسا کہ برطانیہ میں، وزیراعظم عام طور پر پارلیمنٹ کے ایوان زیریں کا رکن ہوتا ہے۔ 1966 میں جب مسز اندرا گاندھی کو وزیراعظم منتخب کیا گیا تو وہ راجیہ سبھا کی رکن تھیں۔ لوک سبھا کے لیے منتخب ہو کر، اس نے ایوان زیریں کے رکن ہونے کے ناطے وزیراعظم کے کنونشن کو مضبوط کیا۔

وزیراعظم کا تقرر صدر کرتا ہے۔ تاہم صدر کے پاس وزیراعظم کے انتخاب میں شاید ہی کوئی چارہ ہو۔ وہ صرف لوک سبھا میں اکثریت والی پارٹی کے لیڈر کو مدعو کر سکتا ہے، یا کسی ایسے شخص کو جو ایوان میں اکثریت کا اعتماد حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہو۔ وزیراعظم صدر کی

خوشنودی کے دوران عہدہ سنبھالتا ہے۔ اس سلسلے میں صدر کا تعلق غیر متزلزل اکثریت کی حمایت سے ہے جو وزیراعظم کو لوک سبھا میں حاصل ہوتا ہے۔

صدر وزیراعظم کے مشورے پر وزراء کو نسل کے دیگر ارکان کا تقرر کرتا ہے۔ کسی بھی ایوان سے وزیر کا انتخاب کیا جاسکتا ہے اور اسے بولنے اور دوسرے ایوان کی کارروائی میں حصہ لینے کا حق حاصل ہوتا ہے، حالانکہ وہ صرف اسی ایوان میں ووٹ دے سکتا ہے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص جو پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا رکن نہیں ہے اس کے باوجود وہ وزیراعظم کے طور پر مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن اسے چھ ماہ کی مدت کے اندر منتخب یا نامزد ہو کر اس کے لیے اہل ہونا ہوگا۔

ہندوستان کے وزیراعظم بننے کی اہلیت (Qualification for the Post of Prime Minister)



- ہندوستان کا شہری ہونا چاہئے۔
 - لوک سبھا یا راجیہ سبھا کا رکن ہونا چاہئے۔
 - اگر وہ لوک سبھا کا رکن ہے تو اس کی عمر 25 سال یا راجیہ سبھا کے رکن ہونے پر 30 سال مکمل کرنا لازمی ہے۔
- کوئی شخص ہندوستان کا وزیراعظم نہیں بن سکتا اگر وہ حکومت ہند، کسی ریاست کی حکومت، یا کسی مقامی یا دیگر اتھارٹی کے تحت منافع کا کوئی عہدہ رکھتا ہے۔



وزیراعظم کی تقرری (Appointment of the Prime Minister)

دستور میں وزیراعظم کے انتخاب اور تقرری کا کوئی خاص طریقہ کار موجود نہیں ہے۔ آئین ہند کے آرٹیکل 75 صرف یہ کہتا ہے کہ وزیراعظم کا تقرر صدر جمہوریہ کرے گا۔ تاہم، اس کا مطلب قطعی یہ نہیں ہے کہ صدر کسی کو بھی وزیراعظم مقرر کرنے کے لیے آزاد ہے۔ پارلیمانی نظام حکومت کے کنونشنز کے مطابق صدر کو لوک سبھا میں اکثریتی پارٹی کے لیڈر کو وزیراعظم مقرر کرنا ہوتا ہے۔ لیکن، جب لوک سبھا میں کسی بھی پارٹی کے پاس واضح اکثریت نہیں ہوتی ہے، تو صدر وزیراعظم کے انتخاب اور تقرری میں اپنی ذاتی صوابدید کا استعمال کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں، صدر عام طور پر لوک سبھا میں سب سے بڑی پارٹی یا اتحاد کے لیڈر کو وزیراعظم مقرر کرتے ہیں اور اس سے ایک ماہ کے اندر ایوان میں اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ اس صوابدید کا استعمال صدر نے پہلی بار 1979 میں کیا، جب نیلم سنجیواریڈی (اس وقت کے صدر) نے مرارجی دیسائی کی سربراہی میں جتنا پارٹی کی حکومت کے خاتمے کے بعد چودھری چرن سنگھ (اتحادی لیڈر) کو وزیراعظم مقرر کیا۔

1980 میں دہلی ہائی کورٹ نے کہا کہ دستور کے مطابق یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی شخص کو وزیر اعظم کے طور پر مقرر ہونے سے پہلے لوک سبھا میں اپنی اکثریت ثابت کرنی ہوگی۔ صدر پہلے اسے وزیر اعظم مقرر کر سکتے ہیں اور پھر ان سے مناسب مدت کے اندر لوک سبھا میں اپنی اکثریت ثابت کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، چرن سنگھ (1979)، وی پی سنگھ (1989)، چندر شیکھر (1990)، پی وی نرسمہا راؤ (1991)، اے بی واجپئی (1996)، دیوے گوڈا (1996)، آئی کے گجرال (1997) اور پھر اے بی واجپائی (1998) اس طرح سے وزیر اعظم مقرر کیے گئے تھے۔

1997 میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ جو شخص پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا رکن نہیں ہے اسے چھ ماہ کے لیے وزیر اعظم بنایا جاسکتا ہے، جس کے اندر اسے پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا رکن بننا چاہیے۔ دوسری صورت میں وہ وزیر اعظم نہیں رہ سکیں گے۔

دستوری طور پر وزیر اعظم پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کسی کا رکن ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، تین وزرائے اعظم، اندرا گاندھی (1966)، دیوے گوڈا (1996) اور منموہن سنگھ (2004)، راجیہ سبھا کے ممبر تھے۔ دوسری طرف برطانیہ میں وزیر اعظم کو یقینی طور پر ایوان زیریں (ہاؤس آف کامنز) کا ہی رکن ہونا چاہیے۔

وزیر اعظم اور دیگر وزراء کی حلف برداری (Oath of the Prime Minister and other Ministers) آئین کی دفعہ 75(4) کے مطابق وزیر اعظم اپنی خدمات انجام دینے سے قبل صدر جمہوریہ کے ذریعہ حلف اٹھاتا ہے۔ یہ حلف ان نمونوں کے مطابق ہوتا ہے جو اس مقصد سے آئین کے تیسرے فہرست بند میں درج کیے گئے ہیں۔ یہ حلف دو قسم کا ہوتا ہے:

عہدے کا حلف: وزیر اعظم حلف اٹھاتا ہے کہ وہ،
(1) بھارت کے آئین پر اعتقاد رکھے گا اور اس کا وفادار رہے گا۔

(2) بھارت کے اقتدار اعلیٰ (sovereignty) اور سالمیت (integrity) کو برقرار رکھے گا۔

(3) یونین کے وزیر کی حیثیت سے اپنے فرائض وفاداری اور دیانتداری سے انجام دے گا۔

(4) ہر طرح کے لوگوں کے ساتھ آئین اور قانون کے بموجب بلا خوف یا رعایت، عناد یا شفقت انصاف کرے گا۔

رازداری کا حلف: رازداری کا حلف وزیر اعظم سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے دفتری امور کی جانکاری عام نہ کرے۔ وہ حلف اٹھاتا ہے کہ کسی امر کو جو یونین کے وزیر کی حیثیت سے اس کے زیر غور لایا جائے یا اس کے علم میں آئے، کسی شخص یا شخص کو براہ راست یا بلا واسطہ نہ اطلاع دے گا اور نہ ظاہر کرے گا، سوائے اس کہ وزیر اعظم کی حیثیت سے ایسا کرنا اس کے فرائض کی مناسب انجام دہی کے لئے مناسب ہو۔

وزیراعظم کے عہدے کی مدت اور یافت (Term and Salary of Prime Minister)

وزیراعظم کے عہدے کی مدت آئین ہند میں طے شدہ نہیں ہے۔ دفعہ 75(2) کے مطابق وزیراعظم اور دیگر وزراء صدر جمہوریہ کی خوشنودی حاصل رہنے تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتے ہیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ وزیراعظم کی تقرری صدر جمہوریہ کی مرضی پر منحصر ہوگی اور اس کو کسی بھی وقت دفتر سے دستبردار کیا جاسکے گا۔ بلکہ وزیراعظم اس وقت تک اپنی خدمات انجام دے سکتا ہے جب تک وہ لوک سبھا میں اپنی اکثریت برقرار رکھتا ہے اور لوک سبھا کا اعتماد اپنی حکومت میں بنائے رکھتا ہے۔

اگر کسی مرحلے پر وہ لوک سبھا کا اعتماد کھو بیٹھتا ہے تو اس کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دینا ہوگا یا صدر جمہوریہ اس کو عہدے سے برخاست کر دے گا۔ عام طور پر وزیراعظم کے دفتر کی مدت پانچ سال ہوتی ہے۔ وزیراعظم کی یافت اور الاؤنس کسی بھی پارلیمانی رکن کی یافت اور الاؤنس کے برابر ہوتی ہے۔ دفعہ 75(6) کے مطابق وزیراعظم کی یافت اور الاؤنس ایسے ہوں گے جن کا پارلیمنٹ وفاقاً قانون کے ذریعہ تعین کرے اور پارلیمنٹ کے ایسا تعین کرنے تک ایسے ہوں گے جن کی صراحت دوسرے فہرست بند میں کی گئی ہے۔

16.3 وزیراعظم کے کردار (The role of Prime Minister)

وزیراعظم کے کردار اور ذمہ داریاں درج ذیل ہیں۔

1. صدر اور وزراء کی کونسل کے درمیان رابطہ (Link between Ministers and council of Ministers)

وزیراعظم وزراء کی کونسل کی تشکیل کرتا ہے۔ لہذا اس کا مقام بہت ہی اہم ہوتا ہے اور صدر اور وزراء کی کونسل کے درمیان رابطے کے چینل کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ اس کا فرض ہے کہ وہ صدر کو وزراء کی کونسل کے تمام فیصلوں سے آگاہ کرے اور یونین کی انتظامیہ یا صدر کی طرف سے طلب کیے گئے مقننہ کے لیے تجاویز کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔ وہ وزراء کی کونسل کا قائد ہوتا ہے اور تمام محکموں سے متعلق معلومات حاصل کرنا اس کا اختیار ہے۔

2۔ پورٹ فولیوز کی تقسیم (Distribution of Portfolio)

وہ وزراء کے درمیان پورٹ فولیوز کو مختص کرتا ہے اور مختلف وزارتوں اور دفاتر میں کام تقسیم کرتا ہے۔ وزیراعظم کابینہ سیکرٹریٹ کے ذریعے مختلف وزارتوں اور محکموں کے درمیان کام کو مربوط کرتے ہیں۔ وہ وزراء کی مینٹنگ میں اعلیٰ سربراہ ہوتا ہے۔ وہ وزراء کی کونسل کے فرائض، فیصلوں اور فیصلہ سازی وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔

3۔ وزارتوں کے انچارج (In charge of Ministries)

وزیراعظم کے پاس کچھ محکمے بھی برقرار ہیں جو دوسرے وزراء کو نہیں دیئے گئے ہیں۔ وہ عام طور پر درج ذیل وزارتوں / محکموں کا انچارج ہوتا ہے:

- وزارت عملہ، عوامی شکایات اور پنشن
- منسٹری آف پلاننگ
- جوہری توانائی کا محکمہ
- خلائی محکمہ
- کابینہ کی تقرری کمیٹی

4۔ وزیراعظم کے دفتر کے سربراہ (Head of the Prime Minister Office)

وہ وزیراعظم کے دفتر کا سربراہ ہوتا ہے۔ وزیراعظم کے دفتر کا رول اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ وزیراعظم اور حکومت کی سرگرمیاں ہر حال میں آسانی سے چلیں۔ وزیراعظم کا دفتر سرکاری پروگرام کے نفاذ کی نگرانی اور سرکاری سرگرمیوں کے عمومی انتظام میں وزیراعظم کی مدد کا ذمہ دار ہے۔

5۔ حکومت کی سیاسی قیادت (Political Leadership of the Government)

وزیراعظم حکومت کا سیاسی رہنما ہوتا ہے اور حکومت میں نمائندگی کرنے والے مختلف گروہوں کی جانب سے حکومتی پالیسی کے بارے میں مختلف آراء کو ہم آہنگ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وزیراعظم پارلیمنٹ کے ساتھ حکومتی کام کو ہم آہنگ کرنے کے لیے بھی ذمہ دار ہیں۔

مارچ 2000 میں نافذ ہونے والے فن لینڈ کے نئے دستور نے وزیراعظم کی پوزیشن کو مضبوط کیا ہے۔ دستور کے تحت صدر جمہوریہ پارلیمنٹ کو تحلیل کر سکتے ہیں اور نئے انتخابات صرف وزیراعظم کی درخواست پر اور پہلے پارلیمنٹ میں پارٹی گروپوں سے مشاورت کے بعد کر سکتے ہیں۔

6۔ حکومت کے کام کی ہدایت کرنا (Directing Work of the Government)

وزیراعظم حکومت کے مکمل اجلاسوں کی صدارت کرتے ہیں اور انہیں اجلاسوں میں کاروبار کی پیشکش کے دنوں اور ترتیب کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ وزیراعظم کو ایک مقررہ تاریخ تک حکومت کے مکمل اجلاس میں کاروبار کی کسی خاص چیز کو پیش کرنے کی بھی ضرورت ہو سکتی ہے۔ وزیراعظم یا وزیر کی تجویز پر جس کے مینڈیٹ کے تحت معاملہ ہاتھ میں آتا ہے، حکومت کا مکمل اجلاس مکمل اجلاس میں فیصلے کے لیے انفرادی وزارت کے مینڈیٹ کے تحت آنے والے معاملے کو منتقل کر سکتا ہے۔

وزیراعظم تمام قانونی وزارتی کمیٹیوں اور اقتصادی کونسل، ریسرچ اینڈ انویشن کونسل اور نائٹل بورڈ کے اجلاسوں کی صدارت کرتے ہیں۔

7۔ ملک میں بہت سے اعلیٰ عہدوں پر تقرر صدر کی اجازت سے وزیراعظم ہی کرتا ہے۔

8۔ ہنگامی حالات میں وزیراعظم کے اختیار میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے کیوں کہ اس کے مشورے سے صدر جمہوریہ اپنے ہنگامی اختیارات کا استعمال کرتا ہے۔

16.4 وزیراعظم کے اختیارات اور فرائض (Powers and Functions of Prime Minister)

وزیراعظم کے اختیارات اور افعال مندرجہ ذیل ہیں

وزیراعظم کے اختیارات اور فرائض کا مطالعہ ہم مختلف پہلوؤں سے کر سکتے ہیں۔ یہ پہلو دیگر اداروں سے اس کے تعلقات کو واضح کرتے ہیں۔ یہ تعلقات وزیراعظم کے اختیارات اور فرائض کی شکل میں درج ذیل ہیں۔



- وزراء کی کونسل سے متعلق اختیارات و فرائض
- صدر جمہوریہ سے متعلق اختیارات و فرائض
- پارلیمنٹ سے متعلق اختیارات و فرائض
- دیگر اختیارات و فرائض

16.4.1 وزراء کی کونسل سے متعلق اختیارات و فرائض

یونین کونسل کے سربراہ کی حیثیت سے وزیراعظم مختلف فرائض انجام دیتا ہے۔ یہ فرائض درج ذیل ہیں:

- وزیراعظم صدر جمہوریہ سے ان افراد کی سفارش کرتا ہے جنہیں صدر کے ذریعہ وزیر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ صدر صرف ان افراد کو وزراء کے طور پر مقرر کر سکتا ہے جن کی سفارش وزیراعظم کے ذریعہ کی جاتی ہے۔
- وزیراعظم وزراء کے مابین مختلف محکموں کو مختص کرتا ہے اور ان کی کارکردگی کی نگرانی کرتا ہے۔
- اختلاف رائے کی صورت میں وہ کسی وزیر سے استعفیٰ دینے کا مطالبہ کر سکتا ہے یا صدر کو مشورہ دے سکتا ہے کہ وہ وزراء کی کونسل سے مختلف رائے رکھنے والے وزیر کو برخاست کرے۔
- وزیراعظم وزراء کی کونسل کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے اور اس کے فیصلوں کو متاثر کرتا ہے۔
- وہ تمام وزراء کی سرگرمیوں کی رہنمائی کرتا ہے، ہدایت دیتا ہے، کنٹرول کرتا ہے اور ان کی سرگرمیوں کے درمیان ہم آہنگی کرتا ہے۔
- وزیراعظم اپنے عہدے سے استعفیٰ دے کر وزراء کی کونسل کا خاتمہ کر سکتا ہے۔

چونکہ وزیراعظم وزراء کی کونسل کا سربراہ ہوتا ہے، اس لئے جب وزیراعظم مستعفی ہو جائے یا اس کی موت ہو جائے تو دوسرے وزراء کام نہیں کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ، موجودہ وزیراعظم کا استعفیٰ یا موت خود بخود وزراء کی کونسل کو تحلیل کر دیتا ہے

اور اس طرح ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف، کسی دوسرے وزیر کے استعفیٰ یا موت سے، محض ایک ایسی خالی جگہ پیدا ہوتی ہے جسے وزیراعظم اپنے تدبیر سے پُر کر سکتا ہے۔

16.4.2 صدر جمہوریہ سے متعلق اختیارات و فرائض

وزیراعظم صدر جمہوریہ کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہے۔

- وزیراعظم صدر جمہوریہ اور وزراء کی کونسل کے مابین ترسیل و مواصلات کا اصل چینل ہوتا ہے۔ یہ وزیراعظم کا فرض ہے کہ:
- وہ صدر جمہوریہ کو یونین کے امور کے نظم و نسق اور قانون سازی کی تجاویز کے بارے میں وزیروں کی کونسل کے تمام فیصلوں کی اطلاع دے؛
- وہ صدر جمہوریہ کو یونین کے امور کے نظم و نسق اور قانون سازی کی تجاویز کے بارے ایسی معلومات فراہم کرے جو صدر طلب کرے؛ اور
- اگر صدر ایسا ضروری خیال کرے تو وزراء کی کونسل کے غور کے لئے کسی ایسے امر کو پیش کرے جس پر کسی وزیر نے فیصلہ کر لیا ہو مگر جس پر کونسل نے غور نہ کیا ہو۔
- وزیراعظم صدر جمہوریہ کو ہندوستان کے اٹارنی جنرل، کنٹرولر اور آڈیٹر جنرل آف انڈیا، چیئرمین اور یو پی ایس سی کے ممبران، الیکشن کمشنرز، چیئرمین اور فنانس کمیشن کے ممبروں جیسے اہم عہدیداروں کی تقرری کے حوالے سے مشورہ دیتا ہے۔

16.4.3 پارلیمنٹ سے متعلق اختیارات و فرائض

وزیراعظم پارلیمنٹ کے نچلے ایوان لوک سبھا کا قائد ہوتا ہے۔ اس صلاحیت میں، وہ مندرجہ ذیل اختیارات سے لطف اندوز ہوتا ہے:

- وہ صدر کو پارلیمنٹ کے اجلاسوں کو طلب کرنے اور طے کرنے کے سلسلے میں مشورہ دیتا ہے۔
- وہ کسی بھی وقت صدر کو لوک سبھا تحلیل کرنے کی سفارش کر سکتا ہے۔
- وہ ایوان کے فلور پر حکومتی پالیسیوں کا اعلان کرتا ہے۔

16.4.4 دیگر اختیارات و فرائض

مذکورہ بالا تین اہم کرداروں کے علاوہ، وزیراعظم کے مختلف دیگر کردار ہیں:

- وہ پلاننگ کمیشن (اب نیٹی آئیوگ کہلاتا ہے)، نیشنل ڈویلپمنٹ کونسل، نیشنل انڈسٹریل کونسل، انٹراسٹیٹ کونسل اور نیشنل آبی وسائل کونسل کا چیرمین ہوتا ہے۔
- وہ ملک کی خارجہ پالیسی کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔
- وہ مرکزی حکومت کا مرکزی ترجمان ہے۔
- ہنگامی صورتحال کے دوران وہ سیاسی سطح پر بحران کے مینجران چیف ہیں۔
- بحیثیت قوم قائدین، وہ مختلف ریاستوں میں لوگوں کے مختلف طبقات سے ملتا ہے اور ان کی پریشانیوں کے سلسلے میں ان سے میمورینڈم وصول کرتا ہے۔
- وہ مقتدر پارٹی کا رہنما ہوتا ہے۔
- وہ دفتر شاہی اور دیگر خدمات کا سیاسی سربراہ ہوتا ہے۔

اس طرح، وزیراعظم ملک کے سیاسی انتظامی نظام میں ایک بہت ہی اہم اور انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ڈاکٹری آر امبیڈ کرنے کہا، اگر ہمارے دستور کے تحت کسی بھی فنکشن کا موازنہ امریکی صدر سے کیا جائے تو وہ وزیراعظم ہے نہ کہ یونین کا صدر۔

16.5 وزیراعظم کا صدر کے ساتھ تعلقات

(Relationship of Prime Minister with the President)

دستور کی درج ذیل دفعات اس تعلق سے متعلق ہیں۔

صدر اور وزیراعظم کے درمیان: (Relationship between Prime Minister and President)

1. آرٹیکل 74 کے مطابق صدر کی مدد اور مشورے کے لیے وزیراعظم کے ساتھ وزراء کی ایک کونسل ہوگی جو اپنے کاموں کے استعمال میں، اس مشورے کے مطابق کام کرے گی۔ تاہم، صدر وزراء کی کونسل سے اس طرح کے مشورے پر نظر ثانی کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور صدر اس طرح کے دوبارہ غور کرنے کے بعد پیش کردہ مشورے کے مطابق عمل کرتا ہے۔

2. آرٹیکل 75(a) وزیراعظم کا تقرر صدر کرے گا اور دیگر وزراء کا تقرر صدر وزیراعظم کے مشورے پر کرتا ہے۔

(b) وزراء صدر کی خوشنودی کے دوران عہدہ سنبھالیں گے۔ اور

(c) وزراء کی کونسل اجتماعی طور پر عوام کے ایوان کے لئے ذمہ دار ہوگی۔

3. آرٹیکل 78 کہتا ہے کہ یہ وزیراعظم کا فرض ہوگا:

- (a) کہ وہ یونین کے امور کے انتظام سے متعلق وزراء کی کونسل کے تمام فیصلوں اور قانون سازی کی تجاویز صدر تک پہنچائیں۔
- (b) یونین کے امور کے انتظام سے متعلق ایسی معلومات فراہم کرنا اور قانون سازی کے لیے تجاویز پیش کرنا جیسا کہ صدر طلب کر سکتا ہے۔
- (c) اور اگر صدر کو ضرورت ہو تو، کوئی بھی ایسا معاملہ جس پر کسی وزیر نے فیصلہ کیا ہو لیکن جس پر کونسل نے غور نہ کیا ہو، وزراء کی کونسل کے سامنے پیش کرنا۔

16.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم

- وزیراعظم اور اس کے تقرری سے واقف ہوئے۔
- اس کے علاوہ حلف، میعاد، اور تنخواہ کیا ہے اس کی بھی معلومات حاصل کی۔
- وزیراعظم کے مختلف کردار کا مطالعہ کیا۔
- اس کے علاوہ وزیراعظم کے اختیارات اور فرائض سے بھی روشناس ہوئے۔
- اکائی کے آخر میں طلباء وزیراعظم کا صدر کے ساتھ تعلقات کیا اس کو بھی جانا۔

16.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

نظریہ تفریق اختیارات (Separation of Powers)

معروف فرانسیسی فلسفی مانتھکیو (Montesquieu) نے اپنی تصنیف The Spirit of the Laws (1748) میں نظریہ تفریق اختیارات (Separation of Powers) کا فلسفہ پیش کیا جس میں یہ تجویز پیش کی کہ عوام پر حکومت کے ظلم و بربریت کو روکنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکومتی اختیارات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ یعنی قانون سازی کی ذمہ داری مقننہ کے سپرد کر دی جائے، مقننہ کے منظور شدہ قانون کو عاملہ نافذ کرنے کا عمل انجام دے اور عدلیہ اس بات کا تعین کرے کہ مقننہ کی قانون سازی اور عاملہ کے نفاذ قانون کی آئین کے ساتھ کیا مطابقت اور جواز ہے۔ مانتھکیو (1689-1755) کے نظریہ تفریق اختیارات (Separation of Powers) کے بعد حکومت میں عاملہ کے علاوہ وجود کو سمجھا اور محسوس کیا جانے لگا۔ لہذا، صدر عاملہ کے معنی سے واقفیت حاصل کرنے سے پہلے یہ لازم ہے کہ حکومت کی عاملہ شاخ کے معنی و مفہوم کو سمجھا جائے۔

ویسٹ منسٹر ماڈل (Westminster Model)

دنیا میں جمہوری نظام کی دو شکلیں موجود ہیں، (1) صدارتی جمہوریت اور (2) پارلیمانی جمہوریت۔ صدارتی جمہوریت کی سب سے بڑی اور کامیاب مثال امریکا ہے جب کہ برطانیہ کے جمہوری نظام کو پارلیمانی جمہوریت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دراصل، برطانیہ کو ہی پارلیمانی نظام کی اصل تسلیم کیا جاتا ہے۔ پارلیمانی نظام میں عوام کے منتخب امیدوار عوامی فلاح اور بہبود کے ہر مسئلے پر بحث کرتے ہیں۔ پارلیمانی اراکین کے درمیان یہ مباحثات پارلیمنٹ کے ایوان میں ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں یہ ایوان ویسٹ منسٹر نامی جگہ پر موجود ہے۔ اس لئے جمہوریت کے پارلیمانی ماڈل کو ویسٹ منسٹر ماڈل بھی کہا جاتا ہے۔

16.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

16.8.1 - معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ ہندوستان میں حکومت کی عاملہ شاخ کا حقیقی سربراہ کون ہے؟

(a) وزیراعظم (b) وزیراعلیٰ (c) صدر جمہوریہ (d) وزیرداخلہ

2۔ ہندوستان میں کابینہ کا سربراہ کون ہوتا ہے؟

(a) وزیرکابینہ (b) وزیراعظم (c) یہ دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں۔

3۔ دستور کی کس دفعہ کے مطابق وزیراعظم کی یافت اور الاؤنس ایسے ہوں گے جن کا پارلیمنٹ و قانونی قانون کے ذریعہ تعین کرے

(a) دفعہ 75 (4) (b) دفعہ 75 (5) (c) دفعہ 75 (6) (d) دفعہ 75 (7)

4۔ نیتی آئیوگ کا صدر نشین کون ہوتا ہے؟

(a) وزیراعظم (b) وزیراعلیٰ (c) صدر جمہوریہ (d) وزیرداخلہ

5۔ وزیراعظم کی حلف برداری میں شامل ہے:

(a) عہدے کا حلف (b) رازداری کا حلف (c) یہ دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں۔

6۔ صدر جمہوریہ کو معلومات وغیرہ مہیا کرنے کے متعلق وزیراعظم کے فرائض دستور کی کس دفعہ میں درج ہیں؟

(a) دفعہ 58 (b) دفعہ 68 (c) دفعہ 78 (d) دفعہ 88

7۔ دستور کی کس دفعہ کے مطابق وزیراعظم صدر جمہوریہ کی خوشنودی حاصل رہنے تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے؟

8-----اپنے عہدے سے استعفیٰ دے کر وزراء کی کونسل کا خاتمہ کر سکتا ہے۔

9۔ صدر جمہوریہ کو معلومات وغیرہ مہیا کرنے کے متعلق وزیراعظم کے فرائض کی توضیحات دستور ہند کی کس دفعہ میں درج ہیں؟

10۔ وزیراعظم کے حلف کا نمونہ دستور کے کس فہرست بند میں موجود ہے۔

16.8.2- مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

5. وزیراعظم کے دیگر اختیارات و فرائض کو بیان کیجئے۔

3. وزیراعظم کے عہدے کی مدت، تنخواہ اور حلف برداری کو بیان کیجیے۔

اکائی 17—جمہوریت میں عدلیہ کا کردار

(Role of Judiciary in Democracy)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	17.0
مقاصد	17.1
ہندوستانی نظام حکومت اور عدلیہ	17.2
عدلیہ کا سائز	17.3
ایک آزاد عدلیہ کی ضرورت	17.4
عدلیہ کی آزادی	17.5
انسانی زندگی پر عدالتی سرگرمی کے اثرات	17.6
عدلیہ اور پارلیمنٹ کے تعلقات	17.7
جمہوریت میں عدلیہ کا کردار	17.8
آج کے تناظر میں عدلیہ کی اہمیت	17.9
اقتصادی نتائج	17.10
کلیدی الفاظ	17.11
نمونہ امتحانی سوالات	17.12
معروضی جوابات کے حامل سوالات	17.12.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	17.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	17.12.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	17.13

17.0 تمہید (Introduction)

جمہوریت اور انسانی حقوق کے درمیان ایک گہرا رشتہ ہے۔ صرف حقیقی جمہوریت ہی انسانی حقوق کا تحفظ کر سکتی ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیا جائے کہ جس معاشرے میں انسانی حقوق کا تحفظ نہ ہو وہ کبھی بھی جمہوری معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی جمہوری ملک کی عدلیہ کو اس ملک کی جمہوریت کا نگہبان اور دستور کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ دستور کسی بھی جمہوری ملک کا بہترین صحیفہ ہے تو عدلیہ اس کی محافظ ہے۔ یہ حکومت کی وہ شاخ ہے جو قانون کی تشریح کرتی ہے، تنازعات کو حل کرتی ہے اور تمام شہریوں کو انصاف فراہم کرتی ہے۔

کسی بھی جمہوریت میں، اگرچہ قانون کی حکمرانی ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھی ایسے لمحات آتے ہیں جب لوگوں کو ریاستی جبر کی تاریک قوتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہندوستانی تناظر میں، ہم 1975-1977 کے درمیان ایمر جنسی کے دنوں میں اس دور سے گزرے۔ اس دور میں ریاستی مشینری کے ظلم و جبر سے لوگوں کی آزادی کو سلب کر لیا تھا اور ان کے حقوق کو چھین لیا گیا تھا، تب عدلیہ نے ہی ان کی بحالی کی تھی۔

عدلیہ ہندوستانی جمہوریت کے تین ستونوں میں سے ایک ہے۔ باقی دو ستون قانون ساز اور عاملہ ہیں۔ عدلیہ بھی ہندوستانی دستوری انتظام کی حتمی ثالث ہے۔ یہ بنیادی حقوق کے محافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ریاست کی طرف سے مختص کردہ معیاری اقدار کے ضمیر کے محافظ کے طور پر کام کرتی ہے۔ فرانس کے انقلاب کے بعد جمہوری طرز حکومت کے مطالبے میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ آزادی کی جدوجہد کے ذریعے کئی ریاستوں نے جمہوریت قائم کی۔ ہندوستان نے تحریری دستور اور ریاست کی فلاحی نوعیت کے ساتھ جمہوری طرز حکومت کو اپنایا۔ Montesquieu نے اپنی کتاب 'The Spirit of Laws' (1748) میں کہا کہ ایک شخص یا افراد کے گروہ میں طاقت کا ارتکاز ظلم کی صورت میں نکلتا ہے۔ جمہوریت کو ظلم سے بچانے اور قانون کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے عدلیہ کا کردار اہم ہو جاتا ہے۔ یہ اس وقت کی حکومت کے من مانی اقدامات پر نظر رکھتا ہے۔

17.1 مقاصد (Objectives)

اس یونٹ کو پڑھنے کے بعد، آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ہندوستانی نظام حکومت اور عدلیہ سے واقف ہوں۔
- عدلیہ کے سائز کو سمجھ سکیں۔
- ایک آزاد عدلیہ کی ضرورت کو جان سکیں۔
- انسانی زندگی پر عدالتی سرگرمیوں کے اثرات سے واقف ہو سکیں۔
- عدلیہ اور پارلیمنٹ کے تعلقات پر روشنی ڈال سکیں۔
- جمہوریت میں عدلیہ کے کردار کا تجزیہ کر سکیں۔
- آج کے تناظر میں عدلیہ کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔

17.2 ہندوستانی نظام حکومت اور عدلیہ (Indian Government System and Judiciary)

ہندوستانی نظام حکومت کا تیسرا ستون عدلیہ ہے۔ ہندوستان کا گورننس سسٹم وفاقی ہے، یعنی مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے درمیان اختیارات یا افعال کی تقسیم ہے، لیکن ان سب کے باوجود، یہاں عدلیہ مربوط ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پورے ملک کے لیے صرف ایک سپریم کورٹ ہے۔ مرکز اور ریاستوں کے لیے کوئی الگ عدالت نہیں ہے اور نہ ہی مختلف عدالتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت فیڈرل کورٹ کے قیام کا انتظام کیا گیا ہے، جس کے تحت ہندوستان میں فیڈرل کورٹ 1 اکتوبر 1937 کو قائم کی گئی تھی۔ اس کے پہلے چیف جسٹس سر موریس گوئیرتھے۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد، سپریم کورٹ کا افتتاح 28 جنوری 1950 کو دہلی میں ہوا۔

17.3 عدلیہ کا سائز (Size of the Judiciary)

ہندوستانی عدلیہ کی تنظیم ایک شے کی شکل میں ہے، جس کے اوپر سپریم کورٹ، اس کے نیچے ہائی کورٹ اور مختلف اضلاع میں ہائی کورٹ کے نیچے ماتحت عدالتیں (ضلعی عدالتیں) ہیں۔ جب وہ دیوانی مقدمات کی سماعت کرتا ہے تو اسے ڈسٹرکٹ جج کہا جاتا ہے اور جب وہ فوجداری مقدمات کی سماعت کرتا ہے تو اسے سیشن جج کہا جاتا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ کے نیچے، منصف کورٹس ہیں، جو ہر ضلع میں بہت سی ہیں، اور نیاے پنچایتیں منصف کورٹ کے نیچے کام کرتی ہیں، جو گاؤں میں ایک ہوتی ہے۔

17.4 ایک آزاد عدلیہ کی ضرورت (Need for an Independent Judiciary)

ہر معاشرے میں کسی نہ کسی وجہ سے ایک فرد کے دوسرے فرد کے ساتھ یا انفرادی گروہوں کے درمیان یا حکومت کے ساتھ انفرادی گروہوں کے درمیان مسلسل جھگڑا رہتا ہے۔ اس تنازعہ کو منصفانہ طریقے سے حل کرنے کے لیے عدلیہ قائم کی گئی ہے۔ جو اس طرح کے تنازعات کی چھان بین کرتی ہے اور قصور واروں کو سزا دیتی ہے، ساتھ ہی مقننہ یا پارلیمنٹ کے بنائے گئے قواعد کی جانچ پڑتال کرتی ہے اور عاملہ کی طرف سے کئے گئے کام کی بھی چھان بین کرتی ہے۔

17.5 عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

عدلیہ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے باقی دو اعضاء مقننہ اور عاملہ عدلیہ کے کاموں میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں تاکہ وہ اپنا کام صحیح طریقے سے کر سکے۔ وفاقی حکومت میں یونین اور ریاستوں کے درمیان تنازعات کو حل کرنے اور دستور کی بالادستی کو برقرار

رکھنے کی ذمہ داری عدلیہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوتی ہے، اس کے لیے عدلیہ کا آزاد اور غیر جانبدار ہونا بہت ضروری ہے۔

17.6 انسانی زندگی پر عدالتی سرگرمی کے اثرات (Impact of judicial activism on human life)

- عدالتی سرگرمی نے انسانی زندگی پر درج ذیل اثرات مرتب کیے ہیں۔
- سپریم کورٹ نے مفاد عامہ کے تنازعات کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے مطابق کوئی بھی شخص کسی بھی ایسے گروہ یا طبقے کی طرف سے لڑ سکتا ہے جسے اس کے قوانین یا دستوری حقوق سے محروم رکھا گیا ہو۔
 - سپریم کورٹ نے آرٹیکل 21 کی نئی تشریح کرتے ہوئے عام آدمی کی زندگی اور تحفظ کو حقیقت بنانے کی کوشش کی ہے۔
 - سپریم کورٹ نے شہریوں کی عزت اور آبرو کے تحفظ پر زیادہ توجہ دی ہے۔
 - سپریم کورٹ نے بہت واضح کر دیا ہے کہ عاملہ کی اصولی تدابیر کو کنٹرول کیا جانا چاہیے۔

17.7 عدلیہ اور پارلیمنٹ کے تعلقات (Relations of Judiciary and Parliament)

دستور کے بننے کے بعد عدلیہ اور پارلیمنٹ اپنے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ عدلیہ نے حقوق کے معاملے پر فعالیت کے ساتھ ساتھ سیاسی رویے کے ذریعے دستور کی پاسداری نہ کرنے والوں پر بھی قدغن لگائی ہے۔ وہ مضامین جو پہلے عدالتی نظر ثانی کے دائرے میں نہیں تھے اب اس دائرہ کار میں لے لیے گئے ہیں جیسے صدر اور گورنر کے اختیارات۔ اس کے علاوہ سپریم کورٹ نے ہوا لکھنؤ، نرسمہا راؤ کیس، پٹرول پمپس کی غیر قانونی الاٹمنٹ، سی بی آئی کو بدعنوان سیاستدانوں اور نوکر شاہوں کے خلاف تحقیقات کرنے کی ہدایت دی ہے۔ ہندوستانی دستور طاقت کی محدود تقسیم، چیک اینڈ بیلنس کے اصولوں پر مبنی ہے۔ حکومت کے ہر حصے کا اپنے کام کا علاقہ یا دائرہ کار ہے۔ پارلیمنٹ یا مقننہ کا کام قانون بنانا ہے، عاملہ کا کام ان قوانین کو نافذ کرنا ہے اور عدلیہ کا کام مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین، قواعد و ضوابط اور عاملہ کے ذریعے کیے گئے کام کا جائزہ لینا ہے۔ لیکن الگ الگ کاموں کے باوجود، مقننہ اور عدلیہ اور عاملہ اور عدلیہ کے درمیان اختلافات ہندوستانی سیاست کی خصوصیت رہے ہیں۔

دستور کے نفاذ کے بعد جائیداد کے حق کو محدود کرنے کے پارلیمنٹ کے اختیار پر تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ پارلیمنٹ جائیداد کے حق پر کچھ پابندیاں عائد کرنا چاہتی تھی تاکہ زمینی اصلاحات کو نافذ کیا جاسکے۔

عدالت نے قرار دیا کہ پارلیمنٹ بنیادی حقوق کو محدود نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد پارلیمنٹ نے دستور میں ترمیم کی کوشش کی لیکن عدالت نے کہا کہ دستور میں ترمیم کر کے بھی بنیادی حقوق کو سلب نہیں کیا جاسکتا۔ 1967 اور 1973 کے درمیان یہ تنازع مزید گہرا ہوتا چلا گیا۔ زمینی اصلاحات کے قوانین کے علاوہ، روک تھام کے قوانین، ملازمتوں میں ریزرویشن سے متعلق قوانین، عوامی مقاصد کے لیے نجی

جائیداد کے حصول سے متعلق قوانین، اور حاصل شدہ نجی جائیداد کے معاوضے سے متعلق قوانین، وغیرہ اس قسم کے تنازعات کی مثالیں ہیں۔

1973 میں سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ دیا جو پارلیمنٹ اور عدلیہ کے درمیان تعلقات کو ریگولیٹ کرنے میں بہت اہم بن گیا۔ یہ کیس شاوانند بھارتی بمقابلہ ریاست کیرالہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کیس میں عدالت نے فیصلہ کیا کہ دستور کا بنیادی ڈھانچہ ہے اور پارلیمنٹ سمیت کوئی بھی اس بنیادی ڈھانچے سے چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکتا۔ اس بنیادی ڈھانچے کو دستوری ترمیم سے بھی تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ مزید، عدالت نے کہا کہ جائیداد کا حق بنیادی ڈھانچے کا حصہ نہیں ہے لہذا اس پر مناسب پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں۔ عدالت نے یہ فیصلہ کرنے کا حق بھی برقرار رکھا کہ آیا کوئی مسئلہ بنیادی ڈھانچے کا حصہ ہے یا نہیں، یہ فیصلہ دستور کی تشریح کرنے کے عدلیہ کے اختیار کی بہترین مثال ہے۔

17.8 جمہوریت میں عدلیہ کا کردار (Role of Judiciary in Democracy)

ہمارے ملک کی جمہوریت میں عدلیہ کا کردار نہایت اہم ہے، مندرجہ ذیل میں کچھ اس کے اہم کردار مذکور ہیں:

انصاف کا نظم و نسق (Administration of Justice)

عدلیہ کا بنیادی کام مخصوص مقدمات یا تنازعات کے حل میں قانون کا اطلاق کرنا ہے۔ جب کوئی تنازعہ عدالتوں کے سامنے لایا جاتا ہے تو یہ مد مقابل کے پیش کردہ شواہد کے ذریعے حقائق کا تعین کرتا ہے۔ اس کے بعد قانون یہ فیصلہ کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے کہ کیس پر کون سا قانون لاگو ہوتا ہے اور اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ مقدمے کی سماعت کے دوران اگر کوئی شخص قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب پایا جاتا ہے تو عدالت قصور وار پر جرمانہ عائد کرے گی۔

جج کیس قانون کی تشکیل (Creation of judge-case law)

بہت سے معاملات میں، جج اس قابل نہیں ہوتے ہیں، یا درخواست کے لیے مناسب قانون کا انتخاب کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔ ایسے معاملات میں جج اپنی عقل اور دانشمندی کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں کہ مناسب قانون کیا ہو سکتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے، ججوں نے 'جج کے بنائے ہوئے قانون' یا 'کیس لا' کا ایک بڑا ادارہ بنایا ہے۔ اگھورتے ہوئے فیصلہ 'stare decisis' کے نظریے کے مطابق، ججوں کے پچھلے فیصلوں کو عام طور پر اسی طرح کے مقدمات میں بعد کے ججوں کے لیے پابند سمجھا جاتا ہے۔

دستور کا محافظ (Guardian of the Constitution)

ہندوستان کی اعلیٰ ترین عدالت، SC، دستور کے محافظ کے طور پر کام کرتی ہے۔ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے درمیان یا مقننہ اور عاملہ کے درمیان دائرہ اختیار کے تنازعات کا فیصلہ عدالت کرتی ہے۔ کوئی بھی قانون یا عاملہ آرڈر جو دستور کی کسی شق کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے عدلیہ کے ذریعہ غیر دستوری یا کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ اسے 'عدالتی جائزہ' کہا جاتا ہے۔ عدالتی جائزے میں افراد کے بنیادی حقوق کی ضمانت اور وفاقی ریاست میں یونین اور اکائیوں کے درمیان توازن کو یقینی بنانے کی اہلیت ہوتی ہے۔

بنیادی حقوق کا محافظ (Protector of Fundamental Rights)

عدلیہ اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ریاست یا کوئی دوسری ایجنسی لوگوں کے حقوق کو پامال نہ کرے۔ اعلیٰ عدالتیں رٹ جاری کر کے بنیادی حقوق کو نافذ کرتی ہیں۔

نگرانی کا کام (Supervisory Functions)

اعلیٰ عدالتیں ہندوستان میں ماتحت عدالتوں کی نگرانی کا کام بھی انجام دیتی ہیں۔

مشاورتی کام (Advisory Functions)

ہندوستان میں سپریم کورٹ ایک مشاورتی کام بھی کرتی ہے۔ یہ دستوری سوالات پر اپنی مشاورتی رائے دے سکتا ہے۔ یہ تنازعات کی غیر موجودگی میں کیا جاتا ہے اور جب عاملہ کی خواہش ہوتی ہے۔

انتظامی امور کا کام (Administrative Functions)

عدالتوں کے کچھ کام غیر عدالتی یا انتظامی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ عدالتیں کچھ لائسنس دے سکتی ہیں، متوفی افراد کی املاک (جائیداد) کا انتظام کر سکتی ہیں اور وصول کنندگان کا تقرر کر سکتی ہیں۔ وہ شادیاں رجسٹر کرتی ہیں، نابالغ بچوں اور پاگلوں کے سرپرست مقرر کرتی ہیں۔

وفاق میں خصوصی کردار (Special role in a Federation)

ہندوستان جیسے وفاقی نظام میں، عدلیہ مرکز اور ریاستوں کے درمیان تنازعات کو حل کرنے کا اہم کام بھی انجام دیتی ہے۔ یہ ریاستوں کے درمیان تنازعات کے ثالث کے طور پر بھی کام کرتی ہے۔

عدالتی انکوائریوں کا انعقاد (Conducting judicial enquiries)

عام طور پر ججوں کو کمیشن کی سربراہی کے لیے بلا یا جاتا ہے جو سرکاری ملازمین کی غلطیوں یا کوتاہی کے معاملات کی انکوائری کرتے ہیں۔

اکیسویں صدی: عدالتی حکمرانی کا دور (21st Century: An Age of Judicial Governance)

اکیسویں صدی میں عدلیہ کا کردار صرف تشریح تک محدود نہیں ہے بلکہ اسے گڈ گورننس اور جمہوریت کو فروغ دینے کے ایک ہتھیار کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ عدالتی حکمرانی ججوں کو سوشل انجینئرنگ کے ذریعے ترقی پسند معاشرے کے حق میں فیصلہ کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ مثال کے طور پر، ہندوستان کی سپریم کورٹ نے ماحولیاتی تحفظ کے لیے آلودگی کی ادائیگی کے اصول کو اپنایا۔ یہ قدرتی وسائل کے عدالتی استعمال کے ساتھ پائیدار ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔

ماحولیات کے علاوہ، یہ حکومت کے دیگر اداروں کے لیے چیک اینڈ بیلنس کا نظام فراہم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، معروضیت لانے کے لیے، سپریم کورٹ آف انڈیا نے S.R. میں ریاستوں میں گورنرز راج کے نفاذ کے لیے شرائط رکھی ہیں۔ بمبئی کیس۔ کچھ مسائل مختلف نقطہ نظر اور دیکھ بھال کا مطالبہ کرتے ہیں جو دستور سے واضح طور پر اخذ نہیں کیے جاسکتے۔ مثال کے طور پر، تین طلاق کیس اور سبریمالا کیس کے فیصلوں نے خواتین کو بااختیار بنانے اور ان کی مساوات کو یقینی بنایا۔ COVID-19 وبائی امراض کے دوران، دہلی ہائی کورٹ نے آکسیجن کے معاملے پر مرکز کو توہین کا نوٹس بھی جاری کیا۔ عدالت نے وبائی امراض کے مائیکرو مینجمنٹ، آکسیجن کوٹہ کے تعین

اور تقسیم میں اپنا کردار ادا کیا۔ اسی طرح، اتر اٹھنڈ ہائی کورٹ نے ریاستی حکومت کو سائنسی مشورے کے خلاف اور معیاری آپریٹنگ طریقہ کار پر عمل نہ کرنے کے لیے کبھی میلے کو آگے بڑھنے کی اجازت دینے پر کھنچائی کی۔ ایک تحقیق کے مطابق عدلیہ اور معاشی ترقی کے درمیان براہ راست تعلق ہے۔ اس طرح جمہوریتوں میں عدالتی حکمرانی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

جمہوری حکمرانی کے لیے دستوری تحفظ (Constitutional Safety for Democratic Governance)

ابراہم لنکن کے الفاظ میں جمہوریت "عوام کی، عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے" حکومت ہے۔ فعال جمہوریت میں حکومت کو پرامن طریقے سے منتخب کرنے اور عوام کے ذریعے آزاد اور منصفانہ انتخابی نظام کے ذریعے ہٹانے کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ یہاں، عدلیہ ہندوستان میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس سلسلے میں سپریم کورٹ نے ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارمز (اے ڈی آر) کی رپورٹ کو زیر غور لایا جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ 2019 کے عام انتخابات میں منتخب ہونے والے 43 فیصد ارکان پارلیمنٹ مجرمانہ پس منظر سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس کے نتیجے میں، سپریم کورٹ نے پارٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اسمبلی اور لوک سبھا انتخابات کے لیے اپنے امیدواروں کی مجرمانہ تاریخ شائع کریں اور ساتھ ہی مشتبہ مجرموں کو مہذب لوگوں پر فوقیت دینے کی وجوہات بھی بتائیں۔ 2017 میں، ہندوستان کی سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت سے کہا کہ وہ سیاست دانوں کے خلاف زیر التواء فوجداری مقدمات کی سماعت کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کر کے سیاست کو مجرمانہ امور سے پاک و صاف بنائے۔ اسی طرح سپریم کورٹ نے منفی ووٹنگ کو ووٹر کے دستوری حق کے طور پر تسلیم کیا اور حکومت کو الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں میں 'NOTA' کا اختیار فراہم کرنے کی ہدایت کی۔

کمزور اور پسماندہ طبقوں کا تحفظ (Protection of Weaker and Vulnerable Sections)

تھامس ریڈ کا کہنا ہے کہ "ایک زنجیر اتنی ہی مضبوط ہوتی ہے جتنی اس کی کمزور ترین کڑی۔" یہ معاشرے میں کمزور طبقات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ دوسرے الفاظ میں، ایک زنجیر کی طاقت زنجیر کی کمزور ترین کڑی تک محدود ہے۔ خواتین، بچوں، اقلیتوں، خواجہ سراؤں اور بزرگوں جیسے کمزور طبقات کا تحفظ ملک میں جمہوریت کی پختگی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ عدلیہ ہے جو کمزور طبقات کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، NALSA جج ٹرانسجینڈر لوگوں کے لیے مثبت اقدامات کے ذریعے سماجی انصاف کا مطالبہ کرتا ہے۔ COVID-19 وبائی مرض کے دوران، یہ عدلیہ ہی ہے جس نے پینچایت الیکشن ڈیوٹی کی وجہ سے وبائی مرض کا شکار ہونے والے ہر اہلکار کے لیے 1 کروڑ روپے کی "کم از کم" ایکس گریڈ شیلڈ کرنے کا حکم دیا۔ غریب لوگوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے، کیرالہ ہائی کورٹ نے کووڈ-19 کے علاج کے لیے نجی اسپتالوں میں چار جز کی حد مقرر کرنے کا حکم دیا۔ اندرا ساہنی کیس میں سپریم کورٹ نے مثبت کارروائی کے ذریعے ادبی سی کمیونٹی کو دیئے گئے سماجی انصاف کو برقرار رکھا۔ اسی طرح روہنگیا کیس میں سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ روہنگیا کو اس وقت تک ملک بدر نہیں کیا جائے گا جب تک کہ طریقہ کار پر عمل نہیں کیا جاتا۔

17.9 آج کے تناظر میں عدلیہ کی اہمیت (Importance in Today's Scenario)

ہمارے ملک جیسی جمہوریت کو برقرار رکھنے کے لیے عدلیہ نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ آج کل لوگوں کے ساتھ ناانصافی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ غیر منصفانہ اور امتیازی سلوک ہو رہا ہے اور عدلیہ کو ان سب کو روکنے کے لیے قدم بڑھانا چاہیے۔ تاکہ لوگ اپنے ملک اور گھروں میں محفوظ محسوس کر سکیں۔ عدلیہ طاقت رکھنے والوں کو چیک اینڈ بیلنس کرتی ہے۔ اس سے لوگوں کو اس طاقت کا غلط استعمال کرنے سے روکنے میں مدد ملتی ہے۔

مختصر یہ کہ ہمارے ملک کے آج کے منظر نامے میں جہاں جرائم تیزی سے ہو رہے ہیں، لوگ انصاف کے لیے عدلیہ کا رخ کرتے ہیں۔ اس طرح، ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کس طرح بہت اہم ہے کہ تاریکی کے دور میں عدلیہ انصاف اور باختیار رہے۔ بعض اوقات، یہ لوگوں کے لیے امید کی واحد کرن بنی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی اب پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

17.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے مندرجہ ذیل نکات سیکھے:

- ابراہم لنکن نے جمہوریت کو عوام کے لیے، عوام کی حکومت عوام کے ذریعے کہا۔ ہیر وڈوٹس کا خیال تھا کہ جمہوریت اکثریت کی حکمرانی ہے۔ دوسرے لفظوں میں عوام جمہوری نظام کا مرکز ہوتے ہیں۔ جدید دنیا میں رائج حکمرانی کے نظام میں جمہوریت کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ جمہوریت دراصل حکومت یا حکمرانی کی ایک شکل نہیں ہے بلکہ ریاست کی ایک قسم اور معاشرے کا ایک نظام ہے۔
- ہندوستان میں آزادی کے بعد جمہوریت کا تصور نافذ ہوا اور اس نظام کو مقننہ، عدلیہ اور عاملہ کی شکل میں تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان تینوں اعضاء میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا دائرہ اختیار تھا اور یہ طے پایا تھا کہ کوئی عضو دوسرے کے دائرہ اختیار اور دائرہ کار میں مداخلت نہیں کرے گا۔
- ہندوستان کا دنیا کی سب سے مضبوط جمہوریت کا دعویٰ اس بنیاد پر ہے کہ ہمارے تینوں اعضاء نے اپنے اپنے کردار کو فعال اور مناسب طریقے سے ادا کیا ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں دستوری بحران کی صورت حال پیدا ہوتی ہے جب ایک عضو دوسرے عضو کے دائرہ اختیار اور دائرہ کار میں مداخلت کرتا ہے۔ بعض اوقات عدلیہ کی بڑھتی ہوئی بالادستی اور عدلیہ کی فعالیت بھی سب کے درمیان بحث کا موضوع بنی رہتی ہے۔
- عدالتی سرگرمی مثبت اور منفی نتائج پیدا کرتی ہے۔ کبھی عدالتوں کی فعالیت جمہوریت میں شہری حقوق کے قیام میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور کبھی کسی دوسرے عضو میں مداخلت کرتی دکھائی دے کر دستوری بحران کی صورت حال بھی پیدا کر دیتی ہے۔

- قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں فیڈرل کورٹ اکتوبر 1937 کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت قائم کی گئی تھی۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد 28 جنوری 1950 کو سپریم کورٹ کا افتتاح ہوا۔ عام طور پر معاشرے میں کسی نہ کسی وجہ سے ایک فرد کے ساتھ دوسرے شخص یا لوگوں کے گروہوں یا لوگوں کے گروہوں کے درمیان حکومت کے ساتھ جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ اس تنازعہ کو منصفانہ طریقے سے حل کرنے کے لیے عدلیہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو اس طرح کے تنازعات کی تحقیقات اور قصور واروں کو سزا دینے کے ساتھ ساتھ مقننہ یا پارلیمنٹ کے بنائے گئے قوانین اور عاملہ کی جانب سے کیے گئے اقدامات کی بھی تحقیقات کرتی ہے۔ یہ جمہوریت کا غیر جانبداری سے جائزہ بھی لیتی ہے اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جمہوریت کے استحکام کو یقینی بنایا جائے۔
- ہندوستان کا گورننس نظام وفاقی ہے، یعنی اختیارات کی تقسیم یونین اور ریاستی حکومتوں کے درمیان ہوتی ہے۔ ہندوستان میں عدلیہ متحد ہے، یعنی یونین اور ریاستوں کے لیے الگ الگ عدالتوں کے بجائے پورے ملک کے لیے ایک ہی سپریم کورٹ کا انتظام کیا گیا ہے اور اسے مقننہ اور عاملہ کے ساتھ ایک آزاد ادارہ کے طور پر قائم کیا گیا ہے۔
- جب نظام حکمرانی عوامی فلاحی ریاست کا تصور قائم نہ کر سکے تو ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے اور اس خلا کو پر کرنے کا کام عدلیہ کرتی ہے۔ جب حکام اور رہنما اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں کوتاہی کرنے لگیں تو عوام عدلیہ سے توقعات وابستہ کرتی ہے، جب ملک میں کرپشن اپنی تمام حدیں عبور کر لیتا ہے اور مقننہ و عاملہ بھی اسے روکنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو عام آدمی عدلیہ کی طرف دیکھتا ہے۔
- عدلیہ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ مقننہ اور انتظامیہ عدلیہ کے کام میں مداخلت نہ کریں اور ان کے کام میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں تاکہ وہ اپنا کام خوش اسلوبی سے کر سکے اور غیر جانبداری کے ساتھ انصاف ہو سکے۔ ایک آزاد عدلیہ ہی شہریوں کی آزادی اور بنیادی حقوق کا تحفظ کر سکتی ہے۔
- ہندوستان کے دستور نے شہریوں کو 6 طرح کے بنیادی حقوق دیے ہیں جن پر اگر کوئی پابندیاں لگانے کی کوشش کرتا ہے تو عدلیہ اسے سزا دینے کا انتظام کر سکتی ہے۔ جمہوریت کے بنیادی عناصر آزادی اور مساوات ہیں۔ اس لیے شہریوں کو آزادی اور مساوی مواقع اسی وقت میسر ہوں گے جب عدلیہ اپنے فرائض غیر جانبداری سے سرانجام دے گی۔
- آزاد عدلیہ دستور کی محافظ ہے، عدلیہ خلاف دستور قوانین کو غیر قانونی قرار دے کر کالعدم کرتی ہے۔ لہذا دستور کے استحکام اور سلامتی کے لیے آزاد عدلیہ کا ہونا ضروری ہے۔ آزاد عدلیہ مقننہ اور عاملہ پر کنٹرول رکھ کر حکمرانی کی کارکردگی کو بڑھاتی ہے۔
- عدلیہ، مقننہ اور عاملہ کے درمیان وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والے تنازعات کے باوجود عدلیہ کی ساکھ میں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن عدلیہ سے اور بھی توقعات ہیں۔ آج حیرت ہوتی ہے کہ عدلیہ کتنی آسانی سے مجرموں کو بری کر دیتی ہے اور کیسے امیر اور طاقتور کے زیر اثر گواہ مخالف ہو جاتے ہیں۔ یہ کچھ ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں خود عدلیہ کو بھی تشویش ہے۔

- ہندوستان میں عدلیہ ایک بہت طاقتور ادارہ ہے۔ اس طاقت نے بہت سی امیدوں کو جنم دیا ہے۔ ہندوستانی عدلیہ اپنی آزادی کے لیے بھی جانی جاتی ہے۔ عدلیہ نے متعدد فیصلوں کے ذریعے دستور کی نئی تشریحات دی ہیں اور شہریوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ جمہوریت کو واقعی مقننہ اور عدلیہ کے درمیان انتہائی حساس توازن کی حدود میں رہ کر کام کرنا ہوتا ہے۔

17.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

مقننہ

مقننہ وہ جماعت یا مجلس ہوتی ہے جو قوانین کو بناتی ہے، اس میں ترامیم کرتی ہے یا قانون کو ختم کر سکتی ہے۔

مفاد عامہ

مفاد عامہ (انگریزی: Public interest) سے مراد عوام الناس اور سماج کا رفاہ اور ان کی خیریت۔

دیوانی مقدمات

انسان کے لین دین کے مسائل حل کرنے کے لئے جو مقدمات دائر کئے جاتے ہیں

فیڈرل کورٹ

ایک عدالت جو دستور، وفاقی قوانین، اور بین ریاستی جرائم سے متعلق مقدمات پر فیصلہ دیتی ہے۔

فعالیت

قوتِ عمل، سرگرمی، حرکت و عمل سے بھرپور

چیک اینڈ بیلنس

حکومت کے کسی بھی ادارے کو اتنی آزادی نہ دی جائے کہ وہ دائرے سے نکل کر کسی اور کے حق کو دبا لے، یعنی کے ہر کسی کو کسی نہ کسی کے سامنے جوابدہ ہونا چاہیے۔ جمہوری نظام میں چیک اینڈ بیلنس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یہاں اگر پارلیمنٹ ہے تو عدالت بھی ہے اور اگر عدالت ہے تو پارلیمنٹ بھی ہے۔ پولیس ہے تو عوامی نمائندے بھی ہیں اور حکومت ہے تو پولیس بھی ہے اور پولیس ہے تو اصول و ضوابط اور حدود بھی ہیں۔

ایکس گریڈ

کسی بھی قانونی کو تسلیم کیے بغیر کسی تنظیم کی طرف سے کسی فرد کو ہر جانے کے لیے ادائیگی کی ایک قسم۔

17.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

17.12.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- مندرجہ ذیل میں سے ہندوستانی نظام حکومت کا تیسرا ستون کون سا ہے؟

- (a) حکومت
(b) عدلیہ
(c) عاملہ
(d) ان میں کوئی نہیں

2- مندرجہ ذیل میں سے کس ایکٹ کے تحت فیڈرل کورٹ کے قیام کا انتظام کیا گیا

- (a) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1930
(b) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935
(c) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1940
(d) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1960

3- مندرجہ ذیل میں سے فیڈرل کورٹ کے پہلے چیف جسٹس کون تھے؟

- (a) اے کے سرکار
(b) ہری لال جے کانیہ
(c) جسٹس سر موریس گوئیر
(d) ایس آر داس

4- ہندوستانی سپریم کورٹ کا افتتاح کب ہوا؟

- (a) 27 جنوری 1950
(b) 28 جنوری 1950
(c) 29 جنوری 1950
(d) ان میں سے کوئی نہیں

5- ہندوستان کے چیف جسٹس کا تقرر کون کرتا ہے۔

- (a) گورنر
(b) صدر جمہوریہ
(c) وزیراعظم
(d) ان میں سے کوئی نہیں

6- سپریم کورٹ کس آرٹیکل کے تحت رٹ جاری کر سکتا ہے۔؟

- (a) 32
(b) 132
(c) 226
(d) 301

7- جمہوریت ہر جگہ آمریت پر مقدم ہے سوائے.....

- (a) چین (b) امریکہ
(c) سری لنکا (d) ہندوستان

8- عدالتی شاخ کیا کرتی ہے؟

- (a) اگر کوئی قانون دستور کے خلاف جاتا ہے تو فیصلہ کرتا ہے۔ (b) قوانین کا جائزہ لیتی ہے۔
(c) تنازعات کو حل کرتا ہے۔ (d) یہ سبھی

9- دستور کی مندرجہ ذیل دفعات میں سے کون سی اس کی تشکیل کے دوران لکھی ہوئی تھی، کیونکہ ہندوستان ایک جاگیر دارانہ نظام سے جمہوری نظام کی طرف منتقل ہو رہا تھا

- (a) بنیادی حقوق (b) بنیادی فرائض
(c) عدلیہ کی آزادی (d) ان میں سے کوئی نہیں

10- مندرجہ ذیل میں سے دستور کی تشریح کا اختیار کس کے پاس ہے

- (a) مرکزی حکومت (b) ریاستی حکومت
(c) عدلیہ (d) یہ سبھی

17.12.2- مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. 'عدلیہ جمہوریت کی نگہبان اور دستور کی محافظ ہے' واضح کیجئے۔
2. ہندوستانی عدلیہ مربوط ہے سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
3. آزاد عدلیہ کی ضرورت پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔
4. عدالتی سرگرمی کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں قلمبند کیجئے۔
5. دلیہ اور پارلیمنٹ کے تعلقات پر مختصر روشنی ڈالئے۔

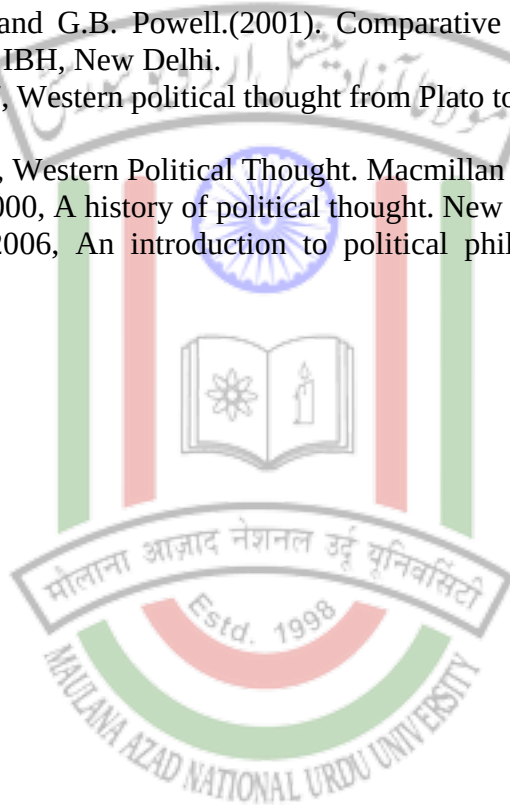
17.12.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. جمہوریت میں عدلیہ کا کردار پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔
2. عدلیہ گڈ گورنس اور جمہوریت کو کس طرح فروغ دیتی ہے واضح کیجئے۔

3. عصر حاضر کے تناظر میں عدلیہ کی اہمیت اور اسکے کردار پر روشنی ڈالیے۔

17.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Sreenivasan, K.V.(2021) Modernisation of e -Judiciary in India, Clever Fox Publishing, Chennai
2. Basu Durga Das. 1982. Introduction to the Constitution of India. Prentice Hall, New Delhi.
3. C.L. Wyper.(2018). Political Thought, Aitbs Publishers, Delhi
4. Venkata Mohan. (2021). Political Thought, Notion Press Media Pvt Ltd, Chennai
5. Agarwal RC . Political Theory (Principles of Political Science), S. Chand & Company Ltd. New Delhi, 2011
6. Almond, Gabriel and G.B. Powell.(2001). Comparative Politics: A Developmental Approach, Oxford IBH, New Delhi.
7. Gupta, M.G., 2017, Western political thought from Plato to Lenin. Surjeet Publication, Delhi
8. Guaba, O.P., 2013, Western Political Thought. Macmillan Publisher India Ltd.
9. Coleman, Janet. 2000, A history of political thought. New Delhi: Willy Blackwell.
10. Wolf, Jonathan. 2006, An introduction to political philosophy. New Delhi: OUP Oxford.



اکائی-18 ہندوستانی عدلیہ: ایک جائزہ

(Indian Judiciary: A Review)

اکائی کی اجزا

تمہید	18.0
مقاصد	18.1
ہندوستانی عدلیہ	18.2
سپریم کورٹ	18.3
ہائی کورٹ	18.4
ججوں کی تقرری	18.4.1
ججوں کی اہلیت	18.4.2
حلف	18.4.3
ججوں کی معیاد	18.4.4
فاسٹ ٹریک کورٹ	18.5
عدلیہ کے فرائض	18.6
عدلیہ کی آزادی	18.7
اقتصادی نتائج	18.8
کلیدی الفاظ	18.9
نمونہ امتحانی سوالات	18.10
معروضی جوابات کے حامل سوالات	18.10.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	18.10.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	18.10.3
تجویز کردہ اقتصادی مواد	18.11

18.0 تمہید (Introduction)

ہندوستانی دستور نے ایک مربوط عدالتی نظام قائم کیا ہے جس میں سب سے اوپر سپریم کورٹ اور اس کے نیچے ہائی کورٹ ہے۔ ہائی کورٹ کے نیچے ماتحت عدالتوں کی درجہ بندی ہے۔ 1935 کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ سے اختیار کردہ عدالتوں کا یہ واحد نظام مرکزی قوانین کے ساتھ ساتھ ریاستی قوانین کو بھی نافذ کرتا ہے۔ جمہوری حکومت کے تین اعضاء ہیں عاملہ، مقننہ اور عدلیہ۔ عدلیہ کا کام ہے حکومت کے ذریعہ بنائے گئے قانون کی جانچ پڑتال کرے اور اس بات کی یقین دہائی کرے کہ وہ قانون دستور کے مطابق ہے یا نہیں۔

18.1 مقاصد (Objective)

اس اکائی کا مقصد ہے طلباء کو

- عدلیہ کے معنی و مفہوم سمجھانا۔
- عدلیہ کی ضرورت و اہمیت اور اس کے فرائض سے واقف کروانا۔
- ہندوستانی عدلیہ کے نظام اور اس کی ساخت کی معلومات فراہم کرنا۔
- سپریم کورٹ کی ساخت، ججوں کا تقرر اور اس کی اہلیت کی جانکاری دینا۔
- ہائی کورٹ کی ساخت، ججوں کا تقرر، اہلیت اور حلف کے بارے میں معلومات دینا۔

18.2 ہندوستانی عدلیہ (Indian Judiciary)

ہندوستانی عدلیہ دنیا کے سب سے زیادہ بااثر اداروں میں سے ایک ہے۔ اسے برطانوی حکمرانی نے دوسری صدی کے طویل نوآبادیاتی حکمرانی کے بعد تعمیر کیا تھا۔ یہ یہاں کی حکومت کا ایک اہم حصہ ہے۔ 1950 کے بعد سے عدلیہ نے دستور کی ترجمانی اور اس کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ عدلیہ بنیادی حقوق کے تحفظ کے ذریعہ ہندوستان میں جمہوریت کو مستحکم کرتی ہے۔

حکومت ہند کی تین بڑی شاخیں ہیں۔ مقننہ، عدلیہ اور عاملہ۔ عدلیہ حکومت ہند کی ایک اہم شاخ ہے۔ یہ ایک آزاد ادارہ ہے اور یہ عاملہ اور مقننہ سے الگ ہے۔ عدلیہ اس طرح کام کرتی ہے کہ وہ عاملہ اور مقننہ دونوں کو اپنے بنیادی کردار میں رکھتی ہے۔ اس کا اصل کام لوگوں کو انصاف فراہم کرنا ہے۔ ہندوستانی عدلیہ کو قانونی نظام برطانوی نوآبادیاتی حکمرانی سے وراثت میں ملا۔ عدالتوں کا نظام حکومت ہند ایکٹ 1935 کے ذریعہ اپنایا گیا ہے، یہ مرکزی قوانین کے ساتھ ساتھ ریاستی قوانین کو بھی نافذ کرتا ہے۔

ہندوستانی عدلیہ مالی لحاظ سے مقننہ یا انتظامیہ پر منحصر نہیں ہے۔ دستور کے مطابق، قانون سازوں کو ججوں کی تنخواہوں اور الاؤنسز کی ادائیگی کی اجازت نہیں ہوگی۔ ججوں کے اقدامات اور فیصلوں پر ذاتی طور پر تنقید نہیں کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی پر توہین عدالت کا الزام ثابت ہوا تو

عدلیہ کو اسے سزا دینے کا حق حاصل ہے۔ پارلیمنٹ ججوں کے طرز عمل پر صرف اس وقت بحث کر سکتی ہے جب وہ ان کو ہٹانے کی تجویز پر غور کر رہی ہو۔

ہندوستان میں عدلیہ کا نظام انصاف منفرد ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک کے برعکس، ہندوستان میں صوبائی سطح پر علیحدہ عدلیہ کا ڈھانچہ موجود نہیں ہے۔ ہندوستان میں عدلیہ کا ڈھانچہ ایک اہرام کی طرح ہے۔ اس کے اوپری حصے میں سپریم کورٹ پھر ہائی کورٹ اور بعد میں ضلعی عدالت موجود ہے۔ ضلعی عدالت کے ماتحت مختلف قسم کی عدالتیں آتی ہیں۔ ضلعی سطح پر عدلیہ کا ڈھانچہ بھی منقسم ہوتا ہے۔ ضلعی عدالتوں کے تحت جو عدالتیں آتی ہیں انہیں "پنچل عدالت" کہا جاتا ہے۔

18.3 سپریم کورٹ (Supreme Court)

ہندوستان کی سپریم کورٹ کا افتتاح گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت 28 جنوری 1950 کو ہوا۔ سپریم کورٹ نے برٹش پرائیوی کونسل کی جگہ لی۔ مزید برآں، ہندوستانی دستور کے آرٹیکل 124 سے 147 میں سپریم کورٹ کے ڈھانچے، تقرری، اختیارات، طریقہ کار وغیرہ سے متعلق احکامات درج ہیں۔ یہ دستور کا ترجمان محافظ اور شہریوں کے بنیادی حقوق کا ضامن ہے۔ سپریم کورٹ دہلی میں واقع ہے اور اس کی نوعیت فیڈرل کورٹ کی ہے۔ سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد چیف جسٹس سمیت 34 ہے۔ اصل میں سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد 31 تھی (چیف جسٹس سمیت) بعد میں زیادہ کام کے سبب ستمبر 2019 کو ان کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صدر کے ذریعہ مقرر ہوتے ہیں۔ کابینہ گورنر، وزیر اعلیٰ اور چیف جسٹس آف انڈیا سب عدالتی تقرریوں کے عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ ہندوستان کی عدلیہ میں چیف جسٹس کی تقرری کے معاملے میں، یہ رواں برسوں سے ایک روایت بن چکی ہے کہ اس عہدے پر سپریم کورٹ کا سینئر ترین جج مقرر ہوتا ہے۔

لیکن اس میں دو مستثنیات ہیں یعنی 1973 اور 1975 میں سینئر ججوں کے باوجود ایک جونیئر جج کو چیف جسٹس بنایا گیا۔ عدلیہ میں تقرریوں کے سلسلے میں وزرا کی کونسل کو حقیقی اختیار حاصل ہے۔ وزرا کی کونسل جج کی تقرری کی سفارش کر سکتی ہے لیکن اسے عہدے سے نہیں ہٹا سکتی۔ سپریم کورٹ کے جج 65 سال کی عمر تک منصب پر فائز رہ سکتے ہیں۔ بدعنوانی کی صورت میں ہی جج کو ہٹایا جاسکتا ہے۔ جج کی برطرفی کی تجویز پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں خصوصی اکثریت سے منظوری کے بعد صدر مملکت فیصلہ کرتا ہے۔

ہائی کورٹ (High Court): ہندوستان کا ہائی کورٹ سپریم کورٹ کے نیچے کام کرتا ہے۔ ریاست کی عدالتی انتظامیہ میں یہ اول پوزیشن پر فائز ہے۔ 1866 میں کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں اعلیٰ عدالتیں قائم کی گئیں۔ دستور میں ہر ریاست کے لئے ایک ہائی کورٹ کا آپشن موجود ہے، لیکن 1956 کے 7 ویں ترمیمی ایکٹ کے ذریعے، ایک یا زیادہ ریاستوں میں ایک ہی ہائی کورٹ ہو سکتا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں 25 اعلیٰ عدالتیں ہیں، جن میں تین ایک سے زیادہ ریاستوں کے لئے کام کرتی ہیں۔ مرکزی خطوں میں دہلی کا اپنا ایک ہائی کورٹ ہے۔

بیشتر ہائی کورٹوں کا بنیادی کام نچلی عدالتوں کی اپیلوں اور دستور ہند کے آرٹیکل 226 کے تحت رٹ درخواستوں پر مشتمل ہے۔ رٹ جیورسڈکشن بھی ہائی کورٹ کا اصل دائرہ اختیار ہے۔ ہر ہائی کورٹ کے علاقائی دائرہ اختیار صوبے کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ ان عدالتوں میں ججوں کا تقرر ہندوستان کے صدر، چیف جسٹس، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس، اور ریاست کے گورنر سے مشاورت کے بعد کرتے ہیں۔

ہائی کورٹ کے تحت متعدد اقسام کی عدالتیں ہیں، انہیں دستور کے ماتحت عدالتیں کہا جاتا ہے۔ یہ اسٹیٹ ایکٹ کی بنیاد پر تشکیل دی گئی ہیں۔ مختلف ریاستوں میں ان کے مختلف نام اور مختلف حیثیت ہے۔ لیکن وسیع تر تناظر میں ان کے تنظیمی ڈھانچے ایک جیسے ہیں۔ ہر صوبہ کو اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ضلع میں ضلعی عدالت ہے۔ ان ضلعی عدالتوں کے تحت متعدد نچلی عدالتیں ہیں، جیسے سیشن کورٹ، ذیلی عدالت، مصنف مجسٹریٹ عدالت، سیکنڈ کلاس اسپیشل جوڈیشل مجسٹریٹ کورٹ، فیکٹری لاء اور لیبر قوانین کے لئے خصوصی منصف مجسٹریٹ عدالت وغیرہ۔ ضلعی عدالتوں کا مرکزی کام ماتحت عدالتوں سے اپیلوں کی سماعت کرنا ہے۔ لیکن عدالت اصل معاملات کو بھی خصوصی حیثیت کے طور پر اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔

ماتحت عدالتوں میں ایک ضلعی جج کی عدالت اور ایک اور منصف جج کی عدالت ہوتی ہے۔ ضلعی سطح پر ماتحت عدالت ڈسٹرکٹ جج یا کورٹ آف سیشن جج کے نام سے مشہور ہے۔ عدالت کی یہ سطح ایڈیشنل جج، جوائنٹ جج، اور اسسٹنٹ جج کی عدالتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ضلعی جج اور سیشن جج کی عدالت ضلعی سطح پر ابتدائی دائرہ اختیار کی مرکزی عدالت ہے۔ دستور کی دفعات کے مطابق، ایک ہی افسر سول اور فوجداری قوانین کے تحت کام کرتا ہے اور اسے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان عدالتوں کا مالی دائرہ اختیار محدود نہیں ہے۔ یہ عدالتیں ایسے مقدمات کی سماعت کر سکتی ہیں جن میں سزا ایک سال سے زیادہ نہ ہو۔

ماتحت عدالتوں کا دوسرا کلاس منسیف جج یا سول جج یا فرسٹ کلاس جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ عدالتیں بلاک (تحصیل) کی سطح پر قائم ہوتی ہیں، جن کے دائرہ اختیار میں متعدد تعلقہ یا تحصیل شامل ہو سکتے ہیں۔

فیملی کورٹ (Family Court): فیملی عدالتیں ایکٹ 1984 کے ذریعہ قائم کی گئیں، جن کا بنیادی مقصد شادی اور خاندانی مسائل سے نمٹنا ہے۔ ریاستی حکومت ان علاقوں میں فیملی کورٹ قائم کر سکتی ہے جہاں کی آبادی 10 لاکھ سے زیادہ ہے یا جہاں ضروری سمجھا جائے۔ مجموعی طور پر، ان عدالتوں کے قیام کا مطلب خاندانی ماحول کو پر امن بنانا ہے۔ نیز، اگر کوئی خاندانی مسئلہ ہے تو، اسے جلد از جلد حل کیا جائے۔

فاسٹ ٹریک کورٹ (Fast Track court): یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ ہے، ان کو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم اور زیر سماعت وعدوں کے فوری تصرف کے لئے تشکیل دیا گیا ہے۔ یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ ہے، جو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم کو جلد از جلد نمٹانے اور زیر سماعت وعدوں کے تحت کام کرتا ہے۔ اس کے پیچھے وجہ یہ تھی کہ طویل قانونی چارہ جوئی کی وجہ سے انصاف کا نقصان ہوتا تھا اور انصاف کی قابو پانے کی طاقت کم ہو جاتی تھی اور جیل میں قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

سن 2000 میں گیارہواں دستور انس کمیشن تشکیل دیا گیا جس کے چیئرمین پروفیسر سید علی محمد خسرو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وی سی تھے۔ کمیشن نے عدالتوں میں زیر التواء مقدمات نمٹانے کے لئے 1734 فاسٹ ٹریک عدالتیں بنانے کی سفارش کی۔ ججوں کا انتخاب متعلقہ ریاستوں کی ہائی کورٹ کرتے ہیں۔

فاسٹ ٹریک کورٹ کے ججوں کو ایڈہاک بنیاد پر مقرر کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر بھرتی کے تین ذرائع ہیں۔ پہلے اہل عدالتی افسران کی ترقی؛ دوسرا، ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں کی تقرری اور تیسرا متعلقہ ریاست کے بار کے ممبر۔ ابتدائی طور پر فاسٹ ٹریک عدالتیں پانچ سال (2000-2005) کی مدت کے لئے قائم کی گئیں۔ تاہم، 2005 میں، عدالت عظمیٰ نے مرکزی حکومت کو یہ اسکیم جاری رکھنے کی ہدایت کی، جسے 2010-2011 تک بڑھایا گیا تھا۔ مارچ 2011 میں حکومت نے اسے بند کر دیا۔ اگرچہ مرکزی حکومت نے فاسٹ ٹریک عدالتوں کو بہتر بنانے کے لئے ریاستوں کو مالی امداد دینا بند کر دی، لیکن ریاستی حکومتوں کو اختیار ہے کہ اپنے فنڈ سے فاسٹ ٹریک عدالتوں کو قائم کر سکتی ہیں۔

لوک عدالت (Lok Adalat): لوک عدالت سے مراد عوام کا دربار ہے۔ یہ ایک ایسا مرحلہ ہے جہاں تنازعات باہمی رضامندی سے حل کیے جاتے ہیں۔ یہ گاندھی جی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ تنازعات کے حل کے لئے لوک عدالت ایک متبادل ذریعہ ہے۔ دو جماعتوں کے مابین تنازعہ کو ہر سطح پر جیسے سپریم کورٹ کی سطح، ہائی کورٹ کی سطح، ضلعی عدالت کی سطح پر باہمی رضامندی سے حل کرنے کے لئے لوک عدالت پہنچ کی تشکیل دی گئی ہے۔

ہر لوک عدالت میں دو مفاہمت کے ممبران ہوتے ہیں، ان میں سے ایک ورکنگ یار ریٹائرڈ جوڈیشل آفیسر ہوتا ہے اور دوسرا مفاہمت کا وکیل یا طبیب ہو سکتا ہے۔ فریقین کی باہمی رضامندی مقدمات کے تصفیہ کی اساس ہوتی ہے۔ اس قسم کا تصفیہ غیر قانونی اور عوامی پالیسی کے منافی نہیں ہونا چاہئے۔ اس عدالت میں دو طرح کے تنازعات حل کئے جاتے ہیں:

(A) عدالت میں زیر التواء مقدمات کا تصفیہ۔ ان لوک عدالتوں میں باہمی معاہدے کے ذریعہ تمام قسم کے سول اور فوجداری مقدمات بھی طے کیے جاتے ہیں، سوائے مجرمانہ مقدمات میں جہاں قانون کے بغیر صلح ممکن نہیں ہے۔

(B) عدالت جانے سے پہلے تصفیہ۔ تنازعات جو عدالت کے روبرو دائر نہیں کیے گئے ہیں ان کو بھی قانونی چارہ جوئی کی سطح پر لوک عدالتوں میں حل کیا جاسکتا ہے یعنی دونوں فریقوں کی رضامندی کے ساتھ۔

لوک عدالت کی خصوصیات (Characteristics of Lok Adalat)

اس میں عدالت کی کوئی فیس نہیں ہے۔ اگر عدالت میں زیر التواء قانونی چارہ جوئی میں عدالتی فیس بھی جمع کر دی جاتی ہے، تو لوک عدالت میں تنازعہ طے ہو جانے کے بعد فیس واپس کر دی جاتی ہے۔ اس میں دونوں فریق جج کے ساتھ یا تو خود یا ایڈوکیٹ کے ذریعے بات کر سکتے ہیں جو باقاعدہ عدالت میں ممکن نہیں ہے۔ لوک عدالت کا بنیادی معیار غیر رسمی اور فوری انصاف پر مبنی ہے۔

لوک عدالت کی طرف سے پاس ایوارڈ دونوں جماعتوں کے لئے پابند ہے۔ اسے فرمان کہا جاتا ہے اور اس کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہوتی۔

18.4 ہائی کورٹ (High Court)

ہندوستانی واحد مربوط عدالتی نظام میں ہائی کورٹ کام کرتی ہے۔

سپریم کورٹ کے نیچے لیکن ماتحت عدالتوں کے اوپر۔ ایک ریاست میں عدلیہ ایک ہائی کورٹ اور ماتحت عدالتوں کے درجہ بندی پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہائی کورٹ ایک ریاست کی عدالتی انتظامیہ میں اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ ہائی کورٹ کا ادارہ ہندوستان میں 1862 میں اس وقت شروع ہوا جب کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں ہائی کورٹس قائم کی گئیں۔ 1866 میں الہ آباد میں چوتھی ہائی کورٹ قائم کی گئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ، ہر صوبے میں ہائی کورٹ کا قیام عمل میں آیا۔

برطانوی ہندوستان میں اس کی اپنی ہائی کورٹ تھی۔ 1950 کے بعد ہائی کورٹ ایک صوبے میں موجود متعلقہ ریاست کے لیے ہائی کورٹ بن گئی۔ ہندوستان کا دستور ہر ریاست کے لیے ایک ہائی کورٹ کا انتظام کرتا ہے، لیکن 1956 کے ساتویں ترمیمی ایکٹ نے پارلیمنٹ کو دو یا دو سے زیادہ ریاستوں یا دو یا زیادہ ریاستوں اور ایک مرکز کے زیر انتظام علاقے کے لیے مشترکہ ہائی کورٹ قائم کرنے کا اختیار دیا۔ ایک ہائی کورٹ کا علاقائی دائرہ اختیار ریاست کے علاقے کے ساتھ شریک ہے۔ اسی طرح، ایک مشترکہ ہائی کورٹ کا علاقائی دائرہ اختیار متعلقہ ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے ساتھ مل کر ہے۔ اس وقت ملک میں 25 ہائی کورٹس ہیں۔ ان میں سے چھ مشترکہ ہائی کورٹس ہیں۔ دہلی واحد مرکز کے زیر انتظام علاقہ ہے جس کی اپنی ایک ہائی کورٹ ہے (1966 سے)۔ دیگر مرکز کے زیر انتظام علاقے مختلف ریاستی ہائی کورٹس کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ پارلیمنٹ ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کو کسی بھی یونین ٹیریٹری تک بڑھا سکتی ہے یا ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کو کسی بھی یونین ٹیریٹری سے خارج کر سکتی ہے۔

نام، قیام کا سال، علاقائی دائرہ اختیار اور نشست (کے ساتھ تمام 25 ہائی کورٹس کے بیچ یا: خیر: کا تذکرہ اس باب کے آخر میں ٹیبل 4.1 میں دیا گیا ہے۔ دستور کے حصہ VI میں آرٹیکل 214 سے 231 تک ہائی کورٹس کی تنظیم، آزادی، دائرہ اختیار، اختیارات، طریقہ کار اور اسی طرح سے متعلق ہیں۔

ہر ہائی کورٹ (چاہے خصوصی ہو یا عام) چیف جسٹس اور ایسے دو سرے ججوں پر مشتمل ہوتی ہے جیسا کہ صدر وقتاً فوقتاً تقرری کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ اس طرح، دستور ہائی کورٹ کی طاقت کی وضاحت نہیں کرتا اور اسے صدر کی صوابدید پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے مطابق، صدر وقتاً فوقتاً ہائی کورٹ کی طاقت کا تعین اس کے کام کے بوجھ کے لحاظ سے کرتا ہے۔

18.4.1 ججوں کی تقرری (Appointment of Judges)

ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر صدر کرتے ہیں۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر کے ذریعہ چیف جسٹس آف انڈیا اور متعلقہ ریاست کے گورنر سے مشاورت کے بعد کیا جاتا ہے۔ دیگر ججوں کی تقرری کے لیے متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے بھی مشاورت کی جاتی ہے۔ دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے لیے مشترکہ ہائی کورٹ کے معاملے میں، تمام متعلقہ ریاستوں کے گورنروں سے صدر مشورہ کیا کرتا ہے۔

سیکنڈ ججز کیس (1993) میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ۔ ہائی کورٹ کے جج کی تقرری کی جاسکتی ہے، جب تک کہ وہ اندر نہ ہو۔ چیف جسٹس آف انڈیا کی رائے کے مطابق۔ تیسرے جج کیس (1998) میں سپریم کورٹ نے رائے دی کہ ان کی تقرری کے معاملے میں ہائی کورٹ کے ججوں، چیف جسٹس آف انڈیا کو ایک کالجیم سے مشورہ کرنا چاہیے۔ سپریم کورٹ کے سینئر ترین ججز۔ اس طرح، چیف کی واحد رائے صرف ہندوستان کا انصاف مشاورت کے عمل کو تشکیل نہیں دیتی۔

2014 کے 99 ویں دستوری ترمیمی ایکٹ اور 2014 کے نیشنل جوڈیشل اپوائنٹمنٹ کمیشن ایکٹ نے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس میں ججوں کی تقرری کے کالجیم سسٹم کی جگہ ایک نئی باڈی بنا دی ہے جسے نیشنل جوڈیشل اپوائنٹمنٹ کمیشن (NJAC) کہا جاتا ہے۔ تاہم، 2015 میں، سپریم کورٹ نے 99 ویں دستوری ترمیم کے ساتھ ساتھ NJAC ایکٹ دونوں کو غیر دستوری اور کالعدم قرار دیا ہے۔

نتیجتاً، پہلے کا کالجیم نظام دوبارہ فعال ہو گیا۔ یہ فیصلہ سپریم کورٹ نے فور تھ ججز کیس (2015) میں سنایا۔ عدالت نے رائے دی کہ نیا نظام (یعنی این جے اے سی) عدلیہ کی آزادی کو متاثر کرے گا۔

18.4.2 ججوں کی اہلیت (Qualifications of Judges)

ہائی کورٹ کے جج کے طور پر تعینات ہونے والے شخص کے لیے درج ذیل اہلیت ہونی چاہیے:

1۔ اسے ہندوستان کا شہری ہونا چاہیے۔

2۔ اسے ہندوستان کے علاقے میں دس سال تک عدالتی دفتر رکھنا چاہیے۔ یا (b) اسے ہائی کورٹ (یا ہائی کورٹس) کے وکیل ہونے کا دس سال کا تجربہ چاہیے۔ مندرجہ بالا سے، یہ واضح ہے کہ دستور نے ایک کا تعین نہیں کیا ہے

ہائی کورٹ کے جج کے طور پر تقرری کے لیے کم از کم عم 35 سال اور اس کے ریٹائرمنٹ کے لیے 62 رکھا گیا ہے۔ ہائی کورٹ کے جج کے طور پر ایک ممتاز قانون دان کی تقرری کو ترجیح دی گئی ہے۔

18.4.3 حلف (Oath of Judges)

ایک شخص جسے ہائی کورٹ کا جج مقرر کیا گیا ہو، اپنے دفتر میں داخل ہونے سے پہلے، حلف لینا اور اس کی رکیت لینی پڑتی ہے۔

ریاست کے گورنر یا اس مقصد کے لیے اس کی طرف سے مقرر کردہ کسی شخص کے سامنے تصدیق کی جاتی ہے۔ اپنے حلف میں، ہائی کورٹ کے جج قسم کھاتے ہیں:

1. ہندوستان کے دستور پر سچا ایمان اور وفاداری رکھنا۔

2. ہندوستان کی خود مختاری اور سالمیت کو برقرار رکھنا۔

3. صحیح اور ایمانداری سے اور اپنی بہترین صلاحیت، علم اور فیصلہ دفتر کے فرائض بلا خوف و خطرہ کے انجام دیتا ہے۔

4. دستور اور قوانین کو برقرار رکھنا شامل ہے۔

18.4.4 ججوں کی میعاد (Tenure of Judges)

دستور نے کسی ہائی کورٹ کے جج کی میعاد کا تعین نہیں کیا ہے۔ تاہم، یہ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل چار دفعات ہیں۔

1۔ وہ 62 سال کی عمر تک اس عہدے پر فائز رہتا ہے۔ اگر کوئی سوال ان کی عمر کے بارے میں اٹھتی ہے تو صدر کو چیف جسٹس آف انڈیا سے مشاورت کے بعد فیصلہ کرنا ہے اور صدر کا فیصلہ حتمی سمجھا جاتا ہے۔

2۔ وہ صدر کو خط لکھ کر اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔

3۔ اُسے صدر کے ذریعہ اپنے عہدے سے پارلیمنٹ کی سفارش پر ہٹایا جاسکتا ہے۔

4۔ وہ اپنا عہدہ اس وقت خالی کرتا ہے جب اسے سپریم کورٹ کا جج مقرر کیا جاتا ہے یا جب اس کا تبادلہ کسی اور ہائی کورٹ میں ہوتا ہے۔

18.5 فاسٹ ٹریک کورٹ (Fast Track Court)

یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ ہے، ان کو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم اور زیر سماعت وعدوں کے فوری تصرف کے لیے تشکیل دیا گیا ہے۔ یہ ایڈیشنل سیشن کورٹ کو طویل التواء میں پائے جانے والے جرائم کو جلد از جلد نمٹانے اور زیر سماعت وعدوں کے تحت تشکیل دیا گیا ہے۔ اس کے پیچھے وجہ یہ تھی کہ طویل قانونی چارہ جوئی کی وجہ سے انصاف کا نقصان ہوتا تھا اور انصاف کی قابو پانے کی طاقت کم ہو جاتی تھی اور جیل میں قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ سنہ 2000 میں گیارہواں دفعہ دستور انس کمیشن تشکیل دیا گیا جس کے چیئرمین پروفیسر سید علی محمد خسرو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وی سی تھے۔ کمیشن نے عدالتوں میں زیر التواء مقدمات نمٹانے کے لیے 1734 فاسٹ ٹریک عدالتیں بنانے کی سفارش کی۔ ججوں کا انتخاب متعلقہ ریاستوں کی ہائی کورٹ کرتے ہیں۔ فاسٹ ٹریک کورٹ کے ججوں کو ایڈہاک بنیاد پر مقرر کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر بھرتی کے تین ذرائع ہیں۔ پہلے اہل عدالتی افسران کی ترقی؛ دوسرا، ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں کی تقرری اور تیسرا متعلقہ ریاست کے بار کے ممبر۔ ابتدائی طور پر فاسٹ ٹریک عدالتیں پانچ سال (2000-2005) کی مدت کے لیے قائم کی گئیں۔ تاہم، 2005 میں، عدالت عظمیٰ نے مرکزی حکومت کو یہ اسکیم جاری رکھنے کی ہدایت کی۔

18.6 عدلیہ کے فرائض (Functions of Judiciary)

عدلیہ کسی بھی حکومت کی روشنی ہے۔ سیاسی نظام کی نوعیت اس کے فرائض کا نظم و ضبط ہے۔ یہ وفاقی حکمرانی کے نظام میں متوازن کے

طور پر کام کرتا ہے۔ قانون اور دستور کا ترجمان ہونے کی وجہ سے، اسے شہری آزادیوں اور حقوق کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ لارڈ برائس نے اسے گڈ گورننس (Good governance) کی آزمائش قرار دیا۔ گارنر نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر محکمہ میں انصاف موجود نہیں ہے تو سول سوسائٹی نہیں بن سکتی۔ عدلیہ کے مندرجہ ذیل اہم فرائض ہیں۔

1- فیصلہ کرنا: عدلیہ کا بنیادی کام انصاف کرنا ہے۔ جو شخص قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو عاملہ اسے پکڑ کر عدالتوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔ عدلیہ فوجداری اور دیوانی دونوں طرح کے مقدمات میں جج کرتی ہے۔ شہریوں کے مابین اکثر شہری لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں جب کہ فوجداری معاملات میں ایک طرف حکومت اور دوسری طرف شہری شامل ہوتے ہیں۔

2- قانون کی ترجمانی کرنا: عدلیہ عاملہ اور مقننہ کے ذریعے بنائے گئے قوانین کی ترجمانی کرتی ہے۔ کئی بار قوانین غیر واضح اور دستور کے منافی ہوتے ہیں۔ ان کی وضاحت کیے بغیر ان پر عملدرآمد کا مطلب انسانی حقوق اور آزادیوں کو سلب کرنے جیسا ہوگا۔ عدلیہ ہی اعلیٰ طاقت ہونے کے سبب اس طرح کے قوانین کی حتمی ترجمان ہوتی ہے۔ اگر کوئی قانون واضح نہیں ہے تو ہندوستان اور امریکہ میں عدلیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ذہانت، صوابدید اور اخلاقیات کی بنا پر فیصلہ کرے۔

3- دستور کی حفاظت کرنا: عدلیہ ہی دستور کی اصل محافظ ہے۔ دستور کے وقار اور تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے، وہ مقننہ اور عاملہ کے ذریعہ دستور کے خلاف بنائے گئے قوانین کو غیر دستوری قرار دے سکتی ہے۔ عدلیہ کو ہندوستان اور امریکہ میں عدالتی فیصلوں کے جائزے کا حق حاصل ہے

4- شہری حقوق اور آزادیوں کا تحفظ: ہر ملک میں عدلیہ کو شہری آزادیوں اور حقوق کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے تحفظ کے لیے، عدلیہ حکومت کو خود مختاری سے روکتی ہے اور بنیادی حقوق کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں کسی بھی شہری یا ادارے کو سزا دیتی ہے۔ ان کی حفاظت کے لیے، وہ فیصلے بھی جاری کر سکتی ہے۔ اگر کسی شخص کے حقوق اور آزادیوں کو کوئی نقصان پہنچا ہے تو وہ عدلیہ میں پناہ لے سکتا ہے۔ بنیادی حقوق کی آزادی کے تحفظ کے لیے، عدلیہ کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ عاملہ اور مقننہ کے ذریعے بنائے گئے قوانین کو غیر قانونی قرار دے۔ لہذا، عدلیہ شہری آزادیوں کے حقوق کی محافظ ہے۔

5- مشاورتی کام: بہت سے ممالک میں، عدلیہ حکومت کو مشورہ بھی دیتی ہے۔ لیکن عدلیہ کے مشورے کو قبول کرنا ہے یا نہیں اس کا انحصار حکومت کی مرضی پر ہے۔ عدلیہ اس کے لیے حکومت کو مجبور نہیں کر سکتی۔ ہندوستان میں بھی صدر نے کئی معاملات میں سپریم کورٹ سے مشاورت کی ہے۔ کینیڈا، آسٹریلیا، سویڈن، پاناما وغیرہ میں بھی عدلیہ سے مشورہ کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدلیہ شہری حقوق اور آزادی کا محافظ ہے۔ دستور کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے، یہ حکومت کے دیگر دو اعضاء کو کنٹرول کرنے کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔

18.7 عدلیہ کی آزادی (Independence of Judiciary)

عدلیہ سیاسی عمل کا ایک حصہ ہے جو شہری آزادیوں اور حقوق کو حکومت یا سیاسی طاقت کے غلط استعمال سے بچاتا ہے۔ اس وجہ سے، خود عدلیہ کا غیر جانبدار اور خود مختار ہونا ضروری ہے تاکہ اس سے عوام کو کوئی پریشانی نہ ہو اور وہ شہری آزادیوں اور حقوق کے تحفظ کے کام میں رکاوٹ نہ بنے۔ عدلیہ کی آزادی جمہوریت کی کامیابی کی اساس ہے۔ وفاقی اور صدارتی حکمرانی والے ممالک کے ساتھ ساتھ آمرانہ حکومتوں والی ریاستوں میں بھی عدلیہ کی آزادی بہت اہم ہے۔ ہیملٹن نے لکھا کہ "کسی بھی ملک کا قانون کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، یہ آزاد اور غیر جانبدار محکمہ انصاف کے بغیر بے جان ہے۔" وفاقی حکومت کے نظاموں میں، عدلیہ کی آزادی اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ صرف منصفانہ اور آزاد عدلیہ ہی مرکز اور ریاستوں کے مابین تنازعات کو صحیح طریقے سے حل کر سکتی ہے۔ گارنر نے عدلیہ کی آزادی کو لازمی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ "اگر ججوں میں صلاحیت، سچائی اور فیصلے دینے کی آزادی نہیں ہے تو اس کے بعد عاملہ کا پورا ڈھانچہ کھوکھلا دکھائی دے گا اور اس بلند مقصد کو حاصل نہیں کر سکے گا جس کے لیے وہ بنایا گیا ہے۔"

عدلیہ کی آزادی کا مطلب (Meaning of Judiciary Freedom) عدلیہ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ جج اپنا فیصلہ دیتے وقت اپنی صوابدید پر عمل کریں اور بیرونی دباؤ سے آزاد رہیں، یعنی عاملہ اور مقننہ کے مداخلت سے۔ عدلیہ کی آزادی کی تعریف کرتے ہوئے سی ایف اسٹرانگ نے لکھا، "عدلیہ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ججوں میں بدعنوانی نہیں ہونی چاہئے اور انہیں مقننہ اور عاملہ کے ذریعے کنٹرول نہیں کیا جانا چاہئے۔" عدلیہ کی آزادی عدالتی غیر جانبداری کی بنیاد ہے۔

18.8 عدالتی نظر ثانی کی طاقت (Power of Judicial Review)

عدالتی نظر ثانی ہائی کورٹ کا اختیار ہے کہ وہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے قانون سازی اور انتظامی احکامات کی دستوری حیثیت کا جائزہ لے۔ جانچ پڑتال کرنے پر اگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دستور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں (الٹرا وائرس)، تو انہیں ہائی کورٹ غیر قانونی، غیر دستوری اور ناجائز (Null and void) قرار دے سکتی ہے۔ نتیجتاً، حکومت کی طرف سے ان کو نافذ نہیں کیا جاسکتا اگرچہ عدالتی نظر ثانی کا جملہ کہیں بھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ دستور، آرٹیکل 13 اور 226 کی دفعات واضح طور پر ہائی کورٹ کو عدالتی نظر ثانی کا اختیار دیتی ہیں۔ کسی قانون سازی کے نفاذ یا عاملہ آرڈر کی دستوری جواز کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل تین بنیادوں پر:

(a) یہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے (حصہ III)

(b) یہ اس اتھارٹی کی اہلیت سے باہر ہے جس نے اسے بنایا ہے، اور

(c) یہ دستوری دفعات کے منافی ہے۔

1976 کے 42 ویں ترمیمی ایکٹ نے ہائی کورٹ کے عدالتی نظر ثانی کے اختیارات کو کم کر دیا۔ اس نے ہائی کورٹس کو کسی بھی مرکزی قانون کے دستوری جواز پر غور کرنے سے روک دیا۔ تاہم، 1977 کے 43 ویں ترمیمی ایکٹ نے اصل پوزیشن کو بحال کر دیا۔

18.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcome)

اس اکائی کے مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے

- سپریم کورٹ اور اس کی ساخت کو جاننا۔
- چیف جسٹس اور اس اہلیت، تقرر اور اس کی معیاد کی بھی معلومات حاصل کی۔
- ہائی کورٹ کی ساخت کیا ہے اس کو بھی سمجھا۔
- ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر، اہلیت اور حلف لینے کو بھی تفصیل سے جاننا۔

18.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

- چیف جسٹس : سپریم کورٹ کا سب سے اعلیٰ جج
- سول کورٹ : غیر جرایم پر مبنی عدالت
- کریمینل کورٹ : صرف جرایم پر مبنی عدالت
- عدالتی نظر ثانی : اس کے تحت اعلیٰ عدالت عاملہ کے ذریعہ بنائے گئے قانون کی تجزیہ کرتا ہے،

18.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

18.10.1 - معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ ہندوستان کے سپریم کورٹ کا افتتاح کس ایکٹ کے تحت ہوا؟

(a) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 (b) حکومت ہند ایکٹ 1919 (c) پٹس انڈیا ایکٹ 1773 (d) ان میں سے کوئی نہیں

2۔ ہندوستان کے سپریم کورٹ کا افتتاح کب ہوا؟

(a) 28 جنوری 1950 (b) 18 جنوری 1950 (c) 28 جنوری 1952 (d) 21 جنوری 1955

3۔ ہندوستان کے سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد کتنی ہے؟

34(d)

32(c)

31(b)

30(a)

4۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر کون کرتا ہے؟

(a) صدر ہندوستان (b) وزیراعظم (c) پارلیمنٹ (d) وزارت انصاف

5۔ کون سپریم کورٹ کے جج کو برطرف کر سکتا ہے؟

(a) چیف جسٹس (b) صرف صدر ہندوستان (c) صرف پارلیمنٹ (d) صدر، پارلیمنٹ دونوں

6۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا آرٹیکل سپریم کورٹ کے قیام کے بارے میں بات کرتا ہے؟

(a) آرٹیکل 176 (b) آرٹیکل 153 (c) آرٹیکل 124 (d) آرٹیکل 324

7۔ اس وقت ہندوستان میں ہائی کورٹس کی تعداد کتنی ہے؟

(a) 25 (b) 28 (c) 29 (d) 21

8۔ ہندوستان کی فیملی عدالتیں کس ایکٹ کے ذریعہ قائم کی گئیں؟

(a) ایکٹ 1984 (b) ایکٹ 1985 (c) ایکٹ 1986 (d) ایکٹ 1988

9۔ ہمارے دستور کا آخری ترجمان کون ہے؟

(a) عدلیہ (b) حکومت (c) ایگزیکٹو (d) وزارت انصاف

10۔ موجودہ برطانوی عدالتی نظام کی بنیاد کن قوانین پر رکھی گئی ہے؟

(a) عمومی قوانین (b) خصوصی قوانین (c) لیگل قوانین (d) ان میں سے کچھ نہیں

18.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستانی سپریم کورٹ کی ساخت پر مختصر نوٹ لکھئے۔

2. ہندوستان میں فیملی کورٹ کے مقاصد اور اس کے فرائض کی وضاحت کیجئے۔

3. فاسٹ ٹریک کورٹ کی ہندوستان میں ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

4. نظام عدل کی ضرورت کیوں درکار ہے؟ واضح کیجئے۔

5. تمام جمہوری ممالک میں آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ کے نظام کی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔

18.10.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندوستانی عدلیہ پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
2. عدلیہ کی آزادی پر ایک نوٹ لکھئے۔
3. عدلیہ کے فرائض کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

18.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Baxi, Upendra, (1986), Towards A Sociology of Indian Law, Satvahan, New Delhi
 2. Basu, D.D. (1972), Limited Government and Judicial Review.
 3. Lingat, Robert (1973), The Classical Law of India, Thomson Press, New Delhi.
 4. Stokes, Eric, (1959), The English Utilitarian & India, Cambridge, London.
- Dr. S.R. Myneni (2021) Legal System in the World (Comparative Law)



اکائی 19- سپریم کورٹ: ڈھانچہ اور دائرہ اختیار

(Supreme Court: Composition and Jurisdiction)

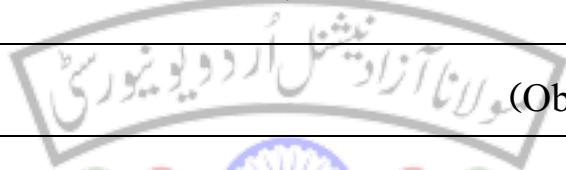
اکائی کے اجزا:

تمہید	19.0
مقاصد	19.1
سپریم کورٹ کا ڈھانچہ	19.2
سپریم کورٹ کی آزادی	19.3
سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار	19.4
اکتسابی نتائج	19.5
کلیدی الفاظ	19.6
نمونہ امتحانی سوالات	19.7
معروضی جوابات کے حامل سوالات	19.7.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	19.7.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	19.7.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	19.8

19.0 تمہید (Introduction)

حکومت کے تین اعضاء ہیں۔ مقننہ، عاملہ اور عدلیہ۔ جن میں عدلیہ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ لارڈ برائیس (Lord Bryce) نے کیا تھا کہ ”حکومت کی عہدگی کی جانچ عدلیہ کی کارکردگی سے بہتر کوئی نہیں۔ لارڈ برائیس کے ان الفاظ سے عدلیہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ عدلیہ حکومت کا وہ ادارہ ہے جو شہریوں کے بنیادی حقوق اور آئین کی تحفظ میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، عدلیہ ایک طرف حکومت اور عوام کے درمیان توازن پیدا کرتی ہے اور دوسری طرف عوام کے درمیان انصاف رسانی کا کام انجام دیتی ہے۔ اس انصاف رسانی کی بنیاد قانون کی حکمرانی قائم رکھنے اور قانون کی بالادستی کی یقین دہانی ہے۔ عدلیہ قانون کی روشنی میں تنازعات حل کرتی ہے اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جمہوریت کسی فرد یا جماعت کو مطلق العنانیت عطا نہ کرے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہریوں کے حقوق و آزادیوں اور جمہوریت کی کامیاب کار و مدار بڑی حد تک عدلیہ کی تنظیم پر ہے۔

دنیا کے اکثر ممالک میں عدلیہ بہتر طور پر منظم نہیں ہے۔ اسی طرح عدلیہ کی تنظیم بھی یکساں نہیں ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ صرف جمہوری مملکتوں میں ہی عدلیہ منظم ہے جبکہ مطلق العنان مملکتوں میں عدلیہ نہ تو منظم ہے اور نہ آزادانہ طور پر کام کر سکتی ہے۔ ہندوستان جو ایک جمہوری خصوصاً وفاقی مملکت ہے میں عدلیہ کی ایک واضح شکل اور تنظیم ہے دنیا کے دوسری وفاقی نظاموں کے برخلاف ہندوستان کا آئین واحد اور متحد عدالتی نظام فراہم کرتا ہے جس میں مرکزی سطح پر سپریم کورٹ اور ریاستی سطح پر ہائی کورٹ اور ضلعی سطح پر دوسری سطحی عدالتیں کام کرتی ہیں۔ یہ واحد و متحد عدالتی نظام گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 سے لیا گیا ہے اور مرکزی و ریاستی دونوں حکومتوں کے قوانین کو نافذ کرتی ہے جبکہ امریکا (USA) میں ڈبل عدالتی نظام (Double System) ہے۔ یعنی وفاقی عدالت (Federal Judiciary) وفاقی قوانین نافذ کرتا ہے اور ریاستی عدالت (State Judiciary) ریاستی قوانین نافذ کرتی ہے جبکہ ہندوستان میں واحد و متحد عدالتی نظام (Integrated Judiciary) ہے۔



19.1 مقاصد (Objectives)

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ بی۔ اے (B.A.) کے طلبہ کو اردو کی عام فہم زبان میں ہندوستان کے سپریم کورٹ (Supreme Court) کے ڈھانچے (Composition) اور دائرہ اختیار (Jurisdiction) سے روشناس کرانا ہے تاکہ طلبہ یہ سمجھنے کے قابل ہو جائیں کہ دستور ہند میں سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر اور برطرفی کیسے ہوتی ہے اور کیسے سپریم کورٹ کی آزادی کا تحفظ کیا گیا اور سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار کیا ہے۔

19.2 سپریم کورٹ کا ڈھانچہ (Composition of Supreme Court)

ہندوستان میں سپریم کورٹ اعلیٰ ترین عدالت ہے جس کی افتتاح 28 جنوری 1950 میں کی گئی۔ اس سپریم کورٹ نے نہ صرف اپنی سابقہ عدالت یعنی وفاقی عدلیہ (Federal Court of India) جو کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت تشکیل دیا گیا تھا، کی جگہ لی، بلکہ اس کا دائرہ اختیار بھی سابقہ عدالت سے کافی وسیع اور بڑا ہے۔ ہندوستان کے دستور میں دفعہ 124 سے لے کر 147 تک سپریم کورٹ کے ڈھانچے، اس کی آزادی اور اس کے دائرہ اختیار کے ساتھ ڈیل (Deal) کرتے ہیں۔

آرٹیکل-124 (D) کہتا ہے کہ ہندوستان کی ایک سپریم کورٹ ہوگی جو ایک چیف جسٹس اور جب تک پارلیمنٹ قانون کے ذریعے اس سے زیادہ مقرر نہ کرے۔ سات دیگر ججوں پر مشتمل ہوگئی۔ پارلیمنٹ نے 1956 میں بتدریج ججوں کی تعداد بڑھا کر دس کر دی پھر 1960 میں تیرہ (13) کر دی اور 1977 اور 1986 میں سترہ اور پچیس کر دی لیکن 2009 میں ججوں کی تعداد کو بڑھا کر تیس کر دیا گیا۔

ججوں کا تقرر (Appointment of Judges)

سپریم کورٹ کے اعلیٰ جج (Chief Justice) کا تقرر صدر اپنے دستخط اور مہر سے کرتا ہے ایسے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں سے مشورہ اور صلاح کے بعد جنہیں صدر ضروری سمجھے۔ جہاں تک چیف جسٹس کی تقرری کا تعلق ہے ہندوستان میں یہ روایت ہے کہ سپریم کورٹ کے سب سے بزرگ (Senior) جج کو چیف جسٹس بنایا جاتا ہے لیکن بزرگ ججوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اے۔ این۔ رے کا تقرر بطور چیف جسٹس کیا گیا۔ دوسری بار جسٹس ایچ۔ آر۔ کھنہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ایم۔ یو۔ بیگ کا تقرر کیا گیا۔ حکومت کی اس (discretion) کو دوسرے ججوں کے کیس (The Second Judges Case 1993) میں سپریم کورٹ نے ختم کیا اور یہ فیصلہ دیا کہ چیف جسٹس کے عہدے پر صرف سینئر ترین جج کو ہی مقرر کرنا چاہیے۔

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے دوسرے ججوں کا تقرر، چیف جسٹس سے مشورہ کے بعد صدر جمہوریہ کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا صدر جمہوریہ چیف جسٹس کے مشورہ کا پابند ہے۔ یہ مسئلہ بار بار سپریم کورٹ کے سامنے آیا اور First Judges Case 1982 میں یہ رائے قائم کی کہ چیف جسٹس کا رول محض مشاورتی ہے۔ پھر سپریم کورٹ نے Second Judges Case 1993 میں اپنی پہلی رائے کو تبدیل کرتے یہ فیصلہ دیا کہ صدر جمہوریہ کو چیف جسٹس کا مشورہ تسلیم کرنا چاہیئے۔ بالآخر سپریم کورٹ نے Third Judges Case 1998 میں ایک نیا اور انوکھا طریقہ قائم کیا اور یہ تجویز کیا کہ سپریم کورٹ کے چار بزرگ ججوں کے مشورہ سے چیف جسٹس ان اشخاص کے نام تجویز کرے گا جن کا تقرر ہو سکتا ہے۔ اس طرح سپریم کورٹ نے اصول مجلسی اختیار کیا تاکہ تقرری کے لئے نام تجویز کئے جاسکیں۔

ججوں کی اہلیت (Qualifications of Judges)

ہندوستان کا آئین کہتا ہے کہ کوئی شخص سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے تقرر کا اہل نہ ہو گا جب تک کہ وہ

- بھارت کا شہری نہ ہو۔
- کسی ہائی کورٹ کا کم سے کم متواتر پانچ سال تک جج نہ رہا ہو، یا
- کسی ہائی کورٹ کا کم سے کم متواتر دس سال تک وکیل نہ رہا ہو، یا
- صدر کی رائے میں ایک ممتاز قانون داں نہ ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی دستور نے سپریم کورٹ کے جج کی تقرری کے لئے کم از کم عمر کا تعین نہیں کیا ہے۔

ججوں کا حلف (Oath of Judges)

ہر شخص جس کا تقرر سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے کیا گیا ہو، اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے صدر یا کسی ایسے شخص کے سامنے جس کو صدر نے مقرر کیا ہو حلف لے گا اور اپنے حلف میں قسم لے گا کہ:

- وہ ہندوستان کے دستور پر سچا ایمان اور وفاداری کرے گا۔

- ہندوستان کی خود مختاری اور سالمیت کو برقرار رکھے گا۔
- صحیح اور دیانتداری سے اور اپنی بہترین صلاحیت، علم اور فیصلہ کے ساتھ دفتر کے فرائض کو بغیر کسی خوف، احسان اور پیار کے انجام دے گا۔
- آئین اور قانون کی پاسداری کرے گا۔

ججوں کی میعاد (Tenure of Judges)

آئین ہند نے سپریم کورٹ کے جج کی مدت ملازمت کا تعین نہیں کیا ہے تاہم، اس سلسلے میں درج ذیل تین دفعات فراہم کرتا ہے۔

- وہ 65 سال کی عمر تک اس عہدے پر فائز رہتے ہیں۔ اس کی عمر سے متعلق کسی بھی سوال کا تعین اس اتھارٹی (Authority) کے ذریعہ اور اس طریقے سے کیا جانا چاہیے جیسا کہ پارلیمنٹ نے فراہم کیا ہے۔
- وہ صدر کو خط لکھ کر اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔
- پارلیمنٹ کی سفارش پر صدر اس کو اپنے عہدے سے ہٹا سکتا ہے۔

ججوں کی برطرفی (Removal of Judges)

سپریم کورٹ کے جج کو صدر کے حکم سے اس کے عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ صدر برطرفی کا حکم تب ہی جاری کر سکتا ہے جب پارلیمنٹ کی طرف سے برطرفی کا مکتوب اسی اجلاس میں صدر کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس برطرفی کے مکتوب کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی مخصوص اکثریت کی حمایت حاصل ہونی ضروری ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اب تک سپریم کورٹ کے کسی جج کو برطرف نہیں کیا گیا ہے۔

تنخواہیں اور الاؤنسز (Salaries and Allowances)

سپریم کورٹ کے ججوں کی تنخواہوں، الاؤنسز، مراعات، چھٹی اور پنشن کا تعین وقتاً فوقتاً پارلیمنٹ کرتی ہے۔ ان کی تقرری کے بعد ان چیزوں میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی سوائے مالیاتی ایمر جنسی کے دوران۔

قائم مقام اعلیٰ جج (Acting Chief Justice)

آرٹیکل 126 کہتا ہے کہ جب ہندوستان کے اعلیٰ جج کا عہدہ خالی ہو یا جب اعلیٰ جج غیر حاضریا اپنے عہدہ کے فرائض انجام دینے کے قابل نہ ہو، تو اس صورت میں صدر سپریم کورٹ کے دوسرے ججوں میں سے کسی ایک کو قائم مقام اعلیٰ جج مقرر کرے گا تو اس عہدے کے فرائض انجام دے گا۔

ایڈ ہاک جج (Adhoc Judge)

آرٹیکل 127(1) کہتا ہے کہ اگر کسی وقت سپریم کورٹ کے ججوں کا کورم (quorum) عدالت کے کسی اجلاس کو منعقد کرنے یا جاری رکھنے کے لیے پورا نہ ہو تو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس صدر کی ماقبل منظوری سے اور متعلقہ ہائی کورٹ کے اعلیٰ جج سے صلاح کے

بعد کسی ہائی کورٹ کے ایسے جج کو جو سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے تقرر کیے جانے کی باضابطہ اہلیت رکھتا ہو، ایڈہاک جج کی حیثیت سے اتنی مدت کے لئے جو ضروری ہو۔ عدالت کے اجلاسوں میں شرکت کی تحریری استدعا کر سکے گا۔ اس طرح نامزد کیے ہوئے جج کا فرض ہوگا کہ وہ اپنے عہدہ کے دیگر فرائض پر ترجیح دے کر سپریم کورٹ کے اجلاسوں میں اس وقت اور اس کی مدت کے لیے، جس میں اس کی شرکت درکار ہو، شریک ہو اور جب وہ اس طرح شریک رہے تو اس کو سپریم کورٹ کے جج کے تمام اختیارات سماعت، اختیارات اور مراعات حاصل ہوں گی اور وہ اس کے فرائض انجام دے گا۔

ریٹائرڈ ججز (Retired Judges)

کسی بھی وقت ہندوستان کا چیف جسٹس سپریم کورٹ کے کسی ریٹائرڈ جج یا ہائی کورٹ کے کسی ایسے ریٹائرڈ جج کو سپریم کورٹ کے جج کے طور پر تقرری کی اہلیت رکھتا ہو، درخواست کر سکتا ہے کہ وہ سپریم کورٹ کے جج کے طور پر عارضی مدت کے لئے کام کرے۔ چیف جسٹس ایسا صرف صدر کی سابقہ رضامندی کے ساتھ ہی کر سکتا ہے اور اس شخص کی بھی جس سے بطور سپریم کورٹ جج مقرر کیا جائے گا اور وہ ان تمام الاؤنسوں کا مستحق ہوگا۔ جس کا صدر حکم کے ذریعے تعین کرے گا اور اس کو سپریم کورٹ کے جج کے تمام اختیارات سماعت، اختیارات اور مراعات حاصل ہوں گی لیکن اس کا دیگر طور سے اس عدالت کا جج ہونا متصور نہ ہوگا۔

سپریم کورٹ کی نشست (Seat of Supreme Court)

آئین ہند، دہلی کو سپریم کورٹ کی نشست قرار دیتا ہے۔ لیکن دستور ہندوستان کے چیف جسٹس کو سپریم کورٹ کی نشست کے طور پر دوسری جگہ یا جگہوں کو مقرر کرنے کا اختیار بھی دیتا ہے اور وہ اس سلسلے میں صدر کی منظوری سے ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہ فراہمی صرف اختیاری ہے لازمی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی عدالت صدر یا چیف جسٹس کو سپریم کورٹ کی نشست کے طور پر کسی اور جگہ تعینات کرنے کے لئے کوئی ہدایت نہیں دے سکتی ہے۔

19.3 سپریم کورٹ کی آزادی (Independence of Supreme Court)

سپریم کورٹ کو ہندوستانی جمہوری سیاسی نظام میں بہت اہم کردار تفویض کیا گیا ہے۔ یہ ایک وفاقی عدالت ہے، اپیل کی اعلیٰ ترین عدالت، شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضامن اور دستور کی محافظ ہے۔ لہذا اس کی آزادی اس کے تفویض کردہ فرائض کی موثر ادائیگی کے لیے بہت ضروری ہوگئی۔

اسے عاملہ اور مقننہ کے تجاوزات، دباؤ اور مداخلت سے پاک ہونا چاہیئے۔ اور اسے بلا خوف و خطر انصاف کرنے دیا جائے۔ سپریم کورٹ کی اس اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے دستور نے سپریم کورٹ کی آزادی اور غیر جانبدارانہ کام کاج کو کئی طریقوں سے تحفظ کیا ہے جن میں سے کچھ درجہ ذیل ہیں۔

تقرری کا طریقہ (Mode of Appointment)

سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر صدر یعنی کابینہ کرتی ہے، لیکن سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی مشاورت سے۔ یہ طریقہ ایگزیکٹو کی مکمل مرضی کو ختم کرتی ہے اور اس بات کو بھی یقینی بناتی ہے کہ عدالتی تقرریاں کسی سیاسی یا عملی تحفظات پر مبنی نہ ہوں۔

میعاد کی حفاظت (Security of Tenure)

سپریم کورٹ کے ججوں کی میعاد کو سیکیورٹی فراہم کی گئی ہے۔ انہیں صرف اسی طریقے سے اور آئین میں دی گئی بنیادوں پر ہی عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صدر کی خوشنودی کے ججوں کو اپنے عہدے پر فائز رہنے کے لیے ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ صدر ان کی تقرری کرتا ہے۔ یہ اس حقیقت سے عیاں ہے کہ اب تک سپریم کورٹ کے کسی جج کو نہیں ہٹایا گیا۔

سروس کی مقررہ شرائط (Fixed Service Conditions)

ہرج کو ایسی تنخواہ، الاؤنس اور رخصت غیر حاضری اور وظیفہ پنشن ملے گا جس کا پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً تعین کرے۔ جج کے ان حقوق میں کوئی رد و بدل نہیں کیا جائے گا جو اس کے ناموافق ہو سوائے مالیاتی ایمر جنسی کے دوران۔

کنسولیڈیٹڈ فنڈ پر چارج کیے گئے اخراجات (Expenses Charges on Consolidated Fund)

ججوں اور عملے کی تنخواہیں، الاؤنسز اور پنشن کے ساتھ ساتھ سپریم کورٹ کے تمام انتظامی اخراجات ہندوستان کے کنسولیڈیٹڈ فنڈ پر عائد ہوتے ہیں لہذا اس کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری ضروری نہیں ہے۔

ججوں کے طرز عمل پر بات نہیں ہو سکتی (Conduct of Judges can not be discussed)

آئین، پارلیمنٹ میں یا کسی ریاستی مقننہ میں سپریم کورٹ کے ججوں کے طرز عمل کے حوالے سے کسی بھی بحث کی ممانعت کرتا ہے سوائے اس کے کہ جب پارلیمنٹ میں مواخذے کی تحریک زیر غور ہو۔

ریٹائرمنٹ کے بعد پریکٹس پر پابندی (Ban on Practice after Retirement)

سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں کو کسی بھی عدالت یا ہندوستان کی سرزمین میں کسی بھی اتھارٹی (Authority) کے سامنے وکالت کرنے سے منع کیا گیا ہے اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ جج مستقبل میں کچھ پانے کے لئے کسی کی حمایت نہ کریں۔

توہین کی سزا دینے کا اختیار (Power to punish for its contempt)

سپریم کورٹ کسی بھی شخص کو اس کی توہین پر سزا دے سکتی ہے۔ اس طرح، اس کے اعمال اور فیصلوں پر کوئی بھی تنقید اور مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہ اختیار سپریم کورٹ کی اتھارٹی، وقار اور عزت کو برقرار رکھنے کے لئے ہے۔

19.4 سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار (Jurisdiction of The Supreme)

آئین نے سپریم کورٹ کو بہت وسیع دائرہ اختیار اور وسیع اختیارات عطا کئے ہیں۔ یہ نہ صرف امریکی سپریم کورٹ جیسی وفاقی عدالت ہے بلکہ برطانوی ہاؤس آف لارڈز جیسی اپیل کی اعلیٰ ترین عدالت بھی ہے۔ یہ دستور کا حتمی ترجمان اور محافظ اور شہریوں کے بنیادی حقوق کا ضامن بھی ہے، مزید یہ کہ اس کے پاس مشاورتی اور نگرانی کے اختیارات بھی ہیں۔ لہذا دستور کے مسودہ سازی کمیٹی کے رکن، علاءی کرشنوامی عیار نے ریمارکس دیے ہیں کہ:

”بھارت کے سپریم کورٹ کے پاس دنیا کے دوسرے سپریم کورٹ سے زیادہ اختیارات ہیں۔“ سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار کو درج ذیل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔“

ابتدائی دائرہ اختیار (Original Jurisdiction)

ایک وفاقی عدالت کے طور پر، سپریم کورٹ ہندوستان فیڈریشن (Federation) کی مختلف اکائیوں کے درمیان تنازعات کا فیصلہ کرتی ہے۔ مزید تفصیل سے۔ اگر مرکز اور ایک یا زیادہ ریاستوں کے درمیان کوئی تنازعہ ہو، یا مرکز اور کوئی بھی ریاست یا ریاستیں ایک طرف اور ایک یا زیادہ ریاستیں دوسری طرف یا دو یا زیادہ ریاستوں کے درمیان کوئی تنازعہ ہو، اس قسم کے تنازعات کو طے کرنے کی ذمہ داری سپریم کورٹ کو دی گئی ہے۔ یہی ابتدائی دائرہ اختیار کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے تنازعات پر صرف سپریم کورٹ اختیار رکھتی ہے نہ کہ کوئی ہائی کورٹ اور اس قسم کے معاملات براہ راست سپریم کورٹ میں جاتے ہیں۔

حکم کا دائرہ اختیار (Writ Jurisdiction)

آئین نے سپریم کورٹ کو شہریوں کے بنیادی حقوق کا ضامن اور محافظ بنایا ہے۔ لہذا اگر کسی فرد کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہو وہ براہ راست اپنے حقوق کی بحالی کے لئے سپریم کورٹ سے رجوع کر سکتا ہے ایسے معاملات میں سپریم کورٹ خصوصی احکامات، عدالتی حکم ناموں (Writs) کی شکل میں جاری کر سکتا ہے۔ ہائی کورٹ بھی ایسے حکم نامے جاری کر سکتی ہیں۔ لہذا جس شخص کے حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہو وہ یا سپریم کورٹ سے رجوع کر سکتا ہے یا کوئی کورٹ سے ایسے حکم ناموں کے ذریعہ عدالت، عاملہ کو کسی مخصوص طریقہ سے کام کرنے کا حکم بھی جاری کر سکتی ہے۔ عدالتی حکم ناموں میں میسز کارپس (Habeas Corpus) مینڈیمس (Mandamus) ممانعت (Prohibition) کو وارنٹو (Quo-warrento) اور سرٹیوری (Certiorari) شامل ہیں۔

سماعتی دائرہ اختیار (Appellate Jurisdiction)

سپریم کورٹ اپیل کی اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف کوئی بھی شخص، سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی معقول وجہ نہ ہو تو ایسی صورت میں سپریم کورٹ کے کام کا بوجہ بلاوجہ بڑھ سکتا ہے۔ لہذا بلی عدالتوں اور ہائی کورٹ کے

فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کو کچھ شرائط کا پابند بنایا گیا ہے۔ ہائی کورٹ کو اس بات کی تصدیق کرنا ہوگی کہ یہ کیس اپیل کرنے کے لائق ہے۔ یعنی اس میں قانون یا دستور کی تشریح کا سنجیدہ معاملہ الجھا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ مجرمانہ معاملات (Criminal Matters) میں اگر کسی شخص کو نجلی عدالت موٹ کی سزا دیتی ہے تو اس کے خلاف ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔ اگر ہائی کورٹ نے اپیل کی اجازت نہیں دی تو سپریم کورٹ کو اختیار ہے یہ فیصلہ کرنے کا کہ اپیل کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ سماعتی دائرہ اختیار کے معنی ہیں کہ سپریم کورٹ اس معاملہ پر نظر ثانی کرے گی، اس کے قانونی پہلوؤں پر غور کرے گی۔ عدالت کے خیال میں اگر اس مخصوص معاملہ میں نجلی عدالت نے قانون اور دستور کو جس معنی میں لیا وہ اس کے اپنے معنی سے مختلف ہے تو سپریم کورٹ فیصلہ بدل دے گی اور متعلقہ دستور کی دفعہ یا قانون کی نئی تشریح پیش کرے گی۔ سپریم کورٹ کی طرح ہائی کورٹ کو بھی سماعتی اختیارات حاصل ہیں۔

مشاورتی دائرہ اختیار (Advisory Jurisdiction)

آرٹیکل 143 کے تحت سپریم کورٹ کی مشاورتی اختیارات بھی حاصل ہیں۔ اس کے معنی یہ ہے کہ صدر جمہوریہ ہند، عوام کی اہمیت کا کوئی بھی معاملہ یا دستور کی تشریح کا معاملہ، مشورہ کے لئے سپریم کورٹ بھیج سکتا ہے۔ لیکن ایسے معاملات میں سپریم کورٹ مشورہ دینے کا پابند نہیں ہے۔ اگر مشورہ دیتا بھی ہے تو صدر بھی اسکو ماننے کا پابند نہیں ہے۔ پھر سپریم کورٹ کے مشاورتی اختیار کا کیا فائدہ ہے۔ پہلا یہ کہ اس سے قبل کہ حکومت کوئی قدیم اٹھائے خاص طور سے کسی عوامی اہمیت کے معاملہ میں، وہ قانونی مشورہ مانگ سکتی ہے تاکہ بعد کی غیر ضروری مقدمہ بازی سے خود کو محفوظ کیا جاسکے۔ دوسرا، سپریم کورٹ کے مشورہ کی روشنی میں حکومت اپنے عمل یا قانون سازی میں مناسب تبدیلیاں کر سکتی ہیں۔

ریکارڈ کی عدالت (A Court of Record)

ریکارڈ کی عدالت کے طور پر، سپریم کورٹ کے پاس دو اختیارات ہیں، پہلا، سپریم کورٹ کے فیصلوں، کاروائیوں اور اعمال کو ہمیشہ یاد رکھنے اور گواہی کے لئے ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ یہ ریکارڈ قابل ثبوت تسلیم کیے جاتے ہیں اور کسی عدالت میں پیش کئے جانے پر انکے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ انہیں قانونی نظیر اور قانونی حوالہ جات کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ دوسرا اختیار یہ ہے کہ سپریم کورٹ اپنی توہین کے لئے کسی کو بھی سزا دے سکتا ہے۔ سپریم کورٹ نہ صرف اپنی توہین بلکہ کسی ہائی کورٹ یا نجلی عدالتوں کی توہین کے لئے بھی سزا دی سکتی ہے۔

عدالتی نظر ثانی کا اختیار (Power of Judicial Review)

جوڈیشل ریویو عدلیہ کا وہ اختیار ہے جسکے ذریعے عدلیہ مقننہ کے قوانین اور عاملہ کے اقدامات کا جائزہ لیتی ہے اور اگر وہ دستور کے دفعات کے خلاف ہوں تو انہیں کالعدم قرار دیتی ہے۔ درج ذیل وجوہات کی بنا پر عدالتی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ دستور کی بالادستی کے اصول کو برقرار رکھنا، وفاقی توازن برقرار رکھنے کے لئے اور شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے۔ سپریم کورٹ نے مختلف کیس میں عدالتی نظر ثانی کی طاقت کا استعمال کیا جیسے کہ گولکنا تھ کیس 1967، بینک نیشنلائزیشن کیس 1970، کیسوانند بھارتی کیس 1973،

متر واملز کیس 1980 وغیرہ۔ اگرچہ دستور میں لفظ عدالتی نظر ثانی کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن مختلف آرٹیکلز (Articles) جیسے 13,32,131 وغیرہ دفعات واضح طور پر عدالتی نظر ثانی کا اختیار سپریم کورٹ کو دیتی ہیں۔

19.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ مندرجہ ذیل ماموز کریں گے۔

- آئین ہند میں کون سے آرٹیکلز سپریم کورٹ کے ساتھ ڈیل کرتے ہیں۔
- سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر کیسے کیا جاتا ہے اور ان کو کن بنادوں پر اور کیسے برطرف کیا جاسکتا ہے۔
- آئین نے سپریم کورٹ کی آزادی کو کن طریقوں سے محفوظ بنایا ہے۔
- سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار کیا ہے۔

19.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

سپریم کورٹ
یہ ہندوستان کی اعلیٰ ترین عدالت ہے جس نے 1951 سے لے کر آج تک آئین ہند کی تشریح اور شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ میں نہایت ہی اہم کردار نبھایا ہے۔

چیف جسٹس
یہ سپریم کورٹ کا اعلیٰ جج ہوتا ہے عام طور سے صدر سپریم کورٹ کے بزرگ جج کو چیف جسٹس مقرر کرتا ہے۔

عدلیہ کی آزادی
آئین نے کئی طریقوں سے سپریم کورٹ کی آزادی کو محفوظ بنایا تاکہ یہ انصاف قائم کر سکے۔

19.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

19.7.1 - معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- دستور نے واحد اور متحد عدالتی نظام کہاں سے لیا ہے؟

(b) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1919

(a) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935

(c) پٹس انڈیا ایکٹ 1773 (d) مذکورہ بالا میں سے کوئی نہیں۔

2۔ درج ذیل میں سے کون سا سپریم کورٹ کے جج ہونے کی اہلیت میں شامل نہیں ہے؟

(a) وہ بھارت کا شہری ہونا چاہیے۔ (b) صدر کے نزدیک وہ ممتاز قانون داں ہو۔

(c) کسی ہائی کورٹ کا کم سے کم متواتر پانچ سال تک جج ہو۔ (d) پارلیمنٹ کے نزدیک وہ ایک ممتاز و خاص شہری ہو۔

3۔ درج ذیل میں کون سپریم کورٹ کے جج کو ہٹا سکتا ہے؟

(a) سپریم کورٹ کا چیف جسٹس (b) صرف صدر

(c) صرف پارلیمنٹ (d) دونوں صدر اور پارلیمنٹ

4۔ درج ذیل میں سے کس کو اختیار ہے کہ وہ کسی بھی جگہ کو سپریم کورٹ کی نشست کے طور پر مقرر کرے؟

(a) سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو (b) صدر ہند کو

(c) پارلیمنٹ کو (d) وزیراعظم کو

5۔ دستور ہند کا وہ کون سا آرٹیکل ہے جو سپریم کورٹ کی بنانے کی بات کرتا ہے؟

(a) آرٹیکل 175 (b) آرٹیکل 176

(c) آرٹیکل 124 (d) آرٹیکل 226

6۔ سپریم کورٹ کا جج اپنا استعفیٰ نام کس کے سامنے پیش کرتا ہے؟

(a) صدر (b) وزیر قانون

(c) وزیراعظم (d) انٹرنی جنرل آف انڈیا

7۔ ہندوستان کا سپریم کورٹ کب وجود میں آیا؟

(a) 26 جنوری 1950 (b) 28 جنوری 1950

(c) 15 اگست 1949 (d) 26 نومبر 1949

8۔ کس آرٹیکل کے تحت سپریم کورٹ عدالتی حکم نامہ (Writs) جاری کر سکتا ہے؟

(a) Article 131 (b) Article 132

Article 226 (d)

Article 143 (c)

9۔ درج ذیل کن معاملات میں سپریم کورٹ کو ابتدائی دائرہ اختیار حاصل ہے؟

(a) مرکز اور ریاست کے درمیان تنازعہ (b) ریاستوں کے درمیان پانی کا تنازعہ

(c) شہریوں کے بنیادی حقوق کا معاملہ (d) مالیاتی کمیشن (Finance Commission)

10۔ دستور کے کس آرٹیکل کے تحت سپریم کورٹ کو مشاورتی اختیار حاصل ہے؟

Article 141 (b)

Article 243 (a)

Article 149 (d)

Article 242 (c)

19.7.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سپریم کورٹ کے ججوں کا کیسے تقرر ہوتا ہے بیان کیجئے۔

2. سپریم کورٹ کی آزادی کیوں اہم ہے؟

3. عدالت کی توہین سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

4. سپریم کورٹ کے جج کو کیسے ہٹایا جاتا ہے۔ واضح کیجئے۔

5. سپریم کورٹ کے مشاورتی دائرہ اختیار بیان کیجئے۔

19.7.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. عدالتی نظریاتی سے آپ کیا سمجھتے ہیں اور عدالت اس کا استعمال کب کرتی ہے۔

2. سپریم کورٹ کے شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ پر ایک مقالہ لکھیے۔

3. سپریم کورٹ کے ابتدائی دائرہ اختیار کو اپنے الفاظ میں واضح کیجئے۔

19.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. D.D. Basu (1995), *Introduction to the Constitution of India*, Prentice Hall, New Delhi.
2. Granville Austin (1966), *The Indian Constitution*, Oxford University Press, New Delhi.
3. Brij Kishore Sharma (2002), *Introduction to the Constitution of India*, Prentice Hall, New Delhi
4. M.V. Pylee (2008), *India's Constitution*, S. Chand New Delhi.
5. Subhash Kashyap (2010) *Our Constitution*, National Book Trust, India.
6. B.L. Fadia (2019) *Indian Government and Politics* Sahitya Bhawan, India.

اکائی 20—عدالتی نظر ثانی اور عدالتی فعالیت

(Judicial Review and Judicial Activism)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	20.0
مقاصد	20.1
عدالتی نظر ثانی	20.2
عدالتی فعالیت	20.3
عدالتی نظر ثانی اور عدالتی فعالیت	20.4
عدالتی تحمل	20.5
عدالتی تجاوز	20.6
اقتصادی نتائج	20.7
کلیدی الفاظ	20.8
نمونہ امتحانی سوالات	20.9
معروضی جوابات کے حامل سوالات	20.9.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	20.9.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	20.9.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	20.10

20.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان دستور کی جمہوریت پر زور دینے کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرتا ہے۔ عدلیہ (Judiciary)، مقننہ (Legislature) اور عاملہ (Executive) کے من مانی اقدامات سے دستور اور شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے جس کے کیے عدلیہ نے دستور کے نگران کا اہم کرگارا کیا ہے۔ عدالتی نظر ثانی سے مراد عدلیہ کی طاقت ہے کہ وہ کسی قانون یا حکم کی درستگی کا جائزہ لے اور اس کا تعین کرے۔ دوسری طرف عدالتی فعالیت سے مراد عدالتی طاقت کے بیان کرنے اور نافذ کرنے کے لیے ہے جو معاشرے کے لیے عام طور پر اور لوگوں کے لیے بڑے پیمانے پر فائدہ مند ہو۔ ہندوستان میں ایک آزاد عدلیہ ہے جس کا مقننہ اور عاملہ کے کاموں پر وسیع دائرہ اختیار ہے۔ عدالتی نظر ثانی کی تعریف اس نظریے کے طور پر کی جاسکتی ہے جس کے تحت قانون سازی اور انتظامی کارروائیاں عدلیہ کے جائزے کے تابع ہیں۔ اسے عام طور پر آزاد عدلیہ کا بنیادی ڈھانچہ سمجھا جاتا ہے۔

20.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی سے گزرنے کے بعد ہم جان پائیں گے کہ:

- عدالتی نظر ثانی کیا ہے۔ اس کے معنی، درجہ بندی، دستوری حیثیت، دائرہ اختیار، اہمیت، میدان عمل کیا ہیں۔
- عدالتی فعالیت کیا ہے۔ اس کی تعریف، معنی، وسعت، وجوہات، ارتقاء، جواز پر بحث کریں گے۔
- عدالتی تخیل کیا ہے۔ اس کے رجحانات کیا ہیں۔ یہ کس طرح سے عدالتی فعالیت پر شکنجہ کستی ہے
- عدالتی تجاوز کیا ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں۔ یہ کس طرح سے جمہوریت کے لیے خطرہ ہے۔

20.2 عدالتی نظر ثانی (Judicial Review)

عدالتی نظر ثانی عدلیہ کی وہ طاقت ہے جو مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے قانون سازی اور انتظامی احکامات کے دستوری حیثیت کا جائزہ لے۔ جانچ پڑتال پر، اگر قوانین، ایکٹ اور حکومتی اقدامات دستور کے خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں یا اعلیٰ اقتدار کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے، یعنی قانونی اختیارات کے حد سے تجاوز کرے (ultra vires)، تو انہیں عدلیہ کی طرف سے غیر قانونی، غیر دستوری اور باطل اور کالعدم (null and void) قرار دیا جاسکتا ہے۔

درجہ بندی (Classification)

عدالتی نظر ثانی کو درج ذیل تین زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- دستوری ترامیم کا عدالتی نظر ثانی۔ مزید، خود عدلیہ کے سابقہ فیصلوں کو درست کرنے یا ان میں کوئی تبدیلی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

- پارلیامنٹ اور ریاستی مقننہ اور ماتحت قانون سازی کی قانون سازی کا عدالتی نظر ثانی۔ اس جائزے کا مطلب یہ یقینی بنانے کی طاقت ہے مقننہ کے پاس کردہ قوانین دستور کی دفعات کے مطابق ہیں۔
- مرکز، ریاست اور ریاست کے ماتحت حکام کی انتظامی کارروائی کا عدالتی نظر ثانی۔ مطلب عدالت اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے انتظامی اداروں پر دستوری نظم و ضبط کو نافذ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

دالتی نظر ثانی کے لیے دستوری دفعات (Constitutional Provisions for Judicial Review)

دستور میں عدالتی نظر ثانی کا جملہ کہیں استعمال نہیں ہوا ہے۔ تاہم متعدد آرٹیکلز کی دفعات واضح طور پر سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کو عدالتی نظر ثانی کا اختیار فراہم کرتی ہے۔

عدالتی نظر ثانی کی طاقت دستور ہند (آرٹیکل 13) سے حاصل ہوتی ہے۔ آرٹیکل 13 اعلان کرتا ہے کہ وہ تمام قوانین جو بنیادی حقوق سے مطابقت نہیں رکھتے ہیں یا ان کی تذلیل کرتے ہیں کالعدم ہوں گے۔

آرٹیکل 32 بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے سپریم کورٹ میں جانے کی حق کی ضمانت دیتا ہے اور سپریم کورٹ کو اس مقصد کے لیے ہدایات یا احکامات یا نوشت (writs) جاری کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

آرٹیکل 226 ہائی کورٹس کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ بنیادی حقوق کے نفاذ اور کسی دوسرے مقصد کے لیے ہدایات یا احکامات یا نوشت جاری کریں۔

آرٹیکل 131-136 عدالت کو افراد کے درمیان، افراد اور ریاست کے درمیان، ریاستوں اور یونین کے درمیان تنازعات کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ اور اس میں عدالت کو دستور کی دفعات کی تشریح کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور سپریم کورٹ کی طرف سے دی گئی

تشریح ملک کے تمام عدالتوں کے لیے قابل احترام بن جاتی ہے۔ آرٹیکل 137 سپریم کورٹ کو اس کے ذریعے سنائے گئے کسی بھی فیصلے یا حکم پر نظر ثانی کرنے کا خصوصی اختیار دیتا ہے۔

آرٹیکل 245 کہتا ہے کہ مرکزی اور ریاستی مقننہ دونوں کے اختیارات دستور کی دفعات کے تابع ہیں۔

عدالتی نظر ثانی کا دائرہ کار (Scope of Judicial Review)

کسی قانون سازی کے نفاذ یا انتظامی حکم (executive order) کی دستوری جواز کو درج ذیل تین بنیادوں پر سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے اگر:

- یہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے (حصہ III)۔
- یہ اس اقتدار (authority) کی اہلیت سے باہر ہے جس نے اسے بنایا ہے، اور
- یہ دستوری دفعات کے خلاف ہے۔

عدالتی نظر ثانی کی اہمیت (Importance of Judicial Review)

درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر عدالتی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

- دستور کی بالادستی کے اصول کو برقرار رکھنے کے لیے۔
- مقننہ اور عاملہ کی طرف سے اختیارات کے ممکنہ غلط استعمال کو روکنے کے لیے۔
- وفاقی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے (مرکز اور ریاستوں کے درمیان توازن)۔
- عدلیہ کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے۔
- عاملہ کے استبداد کو روکنے کے لیے۔
- شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے۔

عدالتی نظر ثانی کا اطلاق (Application of Judicial Review)

- سپریم کورٹ نے مختلف معاملات میں عدالتی نظر ثانی کی طاقت کا استعمال کیا، مثال کے طور پر، گوکنا تھ کیس (1967)، بینک نیشنلائزیشن کیس (1970)، پرائیو پوس کے خاتمے کا کیس (1971)، کیسوانند بھارتی کیس (1973)، منرو ملز کیس (1980)، وغیرہ۔
- 2015 میں، سپریم کورٹ نے 99 ویں دستوری ترمیم، 2014 اور نیشنل جوڈیشل اپوائنٹمنٹ کمیشن (NJAC) ایکٹ، 2014 دونوں کو غیر دستوری اور کالعدم قرار دیا۔

نویں شیڈیول کا عدالتی نظر ثانی (Judicial Review of the Ninth Schedule)

- آرٹیکل B31 نویں شیڈیول میں شامل ایکٹ اور ضابطہ (regulations) کو کسی بھی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی بنیاد پر چیلنج اور کالعدم ہونے سے بچاتا ہے۔
- تاہم، I.R. Coelho کیس 2007، میں دیے گئے ایک اہم فیصلے میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ نویں شیڈیول میں شامل قوانین کے عدالتی نظر ثانی سے مکمل استثنیٰ نہیں ہو سکتا۔
- عدالت نے کہا کہ عدالتی نظر ثانی دستور کی بنیادی خصوصیت ہے اور اسے نویں شیڈیول کے تحت قانون بنا کر نہیں چھینا جاسکتا ہے۔
- اس میں کہا گیا ہے کہ 24 اپریل 1973 کے بعد نویں شیڈیول کے تحت رکھے گئے قوانین، جو آرٹیکل 14، 15، 19، اور 21 یا دستور کے بنیادی ڈھانچے کے تحت ضمانت یافتہ بنیادی حقوق کے خلاف ورزی کرتے ہیں تو وہ عدالت میں چیلنج کرنے کے لیے کھلے ہیں۔

عدالتی نظر ثانی میں مسائل (Problems with Judicial Review)

- یہ حکومت کے کام کو محدود کرتا ہے۔ جب یہ کسی بھی موجودہ قانون کو زیر کرتا ہے تو یہ دستور کے ذریعے استعمال کی جانے والی طاقت کی حد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ چونکہ ہندوستان میں اختیارات کے بجائے افعال کی علیحدگی کی پیروی کی جاتی ہے۔ اختیارات کی علیحدگی کے تصور پر سختی سے عمل نہیں کیا جاتا۔ تاہم، چیک اینڈ بیلنس کا ایک نظام اس انداز میں قائم کیا گیا ہے کہ عدلیہ کو مقننہ کے منظور کردہ کسی بھی غیر دستوری قوانین کو ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ کسی بھی مقدمے کے لیے ججوں کی عدالتی رائے ہی دوسرے مقدمات کے فیصلے کا

معیار بن جاتی ہے۔ عدالتی نظر ثانی سے عوام کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچ سکتا ہے کیونکہ فیصلہ ذاتی یا خود غرضانہ مقاصد سے متاثر ہو سکتا ہے۔ عدالتوں کی بار بار مداخلت سے حکومت کی دیانتداری، معیار اور کارکردگی پر لوگوں کا اعتماد کم ہو سکتا ہے۔

20.3 عدالتی فعالیت (Judicial Activism)

عدالتی فعالیت کا تصور امریکہ میں شروع ہوا اور ترقی پزیر ہوا۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ عدالتی فعالیت کی اصطلاح امریکی مورخ آر تھر شلسنجر (Arthur Schlesinger, Jr) نے فارچون میگزین میں 1947ء کے ایک مضمون میں وضع کیا تھا۔ ہندوستان میں عدالتی فعالیت کا نظریہ 1970ء کی دہائی کے وسط میں متعارف کیا گیا تھا۔ اس کا آغاز ایمر جنسی کے بعد ہوا جس میں حکومت کی طرف سے عدلیہ کو قابو کرنے کی کوشش کے تناظر میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اسی تناظر میں مفاد عامہ کی قانونی چارہ جوئی عدالتوں کے ذریعے عوام تک براہ راست پہنچنے اور اس کا نوٹس لینے کا ایک آلہ بنا۔ اسی زمرے میں خود کار ادراک (suo moto) کا استعمال بھی سامنے آیا جو عدالتوں کو اس طرح کے مقدمات کو اپنے طور پر لینے کی اجازت دیتا ہے جو عام مفادات سے جڑا ہوا ہو۔ جسٹس وی آر کرشنا ایر، جسٹس پی این بھگوتی، جسٹس اوچنپا ریڈی، اور جسٹس ڈی اے دیبائی نے ملک میں عدالتی فعالیت کی بنیاد رکھی۔

معنی (Meaning)

عدالتی فعالیت، عدالتی نظر ثانی کے مشق کے لیے ایک نقطہ نظر، یا کسی خاص عدالتی فیصلے کی وضاحت، جس میں ایک جج کو عام طور پر دستوری مسائل کا فیصلہ کرنے اور قانون سازی یا انتظامی کارروائیوں کو کالعدم قرار دینے کے لیے زیادہ رضانمند سمجھا جاتا ہے۔ عدالتی فعالیت شہریوں کے حقوق کے تحفظ اور معاشرے میں انصاف کے فروغ میں عدلیہ کے فعال کردار کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔

عدالتی فعالیت کا دائرہ کار (Scope of Judicial Activism)

- ترقی پسند اور نئی سماجی پالیسیوں کے حق میں عدالتی نظیر پر سختی سے عمل پیرا ہونے سے دستبرداری۔
- ایسے فیصلوں کے ذریعے انفرادی حقوق کا تحفظ یا توسیع کرنا جو قائم شدہ نظیر سے ہٹتے ہیں۔
- ایک جج کی طرف سے موجودہ قانون سازی کی فعال تشریح، اور سماجی بہتری کے لیے اس قانون سازی کی افادیت کو بڑھانا۔
- جج عوامی عوامی پالیسی کے بارے میں اپنے ذاتی خیالات کو، دوسرے عوامل کے علاوہ، اپنے فیصلوں کی رہنمائی کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔
- انصاف کرنے یا مدعی کے موقف کو بڑھانے اور ضرورت مندوں کے لیے عدالتوں کے دروازے کھولنے یا پورے معاشرے یا اس کے ایک طبقے کو متاثر کرنے والی قانونی چارہ جوئی کے لیے نئے اصولوں، تصورات، اقوال، فارمولے اور ریلیف کو تیار کرنا۔
- صوابدیدی (discretionary) اختیارات پر عدالتی کنٹرول کی توسیع۔
- کھلی حکومت کا فروغ۔

عدالتی فعالیت کو جنم دینے والے حالات (Conditions which give rise to Judicial Activism)

- تحریری دستور۔
 - پارلیمنٹ کا زوال۔
 - عاملہ کی طرف سے تجاوز۔
 - اتحادی (Coalition) سیاست۔
 - معلق (Hung) مقننہ۔
 - بدعنوانی میں اضافہ۔
 - سول سوسائٹی کی سرگرمی۔
 - ہنگامی صورتحال اور حقوق کی خلاف ورزی۔
 - ججوں کی ذاتی ترجیح۔
 - حکومت کی دیگر دو شاخوں کی جانب سے غیر فعالی۔
 - جب حکام اقتدار کھونے کے خوف سے سخت فیصلے نہیں کر پاتے۔
 - جب مقننہ اور عاملہ شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ میں ناکام ہو جاتے ہیں۔
 - جب ججوں کو پاپولزم، تشہیر اور سُرخپوں میں رہنے کا جنون ہو جائے۔
- عدلیہ کو ایک سرگرم ادارے کے طور پر مضبوط بنانے میں دو اہم قانونی پیش رفتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔
- (I) عدالتی قرارداد کے لیے موزوں سمجھنے جانے والے مضامین کی وسعت نے بنیادی ڈھانچے کے نظریے پر غور کیا جس کے ذریعے سپریم کورٹ نے دستور میں ترمیم کرنے کے لیے پارلیمنٹ کے اختیارات کو محدود کر دیا (کیشوانند بھارتی کیس، 1973)۔ اس سے عدلیہ کے کردار میں دستوری تشریح کی مشق سے ایک تخلیقی کردار کی طرف نمایاں تبدیلی آئی جہاں عدلیہ دستور سے ماورا ہے۔
- (II) بنیادی قانون کا مناسب عمل '(due process of law)'، جو میڈیکال گاندھی کیس 1973، میں دستوری ضمانت بن کر اُبھرا۔
- ان دو قانونی پیش رفتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ دستوری ترمیم کے بنیادی کردار سے لے کر سماجی بہبود کی پالیسیوں تک جو معاملات سیاسی زندگی کا حصہ تھے، وہ قانون کے معاملات میں تبدیل ہو گئے۔

عدالتی فعالیت کا جواز (Justification of Judicial Activism)

عدالتی فعالیت کی وجوہات درج ذیل ہیں:

- (A) عدالتی فعالیت ایک حفاظتی صمام (Safety Valve) کے طور پر کام کرے گی جب پارلیمنٹ زوال کا شکار ہو، عاملہ اپنا فرض پورا نہیں کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں اگر عدلیہ نے اپنا دروازہ بند کر لیا تو انقلاب ہی ایک واحد راستہ رہ جائے گا۔
- (B) تاکہ عوام اور شہریوں کا دستور اور جمہوریت پر اعتماد بنارہے۔

(C) ملک کے شہری اپنے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کے لیے عدلیہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ اس سے عدلیہ پر مصیبت زدہ عوام کی مدد کے لیے زبردست دباؤ پڑتا ہے۔

(D) عدالتی جوش، یعنی جج بدلتے حالات میں ہونے والی سماجی اصلاحات میں حصہ لینا پسند کرتے ہیں۔ یہ مفاد عامہ مقدمات (PIL) کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور 'لوکس اسٹینڈ' (Locus Standi) کے اصول کو آزاد کرتا ہے۔

(E) قانون سازی کا خلا، عدالتوں کو عدالتی قانون سازی میں شامل کرتا ہے اور بدلتی ہوئے سماجی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

(F) ہندوستان کے دستور نے خود کچھ دفعات کو اپنایا ہے، جو عدلیہ کو قانون سازی یا فعال کردار ادا کرنے کی کافی گنجائش فراہم کرتی ہے۔

ایسے میں عدلیہ کو فعال کردار ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہ عدلیہ جیسے ادارے کے ذریعے ہی ممکن ہوا جسے معاشرے کی مختلف خرابیوں کو دور کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ جمہوریت پر سمجھوتہ کرنے سے روکنے کے لیے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس نے ان مسائل کو حل کرنے کی ذمہ داری لے لی۔

مثال کے طور پر، جی ستیہ نارائنا بمقابلہ ایسٹرن پاور ڈسٹری بیوشن کمپنی (2004) میں، جسٹس گیندر گڈ کرنے فیصلہ دیا کہ اگر کسی کارکن کو بدانتظامی کی بنیاد پر برخاست کیا جاتا ہے تو اس کی لازمی انکوائری کی جانی چاہیے، اور اسے اپنے دفع کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔ اس فیصلے نے لیبر قانون میں ضوابط کا اضافہ کیا جسے قانون سازی کے ذریعے نظر انداز کر دیا گیا۔

اسی طرح وٹا کہ بمقابلہ ریاست راجستھان (1997) ایک اہم مقدمہ ہے جو عدالتی فعالیت کی ضرورت کو یاد دلاتا ہے۔ یہاں، سپریم کورٹ نے رہنما خطوط وضع کیے جن کی تمام کام کی جگہوں پر خواتین کے ساتھ مناسب سلوک کو یقینی بنانے کے لیے عمل کیا جانا چاہیے۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ جب تک پارلیمنٹ صنفی مساوات کے نفاذ کے لیے کوئی قانون سازی نہیں کرتی ان رہنما خطوط کو قانون کے طور پر سمجھنا چاہیے۔

عدالتی فعالیت کے کچھ اور مشہور کیسز میں شامل ہیں:

(1) کیسوانند بھارتی کیس (1973): ہندوستان کی عدالت عظمیٰ نے قرار دیا کہ عاملہ کو دستور کے بنیادی ڈھانچے کے ساتھ مداخلت اور چھیڑ چھاڑ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(2) شیلابار سے بمقابلہ ریاست مہاراشٹر (1983): ایک صحافی کا ایک خط، جو جیل میں خواتین قیدیوں پر تشدد کے حوالے سے سپریم کورٹ کو لکھا گیا تھا۔ عدالت نے اس خط کو پیشین سمجھا اور اس معاملے کا نوٹس لیا۔

(3) گولکناتھ بمقابلہ ریاست پنجاب (1967): سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ حصہ III میں درج بنیادی حقوق کو استثنیٰ حاصل ہے اور قانون ساز اسمبلی ان میں ترمیم نہیں کر سکتی۔

(4) حسینہ آرا خاتون بمقابلہ ریاست بہار (1979): زیر سماعت قیدیوں کے غیر انسانی اور وحشیانہ حالات کی عکاسی اخبار میں شائع ہونے والے مضامین کے ذریعے سامنے آئی۔ ہندوستانی دستور کے آرٹیکل 21 کے تحت، عدالت عظمیٰ نے اسے قبول کیا اور کہا کہ فوری ٹرائل کا حق ایک بنیادی حق ہے۔

(5) ای کے گوپالن بمقابلہ ریاست مدراس (1950): ہندوستانی سپریم کورٹ نے اس دلیل کو مسترد کر دیا کہ کس شخص کو اس کی زندگی یا آزادی سے محروم کرنے کے لیے نہ صرف قانون کی طرف سے تجویز کردہ طریقہ کار پر عمل کیا جانا چاہیے بلکہ یہ بھی کہ ایسا طریقہ کار منصفانہ، معقول اور جائز ہونا چاہیے۔

کیا عدالتی فعالیت مطلوب ہے (Is judicial Activism desirable)

اس کے مطلوبہ ہونے کے بارے میں مختلف آراء ہیں

- روایتی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عدلیہ کے پاس عاملہ کو مائیکرو مینج (micro-manage) کرنے کے لیے نہ تو مہارت ہے اور نہ ہی وسائل۔
- عصر حاضر میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لفظی قانونیت کا دور ختم ہو چکا ہے اور عدالتی فعالیت کا دور شروع ہو چکا ہے، جہاں عدالت کو ایک سیاسی اور عوامی ادارے کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو سماجی اور سیاسی اختلاف کا جواب دے سکتا ہے۔
- اگر عدالت فعال نہیں ہوتی تو اس کا مطلب ہے کہ ججز ذمہ داریوں سے فرار کی کوشش کر رہے ہیں۔
- اوپنیر بکشی جیسے اسکالر کا خیال ہے کہ ہندوستان کا سپریم کورٹ بنیادی طور پر حکمرانی کے ادارے کے طور پر کام کر رہی ہے نہ کہ محض تنازعات کو حل کرنے کے لیے۔

عدالتی فعالیت کے مثبت پہلو (Positive Aspect of Judicial Activism)

ہندوستان میں عدالتی فعالیت کے کئی مثبت پہلو سامنے آئی ہے:

- دستوری تقدس کا تحفظ۔
- انسانی حقوق کو مضبوط بنایا۔
- بدعنوانی سے نمٹنے کی کوشش کی۔
- اس خلا کو پُر کیا جہاں پالیسی فالج تھی۔
- انتخابی اصلاحات لانے کی کوشش کی۔
- تعلیم کے حق، خوراک کے حق، وغیرہ کے تناظر میں بنیادی انصاف کو مضبوط بنایا۔

عدالتی فعالیت کے منفی اثرات (Negatives of Judicial Activism)

- حد سے زیادہ طاقت (Exceeding Power): دستور کے مطابق ججوں کو قانون کی تشریح کرتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیے۔ لیکن بعض اوقات وہ عدالت کے سامنے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اپنی طاقت سے تجاوز کرتے نظر آتے ہیں۔
- دستور کی روح کو روکنا (Hampering Spirit of Constitution): یہ دستور کی روح کو تباہ کر دیتا ہے کیونکہ جمہوریت اعضاء کے درمیان اختیارات کی علیحدگی پر کھڑی ہے۔
- غیر منتخب افراد کا ظلم (Tyranny of Unelected): غیر منتخب افراد کے ظلم کے نتیجے میں ججز روزانہ فیصلہ سازی میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔

ذاتی ایجنڈا (Personal Agenda): عدالتی فعالیت ایسے عدالتی فیصلوں کی وضاحت کرتا ہے جن کا شبہ موجودہ قانون کی بجائے ذاتی یا سیاسی مفادات پر مبنی ہے۔

اعتماد کا خسارہ (Trust Deficit): اس سے عوام کا سرکاری اداروں پر اعتماد کم ہوتا ہے جو جمہوریت کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔

20.4 عدالتی نظر ثانی اور عدالتی فعالیت (Judicial Review and Judicial Activism)

عدالتی نظر ثانی اور عدالتی فعالیت کے تصورات کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ لیکن، ان کے درمیان بھی فرق ہے۔ عدالتی نظر ثانی دستوری تناظر میں قانون سازی اور انتظامی فیصلوں کا جائزہ لینا عدلیہ کا عام کام ہے۔ تاہم، جب عدلیہ اپنے آپ کو عدالتی نظر ثانی کے کام تک محدود نہیں رکھتی اور یہ تجویز کرنا شروع کر دیتی ہے کہ قانون کیا ہونا چاہیے اور اس پر عمل درآمد کی ذمہ داری لینا شروع کر دے تو یہ عدالتی فعالیت کے معاملے کے مترادف ہے۔ اس طرح، عدالتی فعالیت، عدالتی نظر ثانی کی ایک شکل ہے جس میں ججز قانون سازی کی پالیسیوں میں حصہ لیتے ہیں، یعنی نہ صرف وہ دستوری دفعات کے لحاظ سے قوانین کو برقرار رکھنا یا عدم قرار دیتے ہیں، بلکہ ایسا کرنے میں اپنی پالیسی ترجیحات کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح عدالتی فعالیت کا تصور عدالتی نظر ثانی میں شامل ہے۔ عدالتی فعالیت کچھ بنیادی حقوق کے تحفظ اور فروغ میں عدالتی نظر ثانی اور ایک طاقتور عدلیہ کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔

20.5 عدالتی تخیل (Judicial Restraint)

عدالتی تخیل، عدالتی فعالیت کا مخالف ہے۔ عدالتی تخیل عدالتی تشریح کا ایک نظریہ ہے جو ججوں کو اپنی طاقت کے استعمال کو محدود کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس میں زور دیا گیا ہے کہ ججوں کو قوانین کو ختم کرنے سے ہچکچانا چاہیے جب تک کہ وہ واضح طور پر غیر دستوری نہ ہو۔ مختصر یہ کہ عدالتوں کو قانون کی تشریح کرنی چاہیے اور پالیسی سازی میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ ججوں کو ہمیشہ ان بنیاد پر مقدمات کا فیصلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ:

- دستور لکھنے والوں کا اصل مقصد اور ارادہ کیا تھا۔ ججوں کو دستور لکھنے والوں کی اصل نیت کو دیکھنا ہے۔ ججز قانون ساز اداروں کے ارادے کا حوالہ دیتے ہیں جنہوں نے فیصلہ کرنے میں قانون اور قانون کا متن لکھا ہے۔ دستور کی اصل زبان میں کوئی بھی تبدیلی صرف دستوری ترامیم کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔
- سابقہ۔ سابقہ کا مطلب ہے سابقہ مقدمات میں ماضی کے فیصلے۔ عدالتی تخیل پر قائم ججز عدالتوں کے ذریعے ماضی میں دیے گئے فیصلوں کا احترام کرتے ہیں اور قائم کردہ نظیر کو برقرار رکھنے کا اصول وضع کرتے ہیں۔
- مزید، پالیسیوں کا فیصلہ کرنے کے لیے مقننہ اور عالمہ پر چھوڑ کر۔ عدالتی تخیل اس وقت عمل میں آتا ہے جب عدالت پالیسی سازی دوسروں پر چھوڑ دیتی ہے۔ عدالتیں عام طور پر پارلیمنٹ یا دوسرے دستوری ادارے کے ذریعے دستور کی تشریحات کا حوالہ دیتی ہیں۔

اس طرح، یہاں، عدالتیں اپنے فیصلوں سے خود کو نئی پالیسیاں ترتیب دینے سے روکتی ہیں۔

عدالتی تحمل کی ضرورت (The need for Judicial Restraint)

جو لوگ عدالتی تحمل کے پیروکار ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ججوں کا کردار احتیاط سے محدود ہونا چاہیے۔ ان کا کام صرف یہ بتانا ہے کہ قانون کیا ہے، قانون سازی کے کاروبار کو وہیں چھوڑ دیتے ہیں جہاں اس کا صحیح تعلق ہے، یعنی قانون سازوں اور عاملہ کے ساتھ۔ دستور کے تحت اختیارات کی وسیع علیحدگی ہے اور ریاست کے ہر ادارے کو دوسروں کا احترام کرنا چاہیے اور اسے دوسروں کے دائرے اختیار میں تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

عدالتی تحمل ریاست کی تین آزاد شاخوں کے درمیان طاقت کے توازن کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے اور اس کی تکمیل کرتی ہے۔ یہ اسے دو طریقوں سے پورا کرتا ہے:

(1) عدالتی تحمل نہ صرف عدلیہ کے ساتھ دیگر دو شاخوں کی مساوات کو تسلیم کرتا ہے، بلکہ یہ عدلیہ کی طرف سے بین شاخوں کی مداخلت کو کم سے کم کر کے اس مساوات کو بھی فروغ دیتا ہے۔

(2) عدالتی تحمل عدلیہ کی آزادی کی حفاظت کرتی ہے۔ جب عدالتیں دوسری شاخوں پر تجاوز کریں گی تو ججوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے گی۔

تاہم، عدالتی فعالیت یا عدالتی تحمل بذات خود کوئی خوبی ہے اور نہ ہی کوئی بُرائی۔ یہ سب سیاق و سباق پر منحصر ہے۔

عدالتی تحمل کے رجحانات (Trends in Judicial Restraint)

- ایس آر بومئی بمقابلہ یونین آف انڈیا (1994) ایک مشہور مثال ہے جو اکثر عدلیہ کے ذریعہ تحمل کو ظاہر کرنے کے لیے بیان کی جاتی ہے۔ فیصلے میں کہا گیا کہ بعض معاملات میں عدالتی نظر ثانی ممکن نہیں ہے کیونکہ معاملہ سیاسی ہے۔ عدالت کے مطابق آرٹیکل 356 کا اختیار سیاسی سوال تھا، اس لیے عدالتی نظر ثانی سے انکار کر دیا۔ عدالت نے کہا کہ اگر عدلیہ کے اصول سیاست کے معاملے پر لاگو ہوتے ہیں تو یہ سیاسی دائرے میں داخل ہو جائے گا اور عدالت اس سے گریز کرے گی۔
- اسی طرح، المترا پیچ ٹیل بمقابلہ یونین آف انڈیا (1998) سپریم کورٹ نے دہلی کی صفائی کی ذمہ داری تفویض کرنے کے معاملے پر میونسپل کارپوریشن کو ہدایت دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ حکام کو صرف وہی ڈیوٹی سونپ سکتی ہے جو قانون کے مطابق تفویض کی گئی ہے۔

عدالتی فعالیت بمقابلہ عدالتی تحمل (Judicial Activism vs. Judicial Restraint)

- معنی کی بنیاد پر (On basis of Meaning): عدالتی فعالیت عصری اقدار اور حالات کی وکالت کے لیے دستور کی تشریح ہے جبکہ عدالتی تحمل ججوں کے قانون کو ختم کرنے کے اختیارات کو محدود کرنا ہے۔
- اہداف کی بنیاد پر (On basis of Goals): عدالتی تحمل میں ججز اور عدالت موجودہ قانون میں ترمیم کرنے کی بجائے کسی موجودہ قانون پر نظر ثانی کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جبکہ عدالتی فعالیت میں یہ بعض اعمال یا فیصلوں کو ختم کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

- نیت کی بنیاد پر (On the basis of Intent): عدالتی فعالیت میں ججز معمار کے اصل ارادے سے ہٹ کر دیکھتی ہے۔ وہیں عدالتی تخیل میں، ججز دستور کے مصنفین کی اصل نیت کو دیکھتا ہے۔
- طاقت کی بنیاد پر (On basis of Power): عدالتی فعالیت میں، ججوں کو کسی بھی نا انصافی کو درست کرنے کے لیے اپنی طاقت استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، خاص طور پر جب دیگر دستوری ادارے کام نہیں کر رہے ہوتے۔ وہیں عدالتی تخیل ججوں کو قانون کو ختم کرنے کے اختیارات کو محدود کر رہی ہے۔
- ان کے کردار کی بنیاد پر (On basis of their Role): فرد کے حقوق کی تحفظ، شہری حقوق، عوامی اخلاقیات اور سیاسی نا انصافی جیسے مسائل پر سماجی پالیسیاں بنانے میں عدالتی فعالیت کا بہت بڑا کردار ہے۔ عدالتی تخیل حکومت کے تین شاخوں، عدلیہ، عاملہ اور مقننہ کے درمیان توازن برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے۔

20.6 عدالتی تجاوز (Judicial Overreach)

عدالتی تجاوز اُس وقت ہوتا ہے جب عدلیہ عاملہ اور مقننہ کی بالادستی سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس کے تحت عدلیہ کی طرف سے مقننہ کی دائرہ کار میں من مانی، غیر معقول اور متواتر مداخلتیں کی جاتی ہیں۔ جس سے اکثر عاملہ، مقننہ اور عدلیہ کے درمیان اختیارات کے توازن بگڑ جاتے ہیں۔ جب عدالتی فعالیت حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور عدالتی مہم بن جاتی ہے تو اسے عدالتی تجاوز کہا جاتا ہے۔ عدالتی فعالیت اور عدالتی تجاوز کے درمیان کی لکیر بہت تنگی ہے۔ جو چیز جس بھی عمل کو فعالیت اور تجاوز میں سے ایک بناتی ہے وہ مکمل طور پر ملک کے شہریوں کے نقطہ نظر پر مبنی ہے اور اس وجہ سے اسے منظم کرنا مشکل ہے۔ اس سے عدلیہ پر اور بھی زیادہ ذمہ داری قائم ہوتی ہے اور محتاط ہونے کی ضرورت ہوتی ہے خاص کر جب وہ مفاد عامہ مقدمات (PIL) اور خود کارادراک (suo moto) کیسوں کو حل کرنے کا انتخاب کرتے ہیں۔

عدالتی تجاوز کی مثالیں (Examples of Judicial Overreach)

عدالتی تجاوز کا ایک مشہور کیس فلم Jolly LLB II کی سنسر شپ ہے۔ مقدمہ ایک رٹ پٹیشن کے طور پر دائر کیا گیا تھا، اور الزام لگایا گیا تھا کہ فلم میں قانونی پیشے کو مذاق کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جس سے یہ توہین اور اشتعال انگیز ہے۔ بمبئی ہائی کورٹ نے فلم دیکھنے اور اس پر رپورٹ دینے کے لیے تین رکنی کمیٹی مقرر کی۔ عدلیہ کے اس قدم کو غیر ضروری سمجھا گیا، کیونکہ بورڈ آف فلم سرٹیفکیشن پہلے سے ہی موجود ہے اور اسے سنسر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ کمیٹی کی رپورٹ کی بنیاد پر ڈائریکٹر کی جانب سے چار سین ہٹا دیے گئے۔ اسے آرٹیکل 19(2) کے خلاف ورزی کے طور پر دیکھا گیا، کیونکہ اس نے اظہار رائے کی آزادی پر پابندی عائد کی تھی۔

2016 میں سڑک کی حفاظت کے بارے میں ایک مفاد عامہ مقدمہ پر، سپریم کورٹ نے کسی بھی قومی یا ریاستی شاہراہ کے 500 میٹر کے اندر خوردہ دکانوں، ریسٹوران، باروں پر شراب کی فروخت پر پابندی لگادی۔ عدالت کے سامنے ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا جس سے

شاہراؤں پر شراب پر پابندی کا اموات کی تعداد سے کوئی تعلق ثابت ہو۔ اس فیصلے سے ریاستی حکومتوں کو آمدنی (revenue) کا نقصان اور روزگار کا بھی نقصان ہوا۔ اس کیس کو عدالتی تجاوز کے طور پر دیکھا گیا کیونکہ معاملہ انتظامی تھا، جس میں انتظامی علم کی ضرورت تھی۔

عدالتی تجاوز کے نقصانات (Damages of Judicial Overreach)

اختیارات کی علیحدگی کے اصول کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اختیارات کی علیحدگی دستوری قانون کا ایک نظریہ ہے جس کے تحت حکومت کی تین شاخوں (مقننہ، عاملہ اور عدلیہ) کو الگ رکھا گیا ہے۔

متواتر مداخلتیں دستور کے ان دونوں بازوؤں کے کام کو کمزور کرتی ہیں، جن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خود انجام دیں گے۔ بعض حالات جیسے ماحولیاتی، اخلاقی، سیاسی، ماہرانہ علم کی ضرورت ہوتی ہے جو شاید عدلیہ کے پاس نہ ہو۔ اگر یہ ان معاملات میں تجربہ نہ ہونے کے باوجود فیصلہ صادر کرتا ہے، تو یہ نہ صرف ماہرین علم کی توہین ہی نہیں بلکہ ملک کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

حکومت کے قانون سازی یا انتظامی اعضاء کے مناسب کام میں مداخلت کسی بھی جمہوریت میں ناپسندیدہ ہے۔ عدالتی تجاوز انتخابی نمائندگی میں عدلیہ کی طرف سے عدم توجہی کے اظہار کا باعث بن سکتی ہے۔ اس سے جمہوریت کے ادارے پر عوام کا اعتماد کم ہو سکتا ہے۔

لہذا، عدالتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں رہیں اور اختیارات کی علیحدگی کے اصول کو برقرار رکھیں۔ سپریم کورٹ نے خود 2007 میں دیگر عدالتوں کو عدالتی تحمل پر عمل کرنے کی یاد دہانی کرائی ہے۔ اس میں کہا گیا کہ "ججوں کو اپنی حدود کو جاننا چاہیے اور حکومت چلانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ان میں شائستگی اور عاجزی ہونی چاہیے، شہنشاہوں کی طرح برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔" مزید، اس نے کہا، "عدالتی سرگرمی کے نام پر، جج اپنی حدود کو پار نہیں کر سکتے اور ان اختیارات پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کر سکتے جو ریاست کے کسی دوسرے ادارے سے تعلق رکھتی ہے۔"

20.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- ہندوستان دستوری جمہوریت پر زور دینے کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرتا ہے۔ عدلیہ، مقننہ اور عاملہ کے من مانی اقدامات سے دستور اور شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے جس کے لیے عدلیہ نے دستور کے نگران کا اہم کرگارا دیا ہے۔
- عدالتی نظر ثانی عدلیہ کی وہ طاقت ہے جو مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے قانون سازی اور انتظامی احکامات کے دستوری حیثیت کا جائزہ لے۔
- عدالتی نظر ثانی، اختیارات کی علیحدگی میں قد غنی توازن اقتدار میں سے ایک ہے: عدلیہ کا اختیار، جب مقننہ اور عاملہ اپنے اختیارات سے تجاوز کر جائے۔
- عدالتی نظر ثانی کی ضرورت ہے دستور کی بالادستی کے اصول کو برقرار رکھنے کے لیے۔ مقننہ اور عاملہ کی طرف سے اختیارات کے ممکنہ غلط استعمال کو روکنے کے لیے۔ اور وفاقی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے۔

• عدالتی فعالیت، عدالتی نظر ثانی کے مشق کے لیے ایک نقطہ نظر، یا کسی خاص عدالتی فیصلے کی وضاحت، جس میں ایک جج کو عام طور پر دستوری مسائل کا فیصلہ کرنے اور قانون سازی یا انتظامی کارروائیوں کو کالعدم قرار دینے کے لیے زیادہ رضاء مند سمجھا جاتا ہے۔

• عدالتی فعالیت ایک حفاظتی صمام کے طور پر کام کرے گی جب پارلیمنٹ زوال کا شکار ہو، عاملہ اپنا فرض پورا نہیں کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں اگر عدلیہ نے اپنا دروازہ بند کر لیا تو انقلاب ہی ایک واحد راستہ رہ جائے گا۔

• عدالتی تحمل عدالتی فعالیت کا مخالف ہے۔ عدالتی تحمل عدالتی تشریح کا ایک نظریہ ہے جو ججوں کو اپنی طاقت کے استعمال کو محدود کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ عدالتوں کو قانون کی تشریح کرنی چاہیے اور پالیسی سازی میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔

• عدالتی تجاوز اُس وقت ہوتا ہے جب عدلیہ عاملہ اور مقننہ کی بالادستی سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس کے تحت عدلیہ کی طرف سے مقننہ کی دائرہ کار میں من مانی، غیر معقول اور متواتر مداخلتیں کی جاتی ہیں۔

20.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

الٹرا ویرس (ultra vires) (طاقتوں سے باہر) ایک لاطینی فقرہ ہے جو قانون میں کسی ایسے عمل کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے لیے قانونی اختیار کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس کے بغیر کیا جاتا ہے۔

باطل اور کالعدم (Null and Void) قانون میں، کوئی قانونی اثر کا باطل ہونا، مطلب کوئی عمل، دستاویز، یلین دین جو کہ باطل ہے اس کا کوئی قانونی اثر نہیں ہے۔

چیک اینڈ بیلنس (Checks and Balances) حکومت کا اصول جس کے تحت علیحدہ برانچوں کو با اختیار بنایا جاتا ہے کہ وہ دوسری شاخوں کی کارروائیوں کو روکیں اور انہیں طاقت میں حصہ داری پر آمادہ کیا جائے۔

رٹ (Writs) سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا تحریری حکم ہے جو ہندوستانی شہریوں کے لیے ان کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف آئینی علاج کا حکم دیتا ہے۔

سو موٹو (Suo moto)

قانون میں، سو موٹو ("اپنی تحریک پر") کسی دوسرے فریق کے باضابطہ اشارے کے بغیر اختیار کے ایک عمل کو بیان کرتا ہے۔ یہ اصطلاح عام طور پر کسی جج کی طرف سے کسی پیشگی تحریک یا فریقین کی درخواست کے بغیر کی گئی کارروائیوں پر لاگو ہوتی ہے۔

لوکس اسٹینڈ (Locus Standi)

چوٹ لگنے والے اور عدالت سے رجوع کرنے والے کے درمیان کافی گٹھ جوڑ ہونا چاہیے۔ یہ نظریہ "لوکس اسٹینڈ" کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ یقینی بناتا ہے کہ عدالت میں صرف حقیقی فریق ہی آئیں۔

20.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

20.9.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- عدالتی نظر ثانی کو کتنے زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

2(b)

1(a)

4(d)

3(c)

2- عدلیہ کی طاقت کہ وہ کسی قانون یا حکم کی درستی کا جائزہ لے اور اس کا تعین کرے، کہلاتا ہے۔

(b) عدالتی تخیل

(a) عدالتی تجاوز

(d) عدالتی نظر ثانی

(c) عدالتی فعالیت

3- آرٹیکل 226 یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ بنیادی حقوق کے نفاذ اور کسی دوسرے مقصد کے لیے ہدایات یا احکامات یا نوشتہ جاری کریں۔

(b) ہائی کورٹ کو

(a) سپریم کورٹ کو

(d) کسی کو نہیں

(c) ضلع کورٹ کو

4- کون سی آرٹیکل نوٹس شیڈیول میں شامل ایکٹ اور ضابطہ کو کسی بھی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی بنیاد پر چیلنج اور کالعدم ہونے سے بچاتا ہے۔

31B(b)

31A(a)

31D(d)

31C(c)

5۔ ایک جج کی طرف سے موجودہ قانون سازی کی فعال تشریح، اور سماجی بہتری کے لیے اس قانون سازی کی افادیت کو بڑھانے کو کہتے ہیں؟

(a) عدالتی تجاوز (b) عدالتی تخیل

(c) عدالتی فعالیت (d) عدالتی نظر ثانی

6۔ بنیادی قانون کا مناسب عمل '(due process of law)'، کس کیس میں دستوری ضمانت بن جاتا ہے؟

(a) شر دشما (b) رام پنیانی

(c) اندرا گاندھی (d) مینکا گاندھی

7۔ کس کیس میں ہندوستان کی عدالت عظمیٰ نے قرار دیا کہ عاملہ کو دستور کے بنیادی ڈھانچے کے ساتھ مداخلت اور چھیڑ چھاڑ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(a) اے کے گوپاکن (b) حسینہ آرا

(c) ایس آر بومئی (d) گو لک ناتھ

8۔ یہ ایک عدالتی تشریح کا ایک نظریہ ہے جو ججوں کو اپنی طاقت کے استعمال کو محدود کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

(a) عدالتی تجاوز (b) عدالتی تخیل

(c) عدالتی فعالیت (d) عدالتی نظر ثانی

9۔ اس دفع کے تحت سپریم کورٹ کو اس کے ذریعے سنائے گئے کسی بھی فیصلے یا حکم پر نظر ثانی کرنے کا خصوصی اختیار دیتا ہے۔

32(a) 109(b)

137(c) 256(d)

10۔ عدالتی فعالیت ایک ---- کے طور پر کام کریگی جب پارلیمنٹ زوال کا شکار ہو، عاملہ اپنا فرض پورا نہیں کر رہا ہے۔

(a) قدغن توازن (b) سوموٹو

(c) حفاظتی صمام (d) انقلاب

20.9.2- مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. عدالتی نظر ثانی کیا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔
2. عدالتی نظر ثانی کے لیے دستوری دفعات پر روشنی ڈالیں۔
3. عدالتی فعالیت سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وضاحت کریں۔
4. عدالتی فعالیت کے مثبت و منفی پہلوؤں کا ذکر کریں۔
5. عدالتی تخیل اور عدالتی تجاوز کے مابین فرق پر بحث کریں۔

20.9.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. عدالتی نظر ثانی کے لیے دستوری دفعات پر روشنی ڈالیں۔
2. عدالتی فعالیت سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وضاحت کریں۔
3. عدالتی تخیل اور عدالتی تجاوز کے مابین فرق پر بحث کریں۔

20.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Sorabjee, Soli J. "Introduction to Judicial Review in India." *Judicial Review* 4, no. 2 (1999): 126-129.
2. Rudolph, Lloyd I., and Susanne Hoeber Rudolph. "Judicial review versus parliamentary sovereignty: The struggle over stateness in India." *Journal of Commonwealth & Comparative Politics* 19, no. 3 (1981): 231-256.
3. Calabresi, Steven G., and Jasmine Owens. "The Origins of Judicial Review." *Northwestern Public Law Research Paper* 14-05 (2014): 14-01.
4. Anand, A. S. "Judicial Review-Judicial Activism-Need for Caution." *Journal of the Indian Law Institute* 42, no. 2/4 (2000): 149-159.
5. Tharani, S. "A Critical Analysis on Judicial Review, Judicial Activism and Judicial Restraint in India." *Issue 3 Int'l JL Mgmt. & Human.* 4 (2021): 4361.
6. Bhagwati, Prafullachandra Natwarlal. "Judicial activism and public interest litigation." *Colum. J. Transnat'l L.* 23 (1984): 561.
7. Cassels, Jamie. "Judicial activism and public interest litigation in India: Attempting the impossible?." *The American Journal of Comparative Law* 37, no. 3 (1989): 495-519.
8. Jaswal, Nishtha, and Lakhwinder Singh. "Judicial activism in India." *Bharati Law Review* 3 (2017): 1-11.
9. Sathe, Satya P. "Judicial Activism: The Indian Experience." *Wash. UJL & Pol'y* 6 (2001): 29.
10. Shunmugasundaram, R. "Judicial activism and overreach in India." *Amicus Curiae* 72 (2007): 22

اکائی 21—سیاسی جماعتیں: کردار، افعال اور اقسام

(Political Parties: Role, Functions and Types)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	21.0
مقاصد	21.1
سیاسی جماعت: معنی و تعریف	21.2
سیاسی جماعتوں کی خصوصیات	21.3
سیاسی جماعتوں کے کام	21.4
سیاسی جماعتوں کا کردار	21.5
سیاسی جماعتوں کی اہمیت	21.6
سیاسی جماعتوں کے اقسام	21.7
اکتسابی نتائج	21.8
کلیدی الفاظ	21.9
نمونہ امتحانی سوالات	21.10
معروضی جوابات کے حامل سوالات	21.10.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	21.10.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	21.10.3
تجویز کردہ مواد	21.11

21.0 تمہید (Introduction)

جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کا ہونا بہت ضروری اور لازمی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیاسی جماعت کا مطلب کیا ہے؟ عام طور پر جو تنظیمیں سیاسی نظریے کی بنیاد پر ریاستی اقتدار حاصل کرنے کے مقصد سے بنائی جاتی ہیں انہیں سیاسی جماعتیں کہا جاتا ہے۔ سیاسی جماعتیں رائے عامہ کی تشکیل اور اظہار کا بہت اہم ذریعہ ہیں۔ اگر شہریوں کی کوئی تنظیم کسی خاص اصلاح یا قانون میں دلچسپی رکھتی ہے تو اسے سیاسی

جماعت نہیں کہا جاسکتا۔ ایک سیاسی جماعت کی تعریف کرتے ہوئے، گلکرسٹ نے لکھا کہ "یہ شہریوں کا ایک منظم گروہ ہے جو ایک ہی سیاسی نقطہ نظر رکھتے ہیں اور ایک سیاسی اکائی کے طور پر حکومت پر کنٹرول قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" اس پونٹ میں سیاسی جماعتوں، ان کے کردار، افعال اور اقسام کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

21.1 مقاصد (Objectives)

اس پونٹ کو پڑھنے کے بعد، آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- سیاسی جماعت کے معنی و تعریف سمجھ سکیں۔
- سیاسی جماعتوں کی خصوصیات کو سمجھ سکیں۔
- سیاسی جماعتوں کے کردار و کاموں کو سمجھ سکیں۔
- سیاسی جماعتوں کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔
- سیاسی جماعتوں کے اقسام کو جان سکیں۔

21.2 سیاسی جماعت کے معنی و تعریف (Meaning and Definitions of Political Parties)

سیاسی جماعت افراد کی وہ منظم شکل ہے جس کے ارکان ایک سیاسی اکائی کے طور پر سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے مل کر جدوجہد کرتے ہیں۔ جس طرح جماعتیں سماجی یا معاشی مقاصد کے حصول کے لیے منظم ہوتی ہیں، اسی طرح ایک شخص تنظیم کے ذریعہ اپنے سیاسی مقاصد حاصل کر سکتا ہے۔ جب کسی تنظیم کا مقصد سیاسی ہو تو اسے سیاسی جماعت کہا جاتا ہے۔

آج کی جدید سیاست میں اہم اداکار سیاسی جماعتیں ہیں۔ آمریت کے علاوہ جدید طرز حکمرانی کی تمام صورتوں میں سیاسی جماعتیں لازمی ہو چکی ہیں، لیکن یہاں بھی ایسی سیاسی جماعتیں مل سکتی ہیں، جن کے بغیر حکمرانی اور دیگر سیاسی سرگرمیاں کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ اسی لیے آج سیاسی جماعتوں کا نظام ہندوستان، امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، فرانس، ناروے، سویڈن جیسے جمہوری ممالک میں نظر آتا ہے۔ چین شمالی کوریا جیسے کمیونسٹ ملک ہوں یا سنگاپور جیسا نیم جمہوری ملک۔ سیاسی جماعت کی موجودگی سب میں ایک لازمی شرط بن چکی ہے۔

جدید سیاست کے مطالعہ میں سیاسی جماعتوں کا سیاسی مطالعہ، اس کی نوعیت، افعال، جماعتی نظام اور دیگر متعلقہ امور کا کچھ عرصے سے آغاز ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں یورپ اور شمالی امریکہ کی تقریباً ہر سیاسی جماعت پر ادبی تجزیاتی تبصرے وغیرہ لکھے گئے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کی اہم سیاسی جماعتوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے (ہندوستان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے)۔ سیاسی جماعتی نظام اور مختلف ممالک کی سیاسی جماعتوں کے ساتھ اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

ایڈمنڈ برک کے مطابق ”سیاسی جماعت انسانوں کی وہ تنظیم کہلاتی ہے جو کسی ایک اصول پر متفق ہو، جس کے ذریعے قومی مفاد کو پورا کیا جاسکے۔“

گیٹل کے مطابق، "سیاسی پارٹی شہریوں کا کم و بیش منظم گروپ ہے جو ایک سیاسی اکائی کے طور پر کام کرتی ہے اور اپنے سیاسی اختیارات کے استعمال سے حکومت کو کنٹرول کرنے اور اس کی پالیسیوں کو نافذ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔"

گلکرسٹ کے مطابق، "سیاسی پارٹی منظم شہریوں کی ایک جماعت ہے جو ایک ہی سیاسی اصول پر یقین رکھتی ہے اور ایک سیاسی اکائی کے طور پر کام کرتی ہے اور حکومت پر اپنا اختیار قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔"

لیکاک کے الفاظ میں، "سیاسی پارٹی سے ہمارا مطلب شہریوں کا کم و بیش منظم گروپ ہے جو ایک منظم اکائی کے طور پر کام کرتا ہے۔"

لارڈ برائس "سیاسی پارٹی وہ منظم گروہ ہے، جو رضاکارانہ طور پر اپنی طاقت کو سیاسی طاقت کے حصول میں لگاتا ہے۔ شمیٹر کے مطابق "سیاسی جماعت ایک ایسا گروہ ہے جس کے ارکان "اقتدار" حاصل کرنے کے لیے جدوجہد اور مقابلے میں مصروف ہیں۔"

ماریس دروآجر کے مطابق، "سیاسی جماعتیں صرف "اقتدار حاصل کرنے کا ایک منتر" ہیں، "پالیسی" اور اصول ان کے لیے بنیادی چیزیں نہیں ہیں۔"

21.3 سیاسی جماعتوں کی خصوصیات (Characteristics of Political Parties)

مندرجہ بالا تعریفوں کی بحث سے سیاسی جماعتوں کی درج ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

1. طویل مدتی تنظیم۔
 2. بعض اصولوں یا پالیسیوں کے بارے میں معاہدہ۔
 3. اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پرامن اور دستوری ذرائع کا استعمال۔
 4. قومی مفاد کے نقطہ نظر سے اپنی پالیسیوں کو نافذ کرنے کی خواہش۔
- مختصراً کسی بھی سیاسی جماعت کی تشکیل کے لیے درج ذیل عناصر ضروری ہیں۔
- (1) تنظیم: پارٹی کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لیے اس میں تنظیم کا ہونا بہت ضروری ہے۔ تنظیم کا مطلب یہ ہے کہ پارٹی کے اپنے تحریری اور غیر تحریری قواعد، ضابطہ اخلاق، دفتر، عہدیداران ہوں۔ یہ ٹیم کے ارکان کو نظم و ضبط میں رکھتے ہیں۔ تنظیم نہ ہونے کی صورت میں جماعت کے پیروکار صرف ایک بکھرا ہوا ہجوم بن کر رہ جائیں گے اور وہ اپنے مقاصد پورے نہیں کر سکیں گے۔ دراصل تنظیم ہی سیاسی جماعت کی طاقت کا راز ہے۔

(ب) بنیادی اصولوں کا اتحاد: پارٹی افراد کا ایک گروپ ہے جس کے اراکین عوامی سوالات پر ایک جیسے خیالات رکھتے ہیں۔ ان سوالات کے باریک نکات پر اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن وہ سب بنیادی اصولوں پر متفق ہوتے ہیں۔ اصولوں کا اتحاد پارٹی کو مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ نظریاتی اتحاد نہ ہونے کی صورت میں پارٹی کی جڑیں ہل جائیں گی اور بکھر جائیں گی۔

3. دستوری اقدامات کا استعمال: سیاسی جماعتوں کو اپنے مقصد (اقتدار کے حصول) کے لیے ہمیشہ دستوری اقدامات کا سہارا لینا چاہیے۔ غیر دستوری اقدامات یا پرتشدد طریقے اختیار کرنے والوں کو سیاسی جماعتیں نہیں کہا جاسکتا۔

4. قومی مفاد کا فروغ: سیاسی جماعت ایک ایسی جماعت ہے جو اعلیٰ نظریات سے متحرک ہوتی ہے اور جس کے پروگرام اور پالیسیوں کی ملک گیر بنیاد ہوتی ہے نہ کہ علاقائی یا فرقہ وارانہ۔ اسے کسی خاص ذات، مذہب، برادری یا طبقے کے مفاد کے بجائے قومی مفاد کو فروغ دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر کوئی تنظیم کسی خاص طبقے، ذات یا برادری کے مفادات کو پورا کرتی ہے تو حقیقت میں اسے سیاسی جماعت نہیں کہا جاسکتا۔

21.4 سیاسی جماعتوں کے افعال (Functions of Political Parties)

سیاسی جماعتوں کے کامندرجہ ذیل ہیں:

- نمائندگی: نمائندگی سیاسی جماعتوں کا بنیادی فعل ہے۔ بالواسطہ جمہوریت جدید معاشرے میں خاص طور پر موجودہ جمہوری نظام میں رائج ہے۔ اس میں شہری حکمرانی کے ہر کام میں حصہ نہیں لیتے بلکہ اپنے نمائندے چنتے ہیں، جو ان کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ تمام شہریوں کے پاس تمام سرکاری کاموں کے لیے وقت اور تربیت نہیں ہوتی، اس لیے پارلیمنٹ اور قانون ساز اسمبلیوں میں موجود نمائندے بھی ان شہریوں کے مفاد میں کام کرتے ہیں جنہوں نے انہیں منتخب کر کے بھیجا ہے۔ سیاسی جماعتیں بھی ایک عظیم ایجنٹ کا کام کرتی ہیں۔ وہ اپنے نظریے، اصولوں اور پالیسیوں کو عوام کے سامنے رکھتے ہیں اور اسی بنیاد پر (مختلف حلقوں سے اپنے اراکین کو امیدوار بنا کر) عوام سے حمایت اور جواز حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح سیاسی جماعتیں اپنے نمائندے بن کر عوامی طاقت کی نمائندگی کرتی ہیں۔ صرف اس نمائندگی کے حصول کے لیے سیاسی جماعتیں بار بار انتخابات کے ذریعے شہریوں کے درمیان جاتی ہیں اور ووٹوں کی صورت میں رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، تاکہ اقتدار حاصل کیا جاسکے۔
- الیکشن لڑنا اور اقتدار حاصل کرنا: جماعتیں عام طور پر عوام کی نمائندگی کے لیے الیکشن لڑتی ہیں۔ مختلف انتخابی نظاموں میں مختلف قسم کے انتخابات ہوتے ہیں۔ لیکن سیاسی مقابلے کا تعین انتخابی مہم، انتخابی منشور، انتخابی جلسوں وغیرہ سے ہوتا ہے، جو ہر الیکشن میں ایک جیسا رہتا ہے۔ ہر سیاسی جماعت انتخابات میں سب سے زیادہ جیتنے والے امیدوار کو امیدوار اور پارٹی کے امیدوار کے طور پر بناتی ہے۔ بہت سے سیاسی نظاموں میں پارٹیاں انتخابات کی باقاعدہ جنگجو ہوتی ہیں۔ ووٹرز کو پارٹیوں میں سے کسی بھی پارٹی کا انتخاب کرنا ہوتا ہے، لیکن بہت سے مشہور نظاموں میں پارٹیاں اپنے قابل امیدواروں کو کھڑا کرتی ہیں، جنہیں ووٹر منتخب کرتے ہیں۔ زیادہ امکان ہے کہ امیدوار سیاسی جماعت سے وابستگی کی وجہ سے ووٹ حاصل کرتا ہے۔ جو سیاسی جماعت پارلیمنٹ اور مقننہ میں زیادہ سے زیادہ نشستیں حاصل کرتی ہے، صرف اسے حکومت کرنے اور عوام کی نمائندگی کرنے اور حکومت چلانے کا جائز اختیار حاصل ہوتا ہے۔
- مفادات کی وضاحت: سیاسی جماعتوں کا ایک اہم کام معاشرے میں موجود مختلف مفادات کو جمع کرنا اور ان کی تکمیل کے لیے مقننہ کے اندر اور باہر کوششیں کرنا ہے۔ اسی عمل میں سیاسی جماعتیں اپنے تمام مطالبات میں سے مختلف مطالبات (مفادات)

کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں، جو شہریوں کے گروہوں (مظاہروں، اجلاسوں، حمایت اور مخالفت کے ذریعے پارلیمنٹ میں) اٹھاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے سول گورننس کا نظام بھی سیاسی جماعتوں سے جڑا رہتا ہے اور گورننس کا نظام بھی اچھے راستے کی طرف بڑھتا ہے۔

• پالیسی بنانا: سیاسی جماعتوں کا ایک اہم کام پالیسی سازی ہے۔ اقتدار حاصل کرنے کے لیے سیاسی جماعتیں مختلف جلسوں، انتخابی منشوروں میں عوامی حمایت حاصل کرنے کے لیے کچھ پالیسیوں، پروگراموں کا اعلان کرتی ہیں اور اقتدار ملنے کے بعد وہ پالیسیاں اور پروگرام بناتی ہیں، ان پر عمل درآمد کرتی ہیں۔ مختلف مفاد پرست گروہوں، شہریوں کی طرف سے اٹھائے گئے مناسب اور ضروری مطالبات پر پروگرام اور پالیسیاں بھی بنائی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جب سیاسی جماعتیں اقتدار میں رہنے کے بجائے اپوزیشن کا کردار ادا کرتی ہیں تو وہ حکمران جماعت پر عوامی فلاح کی پالیسیاں بنانے کے لیے دباؤ ڈالتی ہیں۔

• عوامی بیداری اور سماج کاری: سیاسی جماعتیں عوام کو بھی آگاہ کرتی ہیں۔ بہت سی جماعتوں کے مباحثوں، انتخابی مہم اور سیاسی مقابلے کے ذریعے سیاسی جماعتیں عوام کو باشعور بناتی ہیں۔ عوام کو سیاسی تعلیم فراہم کی جاتی ہے، تاکہ عوام سیاسی مسائل سے آگاہ ہوں اور اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ ہوں۔ وقتاً فوقتاً سیاسی جماعتیں اپوزیشن جماعتوں اور حکمران جماعت کے حق اور مخالفت میں مضامین اور پمفلٹ شائع کرتی رہتی ہیں، تاکہ مختلف مسائل پر سیاسی جماعتوں کی آراء سب تک پہنچیں اور شہری خود فیصلہ کریں کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔ اس طرح وہ ایک وسیع تر سیاسی کلچر تخلیق کرتے ہیں۔ جمہوری حکومت میں یہ کلچر اور اس کے مطابق سوشلائزیشن جمہوری رہتی ہے؛ کمیونسٹ ممالک میں کمیونسٹ سوشلائزیشن باقی رہتی ہے۔ اس طرح سیاسی جماعتیں ہر نظام میں بنیادی اقدار اور ضابطے پیدا کرتی ہیں، تاکہ عوام صحیح غلط، اخلاقی اور غیر اخلاقی کی پہچان کر سکیں۔

• سیاسی بھرتی: بھرتی کرنا بھی سیاسی جماعتوں کا کام ہے۔ یہ بھرتی بنیادی طور پر ممبران کی بھرتی سے متعلق ہے اور ان لیڈروں سے بھی جو پارٹی کے ہموار کام کے لیے درکار ہیں (اشرافیہ کی بھرتی)۔ پارٹی کے ارکان کو تربیت دی جاتی ہے اور انہیں عوامی عہدوں پر بھرتی کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے، تاکہ وہ وقت پر ریاستی یا قومی سیاست کی قیادت کرنے کی صلاحیت رکھنے کے قابل ہو سکیں، ان میں سے صحیح افراد کا انتخاب کیا جاسکے۔ عملی طور پر، سیاسی قیادت کو براہ راست کسی بیرونی شخص (ممکنہ طور پر کرشناقی شخصیت) کے ہاتھ میں دینا ممکن ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے بھی اس شخص کو سیاسی جماعت کی بنیادی رکنیت لینا ہوگی۔ لہذا، بھرتی اور قیادت کی تعمیر جماعتوں کا ایک لازمی کام ہے۔

• حکومت کی تنظیم: سیاسی جماعتیں اقتدار حاصل کر کے حکومت بناتی ہیں۔ حکومت بنانے کے بعد وہ پارٹیاں بھی حکومت کی تنظیم کا کام کرتی ہیں۔ وہ جماعتیں حکومت کی مدد کرتی ہیں اور حکومت اور پارٹی کے درمیان استحکام اور ہم آہنگی برقرار رکھتی ہیں۔ حکومت کے اہم عہدوں پر عام طور پر سیاسی جماعت کے اہم ارکان کو تعینات کیا جاتا ہے۔ یہ مقننہ اور ایگزیکٹو میں دیکھا جاسکتا ہے جو حکومت کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکمران جماعت حکومت کی پالیسیوں، مثبت کاموں کی عوام میں تشہیر کرتی ہے۔ اس سے حکومت کے کارنامے عوام تک پہنچتے ہیں اور اس پارٹی کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے امکانات بنتے ہیں۔

21.5 سیاسی جماعتوں کا کردار (Role of Political Parties)

سیاسی جماعتوں کے کردار کی وضاحت درج ذیل نکات سے کی جاسکتی ہے۔

سیاسی جماعتیں جمہوریت کا پیہہ ہیں اور جمہوری نظام کے تحت عوامی جذبات کے تعین اور اظہار میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ جمہوری نظام میں سیاسی جماعتوں کا کردار درج ذیل ہے۔

1. رائے عامہ بنانا: معاشرے کے مختلف اور متضاد خیالات پارٹیوں کے ذریعے منظم ہوتے ہیں۔ وہ بکھرے ہوئے اور غیر واضح خیالات کو منظم کرتی ہیں اور رائے عامہ کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالتی ہیں۔ سماجی زندگی کے مختلف پیچیدہ مسائل میں سے وہ بڑے مسائل کو عوام کے سامنے پیش کرتی ہیں۔

2. سیاسی تعلیم فراہم کرنا: جماعتیں عوام کو سیاسی تعلیم اور تربیت فراہم کرتی ہیں۔ لوئیل کے مطابق، "پارٹی نظریات کی دلال ہیں، مختلف سیاسی اور سماجی مسائل کے سلسلے میں، ہر پارٹی کی طرف سے حق اور مخالفت میں خیالات پیش کیے جاتے ہیں، اپنے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، انتخابات میں جلسے منعقد کیے جاتے ہیں۔ سیاسی تعلیم اور شعور کو پھیلا یا جاتا ہے، جس سے عوام ہمیشہ چوکس اور باخبر رہتے ہیں۔

3. انتخابات میں تعاون کرنا: پارٹیوں کی وجہ سے ووٹرز کو ووٹ ڈالنے میں کافی سہولت ہوتی ہے۔ انتخابات میں پارٹیاں اپنے امیدوار کھڑے کرتی ہیں۔ وہ ان کے حق میں مہم چلاتے ہیں، مالی امداد فراہم کرتی ہیں۔ حکومتیں اقتدار پر اپنے حقوق حاصل کرتی ہیں۔ دراصل جمہوری ریاستوں میں سیاسی جماعتوں کے بغیر الیکشن لڑنا اور جیتنا ایک مشکل کام ہے۔

4. گورننس کے آپریشن میں مدد فراہم کرتا ہے: سیاسی جماعتیں انتخابات میں اکثریت حاصل کر کے حکومت بناتی ہیں۔ پارلیمانی اور صدارتی دونوں نظاموں میں حکومت قائم ہوتی ہے اور انتظامیہ سیاسی جماعتوں کی بنیاد پر چلائی جاتی ہے۔

5. حکومت کو کنٹرول کرنا: اپوزیشن جماعتوں کا مقصد حکومتی پالیسیوں پر بھرپور تنقید کر کے رائے عامہ کو اپنے حق میں موڑنا ہے۔ اپوزیشن کی سرگرمیوں سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ گورننس پالیسی کا خاکہ کیا ہے؟ جب عوام گورننس کی متبادل پالیسی کی حمایت کرنا شروع کر دیتے ہیں تو پھر اپوزیشن پارٹی حکمرانی کی باگ ڈور سنبھالنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

6. عوام اور حکومت کے درمیان پل: حکمران جماعت اور اپوزیشن جماعتوں کا عوام سے رابطہ بدستور جاری رہتا ہے، اپوزیشن جماعتیں عوام کی مشکلات اور مطالبات حکومت کے سامنے رکھتی ہیں۔ سیاسی جماعت کا بنیادی کام رابطے اور خیالات کے تبادلے کا راستہ کھلا رکھنا ہے۔ اس طرح حکومت عوامی فلاح اور عوامی رائے کے مطابق چلتی ہے۔

7. حکمرانی کے مختلف اعضاء میں ہم آہنگی کو برقرار رکھنا: سیاسی جماعتیں حکومت کے مختلف اداروں کو مربوط کرتی ہیں۔ پارٹی ڈسپلن اور پروگرام کے نتیجے میں پارلیمانی نظام حکومت میں متفقہ اور ایگزیکٹو کے درمیان ایک اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے۔ صدارتی نظام حکومت میں حکومت کے مختلف حصوں میں علیحدگی کی وجہ سے صرف سیاسی جماعتیں ہی سہولت فراہم کرتی ہیں۔

21.6 سیاسی جماعتوں کی اہمیت (Importance of Political Parties)

سیاسی جماعتیں جدید دور میں زندگی کی ضرورت بن چکی ہیں۔ ایک بالواسطہ جمہوریت میں جہاں عوام کے نمائندے ہی حکمرانی کی باگ ڈور سنبھالتے ہیں، سیاسی جماعت کے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ ایک مطلق العنان حکمرانی میں سیاسی جماعت کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کمیونسٹ ریاستوں میں، جہاں پارٹی اور حکومت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، سیاسی جماعتیں بہت طاقتور ہوتی ہیں۔ جمہوریت کا حال کوئی بھی ہو، سیاسی جماعتیں جان کی مانند ہوتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کو حکومت کا چوتھا ستون کہا جاسکتا ہے۔

ہر اور کے الفاظ میں، ”سیاسی جماعتیں جمہوری مشین کے چلانے میں ایندھن کی مانند ہیں“۔
منرو کے مطابق، ”جمہوری حکومت پارٹی حکومت کی ایک اور شکل ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کبھی آزاد حکومت نہیں رہی جس میں کسی سیاسی جماعت کا وجود نہ ہو“۔

برائس کی رائے ہے، ”سیاسی جماعت ضروری ہے۔ کوئی بھی عظیم ملک اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کسی نے یہ نہیں دکھایا کہ جمہوریت اس کے بغیر کیسے چل سکتی ہے“۔

آج کے دور میں ہر ملک میں سیاسی جماعت کی بڑی اہمیت ہے چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی، بادشاہت ہو یا آمریت۔ ہر ریاست میں حکومت کسی نہ کسی پارٹی کی رہتی ہے۔

سیاسی جماعتوں کی اہمیت یا افادیت کو مندرجہ ذیل طریقے سے بیان کیا جاسکتا ہے۔
1. سیاسی جماعتیں جمہوری حکومت کے کام کرنے کے لیے ناگزیر ہیں۔ ایڈمنڈ برک کے مطابق، ”پارٹی نظام، چاہے وہ مجموعی طور پر اچھا ہو یا برا، جمہوری سیاست کے لیے ضروری ہے“۔

2. سیاسی جماعتیں قومی مفاد کو ایک منظم اور عقلی پالیسی کی شکل میں پیش کرتی ہیں، اس کے حق میں رائے عامہ پیدا کرتی ہیں، جمہوری انتخابی نظام کو بناتی ہیں اور اس کی خود مختاری کو کنٹرول کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حکمرانی اور جمہوری آزادیوں، حقوق اور اقدار کا تحفظ کرتی ہیں۔

3. نظام حکومت چاہے پارلیمانی ہو یا صدارتی، سیاسی جماعتوں کی عدم موجودگی میں حکومت موثر طریقے سے نہیں چل سکتی۔ اپوزیشن پارٹیوں کی شکل میں پارٹیاں بھی بہت اہم ہوتی ہیں کیونکہ صرف اپوزیشن پارٹی ہی حکومت کی پالیسیوں اور اقدامات کو کنٹرول کرتی ہے اور اسے خود مختار اور مطلق العنان بننے سے روکتی ہے۔ اس طرح نمائندہ حکومت سیاسی جماعتوں کے ذریعے ہی کامیابی سے چل سکتی ہے۔

4. صرف سیاسی جماعتیں ہی صحت مند اور باشعور سیاسی ماحول برقرار رکھ سکتی ہیں۔ سیاسی جماعتیں کسی سوال پر رائے عامہ تیار کرنے کے لیے کچھ اصول یا سوالات پیش کرتی ہیں جو بے حد معاون ثابت ہوتے ہیں۔

5. جمہوری نظام رائے عامہ پر مبنی ہے اور رائے عامہ بنیادی طور پر صرف سیاسی جماعتیں تشکیل دیتی ہیں۔ پارٹیوں کے اپنے مخصوص اصول ہوتے ہیں۔ انہیں اصولوں کی بنیاد پر ووٹر اپنے امیدواروں کو انتخابات میں فتح یاب کرتے ہیں۔

سیاسی جماعتیں نہ صرف اکثریت حاصل کر کے حکومت بناتی ہیں بلکہ سیاسی جماعتیں اپوزیشن پارٹی کا کردار ادا کر کے حکومت کے غیر منصفانہ اور من مانی اقدامات کو روکتی ہیں۔

6. لاڈ برائٹس کا کہنا ہے کہ، "سیاسی جماعتیں ضروری ہیں اور کوئی بڑا آزاد ملک ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کسی نے یہ نہیں بتایا کہ ان کے بغیر جمہوریت کیسے چل سکتی ہے۔ یہ ووٹرز کے ایک گروپ کی انارکی میں ہے جو وہ نظم و ضبط پیدا کرتے ہیں۔ اگر جماعتیں کچھ برائیاں پیدا کرتی ہیں تو وہ دوسری برائیوں کو بھی دور کرتی ہیں اس طرح سیاسی جماعتیں جدید نظام سیاست اور نظام حکمرانی کا لازمی حصہ ہیں۔"

21.7 سیاسی جماعتوں کے اقسام (Classification of Political Parties)

ہندوستانی جماعتوں کی درجہ بندی کرنے کے بڑے طریقے درج ذیل ہیں:

جغرافیائی پھیلاؤ کے لحاظ سے چار قسم کی پارٹیاں ہیں، آل انڈیا پارٹیاں، ٹرانس ریجنل پارٹیاں، ریجنل پارٹیاں اور مقامی پارٹیاں۔

کے لحاظ سے بائیں، دائیں، مرکز اور لیڈر پر مبنی جماعتیں ہیں۔ (orientation واقفیت)

بائیں بازو میں کمیونسٹ پارٹیاں اور سوشلسٹ گروپس ہیں، دائیں بازو میں مذہبی برادری اور ذات پات کے گرد قائم روایتی جماعتیں ہیں۔

ہم مندرجہ ذیل طریقے سے ہندوستانی پارٹیوں کی مزید درجہ بندی کر سکتے ہیں:

آل انڈیا سیاسی جماعتیں یا قومی جماعتیں: آل انڈیا سیاسی پارٹیاں وہ سیاسی پارٹیاں ہیں جن کے ساتھ بڑے پیمانے پر قومی حمایت ہوتی ہے اور لوک سبھا یا قانون ساز کے عام انتخابات میں کسی بھی چار یا زیادہ ریاستوں میں کم از کم چھ فیصد درست ووٹ حاصل کرنے کے قابل ہوتی ہیں، اسمبلی اور اس کے علاوہ کسی بھی ریاست سے لوک سبھا میں کم از کم چار نشستوں پر جیت حاصل کرنے کے قابل ہو۔

دوسرا معیار یہ ہے کہ ایک سیاسی پارٹی کم از کم تین مختلف ریاستوں سے لوک سبھا میں کم از کم دو فیصد سیٹیں جیتی ہو۔ 543 براہ راست منتخب نمائندوں میں سے کم از کم 11 ممبران پارلیمنٹ ہونے چاہئیں، اس طرح لوک سبھا میں پارٹی کی موجودگی کو وزن ملے گا۔

علاقائی پارٹیاں: جو واضح طور پر کسی علاقے کی مشترکہ زبان، ثقافت اور تاریخ کی بنیاد پر ذیلی علاقائی قوم پرستی کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ جماعتیں اپنے اراکین کی ذات پات اور مذہبی وابستگیوں سے قطع نظر علاقائی مفادات کو یکجا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ان کی طاقت کی بنیاد اور ووٹنگ کی طاقت ایک خاص جغرافیائی علاقے تک محدود ہوتی ہے۔ درج ذیل مشہور علاقائی پارٹیاں ہیں: ڈی ایم کے اور اے ڈی ایم کے (تمل ناڈو)؛ تیگودیشم (آندھرا پردیش)، نیشنل کانفرنس (جموں و کشمیر)، اور آسام گنپریشد (آسام)۔

تجارتی پارٹیاں: تیسرے گروپ میں وہ جماعتیں اور تنظیمیں شامل ہیں جو اپنی رکنیت میں خصوصی ہیں۔ یعنی، وہ صرف ایک مخصوص مذہبی یا نسلی برادری کے باشندوں کو بطور رکن قبول کرتی ہیں۔ وہ صرف اسی مخصوص کمیونٹی کے مفاد کی حفاظت اور فروغ کی کوشش کرتے ہیں، بنیادی طور پر ان کی فطرت غیر اجتماعی ہوتی ہے، اور عموماً اپنے حامیوں کو اپنے مخصوص جذبات کی بنیاد پر متحرک کرتے ہیں۔ درج ذیل جماعتیں اس زمرے میں آتی ہیں: مسلم لیگ (کیرالہ) اور اکالی دل (پنجاب)۔

ایڈہاک پارٹیاں: پارٹیوں کا آخری گروپ ان لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جو طاقتور افراد یا مقامی اور ریاستی مسائل کے گرد منظم ہوتے ہیں۔ ایسی پارٹیاں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ کچھ صرف مختصر مدت کے لیے ظاہر ہوتی ہیں اور پھر مکمل طور پر غائب ہو سکتی ہیں یا دوسری جماعتوں میں ضم ہو سکتی ہیں۔ بنگلہ کانگریس، کیرالہ کانگریس، چرن سنگھ کی بی کے ڈی ایسی ایڈہاک پارٹیوں کی کچھ مثالیں ہیں۔

21.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

سیاسی پارٹی منظم شہریوں کی ایک جماعت ہے جو ایک ہی سیاسی اصول پر یقین رکھتی ہے اور ایک سیاسی اکائی کے طور پر کام کرتی ہے اور حکومت پر اپنا اختیار قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

تنظیم، بنیادی اصولوں کا اتحاد، دستوری اقدامات کا استعمال اور قومی مفاد کا فروغ سیاسی جماعتوں کی اہم خصوصیات ہیں۔ نمائندگی، الیکشن لڑنا اور اقتدار حاصل کرنا، مفادات کی وضاحت، مواصلاتی کیریئر، پالیسیاں بنانا، عوامی بیداری اور سماجی کاری، سیاسی بھرتی اور حکومت کی تنظیم ان کے اہم کام ہیں۔

رائے عامہ بنانا، یاسی تعلیم فراہم کرنا، انتخابات میں مدد فراہم کرنا، گورننس کے آپریشن میں مدد فراہم کرنا، حکومت کو کنٹرول کرنا، عوام اور حکومت کے درمیان رابطہ کرنا اور حکمرانی کے مختلف اعضاء میں ہم آہنگی کو برقرار رکھنا سیاسی جماعتوں کے اہم کردار ہیں۔ جغرافیائی پھیلاؤ کے لحاظ سے چار قسم کی پارٹیاں ہیں، آل انڈیا پارٹیاں، ٹرانس ریجنل پارٹیاں، ریجنل پارٹیاں اور مقامی پارٹیاں۔ کے لحاظ سے بائیں، دائیں، مرکز اور لیڈر پر مبنی جماعتیں ہیں۔ (orientation واقعیت) بائیں بازو میں کمیونسٹ پارٹیاں اور سوشلسٹ گروپس ہیں، دائیں بازو میں مذہبی برادری اور ذات پات کے گرد قائم روایتی جماعتیں ہیں۔

21.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

گورننس

ورننس سے مراد وہ اسلوب یا طریقہ کار ہے جس کے ذریعہ فیصلے کئے جاتے ہیں یا جس کے ذریعہ اُن فیصلوں پر عمل درآمد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مختلف شعبوں میں اس کا حسب ذیل شمار کیا جاسکتا ہے جیسے بین الاقوامی گورننس، قومی گورننس اور مقامی گورننس۔ چونکہ گورننس فیصلے کرنے کے طریقہ کار یا ان فیصلوں پر عمل درآمد کا نام ہے۔

کمیونسٹ

کمیونزم الحاد پر قائم ایک مکتب فکر ہے۔ یہ مادہ کو ہر چیز کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ تاریخ کی انسانی طبقات کے درمیان جنگ، کشمکش اور اقتصادی عوامل کی بنیاد پر تشریح کرتے ہیں۔ یہ مکتب فکر جرمنی میں کارل مارکس اور اینگلس کی جانب سے سامنے آیا

مطلق العنان

بے لگام، بے مہار، حاکم مطلق، مختارِ کل، آمر، خود سر، بے باک

21.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

21.10.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- سیاسی پارٹی کیا ہوتی ہے؟

(a) خود ساختہ گروہ جو خود بخود اقتدار پر قابض ہیں۔

(b) لوگوں کا ایک گروہ جو الیکشن لڑنے اور حکومت میں اقتدار رکھنے کے لیے اکٹھا ہوتا ہے۔

(c) سماجی کام کرنے کے لیے غیر سرکاری گروہ

(d) سماجی کام کے لیے سرکاری تنظیمیں۔

2- سیاسی جماعت کے اجزاء کیا ہیں؟

(a) رہنما

(b) فعال اراکین

(d) مندرجہ بالا سبھی

(c) پیروکار

3- جمہوریت میں....

(a) جماعتوں کا انتخاب منفقہ طور پر کیا جاتا ہے۔

(b) پارٹیاں الیکشن لڑتی ہیں۔

(d) پارٹیاں اشرافیہ ہیں۔

(c) پارٹیاں خود منتخب کی جاتی ہیں۔

4- پارٹیاں اس کے ذریعے کام کرتی ہیں...

(b) جس طرح وہ چاہتے ہیں

(a) عوام کے مطالبات

(d) مندرجہ بالا میں سے کوئی نہیں۔

(c) پالیسیاں اور پروگرام

5- کیا پارٹیاں ملک کے لیے قانون بنانے میں کردار ادا کر سکتی ہیں؟

(b) معلوم نہیں

(a) ہاں

(d) کچھ حالات میں

(c) شاید

6۔ وہ جماعتیں جو الیکشن میں ہار جاتی ہیں.....

- (a) اب بھی حکومت چلا سکتی ہیں۔
(b) اپوزیشن کا کردار ادا کرتی ہیں
(c) پالیسیاں اور پروگرام بنا سکتی ہیں
(d) حکومت پر تنقید نہیں کر سکتیں

7۔ کس پارٹی کو ریاستی پارٹی کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے؟

- (a) اسمبلی انتخابات میں کل ووٹوں کا 6% حاصل کرنے والی جماعت
(b) ایک پارٹی جو ریاستی اسمبلی کے انتخابات میں کل ووٹوں کا کم از کم 6% حاصل کرتی ہے اور کم از کم 2 نشستیں جیتی ہے۔
(c) اسمبلی الیکشن میں 4 سیٹیں جیتنے والی پارٹی
(d) مندرجہ بالا میں سے کوئی نہیں۔

8۔ مندرجہ ذیل میں سے کون ہندوستان میں سیاسی جماعتوں کو تسلیم کرتا ہے؟

- (a) لوک سبھا کا اسپیکر
(b) صدر ہند
(c) لوک سبھا اسپیکر
(d) الیکشن کمیشن

9۔ سیاسی جماعت کو قومی جماعت کے طور پر تسلیم کرنے کی شرط یہ ہے:

- (a) اسے لوک سبھا انتخابات یا چار ریاستوں کے اسمبلی انتخابات میں کل ووٹوں کا کم از کم 6 فیصد حاصل کرنا ضروری ہے۔
(b) اسے لوک سبھا میں کم از کم 4 سیٹیں جیتی ہوں گی۔

(c) مذکورہ بالا دونوں

(d) ان میں سے کوئی نہیں۔

10۔ پارٹی کا مطلب ہے

(a) پارٹی جو حکومت چلاتی ہے۔

(b) ریاست کا معاملہ یا حکومت کی سائنس

(c) وہ شخص جو کسی پارٹی کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ ہو۔

(d) لوگوں کا ایک گروہ جو مشترکہ عقائد کو فروغ دینے کے لیے اکٹھا ہوتا ہے۔

21.10.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سیاسی جماعت کے تین اہم اجزاء کیا ہیں؟ وضاحت کیجئے۔
2. ایک تسلیم شدہ سیاسی جماعت کیا ہے؟ لکھئے۔
3. سیاسی جماعت کی اہمیت پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔
4. قومی سطح کی سیاسی جماعت بننے کے لیے کیا شرائط ہیں، قلمبند کیجئے۔
5. ملٹی پارٹی سسٹم کے فوائد کیا ہیں؟ لکھئے۔

21.10.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کے کردار پر تفصیلی نوٹ لکھئے۔
2. سیاسی جماعتوں کے اقسام کیا ہیں تفصیل سے لکھئے۔
3. سیاسی جماعتوں کے افعال کس طرح جمہوری نظام کے معاون ہیں کا تنقیدی جائزہ قلمبند کیجئے۔

21.11 تجویز کردہ ہا کتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Agarwal RC . Political Theory (Principles of Political Science), S. Chand & Company Ltd. New Delhi, 2011
2. Almond, Gabriel and G.B. Powell.(2001). Comparative Politics: A Developmental Approach, Oxford IBH, New Delhi.
3. Brecht. A. (2006). Political Theory, Surjeet Publications, New Delhi.
4. Das P.G (1996), Modern Political Theory, New Central Book Agency (P) Ltd, Calcutta.

اکائی 22- مرکز- ریاست تعلقات

(Centre-State Relations)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	22.0
مقاصد	22.1
دستور کی وفاقی خصوصیات	22.2
دستور کی وحدانی خصوصیات	22.3
مرکز- ریاست تعلقات کا جائزہ	22.4
قانون سازی کے تعلقات	22.4.1
انتظامی تعلقات	22.4.2
مالی تعلقات	22.4.3
سرکاریہ کمیشن رپورٹ	22.5
پنچھی کمیشن رپورٹ	22.6
کل ہند خدمات	22.7
اکتسابی نتائج	22.8
کلیدی الفاظ	22.9
نمونہ امتحانی سوالات	22.10
معروضی جوابات کے حامل سوالات	22.10.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	22.10.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	22.10.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	22.11

22.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان کا دستور دوہری سیاست فراہم کرتا ہے جس میں یونین اور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی واضح تقسیم ہوتی ہے، ہر ایک اس کے لیے مختص کردہ دائرے میں سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ ہندوستانی فیڈریشن آزاد اکائیوں کے درمیان کسی معاہدے کا نتیجہ نہیں ہے، اور ہندوستانی فیڈریشن کی اکائیاں وفاق کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ ہندوستانی دستور کا وفاق نظام تمام قانون سازی، انتظامی اور مالیاتی اختیارات کو مرکز اور ریاستوں کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔ تاہم، کیونکہ دستور نے وفاق اور ریاستی دونوں قوانین کو برقرار رکھنے کے لیے ایک متفقہ عدالتی نظام قائم کیا ہے، اس لیے عدلیہ میں اختیارات کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ اگرچہ وفاق حکومت اور ریاستیں اپنے اپنے شعبوں میں رہنمائی، لیکن وفاق نظام کے مؤثر طریقے سے کام کرنے کے لیے، ان کے درمیان سب سے زیادہ ممکنہ ہم آہنگی اور تعاون ہونا چاہیے۔

22.1 مقاصد (Objectives)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ:

- دستور کی وفاق خصوصیات کا جائزہ لیں گے۔
- دستور کی وحدانی خصوصیات کو سمجھیں گے۔
- مرکز-ریاست تعلقات کا جائزہ لیں گے۔
- سرکاری کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کریں گے۔
- پنچھی کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کریں گے۔

22.2 دستور کی وفاق خصوصیات (Federal Features of Constitution)

ہندوستان دستوری نظریے کے لحاظ سے وفاق کی تمام خصوصیات رکھتا ہے۔ ہندوستان کا دستور تحریری ہے جو ملک کا سب سے برتر و مقدس قانون ہے۔ مرکزی و ریاستی حکومتوں کو اختیارات تحریری دستور سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ایک مرکزی اور 28 ریاستی حکومتیں ہیں۔ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے لئے دستور میں مرکزی فہرست، ریاستی فہرست اور مشترکہ فہرستیں دی گئی ہیں۔ مرکزی حکومت کے عاملانہ اور قانون سازی کے اختیارات مرکزی فہرست کے امور تک محدود ہیں۔ ابتداء میں مرکزی فہرست 97 موضوعات پر مشتمل تھے۔ جواب بڑھ کر 99 ہو گئے ہیں۔ دفاع، مسلح افواج، خارجہ امور، ایٹمی توانائی، جنگ و امن، شہریت، محکمہ تاروپی، انشورنس، بینکنگ و کرنسی، ریلویز، قومی شاہراہیں، جہاز رانی، ایرپورٹس و شہری ہوا بازی، نشریات، بیرونی تجارت وغیرہ مرکزی فہرست کے اہم موضوعات ہیں۔ ریاستی فہرست میں 66 موضوعات تھے جو اب کم ہو 61 ہو گئے ہیں۔ نظم و ضبط کی برقراری، پولیس، حکومت مقامی، صحت عامہ، زراعت، جنگلات، جیل، آب پاشی پراجیکٹس وغیرہ ریاستی

موضوعات ہیں جن پر ریاستوں کو قانون سازی اور عاملانہ اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مشترکہ فہرست (Concurrent list) بھی ہے جو پہلے 47 موضوعات پر مشتمل تھی اب اس میں 51 موضوعات شامل ہیں۔ شادی بیاہ، طلاق، غیر زراعتی زمین کی جائیداد کی منتقلی، غذا میں ملاوٹ، تعلیم، دیوالیہ، ٹریڈ یونین، بجلی، اخبارات، کتابیں، اسٹامپ ڈیوٹی، معاشی و سماجی منصوبہ بندی جیسے موضوعات اس میں شامل ہیں۔ ان تینوں فہرستوں میں غیر شامل موضوعات جنہیں مابقی اختیارات (Residuary Powers) کہتے ہیں، مرکزی حکومت کو حاصل ہونگے۔ مشترکہ فہرست کے موضوعات پر قانون سازی کا اختیار مرکزی و ریاستی حکومتوں دونوں کو حاصل ہے۔ ان موضوعات میں سے کسی موضوع پر پہلے سے موجود پارلیمنٹ کے قانون کی صورت میں ریاستیں اس پر قانون سازی نہیں کر سکیں گی یا پھر ایسے قانون کے لئے صدر جمہوریہ کی منظوری لازمی ہوگی۔ لیکن اگر ریاستی قانون پہلے سے موجود ہو اور پارلیمنٹ اگر کسی موضوع پر بعد میں قانون بناتی ہے تو ریاستی قانون کی جگہ پارلیمنٹ کے قانون کو برتری حاصل ہوگی۔ مشترکہ فہرست پر کشمیر اسمبلی کے قانون کو مرکزی پارلیمنٹ رد نہیں کر سکتی۔

ایک برتر و آزاد عدلیہ وفاق کی اہم خصوصیت ہے جو دستور ہند میں پائی جاتی ہے۔ ہندوستان کی سپریم کورٹ دستور کی محافظ ہے۔ ہندوستان کی سپریم کورٹ کو امریکی سپریم کورٹ کی طرح عدالتی نظر ثانی کا اختیار ہے۔ یہ دستوری نکات کی تشریح و توضیح کرتی ہے اور مرکزی و ریاستی قوانین کی دستوری جانچ کرتی ہے۔ ہندوستان میں پارلیمانی سیاسی نظام کے ساتھ عدالتی نظر ثانی کا تصور پارلیمانی نظام میں ایک اختراع ہے اور اس کی وجہ ہندوستانی مملکت کا وفاقی ڈھانچہ ہے۔

22.3 دستور کی وحدانی خصوصیات (Unitary Features of Constitution)

ہندوستان کا وفاق طاقور مرکزیز (Centrifugal) رجحانات کا حامل ہے۔ چونکہ آزادی کے بعد ایک وحدانی مملکت کی علاقائی سیاسی اکائیوں میں تقسیم عمل میں آئی ہے اس لئے ہندوستان کا وفاق امریکی وفاق نظام سے مختلف ہے جہاں آزاد علاقائی سیاسی اکائیاں مرکزی حکومت کو قائم کی ہیں۔ ہندوستان میں ریاستیں مرکزی کی تخلیق کردہ ہیں اس لئے مرکزی حکومت کے اختیارات کافی وسیع ہیں۔ ایک تو یہ کہ اختیارات کی دستوری تقسیم میں مرکز کو دئے گئے اختیارات ویسے ہیں زیادہ ہیں۔ دوسری طرف مشترکہ فہرست کے موضوعات میں بھی مرکزی مداخلت ہے۔ اس کے علاوہ مابقی اختیارات بھی کینڈا کی طرح مرکز کو دئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں مرکز اور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم افقی نہیں بلکہ عمودی ہے۔ دستور ہند کی وحدانی خصوصیات میں ذیل ہیں:

- ہندوستان کی ریاستوں کو ملک سے علاحدہ ہونے کا اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ ہندوستان ناقابل علاحدہ ریاستوں کا یونین ہے۔ پورے ملک کے لئے واحد دستور ہے۔
- وفاقی مملکتوں میں شہریوں کو دوہری شہریت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ امریکہ میں ہے۔ ایک فرد پہلے اپنی ریاست کا شہری ہوتا ہے اور بعد میں وہ قومی شہریت رکھتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں تمام کو واحد شہریت عطا کی گئی ہے۔ ہندوستان کے تمام شہری یکساں حقوق اور آزادیاں رکھتے ہیں اور وہ ملک کے کسی بھی حصہ میں سکونت و رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔

- مرکز اور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم میں مرکز کو زیادہ اختیارات حاصل ہیں جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مرکزی حکومت مختلف طرح سے ریاستی امور میں مداخلت کر سکتی ہے۔ دستور کی دفعہ 352 کے تحت نافذ قومی ایمر جنسی کت دوران پورا ملک وحدانی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس دوران مرکز کو ریاستی موضوعات پر بھی قانون سازی کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ دفعہ 356 کے ذریعہ مرکز کبھی بھی ریاست کی حکومت کو برخاست کر کے صدر راج نافذ کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں ریاستی موضوعات پر قانون سازی کا راست اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہو جاتا ہے۔ دفعہ 360 کے تحت نافذ کی جانے والی مالی ایمر جنسی کے دوران ریاستی بجٹ مرکز کی منظوری کے تابع ہوتے ہیں اور مرکز ریاست کو مالی امور کے متعلق ہدایات دے سکتی ہے۔ اس کے علاوہ عام حالت میں بھی مرکزی حکومت دفعات 256 اور 257 کے تحت ریاستی حکومتوں کو خصوصی ہدایات جاری کر سکتی ہے۔ (ان کی تفصیل آگے آئے گی)
- عام حالات میں بھی پارلیمنٹ ریاستی موضوعات پر قانون سازی کر سکتی ہے اگر راجیہ سبھا ایک قرارداد کی منظوری کے ذریعہ ریاستی موضوعات پر قانون سازی کا مطالبہ کرے۔
- مرکزی حکومت کو دستور کی دفعہ 3 کے مطابق ریاستی حدود وسرحدات میں تبدیلی کا اختیار ہے۔ اس طرح ریاستوں کا وجود ہی مرکز پر منحصر ہے۔
- دستور میں ترمیم کے اختیار میں ریاستوں کی حصہ داری برائے نام ہے، چنانچہ صرف چند ایک دفعات کو چھوڑ کر پارلیمنٹ پورے دستور میں ترمیم کا لامحدود اختیار رکھتی ہے۔ خصوصاً دستور میں ترمیم کی تجویز پارلیمنٹ میں صرف مرکزی حکومت کی جانب سے ہی رکھی جاسکتی ہے۔ ریاستوں کو اس طرح کی تجویز پیش کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔
- مرکزی حکومت کے ایجنٹس ریاستوں میں مرکزی مفادات کے تحفظ کے لئے کام کرتے ہیں چنانچہ پورا سول و پولیس کا انتظامی عملہ مرکز کا تربیت یافتہ ہوتا ہے جنہیں مرکزی حکومت ریاستوں کے حوالے کرتی ہے۔ مرکزی حکومت جب چاہے ان کی خدمات کو مرکز میں طلب کر سکتی ہے۔ اس لئے یہ سول و پولیس کا عملہ ریاست کے کنٹرول میں نہیں ہوتا۔
- ریاستوں میں مرکز کی جانب سے گورنر کا تقرر اوپر سے مقرر کئے جانے والے ایجنٹ کی طرح ہے۔ گورنر ریاستی مفادات اور ریاستی حکومت کی بہتری کے مقابلے میں مرکزی مفادات کے تحفظ اور مرکز کے اشاروں پر کام کرنے والے ایجنٹ کی طرح کام کرتے ہیں۔ گورنر ہر پندرہ یوم میں ریاستی حکومت کی کارکردگی کے متعلق اپنی رپورٹ مرکزی حکومت کو روانہ کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ریاستی حکومت دباؤ میں رہتی ہے اور اس کے آزادانہ کام کرنے کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں، اسے ریاستی گورنر اور مرکزی حکومت کو خوش کرتے ہوئے کام کرنا ہوتا ہے۔
- ریاستوں میں مرکزی پولیس CRPF، RAFF، CISF اور فوج تعینات ہوتی ہے جو امن عامہ کی برقراری کے نام پر ریاستی نظم ونسق میں مداخلت کر سکتی ہے۔ اس طرح ریاستی حکومت کے اختیارات نظر انداز ہو جاتے ہیں۔

- مرکزی منصوبہ بندی ہندوستان کو واحدانی حکومت بنانے کے لئے پچی پچی کسر کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ ریاستوں کے لئے علاحدہ منصوبہ بندی کمیشن نہیں ہے۔ مرکزی منصوبہ بندی کمیشن ہی پورے ملک کے لئے منصوبہ بندی کرتی اور پچیسالہ منصوبہ بناتی ہے، ریاست کی جانب سے بنائے جانے والے سالانہ منصوبے مرکزی منصوبہ بندی کمیشن کی منظوری کے تابع ہوتے ہیں۔
- ہندوستان کا اکبر اعدالتی نظام وفاقییت کے خلاف ہے، مرکز میں سپریم کورٹ سے نیچے تک واحد عدالتی نظام ہے جو ملک کو واحدانی قانونی نظام فراہم کرتا ہے۔

22.4 مرکز۔ ریاست تعلقات کا جائزہ (Analysis of Centre-State Relations)

دستور ہند میں 245 تا 300 جملہ 56 دفعات مرکز ریاست تعلقات کے لئے وقف ہیں۔ دستور ہند میں مرکز ریاست تعلقات کو تین زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- قانون سازی کے تعلقات
- انتظامی تعلقات اور
- مالی تعلقات

22.4.1 قانون سازی کے تعلقات (Legislative Relations)

مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم وفاق کی اہم خصوصیت ہے۔ لیکن مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کا تعلق وفاق کی نوعیت اور وفاق کی تشکیل کے حالات سے ہے۔ چنانچہ امریکہ میں جب آزاد مختار ریاستیں وفاق کے قیام کے ذریعہ ایک مرکزی حکومت کے قیام کا فیصلہ کیں تو وہ صرف قومی اہمیت کے حامل موضوعات و اختیارات سے دستبردار ہوئیں اور باقی ماندہ اختیارات اپنے پاس ہی رکھیں، اس لئے امریکہ میں ایک ہی مرکزی فہرست ہے اور باقی ماندہ تمام اختیارات اپنے پاس ہی رکھیں، اس لئے امریکہ میں ایک ہی مرکزی فہرست ہے اور باقی ماندہ تمام اختیارات ریاستوں کو حاصل ہیں۔ امریکہ میں مرکز کے مقابلے میں ریاستوں کو حاصل اختیارات وسیع ہیں۔ جب کہ کینیڈا میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے اختیارات کو شمار کرنے والی دو فہرستیں ہیں اور ان دو فہرستوں سے ہٹ کر باقی ماندہ تمام اختیارات (Residuary Powers) مرکز کو دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں تقانون حکومت ہند 1935ء کے وقت سے ہی تین فہرستوں کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔ مرکزی موضوعات پر مشتمل مرکزی فہرست اور ریاستی موضوعات پر ریاستی فہرست کے علاوہ ایک مشترکہ فہرست ہے جس پر قانون سازی کا مرکز اور ریاستوں کو اختیار ہے، باقی ماندہ اختیارات مرکز کو دیئے گئے ہیں جو دستور ہند میں مرکزیت کے رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔ چنانچہ دستور ہند کے تحت مرکز ریاستوں کے درمیان قانون سازی کے تعلقات کا جائزہ اسی تناظر میں لیا جانا چاہئے۔

دفعات 245 تا 254 مرکز اور ریاستوں کے درمیان قانون سازی کے تعلقات سے متعلق ہیں۔ دفعہ 245 کے متعلق پارلیمنٹ کو ملک کے کسی حصہ یا پورے علاقے کے لئے قانون سازی کا اختیار ہو گا جب کہ ریاستی قانون سازوں کو اپنی اپنی ریاست کے کسی حصہ یا پوری ریاست کے لئے قانون سازی کا اختیار ہو گا۔

اس صراحت کے باوجود مرکزی پارلیمنٹ کو ریاستی امور و موضوعات پر قانون سازی کا حق حاصل ہوتا ہے، اگر:

- دفعہ 249 کے مطابق راجیہ سبھا اپنے حاضر اراکین کی کم سے کم دو تہائی 2/3 تعداد سے قرارداد منظور کرتے ہوئے ریاستی فہرست میں درج کسی موضوع پر قانون سازی کا مطالبہ کرتی ہے تو پارلیمنٹ اس موضوع پر قانون سازی کرتی ہے، لیکن ایسی قانون سازی ایک سال سے زائد عرصہ کے لئے نہیں ہوتی۔ البتہ راجیہ سبھا مزید ایک نئی قرارداد سے اس قانون سازی کو مزید ایک سال تک کے لئے وسعت دے سکتی ہے۔ لیکن اس دفعہ کا اطلاق جموں و کشمیر پر نہیں ہو گا۔
- دفعہ 250 کے مطابق ایمر جنسی کے نفاذ کے دوران پارلیمنٹ کو پورے ملک یا ملک کے کسی ایک حصہ کے لئے ریاستی فہرست کے موضوعات پر بھی قانون سازی کا اختیار حاصل ہو گا، ایمر جنسی کے اختتام کے چھ ماہ تک یہ قانون نافذ العمل ہو گا
- دفعہ 252 کے مطابق اگر دو یا اس سے زائد ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیاں اور کونسل (جہاں دو ایوانی مقننہ ہو) ریاستی فہرست کے کسی موضوع پر قانون سازی کا مطالبہ پارلیمنٹ سے اپنی قراردادوں کے ذریعہ کرے تو ایسی صورت میں پارلیمنٹ ان ریاستوں کے لئے اس موضوع پر قانون سازی کی مجاز ہوگی۔ ایک مرتبہ اگر پارلیمنٹ ریاستی موضوعات میں سے کسی موضوع پر قانون سازی کا آغاز کرتی ہو تو اس موضوع پر قانون سازی کا ریاستی اختیار ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس موضوع پر قانون سازی نہیں کر سکتی۔
- دفعہ 253 کے مطابق پارلیمنٹ کو دوسرے ملکوں کے ساتھ کئے گئے معاہدات کی عمل آوری کے لئے ملک کے کل علاقہ یا اس کے کسی حصہ کے لئے قانون بنانے کا اختیار حاصل ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پارلیمنٹ بشمول ریاستی موضوعات کسی بھی موضوع پر قانون سازی کر سکتی ہے، اگر بین الاقوامی سطح پر کئے گئے معاہدات کی تکمیل یا عمل آوری کے لئے یہ ضروری ہو۔
- دفعہ 254 کے مطابق ریاستی مقننہ کے منظورہ قوانین مرکزی قوانین کے خلاف نہ ہوں اور تصادم کی صورت میں مرکزی قانون نافذ العمل ہو گا چاہے ایسی قانون سازی کا تعلق مشترکہ فہرست سے ہی کیوں نہ ہو۔

بعض خصوصی حالات میں دفعہ 200 کے مطابق ریاستی گورنر ریاستی مقننہ کے منظورہ مسودہ قانون (بل) کو صدر کی منظوری کے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح ریاستی مقننہ میں بعض بلوں کی پیش کشی کے لئے صدر کی قبل از منظوری ضروری ہے۔

22.4.2 انتظامی تعلقات (Administrative Relations)

مرکز ریاست تعلقات میں روزمرہ کے انتظامی امور میں دونوں کے درمیان اختلافات اہمیت رکھتے ہیں۔ چونکہ ریاست کے مقابلے میں مرکز کے اختیارات زیادہ ہیں اس لئے انتظامی طور پر مرکز کو اہمیت حاصل ہے۔ دستور نے ریاستوں کے انتظامی امور پر نگرانی کے لئے چند دفعات رکھے ہیں جن کے دائرہ میں ریاستوں کو اپنے انتظامی امور انجام دینے ہوتے ہیں۔ دفعات 256 تا 262 انتظامی امور سے متعلق ہیں جو اس طرح ہیں:

- دفعہ 256 میں وضاحت سے یہ کہا گیا ہے کہ ہر ریاست کا عاملانہ اختیار اس طرح سے ہو کہ وہ پارلیمنٹ کے بنائے گئے قوانین کے تابع ہو اور مرکز کا عاملانہ اختیار اس حد تک وسیع ہو گا کہ وہ ریاستوں کو ایسی ہدایات دے سکتا ہے جسے وہ ضروری سمجھے۔ اس دفعہ کو مرکز ریاست تعلقات میں بہت ہی نازک سمجھا گیا ہے اور متعدد مرتبہ حزب اختلاف کے ذریعہ ریاستی حکومتوں نے اس دفعہ کو دستور سے ہی حذف کرنے کا مطالبہ کیا۔ ان کے مطابق یہ دفعہ ریاستی حکومتوں کے وجود پر ایک لگتی تلوار ہے جسے مرکزی حکومت اپنے سیاسی مفادات کی تکمیل کے لئے جب چاہے استعمال کر سکتی ہے اور ریاستی حکومتوں کو یہ کہہ کر درخواست کر سکتی ہے کہ وہ مرکزی ہدایات کی ان سنی کر رہے ہیں۔
- دفعہ 257 کے مطابق ہر ریاست کا عاملانہ اختیار اس طرح سے ہو کہ اس سے یونین کے عاملانہ اختیار کے استعمال میں رکاوٹ نہ ہو یا اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور مرکزی حکومت ریاستوں کو ان رسل و رسائل کی تعمیر و نگہداشت کے لئے ہدایات دے سکتی ہے جنہیں قومی یا فوجی اعتبار سے اہم قرار دیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ شاہراہوں یا آبی شاہراہوں کو قومی اہمیت کے حامل قرار دے سکتی ہے اور ان کے تحفظ کی ذمہ داری ریاستوں کی ہوگی۔ اسی طرح مرکزی حکومت ریاست میں ریلوں کی حفاظت کے لئے بھی ہدایات جاری کر سکتی ہے۔ ان ہدایات کی تعمیل میں عائد ہونے والے زائد اخراجات کی تکمیل مرکزی حکومت کرے گی۔
- دفعہ 258 کے مطابق بعض حالات میں ریاستوں کو اختیارات عطا کرنے کا اختیار یونین کو ہو گا۔ چنانچہ صدر جمہوریہ ریاستی حکومت کی رضامندی سے اس حکومت یا اس کے عہدیداروں کو مرکزی حکومت کے چند ایک اختیارات مشروط یا غیر مشروط طور پر سپرد کر سکتا ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ ریاستی حکومت کو یا اس کے عہدیداروں کو ایسے فرائض تفویض کر سکتی ہے جن پر کہ ریاستی مقننہ کو کوئی اختیار نہ ہو۔ ان فرائض کی انجام دہی پر عائد ہونے والے اخراجات کی پابجائی مرکزی حکومت کرے گی۔
- دفعہ 262 کے مطابق بین ریاستی دریا یا دریائی وادی یا اس کے اندر پانی کے استعمال، تقسیم یا اس پر اختیار سے متعلق کسی تنازعہ کے تصفیہ کا اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ اسی طرح دفعہ 264 کے مطابق صدر کو مرکز اور ریاستوں یا ایک ریاست اور دوسری ریاستوں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کے حل و سفارشات پیش کرنے کے لئے بین ریاستی کونسل کے قیام کا اختیار ہو گا۔
- صدر جمہوریہ ریاستوں میں گورنر کا تقرر کرتا ہے جو مرکز کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتا ہے۔ چنانچہ گورنر انھیں پندرہ روزہ رپورٹ کے ذریعہ مرکز کو ریاستی حالات سے باخبر کرتے رہتا ہے۔
- مرکزی حکومت، مرکزی زیر انتظام علاقوں کا نظم نسق راست اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے اور وہاں پر اپنے نمائندہ کے طور پر لیفٹننٹ گورنر یا چیف کمشنر کا تقرر کرتی ہے۔
- ریاستوں میں برسر خدمت کل ہند خدمات کے عملہ کا تعلق مرکز سے ہوتا ہے، مرکزی حکومت ہی ان کا انتخاب تربیت اور تقرر کرتی ہے، ان کے شرائط ملازمت مرکزی حکومت کے قواعد کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے صرف مرکزی حکومت کے قواعد کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے صرف مرکزی حکومت ہی انھیں خدمات سے برطرف کر سکتی ہے۔

• ریاستی حکومت کی مشنری کی ناکامی کی صورت میں مرکزی حکومت ریاستی حکومت کو درخواست کرتے ہوئے وہاں پر صدر راج نافذ کر سکتی ہے۔ (دفعہ 356)۔

• مرکزی پولیس فورس جیسے CRP، RAF وغیرہ ریاستوں میں مقیم ہوتی ہے جنہیں ضرورت پڑنے پر ریاستی حکومتیں استعمال کر سکتی ہیں۔ مرکزی حکومت بھی خود اپنے طور پر انہیں ریاستوں میں متحرک کر سکتی ہے۔

ریاستی ہائی کورٹس کے ججس کے تقرر اور تبادلے میں ریاست کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ بلکہ یہ بالکل طور پر مرکز کا اختیار ہے، اسی طرح کمپٹر و لراور آڈیٹر جنرل ریاستی حکومت کے حسابات کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور مرکز کو رپورٹ دیتا ہے۔

22.4.3 مالی تعلقات (Financial Relations)

دستور ہند میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان مالی تعلقات کی تفصیل دی گئی ہے۔ دستور ہند میں مرکزی اور ریاستوں کے درمیان مالیہ کی تقسیم بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ قانون حکومت ہند 1935ء میں کی گئی تھی۔ وقتاً فوقتاً مالیہ کی تفصیلی تقسیم اور وسائل کے از سر نو جائزہ کے لئے مالیہ کمیشن (Finance Commission) کے قیام کا اختیار صدر جمہوریہ کو حاصل ہے۔ دستور کے مطابق مرکزی سرکار کو مرکزی فہرست کے موضوعات پر محصول عائد کرنے اور ریاستی حکومتوں کو ریاستی فہرست کے موضوعات پر محصول عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ لیکن ریاستی محصول میں ریاستوں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ باقی اختیارات پر محصول سازی کا اختیار مرکز کو حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ریاستوں کو مرکز کی امداد (Grants – in – Aid) کی گنجائش بھی ہے۔ دستور میں مرکز اور ریاستوں کے درمیان مالیہ کی تقسیم کی تفصیل اس طرح ہے جس کا ذکر دستور کے حصہ 12 میں دفعات 264 تا 300 میں کیا گیا ہے۔

(الف) وہ محصول جسے مرکزی حکومت عائد اور وصول کرتی، لیکن ریاستوں کے حوالے کرتی ہے:

دفعہ 269 کے مطابق مرکزی حکومت حسب ذیل محصول عائد اور وصول کرتی ہے لیکن اس آمدنی کو ریاستوں کے حوالے کرتی ہے۔

- (1) زرعی اراضی سے ہٹ کر دوسری جائیداد کی وراثت پر محصول۔
- (2) زرعی اراضی سے ہٹ کر دوسری جائیدادوں پر اسٹیٹ ڈیوٹی۔
- (3) ریلوے، بحری یا فضائی راستوں سے لے جائے جانے والے مال یا مسافروں پر ٹرمنل ٹیکس۔
- (4) ریلوے کرایوں اور مال بھاڑے پر ٹیکس۔
- (5) اسٹامپ ڈیوٹی سے ہٹ کر اسٹاک اسکیپنگ اور وعدہ بازاروں میں لین دین پر ٹیکس۔
- (6) اخبارات کی بکری یا خرید اور ان میں شائع شدہ اشتہارات پر ٹیکس۔
- (7) اخبارات کے سواء دوسرے مال کی بکری یا خرید پر ٹیکس جو بین ریاستی تجارت سے تعلق رکھتی ہو۔
- (8) بین ریاستی تجارت میں مال کی ترسیل پر ٹیکس۔

(ب) وہ محصول جسے مرکز عائد کرتا اور ریاستیں وصول و خرچ کرتی ہیں:

دستور کی دفعہ 268 کے مطابق اسٹامپ ڈیوٹی اور مرکزی فہرست میں متذکرہ ادویات اور بناؤ سنگھار کی مصنوعات پر محصولات آبکاری مرکزی حکومت عائد کرے گی لیکن حکومتیں وصول اور خرچ کریں گی۔

(ج) وہ محصول جسے مرکز عائد اور وصول کرے گا لیکن آمدنی کی تقسیم مرکز اور ریاستوں کے درمیان ہوگی۔

دفعہ 270 کے مطابق زرعی آمدنی سے ہٹ کر دوسری آمدنی پر عائد کیا جانے والا محصول مرکزی حکومت عائد اور وصول کرے گی لیکن اس کی مرکز اور ریاستوں کے درمیان تقسیم عمل میں آئے گی۔ دفعہ 272 کے مطابق ادویات اور بناؤ سنگھار کی مصنوعات پر ایسے محصولات پیداوار کے سوا جن کا مرکزی فہرست میں ذکر ہے مرکزی حکومت عائد اور جمع کرے گی لیکن اس کی تقسیم مرکز اور ریاستوں کے درمیان عمل میں آئے گی۔

گرانٹس ان ایڈ: مرکزی جانب سے ریاستوں کو دی جانے والی امداد ریاستوں کے لئے آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ دستور نے مرکز کی جانب سے ریاستوں کو دی جانے والی امداد کی تفصیل دی ہے۔ دفعہ 273 کے مطابق آسام، اڑیسہ اور مغربی بنگال کی ریاستوں کو مرکز جوٹ کی پیداوار پر آمدنی ڈیوٹی کے بدلے امداد دے گا اور اس امدادی رقم کا تعین صدر جمہوریہ کرے گا۔ حالاں کہ دستور میں تجویز دستور کے نفاذ سے ابتدائی دس سال تک لے لئے تھی، لیکن گنجائش کے سہارے یہ ابھی بھی جاری ہے۔

دفعہ 275 میں مرکز کی جانب سے ریاستوں کو دی جانے والی عام امداد کا ذکر ہے۔ پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً اس بات کا تعین کرے گی کہ کس ریاست کو کتنی امداد دی جانی چاہئے اس کی ضرورتوں کے مطابق اور اس امداد کا بار ہندوستان کے منجمد فنڈ (Consolidated Fund of India) سے اٹھایا جائے گا۔ اس کے علاوہ دستور میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ درج فہرست ذاتوں اور قبائیل کی فلاح کے لئے تیار کی جانے والی اسکیمات کے اخراجات مرکز برداشت کرے گی۔ آسام کی ریاست کو اس کے ہاں قبائلی علاقوں کی انتظامی سطح کو اونچا کرنے کے لئے زائد اخراجات کی تکمیل مرکز کی خصوصی امداد سے ہوگی۔ اس کے علاوہ دفعہ 282 کے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو عوامی مقاصد کے لئے گرانٹس کی منظوری کا عام اختیار دیا گیا ہے چاہے وہ مقاصد متعلقہ حکومتوں کے اختیارات قانون سازی میں شامل ہوں یا نہ ہوں۔

کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل آف انڈیا: مرکز اور ریاست کے مالی کھاتوں اور حساب کتاب پر نگرانی کے لئے دستور نے دفعہ 149 کے تحت کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل آف انڈیا کا عہدہ قائم کیا ہے جو خاص کر ریاستوں کے مالیاتی انتظام پر نگرانی رکھتا ہے اور اس وجہ سے یہ مرکز ریاست مالی تعلقات میں ایک اہم عنصر و عامل ہے۔ صدر جمہوریہ ہند اس کا تقرر کرتا ہے۔ دفعہ 150 کے مطابق کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل صدر کی منظوری سے ریاستی حسابات کو رکھنے کے طریقہ کار کا تعین کر سکتا ہے اور اس کے لئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس طرح کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل آف انڈیا ریاستی مالیہ پر گہری نظر رکھتا ہے۔

مالیاتی کمیشن: (Finance Commission) مرکز ریاست تعلقات میں مالیاتی کمیشن کو ایک اہم موقف حاصل ہے۔ دفعہ 280 کے مطابق صدر جمہوریہ ہند پانچ سال میں ایک بار یا جیسے وہ ضروری سمجھے مالیاتی کمیشن تشکیل دے گا جو ایک چیرمین اور دیگر چار اراکین پر مشتمل ہوگا۔ پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ اس کمیشن کے اراکین کے لئے درکار اہلیتوں اور انتخاب کے طریقہ کار کا تعین کرے گی۔ کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ صدر جمہوریہ کو حسب ذیل امور کے بارے میں سفارشات پیش کرے۔

(1) مرکز اور ریاستوں کے درمیان ٹیکسوں کی خالص آمدنی کی تقسیم اور ان آمدنیوں میں ریاستوں کے حصہ کا تعین۔

(2) ہندوستان کے منجمد فنڈ سے ریاستوں کو دی جانے والی امداد کے لئے اصولوں کا تعین کرنا۔

(3) ایسا کوئی بھی معاملہ جسے صدر کمیشن سے رجوع کرے۔

اب تک گیارہ فنانس کمیشن قائم ہوئے ہیں۔ دسویں فنانس کمیشن کے چیرمین کے۔ سی۔ پنت اور گیارہویں کمیشن کے چیرمین اے۔ ایم۔ خسرو تھے۔ ڈاکٹر سی رنگراجن کو بارہویں فنانس کمیشن کا چیرمین مقرر کیا گیا ہے۔

22.5 سرکاریہ کمیشن رپورٹ (Sarkaria Commission Report)

مرکز ریاست تعلقات پر دوبارہ غور کرنے اور تجاویز پیش کرنے کے لئے وزیر اعظم مسر اندرا گاندھی نے سرکاریہ کمیشن کو مارچ 1983 میں قائم کیا۔ جسٹس۔ آر۔ ایس۔ سرکاریہ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج تھے۔ ایس۔ آر۔ سین اور پی۔ سیوارامن اس کمیشن کے دوسرے دو اراکین تھے۔ اس کمیشن نے اکتوبر 1987ء میں اپنی سفارشات پیش کیں، جو دستور کے موجودہ ڈھانچے کو متاثر کئے بغیر نافذ کئے جاسکتے ہیں۔ کمیشن کی اہم سفارشات حسب ذیل ہیں:

- کمیشن نے ہندوستان کی یکجہتی کو اولین اہمیت دیتے ہوئے ہندوستان کی سالمیت اور اتحاد کی برقراری کی ذمہ داری مرکز کو دی اور مرکز ریاستوں کے درمیان بنیادی دستوری انتظام کو اطمینان بخش قرار دیا۔
- انتظامی سطح پر عدم کارکردگی کو ختم کرنے کے لئے زیادہ مرکوزیت کو ختم کرنے کی سفارش کی ہے۔ کمیشن کا یہ احساس تھا کہ عملی اقدام کے لئے وفاقی فعالیت انتظام سے زیادہ ہے اور یہ ایک جامعہ اداراتی تصور نہیں ہے۔ ترقیاتی منصوبوں کی تشکیل اور عمل آوری کے لئے مرکز اور ریاستوں کے درمیان امداد باہمی کا عمل ہونا چاہئے۔ تاکہ منصوبوں کی تشکیل اور عمل آوری کے لئے مرکز اور ریاستوں کے درمیان امداد باہمی کا عمل ہونا چاہئے۔ تاکہ ریاستیں ہر سطح پر یہ محسوس کریں کہ وہ منصوبہ بندی کے ہر پہلو میں ذمہ دار ہیں اور ان کی حیثیت ثانوی نہیں ہے چنانچہ مرکز اور ریاستوں کے درمیان مساوات کمیشن کا بنیادی نظریہ ہے۔
- محصول کے معاملات میں مابقی اختیارات (Residuary Powers) مرکز کے ہاتھ میں جاری رہیں۔ البتہ غیر محصولی Residuary اختیارات ریاستوں کو منتقل کئے جائیں۔ اس کے لئے دستور میں ضروری ترمیم کی ضرورت ہوگی۔
- مشترکہ فہرست کے موضوع 45 کے غلط استعمال کے خلاف تحفظ فراہم کیا جائے۔
- قانون سازی میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے قومی پالیسی معاملات پر مرکز ریاستوں سے مشورہ کرے۔
- مرکزی حکومت ریاستوں کو بینکوں اور مالی اداروں سے قرض لینے کی اجازت دے۔
- اگر ریاستی اسمبلی قانون ساز کونسل کی تحلیل کے لئے قرار داد منظور کرے تو صدر کو چاہئے کہ ایک واجب وقت میں اسے پارلیمنٹ کو بھیج دے تاکہ اسے جلد منظور یا رد کیا جاسکے۔ اگر ضروری ہو تو دفعہ 169 میں مناسب ترمیم بھی کی جانی چاہئے۔
- دستور کی دفعات 256، 257، 365 کا مقصد مرکز اور ریاستوں کے درمیان قومی پالیسیوں اور مرکزی قوانین کی مؤثر عمل آوری ہے۔ اس سلسلے میں ریاستوں کو ہدایات کی اجرائی سے قبل تمام ممکنہ احتیاطی اقدامات کو اختیار کرنا چاہئے تاکہ ریاستیں اس کو غلط سمت میں محمول نہ کریں۔

• گورنر کے رول کے متعلق کمیشن کا احساس تھا کہ گورنر کے تقرر کے وقت مناسب احتیاط برتنی چاہئے۔ اور اسے ایسا شخص ہونا چاہئے جو زندگی کے کسی میدان میں اہم شخصیت رکھتا ہو اور اس کا مقامی سیاست سے کوئی تعلق نہ ہو۔ گورنر کے تقرر کے وقت نائب صدر و لوک سبھا اسپیکر سے بھی مشورہ کیا جائے۔ کمیشن نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ گورنر کو چاہئے کہ اپنے اختیارات تمیزی کے استعمال کے وقت مقررہ طریق کار اور روایت پر کاربند رہے اور مجلس وزراء کی خواہش کا احترام کرے۔ گورنر کے تقرر سے قبل ریاستی چیف منسٹر سے ربط پیدا کرتے ہوئے اس کی مرضی و خوشی معلوم کرے۔

• دستور کی ایمر جنسی دفعات کے متعلق کمیشن کا خیال تھا کہ دفعہ 356 کا استعمال صرف آخری صورت میں ہی کرے۔ اس دفعہ کے نفاذ سے قبل ریاست کی جانب سے پیش کی جانے والی وضاحت پر غور کرے۔ سیاسی بحران کی صورت میں گورنر اسمبلی میں اکثریت رکھنے والی حکومت کے ساتھ مشاورت کرے اور ممکنہ دوسرے ذرائع پر غور کرے اور ممکنہ طور پر ایمر جنسی کے نفاذ سے گریز کرے۔ گورنر کی رپورٹ جس کی بنیاد پر ایمر جنسی کا نفاذ کیا گیا ہو، کو وسیع شہرت دے اور عوام کو گورنر کی رپورٹ سے واقف کرائے۔

• وزیراعظم کی صدارت میں بین ریاستی کونسل قائم کرے جو وقتاً فوقتاً اپنے اجلاس منعقد کرتی رہے اور مسائل کے پرامن تصفیہ پر غور کرے۔ اس کونسل میں ریاستوں کے چیف منسٹر شامل ہوں۔ نیشنل فرنٹ حکومت نے اس سفارش کو قبول کیا تھا اور ایک بین ریاستی کونسل بھی قائم کی تھی۔

سرکاریہ کمیشن کی رپورٹ کوئی انقلابی سفارشات پیش نہیں کی۔ اس لئے مرکز ریاست تعلقات میں دستوری طور پر کوئی خاص بہتری پیدا نہیں ہوئی بلکہ مرکز میں سیاسی تشکیل کے عمل میں تبدیلی سے سیاسی کیفیت ہی بدل گئی ہے اس لئے ان دنوں مرکز اور ریاستوں کے درمیان تعلقات میں کشیدگی کی جگہ ہر سطح پر ساجھے داری دکھائی دے رہی ہے۔ مرکز میں مخلوط حکومتوں کے آغاز سے مرکز اور ریاستوں کے درمیان کشیدگی کے سابقہ تجربات کا اعادہ نہیں ہو رہا ہے۔ علاقائی جماعتوں کے عروج اور مرکز میں ان کے بڑھی چڑھی حصہ داری سے مرکز کے آمرانہ رجحان کا تقریباً خاتمہ ہو گیا ہے۔ 1980ء کے دہے میں ہندوستانی سیاست کا اہم ترین مسئلہ مرکز ریاست تعلقات تھے۔ لیکن آج مرکز اور ریاستی حکومتوں کے درمیان عظیم تر ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ شمال مشرقی ریاستوں میں علاقہ دگی کے رجحانات میں کمی آئی ہے تو جنوب کی ریاستوں میں سابق میں خود مختاری کے جو مطالبات کئے جاتے تھے وہ اب نہیں ہیں بلکہ اب چھوٹی ریاستوں کے لئے مطالبات دب بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔

22.6 پنچھی کمیشن رپورٹ (Punchhi Commission Report)

سہ درجاتی پنچاتی راج نظام میں گرام پنچایت بنیادی اکائی ہے۔ نئے پنچایت راج 1 یکٹ 1994ء کے دوسرے حصے میں اندھرا پردیش میں پنچایت راج کی ساخت و اختیارات بتلائے گئے ہیں جس کے مطابق گرام پنچایت کی دو قسمیں ہیں: پہلی Notified پنچایت اور دوسری Non Notified پنچایت۔

Non Notified پنچایت وہ ہوتی ہے جس کی سالانہ آمدنی 60 ہزار سے کم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس Notified پنچایت وہ ہوتی ہے جس کی سالانہ آمدنی 60 ہزار سے زائد ہوتی ہے۔ Non Notified پنچایت کو سرٹنچ چلاتا ہے اور Notified پنچایت کو ایگزیکٹو آفیسر چلاتا ہے۔ ریاست میں 20,611 غیر نوٹیفائیڈ اور 1,323 نوٹیفائیڈ گرام پنچائیتیں ہیں۔ گرام پنچایت کی ساخت: عام طور پر 300 سے 25 ہزار کی آبادی کے لئے ایک گرام پنچایت ہوتی ہے۔ ایک گرام پنچایت حسب ذیل اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے۔

(1) گرام پنچایت (2) گرام سبھا (3) سرٹنچ اور (4) عاملانہ عہدیدار

گرام پنچایت: یہ گاؤں کی سطح پر غور و خوص کا پہلا ادارہ ہے چوں کہ یہ گاؤں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس کے اراکین کی تعداد آبادی کے لحاظ سے 7 سے 19 ہوتی ہے۔ انتخابات کے لئے گاؤں کو مختلف حلقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر ایک حلقہ سے ایک رکن منتخب کیا جاتا ہے، گرام پنچایت کے ممبر بننے کے لئے ضروری ہے کہ

(1) وہ اس دیہات کا رجسٹرڈ ووٹر اور (2) اس کی عمر 21 سال ہو

منتخبہ اراکین اور دو نامزد اراکین کے علاوہ

(2) پنچایت راج کا ایگزیکٹو انجینئر

(1) ضلع پریسڈ کا چیف ایگزیکٹو عہدیدار

(4) برقی بورڈ کا ڈیویژنل انجینئر بھی اس کے مہمان اراکین ہوتے ہیں۔

(3) ڈیویژنل ہیلتھ آفیسر اور

گرام پنچایت میں درج فہرست اقوام و قبائل کے لئے تحفظات ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گرام پنچایت کی جملہ نشستوں کا 1/3 حصہ درج فہرست اقوام و قبائل کی خواتین کے لئے مختص کیا جاتا ہے۔ گرام پنچایت کے اراکین کی میعاد 5 سال ہوتی ہے۔ گرام پنچایت کا ہر ماہ ایک اجلاس ہوتا ہے۔

گرام سبھا: یہ پنچایت کا سب سے اہم جز ہے، دیہات کے تمام افراد جو انتخابات میں حصہ لیتے ہیں وہ گرام سبھا کے رکن ہوتے ہیں، اس کے اجلاس سال میں تین بار ہوتے ہیں جس میں دیہات کی ترقی اور رتنی معاملات طے کئے جاتے ہیں۔ دیہات کی ترقی کی پوری ذمہ داری گرام سبھا کی ہے۔ سرٹنچ اس کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے، یہ دیہی عوام میں ترقی اور تبدیلی رائے کے لئے اہم کام انجام دیتی ہے، اسے گرام پنچایت کا مشاورتی عضو سمجھا جاتا ہے۔

سرٹنچ: گرام گرام پنچایت کا ایک سرٹنچ ہوتا ہے جسے راست طور پر عوام بالغ رائے دیہی کے ذریعہ منتخب کرتے ہیں، وہ گرام پنچایت کا سیاسی نمائندہ ہوتا ہے اور عہدے پر 5 سال تک فائز رہتا ہے۔ پنچایت کے اراکین عدم اعتماد کی بنا پر اس کو عہدے سے نہیں ہٹا سکتے۔ وہ گرام سبھا کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے اور پنچایت کے تمام ریکارڈس کی جانچ کرتا ہے، وہ گرام پنچایت اور پنچایت سمیتی کے درمیان ایک کڑی کا کام کرتا ہے، اس کو پنچایت کے تمام کاروبار، گاؤں کی ترقی اور سرکاری عہدیداروں پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ پنچایت راج کا کمشنر نااہلی اقور خراب کارکردگی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی بنیاد پر اسے عہدے سے ہٹا سکتا ہے۔

سرکاری و انتظامی عہدیدار: ریاستی حکومت ہر Notified گرام پنچایت کے لئے ایک سرکاری عہدیدار مقرر کرتی ہے جو گرام پنچایت کے اجلاسوں میں شرکت کرتا اور مباحثہ میں حصہ لے سکتا ہے، لیکن ووٹ نہیں دے سکتا، وہ گرام پنچایت کی تمام تجاویز کو حکومت سے منظور کرواتا ہے۔

گرام پنچایت کے فرائض: گرام پنچایت کے حسب ذیل لازمی فرائض ہیں:

- دیہاتوں میں سڑکوں، پلوں، ڈیم وغیرہ کی تعمیر، مرمت و نگہداشت کرنا
 - راستوں پر روشنی کا انتظام کرنا
 - ڈریمنج کا انتظام، کچر اور ٹھہرے ہوئے پانی کے گڑھوں کی صفائی کا انتظام کرنا
 - قبرستان، شمشان گھاٹ کا انتظام کرنا
 - مردہ جانوروں اور انسانوں کی آخری رسومات و دفین کا انتظام کرنا
 - متعدی بیماریوں جیسے ملیریا، ہیضہ وغیرہ سے تحفظ کا انتظام کرنا
 - سرائے خانوں کی تعمیر اور ان کی نگہداشت کرنا
- اس کے علاوہ گرام پنچایت حسب ذیل اختیاری فرائض انجام دیتی ہے:

- مسافروں کے لئے سہولتیں پہنچانا
- سڑکوں کے دونوں جانب درخت لگانا
- ابتدائی تعلیم، گھریلو مصنوعات اور صحت عامہ کا انتظام کرنا
- دواخانوں کا قیام عمل میں لانا
- کھیل کود اور تفریح وغیرہ کا انتظام کرنا
- کتب خانوں کا قیام عمل میں لانا
- بہتر طریقہ کی کاشت کاری کی تشہیر کرنا وغیرہ

ذرائع آمدنی: گرام پنچایت کی آمدنی کے مختلف ذرائع ہوتے ہیں، مختلف قسم کے ٹیکس جیسے مکانات کا ٹیکس، پیشہ وارانہ ٹیکس، جائیداد پر ٹیکس، سوار یوں اور زمین کا ٹیکس وغیرہ۔ اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر ضلع پریشد سے مالی امداد بھی حاصل ہوتی ہے، اس کی تمام آمدنی کو گرام پنچایت کے فنڈس میں رکھا جاتا ہے جو مختلف دیہی پروگراموں پر صرف کی جاتی ہے۔ تمام دیہی پنچایتوں پر ریاستی حکومت کا کنٹرول اور نگرانی ہوتی ہے۔ پنچایت کے انتخابات ریاستی عہدیدار کی نگرانی میں منعقد ہوتے ہیں۔ ریاستی حکومت اختیارات کا غلط استعمال کرنے پر انھیں معطل کر سکتی ہے۔ اس طرح سرپنچ، نائب سرپنچ قانون کی خلاف ورزی یا اختیارات کے غلط استعمال پر ریاستی حکومت کے ذریعہ ہٹائے جاسکتے ہیں۔ ریاستی حکومت کی جانب سے ملنے والی عام امداد کے علاوہ حکومت بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی گرام پنچایتوں کو نقد انعام بھی دیتی ہے۔

ساری دنیا میں روزمرہ حکومتیں نظم و نسق کا بوجھ مستقل سیول عملہ اٹھاتا ہے۔ پارلیمنٹ قوانین بناتی ہے اور وزراء پالیسیاں تشکیل دیتے ہیں جب کہ سیول عملہ قوانین اور پالیسیوں کو نافذ کرتا ہے۔ سماجی و معاشی ترقی اور قومی تعمیر میں سیول عملہ ایک آلہ ہے۔ حکومتی عمل میں سیاسی عاملہ انتظامی اہرام کی اونچی چوٹی پر ہوتی ہے اور یہ بدلتی رہتی ہے۔ جمہوریت میں انتخاب کے ساتھ سیاسی عاملہ بدلتی ہے۔ کبھی ایک جماعت تو کبھی دوسری جماعت حکومت بناتی ہے۔ لیکن انتظامی عاملہ مستحکم کام کرتا ہے۔ ان کی خدمات مستقل ہوتی ہیں جو تقرر سے وظیفہ پر سبکدوشی تک انتظامی قانون کے مطابق خدمات انجام دیتے ہوئے حکومتی پالیسیوں اور پروگراموں کو نافذ کرتے ہیں۔

ہندوستان میں کل ہند خدمات برطانوی حکومت کی دین ہیں۔ 1851ء میں برطانوی حکومت نے روزمرہ نظم و نسق کو چلانے کے لئے انڈین سیول سروس (ICS) اور انڈین پولیس سروس (IPS) کی بنیاد ڈالی تھی۔ ان خدمات کے لئے بھرتی صرف انگریز اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد سے کی جاتی تھی۔ ہندوستانیوں کو ان خدمات کے لئے غیر موزوں قرار دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے امتحان بھی لندن میں منعقد کئے جاتے تھے۔ جدوجہد آزادی کی تحریک جب زور پکڑی اور ہندوستانیوں نے ان خدمات میں اپنے حصہ کا مطالبہ کرنا شروع کیا تو اس کے امتحان بہ یک وقت لندن اور دہلی میں منعقد ہونے لگے۔ اس کے باوجود ہندوستانیوں کی ان امتحانات میں کامیابی تقریباً ناممکن ہی تھی۔ آئی۔سی۔ایس کا امتحان پاس کرنے والے پہلے ہندوستانی کام سریندر بنرجی تھا۔ انگریزوں پر مشتمل انڈین سیویل سروس (ICS) کا عملہ برطانوی حکومت کے لئے ایک اعصا تھا جس کے ذریعہ برطانوی حکومت ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نظم و نسق اور امن عامہ کو قائم کر سکتی تھی۔ اسی لئے انڈین سیویل سروس کو "ہندوستان کا فولادی چوکھا" (Steel Frame of India) کہا گیا تھا۔ آزادی کے بعد غلامی کی اس علامت کا نام بدل کر انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس (IAS) رکھا گیا۔ 1979ء میں آخری ICS عہدیدار کے وظیفہ پر سبکدوشی کے بعد اب اس کا وجود ہی ختم ہو گیا ہے۔

سیول ملازمین حکومت کے وہ ملازمین ہوتے ہیں جو سیاسی جماعتوں کی بدلتی قسمت کے ساتھ نہیں بدلتے۔ وہ عوام کے ووٹ کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی قابلیت، صلاحیت اور اہلیت کی بنیاد پر مسابقتی امتحانات میں منتخب ہو کر حکومت کی جانب سے فراہم کی جانے والی خصوصی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کا تقرر ہوتا ہے تو وہ وظیفہ پر سبکدوشی تک خدمات انجام دیتے ہیں۔ وہ پارٹی سیاست سے دور رہ کر حکومت میں خدمات انجام دیتے ہیں۔ اس لئے کل ہند خدمات کی جماعت پیشہ ور ماہرین کی جماعت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں سول خدمات کو تین حصوں میں بانٹا گیا ہے۔ (1) کل ہند خدمات (2) مرکزی خدمات اور (3) ریاستی خدمات۔ کل ہند خدمات کا انتخاب، بھرتی اور تربیت کا انتظام یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) کرتا ہے جب کہ ریاستی خدمات کے لئے یہ کام ریاستی پبلک سروس کمیشن انجام دیتا ہے، دستور کے 14 ویں حصے میں دفعات 310 تا 313 سیول خدمات سے متعلق ہیں۔ دفعہ 312 کے مطابق نئے کل ہند خدمات انڈین فارسٹ سروس، انڈین میڈیکل اور ہیلتھ سروس، انڈین سروس آف انجینئرس، انڈین ایگریکلچرل سروس اور انڈین ایجوکیشن سروس کا قیام 1961ء میں عمل میں لایا گیا۔

کل ہند خدمات میں چند جائیدادوں کو ترقی کے ذریعہ اور چند جائیدادوں کو راست بھرتی کے ذریعہ پر کیا جاتا ہے۔ UPSC راست بھرتی کے لئے ہر سال اشتہار کے ذریعہ قابل و اہل افراد سے درخواستیں طلب کرتا ہے اور ابتدائی (Preliminary) امتحان منعقد کرتا ہے۔ اس میں کامیاب نوجوانوں کو اصل (Main) امتحان میں شرکت کی اجازت ہوتی ہے اور اس امتحان میں کامیاب نوجوانوں کا انٹرویو کے ذریعہ انتخاب عمل میں آتا ہے۔ منتخب نوجوانوں کو ان کی صلاحیت اور امتحان میں حاصل نشانات کی بنیاد پر IAS یا IPS یا دیگر خدمات کی تربیت کے لئے متعلقہ مراکز تربیت کو روانہ کیا جاتا ہے اور دو سال کی تربیت کے بعد انھیں حکومتی نظم و نسق سے منسلک کیا جاتا ہے۔ یہ پروکار عہدے اور پرکشش بااختیار ملازمتیں ہوتی ہیں جن کی ہر اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان تمنا کرتا ہے۔ IAS کے لئے منتخب امیدواروں کو مسوری میں لال بہادر شاستری نیشنل اکیڈمی آف انڈسٹریشن اور IPS کے لئے منتخب امیدواروں کو حیدرآباد میں واقع سردار ولہ بھائی پٹیل نیشنل پولیس اکیڈمی کو تربیت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

22.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

عزیز طلباء، اس اکائی میں آپ نے:

- دستور کی وفاقی خصوصیات کا جائزہ لیا۔
- دستور کی وحدانی خصوصیات کو سمجھا۔
- مرکز۔ ریاست تعلقات کا جائزہ لیا۔
- سرکاریہ کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کیا۔
- پنچھی کمیشن رپورٹ کا مطالعہ کیا۔

22.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

مربوط عدالتی نظام (Integrated Judicial System)

دستور مرکز اور ریاستوں کے لئے مشترکہ واحد مربوط عدالتی نظام فراہم کرتا ہے۔ سپریم کورٹ آف انڈیا عملی سطح پر کام کرتی ہے۔ ریاستی سطح پر ہائی کورٹس اور دیگر عدالتیں ہائی کورٹس کے ماتحت کام کرتی ہیں۔

رپبلک (Republic)

دیباچہ ہندوستان کو جمہوریہ قرار دیتا ہے۔ ہندوستان میں کسی بادشاہ یا نامزد سربراہ کے ذریعہ حکومت نہیں چلائی جاسکتی ہے بلکہ ہندوستان میں ایک منتخب سربراہ مملکت (صدر ہند) ہوتا ہے جو 5 سال کی مقررہ مدت کے لیے اقتدار سنبھالتا ہے۔

22.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

22.10.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- درج ذیل میں سے ہندوستان کا دستور ہندوستان کی ریاستوں میں سے کس کی ضمانت دیتا ہے؟

- (a) علاقائی سلامیت
(b) اقتدار اعلیٰ
(c) مرکز سے علیحدگی کا حق
(d) ان میں کوئی نہیں

2- درج ذیل میں سے کس سے سرکاریہ کمیشن کا تعلق ہے؟

- (a) مرکز ریاست تعلقات
(b) انتخابی اصلاحات
(c) بدعنوانی
(d) آزادی

3- دستور ہند میں کون سے دفعات مرکز ریاست تعلقات کے لیے وقف ہیں؟

- (a) دفعات 245 سے 300 تک
(b) دفعات 250 سے 300 تک
(c) دفعات 255 سے 305 تک
(d) دفعات 260 سے 310 تک

4- ریاستوں میں برسر خدمت کل ہند خدمات کے عملہ کا انتخاب، تربیت اور تقرری کون کرتا ہے؟

- (a) ریاستی حکومت
(b) مرکزی حکومت
(c) مقامی حکومت
(d) ان میں سے کوئی نہیں۔

5- مالیاتی کمیشن کو قائم کرنے کا اختیار کس کو ہے؟

- (a) وزیر مالیات
(b) صدر جمہوریہ
(c) وزیراعظم
(d) مرکزی کابینہ

6- مرکز اور ریاست کے مالی تعلقات اور حساب کتاب پر نگرانی کے لیے دستور ہند نے کس عہدے کو قائم کیا ہے؟

- (a) مالیاتی کمیشن
(b) کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل
(c) وزیر مالیات
(d) ان میں سے کوئی نہیں۔

7۔ سرکاریہ کمیشن کس وزیراعظم کے دور حکومت میں قائم ہوا تھا؟

- (a) جواہر لال نہرو
(b) اندرا گاندھی
(c) مورارجی دیسائی
(d) اٹل بہاری واجپائی

8۔ ریاستی فہرست میں کتنے موضوعات ہیں؟

- 61(a)
66(b)
70(c)
(d) ان میں کوئی نہیں۔

9۔ مشترکہ فہرست میں کتنے موضوعات ہیں؟

- 47(a)
51(b)
61(c)
70(d)

10۔ کب پور ملک وحدانی شکل اختیار کر لیتا ہے؟

- (a) قومی ایمر جنسی کی وقت
(b) ریاستی ایمر جنسی کے وقت
(c) مالیاتی ایمر جنسی کے وقت
(d) ان میں سے کوئی نہیں۔

22.10.2۔ مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. دستور کی وفاقی خصوصیت بیان کیجیے۔
2. مرکز اور ریاست کے انتظامی تعلقات پر روشنی ڈالیے۔
3. سرکاریہ کمیشن رپورٹ پر ایک نوٹ لکھیے۔
4. دستور کی وحدانی خصوصیت بیان کیجیے۔
5. مالیاتی کمیشن پر ایک نوٹ لکھیے۔

22.10.3۔ طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. مرکز ریاست تعلقات کا جائزہ لیجیے۔
2. مرکز اور ریاست کے مالیاتی تعلقات بیان کیجیے۔
3. مرکز ریاست تعلقات میں کل ہند خدمات کا جائزہ لیجیے۔

22.11 تجویز کردہ مواد (Suggested Readings)

1. K.K. Ghai, *Indian Government and Politics* (Sage, 2016)
2. D.D. Basu, *Introduction to the Constitution of India* (Prentice Hall, 2015)
3. M.V. Pylee, *Introduction to the Constitution of India* (Viksh, 2009)
4. B.L. Fadia, *Indian Government and Politics* (Sahitya Bhawan, 2016)
5. Abdul Quayum, *Hindustan ki Huqumat aur Siyasat* (Nisaab, 2011)
6. Abdul Quayum (2011) *Hindustan ki Huqumat aur Siyasat*, Hyderabad: Nisaab Publications
7. Ian Adams and R.W. Dyson, *Fifty Major Political Thinkers* (Routledge, 2007).
8. Jonathan Wolff - *An Introduction to Political Philosophy* (Oxford, 2007).
9. A.R. Murry, *An Introduction to Political Philosophy* (Routledge and Kegan, 2010).
10. Antony Black, *The History of Islamic Political Thought* (Edinburg, 2011).
11. Abdul Quayum, *Siyasi Falsafa*, (Nisab, 2009).
12. Hashim Qidwai, *Europe Ke Azeem Siyasi Mufakkareen* (Taraqqi Urdu Board)
13. Mohd. Mujeeb, *Tareeq Phasafa Siyasiyat* (Taraqqi Urdu Board)



اکائی 23—ہندوستان میں ذات پات کا نظام

(Caste System in India)

اکائی کے اجزاء:

تمہید	23.0
مقاصد	23.1
ذات کی تعریف	23.2
ذات پات کے نظام پر مختلف تعریفات	23.3
ذات پات کے نظام کی ابتداء سے متعلق نظریات	23.4
اصل بنیاد	23.4.1
کرما اور نقل مکانی	23.4.2
پیشہ وارانہ نظریہ	23.4.3
قبائل اور مذہبی نظریہ	23.4.4
خاندان اور شادی	23.4.5
روایتی ہندوستان میں ذات پات کا نظام	23.5
آزادی کے بعد ذات پات کا نظام	23.6
سنسکرت تائزیشن	23.7
ذات پات پر مبنی سیاست	23.8
ریزرویشن کی سیاست	23.9
ذات کی اہم خصوصیات	23.10
متحرک رشتہ	23.10.1
علاقائی تغیرات	23.10.2
پریشر گروپس۔ کاسٹ ایسوسی ایشنز	23.10.3
سیاسی جماعتیں	23.10.4

اکتسابی نتائج	23.11
کلیدی الفاظ	23.12
نمونہ امتحانی سوالات	23.13
معروضی جوابات کے حامل سوالات	23.13.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	23.13.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	23.13.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	23.14

23.0 تمہید (Introduction)

معاشرہ ایک اہم ادارہ ہے جس میں مذہب، علاقہ، ذات پات، جنس وغیرہ کے عناصر شامل ہیں۔ معاشرے کو شکل دینے کے لیے ان تمام عوامل کی اپنی اہمیت ہے۔ ذات پات ان میں شامل ہے جو زمانہ قدیم سے موجود ہے۔ سیاسی میدان میں اس کی بہت اہمیت ہے کیونکہ یہ ہمیشہ سیاسی فائدے کے لیے متحد ہونے کا عنصر رہتا ہے۔ یہ شاید سچ ہے کہ روایتی ہندو معاشرے کی سب سے زیادہ کثرت سے ذکر کی جانے والی خصوصیت ذات پات کا نظام ہے۔ ذات کی اصل ایک موضوع ہے، جس نے بہت زیادہ قیاس آرائیوں کو جنم دیا ہے۔ ہندوستانی ذات پات کا نظام جو ایک پرانا نظام ہے، یہاں تک کہ اس کی اصل کے حوالے سے کوئی اتفاق نہیں ہے۔ ذات کا ڈھانچہ اتنا پیچیدہ ہے کہ سماجی سائنس دانوں کی بڑی تعداد میں تحقیق کے باوجود اس کی اصل کے حوالے سے کوئی درست وضاحت سامنے نہیں آسکی۔

ذات پات ہندوستانی معاشرے کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اس کی جڑیں سماجی درجہ بندی کے واریان نظام (Varian System) میں پیوست ہیں، جو برہمنوں کو سب سے بہتر طبقہ اور شدراس (Shudras) کو سماج کا نچلا طبقہ ظاہر کرتا ہے۔ روایتی ہندوستانی معاشرے میں، ذات ایک مقامی موروثی گروہ تھا جس کا کسی پیشہ سے ایک خاص تعلق تھا۔ آلودگی اور پاکیزگی ان ذاتوں کے گروہوں کے درمیان تعلقات کو منظم کرنے میں اہم تھے۔ پاکیزگی اور ناپاکی کے خیالات کا اظہار ذاتی تعلقات میں مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ اعلیٰ ذاتوں کو چلی ذاتوں سے پکا ہوا کھانا اور پینے کا پانی لینے سے منع کیا گیا تھا۔ چلی ذاتوں کو اونچی ذات کے ساتھ قریبی جسمانی تعلق میں آنے یا ان کے گھر کے اندرونی حصوں میں داخل ہونے سے منع کیا گیا تھا۔ چلی ذاتوں کو ان گلیوں کے استعمال سے بھی انکار کر دیا گیا جہاں اعلیٰ ذاتیں رہتی تھیں اور ساتھ ہی عوامی کنوؤں کے استعمال اور اونچی ذات کے مندروں میں داخلے سے بھی انکار کر دیا گیا۔

ذات پات کے مقصد کو واضح کرنے کے لئے ذات پات کے نظام کی درج ذیل خصوصیات بیان کرتے ہیں:

- ذات میں رکنیت پیدائشی طور پر تھی۔
- ذات ایک غیر شادی شدہ اکائی تھی

- ہر ذات کے ارکان کے پاس روایتی طور پر ایک پیشہ یا تجارت ہوتی تھی۔
- ذاتوں کو مقامی درجہ بندی میں درجہ بند کیا گیا تھا۔
- آلودگی اور پاکیزگی کے تصورات کی نوعیت اور حد پر ذات پات کی تقسیم ہوتی تھی۔

آج دیہی اور شہری ہندوستان میں ایک اہم تبدیلی ذات پات اور موروثی پیشوں کے درمیان بڑھتی ہوئی تفریق ہے۔ پیشہ اب کسی کی ذات کا سرٹیفکیٹ نہیں رہا۔ بڑھتی اب بڑھتی کی ذات سے نہیں ہے اور نہ ہی لوہار لوہار کی ذات سے ضروری ہے۔ ذات اور پیشہ کے درمیان تفریق کے ذمہ دار مختلف عوامل ہیں۔ مثال کے طور پر، آزادی کے بعد جدید آئین اور قانونی نظام کو اپنانے نے "ذات پنچائتوں" کو بے کار کر دیا ہے، جو روایتی طور پر سماج میں ذات پات، پیشہ ورانہ تعلقات کو منظم کرتی تھیں۔

ذات پات کے قبضے کی علیحدگی کا ذمہ دار دوسرا عنصر جاجمنی نظام (Jajmani System) کا زوال ہے، جس نے نہ صرف ذات کے افراد کو معاش کے لیے اپنے دعوے قائم کرنے کے قابل بنایا بلکہ اپنے موروثی پیشے کا خصوصی حق بھی حاصل کیا۔ ذات اور پیشوں کے درمیان تفریق دیگر عوامل جیسے صنعت کاری، شہر کاری، تعلیم کے پھیلاؤ اور نئے پیشوں کے ظہور کی وجہ سے مزید تیز ہوئی ہے۔

23.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ

- ذات پات کے نظام سے متعلق جان سکیں گے۔
- ذات پات کے نظام کا تاریخی جائزہ حاصل کریں گے۔
- ہندوستان میں ذات پات کے مختلف گوشوں پر بحث کریں گے۔

23.2 ذات کی تعریف (Defination of Caste)

یہ لفظ لاطینی لفظ 'Castus' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب 'خالص' ہے۔ پر تگالی لفظ 'کاسٹا' جس کا مطلب نسل، نسب یا خالص ذخیرہ ہے۔ لیکن 'ذات' سترھویں صدی تک اپنے ہندوستانی معنوں میں استعمال نہیں ہوئی۔ ہندوستانی استعمال اب سب سے آگے ہے، اور اس نے دیگر تمام استعمالات کو متاثر کیا ہے۔ جیسا کہ ذات پات کا ہندوستانی تصور تھا لیکن مبہم طور پر سمجھا جاتا تھا، اس لیے یہ لفظ ڈھیلے طریقے سے یورپ کے موروثی طبقوں پر لاگو کیا گیا جو ہندوستان کی ذات سے مشابہت رکھتے ہیں، جو اپنے آپ کو سماجی طور پر الگ رکھتے ہیں۔ پر تگالیوں نے یہ لفظ ہندوستانی نظام کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا، کیونکہ ان کے خیال میں ایسے نظام کا مقصد خون کی پاکیزگی کو برقرار رکھنا تھا۔

ایک طرف سیکھنے والے کو وسیع تر معنوں میں سماجی سطح بندی کے کل نظام کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو ہندوستان کے لیے مخصوص ہے، دوسری طرف، اس کا استعمال اس کل نظام کے کم و بیش چار پہلوؤں کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ یعنی ورنہ (Varna)، جاتی (Jati) اور گوترا (Gotra)۔

انگریزی لفظ 'Cast' کا بے دریغ استعمال کافی الجھن کا باعث رہا ہے۔ مانو (Manu) واضح طور پر کہتا ہے کہ یہاں صرف چار ذاتیں ہیں: ورنہ (Varnas)، برہمن (Brahman)، شتریا (Kshatriya)، ویشیا (Vaishya) اور شودرا (Shudra) اور کوئی پانچواں ورنہ نہیں ہے، جب کہ وہ پچاس سے زیادہ جاتیوں کا اعتراف کرتا ہے۔ مانو کے مطابق ورنہ چار تقسیم ہیں جن میں ذاتوں کو گروپ کیا گیا ہے۔ لیکن بعد میں بعض تاریخ دانوں نے نشانہ ہی کی کہ مانو بھی جاتی کو ورنہ سے الجھاتا ہے۔ الجھن اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ برہمن کو ورنہ اور جاتی دونوں کہا جاسکتا ہے۔

رسلے (Risley) کے مطابق، "ایک ذات کی تعریف خاندانوں یا خاندانوں کے گروہوں کے مجموعے کے طور پر کی جاسکتی ہے جو ایک مشترکہ نام رکھتے ہیں؛ ایک افسانوی آباؤ اجداد سے مشترکہ نسل کا دعویٰ کرتے ہیں؛ انسانی یا الہی، ایک ہی موروثی کال کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں؛ اور ان لوگوں کی طرف سے شمار کیا جاتا ہے جو ایک واحد ہم جنس برادری کی تشکیل کے طور پر رائے دینے کے قابل ہوتے ہیں۔ ان کا نام عام طور پر کسی مخصوص پیشے سے ظاہر ہوتا ہے یا اس سے وابستہ ہوتا ہے۔ ایک ذات تقریباً ہمیشہ اس لحاظ سے متواتر ہوتی ہے کہ عام نام سے ظاہر ہونے والے بڑے حلقے کا رکن اس دائرے سے باہر شادی نہیں کر سکتا۔

کیٹکار (Ketkar) نے ذات کو ایک سماجی گروہ کے طور پر بیان کیا ہے جس میں دو خصوصیات ہیں:

- رکنیت ان لوگوں تک محدود ہے جو ممبروں سے پیدا ہوئے ہیں اور ان میں شامل ہیں۔ اس طرح پیدا ہونے والے تمام افراد شامل ہیں۔
- ممبران کو ایک ناقابل معافی سماجی قانون کے ذریعے گروپ سے باہر شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایسے گروہوں میں سے ہر ایک کا ایک خاص نام ہوتا ہے جس سے اسے پکارا جاتا ہے۔ اس طرح کے کئی چھوٹے مجموعے ایک مشترکہ نام کے تحت اکٹھے بنائے گئے ہیں، جبکہ یہ بڑے گروپس ہیں لیکن ان گروپوں کی ذیلی تقسیم ہیں، جو اب بھی بڑے ہیں جن کے آزاد نام ہیں۔

مجدار (Majumdar) اور مدن (Madan) ذات کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: "اگر بہت سے لوگ ایک گروپ بناتے ہیں تو جسمانی اتحاد کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ ان کے کچھ مشترکہ مفادات اور کام کرنے کے مشترکہ طریقے ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرے کی اعلیٰ اور نچلے گروہ میں تقسیم ہوتی ہے، پھر وہاں گروپس کو اسٹیٹس گروپس کہا جاسکتا ہے۔ یہ اسٹیٹس گروپ داخلے کے لیے کھلا ہے، یعنی اگر کوئی شخص کچھ مخصوص شرائط کو پورا کر کے اس کا ممبر بن سکتا ہے، جیسے ڈگری حاصل کرنا، یا داخلہ فیس ادا کرنا، یا کوئی خاص کماتا۔ آمدنی، تو اسٹیٹس گروپ کو کلاس کہا جاسکتا ہے۔ اگر بھرتی مفت نہیں ہے، یعنی اگر اسٹیٹس گروپ کسی باڈی کے لیے کھلا نہیں

ہے، لیکن صرف وہی اس کے ممبر ہیں جن کے پاس کچھ مخصوص، اوصاف ہیں، جو حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ دوسرے کے ذریعہ، پھر اسے ذات کہتے ہیں۔“

بوگل (Bogle)، فرانسیسی مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ذات پات کا نظام پورے معاشرے کو موروثی گروہوں کی ایک بڑی تعداد میں تقسیم کرتا ہے، جو ایک دوسرے سے ممتاز اور تین خصوصیات سے جڑے ہوئے ہیں:

- شادی اور رابطہ کے معاملات میں علیحدگی، چاہے براہ راست ہو یا بالواسطہ۔
- محنت کی تقسیم، جس میں ہر ایک گروہ نظریہ یا روایت کے لحاظ سے ایک پیشہ ہے۔ جس سے ان کے اراکین صرف مخصوص حدود کے ساتھ روانہ ہو سکتے ہیں۔
- اور آخر میں درجہ بندی، جو گروپوں کو ایک دوسرے سے نسبتاً برتر یا کمتر درجہ دیتی ہے۔

یہ تعریف نظام کی اہم خصوصیات کی نشاندہی کرتی ہے۔ کئی دہائیوں سے مختلف اسکالرز کی طرف سے دی گئی متعدد تعریفوں کی طرح ذات پات کے نظام کی ابتدا کے متعدد نظریات موجود ہیں۔

23.3 ذات پات کے نظام پر مزید تعریفات (More Definitions on Casteism)

گیٹ (Gait) کا کہنا ہے کہ ذات ایک متضاد گروہ ہے یا ایسے گروہوں کا مجموعہ ہے جس کا ایک مشترکہ نام ہے جو روایتی پیشہ اور نامور اصل کی وجہ سے جانا جاتا ہے، عام طور پر ان کے ہم وطنوں میں سے جو رائے دینے کے اہل ہیں، ایک ہی یکسانیت کے طور پر مانتے ہیں۔ کیونٹی، جس کے اجزاء تقریباً ایک دوسرے سے متعلق ہیں جتنا کہ معاشرے کے کسی دوسرے طبقے سے ہیں۔

Béteille نے ذات کی تعریف کی ہے، 'افراد کے ایک چھوٹے اور نامی گروپ کے طور پر جن کی خصوصیات endogamy، موروثی رکنیت اور ایک مخصوص طرز زندگی ہے جس میں بعض اوقات کسی خاص پیشے کی روایت کے مطابق تعاقب بھی شامل ہوتا ہے اور عام طور پر اس میں کم و بیش مخصوص رسم کی حیثیت سے منسلک ہوتا ہے۔ ایک درجہ بندی کا نظام'۔

M. Senart نے ذات کی تعریف ایک قریبی کارپوریشن کے طور پر کی ہے، نظریہ میں کسی بھی قیمت پر سختی سے موروثی ہے۔ ایک مخصوص روایتی اور خود مختار تنظیم سے لیس جس میں ایک چیف اور ایک کونسل بھی شامل ہے، کم و بیش مکمل اتھارٹی کی اسمبلیوں میں موقع پر میٹنگ کرنا اور بعض تہواروں پر اکٹھے ہونا: مشترکہ پیشوں سے جڑے ہوئے، جن کا تعلق خاص طور پر شادی اور کھانے سے ہے۔ رسمی آلودگی کے سوالات، اور دائرہ اختیار کے استعمال کے ذریعے اپنے اراکین پر حکمرانی کرتے ہیں جس کی حد مختلف ہوتی ہے، لیکن جو کچھ سزاؤں کی منظوری اور سب سے بڑھ کر گروپ سے حتمی اٹل اخراج کے ذریعے کیونٹی کی اتھارٹی کو مزید محسوس کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

نيسفيلڈ (Nesfield) نے ذات کی تعريف 'کميونٹی کی ایک ایسی کلاس کے طور پر کی ہے جو کسی دوسرے طبقے کے ساتھ کسی بھی تعلق کو مسترد کرتی ہے اور اپنی برادری کے لوگوں کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کر سکتی اور نہ ہی کھاپی سکتی ہے۔

23.4 ذات پات کی ابتداء سے متعلق نظریات (Theories of Origin of Caste System)

جیسا کہ اوپر دی گئی مختلف تعریفوں سے ظاہر ہوتا ہے، ہندوستان میں ذات پات ایک سماجی نظام ہے، جو ہندو مذہب سے منظوری لیتا ہے اور اس کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ ایک ذات کی رکنیت لازمی ہے اور انتخاب کا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں ایک شخص پیدا ہوتا ہے۔ افراد کے لیے اپنی ذات کو تبدیل کرنا عملی طور پر ناممکن ہے۔ ہر ذات ثقافت کی ایک مخصوص روایت پر فخر کرتی ہے اور اسے مضبوطی سے برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ رسم و رواج جن کے ساتھ یہ زندگی بسر کرتا ہے عام طور پر کسی بھی دوسری ذات کے لوگوں سے کچھ معاملات میں مختلف ہوتے ہیں اور بعض اوقات یہ کسی دوسری ذات کے لوگوں کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ ذات پات کا نظام ذات کے انفرادی رکن کو قواعد فراہم کرتا ہے جن کا اسے خوراک، شادی، طلاق، پیدائش، ابتداء اور موت کے معاملات میں مشاہدہ کرنا چاہیے۔

ذات پات کی پابندیاں اور سختیاں اب بھی تمام سماجی، مذہبی اور معاشی سرگرمیوں کو کنٹرول کرتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ سماجی سطح بندی کا ایسا نظام معاشرے کو تقسیم کرتا ہے۔ ہزاروں چھوٹے، موثر گروپوں میں، ہر ایک کلسٹر گروہوں کے اپنے مخصوص رسم و رواج اور عادات ہیں، جو ایک ساتھ ہیں۔ ایک درجہ بندی کی شکل میں، ذات کا ہر ایک گروہ ایک یا زیادہ روایتی پیشوں سے منسلک ہے اور محنت کی ایک وسیع تقسیم کے ذریعہ دوسرے سے متعلق ہے۔

ذات پات کا نظام جس پر ہندو سماج کا روایتی نظام قائم ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ وہ قدیم زمانے کا تھا۔ ذات پات کے ڈھانچے کی پیچیدہ نوعیت اس حقیقت سے عیاں ہوتی ہے کہ سماجی نظام کی تاریخ اور عمل میں ڈیڑھ صدی کی محنت اور باریک بینی سے تحقیق کے بعد بھی ہمارے پاس ان حالات کی کوئی حتمی وضاحت نہیں ہے جن کی وجہ سے اس میں کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔ ہندوستان میں اس منفرد نظام کی تشکیل اور ترقی کے لیے۔ جیسا کہ ڈی این مجمدار (D.N. Majumdar) نے تبصرہ کیا، آج ذات پات کے نظام کی ابتدا کے بارے میں اتنے ہی نظریات موجود ہیں جتنے اس موضوع پر لکھنے والے ہیں۔ 1931 میں کی گئی ہندوستان کی مردم شماری میں ذات کی اصل کے حوالے سے درج ذیل پانچ تھیوریوں کا حوالہ دیا گیا تھا۔ اس لیے اپنی کوشش کو آسان بنانے کے لیے ہم بھی اسی حوالہ پر عمل کریں گے۔

23.4.1 اصل بنیاد (The Divine Origin)

اس بات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ زیادہ تر مذہبی حکام، شاستروں اور پرانوں نے ذات پات کے نظام کی قدرتی ابتدا کی وکالت کی ہے۔ لہذا ہندوؤں میں عام احساس یہ ہے کہ یہ خدا کے حکم سے یا کم از کم اس کی خواہش سے قائم ہوا ہے، اس لیے اس کی مذہبی پیروی کی جانی چاہیے۔ رگ وید میں 'پروشا سکتہ' کے مطابق، لوگ چار اہم ذاتوں (ورنوں) سے تعلق رکھتے ہیں جو پرورش (خالق) کے جسم کے چار

حصوں پر مشتمل ہیں۔ برہمن (Brahmin) اس کا (پرشا کا) (pursha's) منہ تھا، راجنہ (Rajanya) (کشتریہ) (Kshatriya) اس کا بازو تھا، ویسیہ (Vaisya) ران تھا: اور شودر اس (Shudras) کے پیروں سے نکلا۔

زیادہ تر دھرم شاستروں، مسرتوں اور پرانوں میں بھی اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے۔ مانو (Manu)، جس کا اعلان ایک اتھارٹی کے طور پر کیا جاتا ہے، نے بھی اس نظریے کی تائید کی۔ اس نے مزید زور دے کر کہا کہ مختلف ذاتیں پہلے چاروںوں کے درمیان اور پھر ان کی اولاد کے درمیان کر اس کی ایک سیریز کے طور پر پیدا ہوئیں اور مقدس رسومات کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے انحطاط سے بھی۔ اس کے علاوہ، مانو (Manu) کی کتاب میں دس پرانمری رشیوں یعنی مارپچی، اتری، انگیراس، پلستیہ، پلاہا، کراتو، پراچیتاس، دبشت، بھرگو اور ناردا کی ذات کا حوالہ بھی موجود ہے۔ مہابھارت میں مختلف خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ شانتی پر وائیں، بھرگو نے زور دے کر کہا ہے کہ دنیا برہما نے تخلیق کی تھی اور بعد میں کام کے نتیجے میں ذاتوں میں بٹ گئی۔ لیکن مہابھارت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بھگوان کرشن نے اپنے منہ سے برہمن، اپنے بازوؤں سے کھشتری، اپنی رانوں سے دبیں اور اپنے پاؤں سے شودر پیدا کئے۔ بھگوان گیتا میں یہ بتایا گیا ہے کہ ذاتوں کی چار گنا تقسیم خدا نے خصوصیات اور فرائض کی تقرری کے مطابق بنائی تھی۔

23.4.2 کرما اور نقل مکانی (Karma and Transmigration)

اس کے بعد کرما اور روح کی منتقلی کا نظریہ ہے جو ذات پات کے نظام کو درست ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مردوں کی مختلف حالتیں، اعلیٰ، درمیانی اور ادنیٰ ترین حالتیں کرما کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ زندگی میں کسی کی حیثیت کا تعین ماضی کے اوتاروں کے عمل (کرما) سے ہوتا ہے۔ انسان جو کچھ بھی لطف اندوز ہوتا ہے یا بھگتتا ہے وہ اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اُس کے برے اعمال کا کڑوا پھل آئے گا، خواہ وہ ظاہری طور پر کیے گئے ہوں یا چھپے ہوئے ہوں۔ کسی کے جسم، آواز یا دماغ سے ہونے والے بہت سے گناہوں کے نتیجے میں وہ فرد اگلے جنم میں بالترتیب پرندہ یا حیوان بن جائے گا یا پھر ایک ادنیٰ ذات کے طور پر پیدا ہوگا۔

جو لوگ اچھے کرما انجام دیتے ہیں وہ اعلیٰ وجود میں چلے جاتے ہیں، اور وہ لوگ جو ایک مثالی زندگی گزارتے ہیں وہ پیدائش اور موت سے نروان حاصل کرتے ہیں۔ بدلہ اور انصاف کا ایسا خیال ہونے سے نہ صرف بری زندگی سے باز آتا ہے بلکہ وہ اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے گناہوں کی معافی، جنت، مٹانے کے وعدے کے ذریعے ایک باوقار زندگی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح سب سے ذلیل ترین آدمی بھی اپنے انتہائی ذلیل مشغلے کے ساتھ اس یقین پر مطمئن رہتا ہے کہ اس کی موجودہ زندگی کے مصائب اس کے پچھلے جنم کے گناہوں کا نتیجہ ہیں اور اگر اس نے اس زندگی میں اپنے ذاتی فرائض کو سر تسلیم خم کر کے ادا کیا تو وہ اس عقیدہ پر مطمئن رہتا ہے۔ اگلی زندگی میں اعلیٰ ذات میں پیدا ہونا ان کا مقصد ہے۔

ذاتوں کی تشکیل (Formation of Castes)

ہر برٹ رسلے (Herbert Risley) (1915) نے اپنی کتاب دی پیپل آف انڈیا (The People of India) میں نسلی نظریہ پیش کیا جس کے مطابق نسلی اختلافات اور زوجیت کی شادیاں ذات پات کے نظام کی ابتداء کا باعث بنتی ہیں۔ ان کے مطابق، ذات

پات کا نظام فارس سے ہند آریوں کے ہجرت کے بعد تیار ہوا جہاں معاشرہ چار طبقوں میں تقسیم ہو گیا۔ پادری، جنگجو، کاشتکار اور کارگر اور یہاں آنے کے بعد بھی انہوں نے اسے برقرار رکھا۔ وہ ثقافت اور نسلی خطوط میں غیر آریوں سے مختلف تھے۔ لہذا اپنی اعلیٰ حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے انہوں نے ہائپرگیمی (Hypergamy) کی مشق شروع کر دی اور 'پریٹیلوما' (Pratiloma) شادیوں پر پابندی لگا دی۔

رسل (1915) نے چھ ایسے عمل کو بیان کیا جن کے ذریعے ذاتیں بن سکتی ہیں۔ وہ ہندو ازم کی حدود میں قبائلی قبائل کا اندراج ہیں یا تو ان کے اپنے قبائلی عہدہ کے تحت یا ایک نئے ذات کے نام کے تحت، ذات کے ارتقاء میں ایک اہم عنصر کے طور پر پیشہ، اصل پیشے میں تبدیلی جس کے نتیجے میں ذات کی ذیلی تقسیم ہوتی ہے جو بالآخر ترقی پذیر ہوئی۔ علیحدہ ذات، قائم شدہ رسمی طریقوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے نئی ذات کی ترقی، بعض گروہوں کا چلی ہوئی روایات کو زیادہ سختی سے برقرار رکھنے کا رجحان، اور فرقہ وارانہ قسم جس نے مذہبی فرقوں کے طور پر زندگی کا آغاز کیا۔

کروبر (Kroeber) (1930) نسلی عنصر کی حمایت کرتا ہے لیکن وہ مذہبی، ثقافتی اور پیشہ ورانہ عوامل کو بھی اہم مانتا ہے۔ غوری (Ghurye) (1932) نے ذات پات کے نظام کو برہمنی نظام قرار دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ فتح شدہ غیر آریائی نسل شودر بن جاتی ہے۔ آریاؤں کی مذہبی اور سماجی سرگرمیوں سے روک دیا گیا۔ مجدر (Majumdar) (1957) کا خیال ہے کہ ثقافت کا تصادم اور نسلوں کے رابطے نے جنم لیا۔ اس کا یہ بھی ماننا ہے کہ تین اعلیٰ طبقوں نے اپنے اراکین کے لیے مخصوص پیشہ تفویض کیا اور اپنی اعلیٰ حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے دوسرے لوگوں کو ایسے پیشوں پر عمل کرنے سے روک دیا۔ اس کی وجہ سے درجہ بندی ذات پات کے نظام نے جنم لیا۔ اس طرح یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نسلی عنصر کو اکثر اس کا لرزہ قبول کیا ہے لیکن پھر بھی اسے ذات پات کے نظام کی ترقی کا واحد عنصر نہیں لیا جاسکتا۔

ذات پات کی ابتداء کے موضوع پر یورپی مصنفین ذات، اعلیٰ اور ادنیٰ کے درمیان نسلی فرق کے بارے میں جانتے تھے اور شعوری اور غیر شعوری طور پر ان کے نتائج کو نسل سے جوڑتے تھے۔ ویلے (Weale) نے لکھا ہے کہ ہندوستان کی پوری تاریخ، ابتدائی زمانے میں، رنگین تعصب کی ایک طویل داستان رہی ہے اور شاید باقی دنیا کے مقابلے میں وہاں زیادہ ظلم کا مظاہرہ کیا گیا تھا، اس کا خیال تھا کہ آریائی نسلیں جو صرف 'سفید' تھیں۔ ذات پات کا آہنی نظام وضع کیا تاکہ ایک غالب نسل کو 'سیاہ' کمتر نسل کے ساتھ ملانے سے روکا جاسکے۔

ڈبلیو جے تھامس (W.J Thomas) کو آبادی میں نمایاں جسمانی معاہدے ملتے ہیں، جو اعلیٰ اور کمتر ثقافتوں سے جڑے ہوئے ہیں اور ان کے مطابق یہ ذات پات کی تفریق کی بنیاد ہے۔ ڈڈلی بکسٹن (Dudley Buxton) کا خیال ہے کہ ذات پات اب بھی ہندوستانی جزیرہ نما کی پیچیدہ نسلوں کو تقسیم کرنے میں معاون ہے۔ گلن (Gillin) کا خیال ہے کہ یہ ممکن ہے کہ ہندوستان میں ذات پات کی ابتدا مختلف آبادیوں کے درمیان نسلی تفریق سے ہوئی ہو۔ میکور (MacIver) ذات پات کے ڈھانچے کی نسلی ابتدا کے نظریہ کی طرف بھی جھکتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شاید ذات کا جنم ہوا لیکن ایک کی بالادستی سے ایک دوسرے پر انڈو گیمس کمیونٹی، مذہب اور نسل کا فخر جو اس طرح کے superimposition پیدا ہوا نا ضروری ہے۔

ذات کی تشکیل میں رنگ سوالات بھی زیر غور آئے ہیں۔ ورنہ نظام کی جڑ میں رنگ کا سوال اس سے ظاہر ہے۔ لفظ ورنہ، جس کا مطلب ہے رنگ۔ کلاس، جس نے عام طور پر ملاوٹ سے گریز کرتے ہوئے رنگ کی انتہائی پاکیزگی کو برقرار رکھا، سماجی پیمانے پر فوقیت حاصل کی۔ حیثیت کا انحصار اس بات پر بھی ہے کہ سماجی گروہوں کی طرف سے کس حد تک تنہائی کو برقرار رکھا گیا ہے۔ برہمن سفید تھے، شتریا زرخ۔ ویشیاز درنگ کے تھے اور شودر کالے تھے جیسا کہ مہابھارت میں بیان کیا گیا ہے۔ تین اعلیٰ ورنوں نے اہم پیشوں کو اپنے پاس رکھ کر اعلیٰ حیثیت کے اپنے دعوے کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔

کاروے (Karve)، تاہم اس نظریے کو قبول نہیں کرتا کہ ورنہ کا اصل معنی 'رنگ' تھا۔ وہ استدلال کرتی ہے کہ ابتدائی سکین شدہ ادب اور گرامر کے کاموں میں ورنہ کا مطلب 'کلاس' تھا۔ کاروے جاری رکھتے ہیں کہ 'بعد میں لفظ ورنے کا مطلب 'رنگ' تھا اور اس وقت قدیموں کی چار گنا تقسیم تھی۔ جسمانی خصوصیت، یعنی رنگ کی بنیاد پر لیا جاتا ہے۔ ذات پات کے ڈھانچے کی تشکیل میں سماجی عنصر، ایک لحاظ سے، اکثر سکارلر نے تسلیم کیا ہے اور پھر بھی ذات پات کے نظام کی ترقی کو نسل کی بنیاد پر مکمل طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔

23.4.3 پیشہ ورانہ نظریہ (Occupational Theory)

نیسفیلڈ (Nesfield) (1885) کے ذریعہ پیش کردہ پیشہ ورانہ نظریہ پیشہ کو اس نظام کی ترقی کے واحد عنصر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ان کے مطابق، اس نظام سے پہلے کہانت برہمنوں کی خصوصی اجارہ داری نہیں تھی۔ لیکن بعد میں جب بھجن اور رسومات زیادہ پیچیدہ ہو گئیں تو لوگوں کے ایک حصے نے خود کو مہارت حاصل کر لی اور برہمن بن گئے۔ قربانیوں کی اہمیت کی وجہ سے ایسے لوگ زیادہ قابل احترام ہونے لگے۔ بعد میں انہوں نے اس پیشے کو موروثی بنالیا۔ اس کے بعد دیگر طبقات نے بھی مراعات کے حصول کے لیے خود کو منظم کیا۔ انہوں نے یہ کام اپنے دفاع میں کیا اور لوگوں کے گروہ کی تقلید میں بھی جن کی وہ بڑی عزت کرتے تھے۔

درجہ بندی اور ذات (Ranking and Caste)

مختلف پیشوں نے مختلف قبیلوں کے مردوں کو ذاتوں میں اکٹھا کیا، جس نے پھر پرانے قبائل کے رسم و رواج سے شادی کے اصولوں اور ہم آہنگی کی ممانعت کو مستعار لیا اور اس طرح خود کو الگ تھلگ اکائیوں میں مضبوط کیا۔ کسی بھی ذات کی درجہ بندی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ ذات کی طرف سے جس صنعت کی نمائندگی کی جاتی ہے وہ ثقافت کے ترقی یافتہ یا پس ماندہ مرحلے سے تعلق رکھتی ہے اور اس طرح اس کی قدرتی تاریخ انسانی صنعتوں نے درجہ بندی کے ساتھ ساتھ ہندوستانی ذاتوں کی تشکیل کا اہم اشارہ دیا ہے۔ اس طرح شکار، ماہی گیری، ٹوکری سازی وغیرہ جیسے قدیم ترین پیشوں کی پیروی کرنے والی ذاتوں کو سب سے نچلا سمجھا جاتا تھا، دھاتی کام کرنے والے، کاشتکار اور پڑھنے والے اعلیٰ درجے کے تھے، جب کہ سب سے زیادہ ذات پجاریوں اور اساتذہ کی تھی۔

سلیٹر (Slater) نے اپنی کتاب، 'ہندوستانی ثقافت میں دراوڑی عناصر' (Dravidian Elements in Indian Culture) میں اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ ذات پات درحقیقت شمالی ہندوستان کے مقابلے جنوبی میں زیادہ مضبوط ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ہندوستان میں آریائی حملے سے پہلے ذات پات پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں پیشے موروثی بن گئے اور والدین کی طرف سے شادیاں کروائی

گئیں۔ عام دستکاری کے معاشرے کے اندر کیونکہ جنسی پختگی ابتدائی طور پر تیار ہوئی اور تجارتی راز اس طرح محفوظ رہے۔ جادو اور مذہبی تقریبات کے نتیجے میں بھی، خصوصی پیشہ ورانہ گروہ بنائے گئے، باہر کی شادیاں جو متعصبانہ اور عمل کے خلاف ہو گئیں۔ آریائی حملے کا اثر رنگ کے فرق کو جوڑنے کے رجحان کو مضبوط کرنے اور ذاتوں کو سماجی ترجیح کے پیمانے پر رکھنے کے رجحان کو مضبوط کرنے کا تھا۔ وہ ہندستان کے قبل از آریائی معاشرے میں پادری جادو گروں کی ترتیب کے وجود کو بھی برقرار رکھتا ہے۔

ڈینزل ایبٹسن (Denzil Ibbetson) نے ذات کی وضاحت قبائلی اصل کے مجموعہ سے کی ہے۔ فنکشنل گلدز اور ایک 'ایو۔ میٹیکل مذہب' اور قبیلے پر بہت زیادہ دباؤ ڈالتا ہے جب ایک قبیلے کے کیریئر میں اہم موڑ آتا ہے جب وہ اپنی جنگلی اور رومانوی زندگی کو ترک کر دیتا ہے اور ایک خاص پیشہ کو اپنی معاشی زندگی کے بنیادی طریقہ کے طور پر اپناتا ہے۔ یہ ذات پات کی تاریخ میں گلدز سٹیج (guild stage) ہے، اور دنیا کے تمام لوگوں کے لیے کسی نہ کسی دور یا دوسرے دور میں عام ہے۔ پیشہ ورانہ گروہوں کے گلدز کی تشکیل قدرتی طور پر مختلف گروہوں کی مہارت اور اہمیت کی پہچان کا باعث بنی۔ قرون وسطیٰ کے زمانے میں، گروہوں نے ملک کی سماجی زندگی پر مختلف درجات کے دباؤ کا استعمال کرتے ہوئے اپنی معاشی حیثیت کے مطابق برتری کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کیا۔ پادریوں نے اپنی پیشہ ورانہ حیثیت کی موروثی نوعیت پر اصرار کرنے کے بعد جلد ہی پجاریوں کی جماعت کی سر بلندی کا آغاز کیا، اور اس کے نتیجے میں اینڈوگیمس اکائیوں کی تشکیل ہوئی، کیونکہ زیادہ سے زیادہ گلدز سماجی حیثیت اور مراعات کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے جس سے وہ لطف اندوز ہوتے تھے اور گلدز کے اراکین کے لیے مستقل طور پر محفوظ کرنے کے لیے۔ بعد میں مختلف دیگر گروہوں نے اس کی پیروی کی اور ایک درجہ بندی کی تنظیم نے خود کو قائم کیا۔

چپیل (Chappel) اور کون (Coon) نے ذاتوں کی ابتداء کا سراغ قبائلی اقسام کو جذب کیا ہے، اور وہ نئی ذاتوں کی تشکیل کے حوالے سے بھی وضاحت کرتے ہیں۔

23.4.4 قبائل اور مذہبی نظریہ (Tribes and Religious Theory)

ابتدائی دور سے ہی قبائل میں بتدریج اور خاموش تبدیلی آئی ہے۔ ذات کو یہ تبدیلی کئی طریقوں سے ہوئی ہے، اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آج کی زیادہ تر پختلی یا خارجی ذاتیں پہلے قبائل تھیں۔ رسلے (Risley) نے چار ایسے عمل کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعے قبائل کی ذاتوں میں تبدیلی متاثر ہوتی ہے۔ وہ یہ ہیں:

- مقامی قبیلے کے سرکردہ آدمی، کسی نہ کسی طرح اس میں شامل ہو گئے۔ دنیا خود مختار لینڈڈ پروپرائٹرز (landed proprietors) بن گئی، اندراج کرنے میں کامیاب ہو گئی خود کو زیادہ ممتاز ذاتوں میں سے ایک میں۔
- متعدد مقامی باشندے ہندو مذہب ہی فرقے کے اصولوں کو اپناتے ہیں اور وشنو بن جاتے ہیں اور اپنا قبائلی نام ترک کر دیتے ہیں۔
- قبائلیوں کا ایک پورا قبیلہ، یا قبیلے کا ایک حصہ خود کو اندراج کر رہا ہے۔ ہندومت کی صفیں، ایک نئی ذات کے انداز کے تحت، جو اگرچہ دور دراز کے قدیم ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، حقیقت میں اس کے نام سے کسی بھی معیار اور تسلیم شدہ سے ممتاز ہے۔

• قبائلیوں کا ایک پورا قبیلہ، یا اس کا ایک حصہ، اپنے قبائلی عہدہ کو ترک کیے بغیر آہستہ آہستہ ہندو مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ رسلے (Risley) نے مغربی بنگال کے بھونج کے معاملے کا ذکر کیا، جو ایک خالص دراوڑی نسل ہے، جو اپنی اصل زبان کھو چکے ہیں اور اب صرف بنگالی بولتے ہیں۔ وہ اپنے کے علاوہ ہندو دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں (قبائلی دیوتاؤں کو عورتوں کے حوالے کرنے کا رجحان) اور ان میں سے زیادہ ترقی یافتہ برہمنوں کو خاندانی پجاریوں کے طور پر ملازمت دیتے ہیں۔ وہ اب بھی منڈوں اور سنہتالوں سے ملتے جلتے فلورسٹک ایکسوجیمس (Exogamus) ذیلی تقسیم کو برقرار رکھتے ہیں، لیکن وہ ٹوٹم (Totems) کو بھولنے لگے ہیں اور ناموں کو شاید جلد ہی اشرافیہ کے عہدوں کے حق میں چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کے بعد قبیلہ ایک ذات بن جائے گا اور اپنے رسم و رواج کو ترک کرتا چلا جائے گا جس سے اس کی اصل نسل سے غداری کا امکان ہے۔ کسی خاص ذات کا کنیت اور گوترا، خود کو اس مخصوص ذات کے رکن کے طور پر اندراج کرنے کا انتظام کرتا ہے اور آہستہ آہستہ اس ذات کے افراد سے شادی کرتا ہے۔ اس کی دولت اور اثر و رسوخ اس ذات کے افراد کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے جس سے وہ تعلق رکھنے کی خواہش رکھتا ہے اور اس طرح وہ طویل عرصے میں اپنے آپ کو اس ذات کا مستقل رکن بنا سکتا ہے۔ ہندو ذاتوں کے ساتھ ثقافتی رابطہ قبائل کے ہندو عقائد، رسومات، رسوم و رواج کو اپنانے اور ہندو تہواروں میں شرکت اور ہندو مندر میں حاضری کا باعث بنتا ہے۔

آبائی باشندوں سے ایک اعلیٰ طبقے کے ہندو تک بتدریج ارتقاء کا عمل ہندوستان میں سماجی ارتقاء کی ایک اہم خصوصیت ہے جسے سرکاری دفاتر نے دیکھا اور اس پر تبصرہ کیا ہے۔ بھولیا (Bhulyas) اس بات کی ایک بہترین مثال پیش کرتے ہیں کہ کس طرح آبائی ریاست سے ذات پات یا گروہی اختلافات اور امتیازات بتدریج پیدا ہوئے جب مردوں نے پہلے کی وابستگی کو مسترد کر دیا اور خدائی اور سماجی دونوں طرح سے اپنے لیے نئی اہمیت کا دعویٰ کیا۔ اسی طرح، منڈا سماجی تنظیم اور گوترا اور 'ورنا' کی ہندو تنظیم کے درمیان ایک بڑا متوازی ہے۔ منڈا اب بنگال، بہار اور اڑیسہ کے بعض حصوں میں پائے جاتے ہیں، جہاں انہیں تین مختلف ناموں، منڈا (Mundas)، سنہتال (Santhals) اور ہوس (Hos) سے جانا جاتا ہے۔ سنہتالوں کو 12 اہم حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں سے ایک کا سراغ ملتا ہے۔

23.4.5 خاندان اور شادی (Family and Marriage)

سینارٹ (Senart) (1930) کی طرف سے دی گئی یہ وضاحت یہ بتاتی ہے کہ exogamy کا اصول ہندوستانی ذات پات کے نظام کی بنیادی بنیاد ہے۔ ان کی رائے میں ذات قدیم آریائی ادارے کی معمول کی ترقی ہے جس نے ہندوستان میں مخصوص حالات جیسے گوترا میں شادی کی ممانعت، نچلے طبقے کے ساتھ رابطے سے آلودگی، بین ذات کے کھانے کی ممانعت وغیرہ کی وجہ سے ایک عجیب شکل اختیار کی تھی۔ رگ ویدک ہندوستان میں سماج کی چار گنا تقسیم کی وجہ سے ہندو ایرانی دور میں ورنہ تقسیم کی صورت میں ذات پات کا نظام رسلے (Risley) نے ذکر کیا ہے کہ حملہ آور آریاؤں نے ایلین سیاہ فام نسل کے افراد کے ساتھ شادی کے لیے واضح دشمنی کا مظاہرہ کیا اور اس طرح کے اتحاد کی روک تھام کے لیے ممنوع کا ایک وسیع نظام وضع کیا۔ لیکن باہمی شادی کو یکسر روکا نہیں جاسکتا تھا۔

23.5 روایتی ہندوستان میں ذات پات کا نظام (Caste System in Traditional India)

پرتگالی پہلے یورپیوں میں شامل تھے جنہوں نے ذات پات کے نظام کا تفصیلی بیان دیا جو ہندوستان میں ہزاروں سالوں سے موجود ہے۔ ذات کے لیے اصل لفظ 'کاسٹا' تھا جو ان کے ذریعہ پورے ورنا جاتی آرڈر کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا گیا جیسا کہ یہ ہندوستانی معاشرے میں موجود تھا۔ Duarte Barbs کے نام سے ایک پرتگالی نے ذات پات کے نظام کا ایک مستند بیان دیا، جسے آج بھی بڑے پیمانے پر قبول کیا جاتا ہے۔ تاہم باربرا کا ذات پات کے بارے میں بیان تجرباتی شواہد پر مبنی تھا، جو آج کے واقعات، تعاملات اور گفتگو سے ماخوذ تھا۔ اس کی کوئی صحیفہ بنیاد نہیں ہے۔

انگریزوں کے آنے ہی ذات پات کی ایک نئی دریافت ہوئی، اس بار مذہبی صحیفوں کی مدد سے ذات پات کی حقیقت کی تشکیل نو کی گئی۔ بہت سے غیر مذہبی تھے۔ غیر رسمی عناصر جو ذات پات کے نظام میں موجود تھے اور بین ذات کے تعلقات کے کچھ پہلوؤں پر حکومت کرتے تھے۔ انگریزوں نے ذات پات کی نمائندگی کرتے ہوئے ان پہلوؤں کو چھوڑ دیا اور ذات کو ایک سخت کے طور پر پیش کیا۔ غیر لچکدار سماجی ترتیب، ذات پات کو ہندوستان کی سماجی اور ثقافتی زندگی کے مکمل ہونے کا اصول بنایا گیا تھا۔ ہندوستانی معاشرہ بنیادی طور پر ذات پات کے نظام کی وجہ سے جامد اور غیر متغیر کے طور پر نمایاں تھا۔ گروپوں کے لیے سیاسی اقتدار پر قبضہ، زمین کے حصول، تجارت اور دوسرے خطوں میں ہجرت کے ذریعے مقامی درجہ بندی میں منتقل ہونا ممکن تھا۔ مثال کے طور پر سدھپتا کا ویراج (Sudipta Kaviraj) کہتے ہیں کہ برطانیہ سے پہلے کے ہندوستان میں کمیونٹی کی مبہم (لچکدار) سرحدیں تھیں۔ برطانوی ہندوستان میں وہ مضبوط ہو گئے۔ انگریزوں نے ملک پر حکومت کرنے کے لیے پیمائش کی تکنیک کا استعمال کیا، مردم شماری ان میں سے ایک تھی۔ 1901 کے بعد سے، نوآبادیاتی ریاست نے پوری ہندوستانی آبادی کو ذات کے لحاظ سے تقسیم کرنا شروع کیا۔ اس نے انہیں مخصوص لیبل، نام اور درجہ دیا۔ اس نے لوگوں کو ذات پر مبنی شناخت کے ذریعے سیاست میں اپنی دلچسپی کو منظم کرنے اور نمائندگی کرنے کی ترغیب دی۔

23.6 ہندوستان میں ذات: آزادی کے بعد (Caste in India: Post Independence)

آزادی کے بعد ہندوستان نے جدید جمہوری اداروں کو اپنایا۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جدید اداروں کے اثر سے ہندوستانی سماج سے ذات پات جیسی روایتی ساختیں ختم ہو جائیں گی۔ اس طرح کی تفہیم کو راجنی کوٹھاری (Rajni Kothari) جیسے اسکالرز نے گمراہ کن سمجھا جن کا ماننا تھا کہ سیاسی اور ترقیاتی ادارے کہیں بھی خلاء میں کام نہیں کرتے ہیں اور انہیں معاشرے میں ایک بنیاد رکھنا ضروری ہے۔ ایک جمہوری معاشرہ جو قانونی حیثیت کا خیال رکھتا ہے وہ صرف پرانے اور نئے کے درمیان بات چیت کے ذریعے ہی آگے بڑھ سکتا ہے۔ سیاست اور معاشرے کے درمیان اتحاد۔ ایک جدید معاشرے میں، موجودہ ڈھانچے اور رویوں اور نئے متعارف کرائے گئے اداروں اور نظریات میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ لامحالہ ذات میں بھی تبدیلی آئی ہے۔ یہ صرف معاشرے سے غائب نہیں ہو سکتا۔ تبدیلی کے عمل میں، ذات کو اس کے 'غیر سیاسی' سیاق و سباق سے نکال کر ایک نئی حیثیت، ایک نئے 'اوتار' کو سیاسی حیثیت دی گئی ہے۔

آزادی کے بعد ذات پات کو الگ کر دیا گیا ہے۔ اسے مختلف رسومات اور انڈو گیمی، قبضے اور حیثیت کے قواعد سے الگ کر دیا گیا ہے۔ یہ اب رسومات کی اکائی نہیں ہے۔ اگرچہ ذات اب بھی رشتہ داری پر مبنی ثقافتی برادری کے طور پر کام کرتی ہے، لیکن اس کی رسومات سپورٹ ڈھانچے منہدم ہو گئے ہیں اور یہ سماجی سطح بندی کے ایک نئے نظام میں کام کر رہا ہے۔ تبدیلی کی سماجی، اقتصادی اور سیاسی قوتوں نے اس کی روایتی حیثیت کو توڑ دیا ہے اور اس عمل میں انتخابات، سیاسی جماعتوں اور سب سے بڑھ کر سماجی نظام کے ذریعے تشکیل پانے والے طاقت کے نظام سے اسے مغلوب کر دیا ہے۔

23.7 سنسکرتائزیشن کافی نہیں (Sanskritization, Not Enough)

سنسکرتائزیشن ایک اصطلاح تھی جسے ایم این سری نواس (M.N. Srinivas) نے اس عمل کی نشاندہی کرنے کے لیے استعمال کیا تھا جس کے ذریعے نچلی ذات، قبائلی یادگیر گروہ اعلیٰ اور خاص طور پر دومرتبہ پیدا ہونے والی ذاتوں کے رسوم، رسومات، عقائد، نظریہ اور طرز زندگی کی تقلید کرتے تھے۔ سنسکرت کاری انفرادی سطح پر یا اجتماعی سطح پر کام کر سکتی ہے۔ وہ ذاتیں جو سنسکرت میں اپنے بچوں کو سنسکرت نام دیتی ہیں اور انہی دیوتاؤں اور دیویوں کی پوجا بھی کرتی ہیں جیسا کہ اعلیٰ ذاتیں کرتی ہیں۔ کرناٹک میں نچلی ذاتوں کا رجحان دیکھا جاسکتا ہے، اپنے گھروں میں پوجا کے لیے الگ کمرہ رکھنا جو روایتی طور پر اعلیٰ ذات کے گھروں کی ایک خصوصیت تھی۔ اگرچہ سماجی اور ثقافتی سطح پر سنسکرتیت اہم ہے، لیکن یہ اپنے آپ میں کافی نہیں ہے۔ نوکریوں کے لیے، سیاسی فوائد، معاشی وسائل، سیاسی سطح پر شرکت کو آج بھی اتنا ہی اہم سمجھا جاتا ہے۔

23.8 ذات پات پر مبنی سیاست (Politicization of Caste)

ذات اور سیاست کے درمیان تعامل کو ایک ساتھ آنے کے طور پر نہیں دیکھا جانا چاہئے۔ سیاق و سباق کے لحاظ سے، سیاسی کارروائیوں کی سطح کے ساتھ ساتھ مختلف عناصر کے انتخاب میں سماجی ترجیحات میں تبدیلی جو کسی نہ کسی طرح معاشرے میں موجود اور کام کر رہے ہیں۔ ذات اور سیاست کے درمیان تعامل کا عمل بنیادی طور پر انتخابی رہا ہے۔ ذات پات کے نظام کی طاقت کا ڈھانچہ سب سے پہلے جدیدیت کے دھارے میں شامل ہوا۔ معاشی فوائد کی تقسیم دوسرے نمبر پر تھی۔ 'Entrenched Castes' کی قیادت سب سے پہلے اقتدار اور فوائد تک رسائی حاصل کرنے والے لوگ تھے۔ یہ اعلیٰ ذات کے لوگ تھے، تعلیم یافتہ اور ذات پات کے شعور یا تنظیمی اور سیاسی متحرک ہونے کے بجائے ایک مشترکہ سماجی بندھن سے زیادہ متحد تھے۔ بنیادی طور پر اعلیٰ ذات کی بنیاد پر، اس نے جلد ہی دیگر اعلیٰ ذاتوں کے درمیان احساس محرومی اور دشمنی کو جنم دیا، اس طرح ایک مضبوط ذات کے تسلط نے 'Ascendant Caste' کی شکل میں ایک نیا رد عمل پیدا کیا۔ وسائل، طاقت اور فوائد کے لیے نہ صرف بین ذات بلکہ ذات پات کے تنازعات تک بڑھیں۔ ذات پات کی سیاست اس وقت ہوتی ہے جب سماج کے مختلف طبقات کی اثر افیہ انجمنیں بنا کر اور عمودی ترقی کے ذریعے اپنے گروپوں کے مفادات کو

بیان کرتی ہے۔ لیوڈ (Lyod) اور سوزان روڈولف (Suzanne Rudolph) کے مطابق ذات اور سیاست کے درمیان تعلق کو تین طرح کے متحرک ہونے کے لحاظ سے بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

- عمودی موبلائزیشن اس وقت ہوتی ہے جب روایتی قابل ذکر مارشل سپورٹ کرتے ہیں۔ مقامی معاشروں میں جو درجہ بندی، باہمی انحصار سے منظم تھے۔
- تفریق اس وقت ہوتی ہے جب براہ راست یا بالواسطہ سیاسی حمایت مقامی قابل ذکر افراد یا کمیونٹی ایسوسی ایشنز کی بجائے خود سیاسی جماعتوں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ جب زرعی اصلاحات کے نتیجے میں، غالب اور منحصر ذاتوں کے درمیان تعلقات غیر مستحکم تھے اور بین اور اندرونی تنازعات شدت اختیار کر رہے تھے تو متحرک ہونے کا ایسا طریقہ بڑھتا جا رہا تھا۔
- افقی موبلائزیشن میں طبقاتی یا کمیونٹی لیڈروں کی طرف سے اپنی مخصوص تنظیموں میں مقبول سیاسی حمایت کا مارشلنگ شامل ہے۔ 1960 کی دہائی تک گورننگ سپورٹ کے اس انداز کو اس وقت اہمیت حاصل ہوئی جب مقامی درجہ بندی میں تقابلی سطحوں پر واقع لوگ ذات برادریوں میں اکٹھے ہوئے۔ ریپبلکن پارٹی (Republican Party)، بی ایس پی (BSP)، لوک دل (Lok Dal) اس قسم کی متحرک ہونے کا نتیجہ تھے۔

فی الحال، انتخابی سیاست میں اضافے کے نتیجے میں، عمودی ذمہ داری کی بنیاد پر کام کرنے والے ووٹ بینک نایاب ہو گئے ہیں، دھڑوں اور قلیل مدتی اتحاد کے ذریعے ووٹر اپنے مفادات کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں۔

23.9 ریزرویشن کی سیاست (Politics of Reservation)

نئی مڈل کلاس سماجی و سیاسی منظر نامے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں ایک نئی قسم کی سطح بندی سامنے آئی ہے۔ یہ پہلے موجود نہیں تھا۔ ابھرنے والا اسٹریٹیکٹری نظام پرانے اسٹیٹس سسٹم اور نئے پاور سسٹم کے درمیان ایک قسم کے فیوژن کی نمائندگی کرتا ہے۔ اعلیٰ ذات کی تشکیل کے ارکان کے پاس اپنی روایات کا اعلیٰ درجہ اور خلی ذات کے افراد کے پاس اثباتی عمل کا ذریعہ ہے۔ اس ابھرتے ہوئے اسٹریٹیکٹری نظام کو نئے متوسط طبقے کے طور پر نمایاں کیا جاسکتا ہے۔ یہ نیا ہے کیونکہ یہ روایتی ذات پات کے نظام کے ٹوٹنے اور تنوع کا براہ راست نتیجہ ہے۔ متوسط طبقے میں داخل ہونے والوں میں سے بہت سے لوگ اوپر کی طرف بڑھنے والی کسان ذاتوں سے آتے ہیں جن میں بی کے، کٹیرس اور یادو، ہریانہ کے جاٹ اور پنجاب کے جاٹ سکھ، کرناتک کے اوکلیگا اور گنگایت، گجرات کے پائیدار شامل ہیں۔ ان میں روایتی طور پر سمجھی جانے والی ذاتوں کے ارکان بھی شامل ہیں۔ داخلے کا معیار اعلیٰ ذات یا سنسکرت زدہ طرز زندگی نہیں ہے بلکہ سیکولر طرز زندگی ہے جو کہ جدید تعلیم اور استعمال کے نمونوں، معاشی اثاثوں وغیرہ پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر شہری علاقوں میں سا لگرہ منانا عام ہو گیا ہے۔ شادی کی سا لگرہ اور نئے سال کی شام جو مکمل طور پر سیکولر ہو چکی ہے۔

23.10 ذات کی اہم خصوصیات (Main Features of Caste)

ایک اکائی کے طور پر ذات کی قطعی تعریف تک پہنچنے میں مشکلات کے باوجود، ایک سماجی نظام کے طور پر ذات پات کے نظام کی عمومی خصوصیات کے بارے میں اسکالرز کے درمیان اتفاق رائے ہے۔ ذات پات کے بارے میں زیادہ تر سماجی تحریریں اس نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ ہومو ہیرارگلکس ذات پات کے نظام کا مرکزی اور بنیادی عنصر ہے۔ یہ جملہ ایک فرانسیسی ماہر عمرانیات لوئس ڈومونٹ (Louis Dumont) نے ہندو سماجی نظام کو دوسرے سماجی نظاموں سے ممتاز کرنے کے لیے استعمال کیا ہے، خاص طور پر مغربی معاشرے کے۔ درجہ بندی ذات کے سماجی نظام کا مرکزی مرکز ہے۔ اس میں پاکیزگی اور ناپاکی کی بنیاد پر حیثیت، اقدار، رسم و رواج اور رویے کا درجہ بندی، خون، خوراک اور پیشے کے لحاظ سے افراد کے درمیان باہمی تعلق؛ اور رسومات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: پاک اور ناپاک۔ کچھ پیشے یا کھانے کی قسم کو مخصوص ذاتوں کے لیے خالص سمجھا جاتا ہے اور وہی ناپاک ہیں اس لیے دوسری ذاتوں کے لیے حرام ہیں۔ شادی کے رشتے میں پاکیزگی برقرار رکھنے کے لیے ہر ہندو کے لیے یہ فرض ہے کہ وہ رشتے اور تعامل کو ایک محدود دائرے میں محدود رکھے جسے جاتی کہتے ہیں۔ خوراک کا تبادلہ اور ذات پات کی بنیاد پر پیشے کو آگے بڑھانا۔ ذات پات کے نظام کی چار ضروری خصوصیات ہیں۔ وہ ہیں: (1) درجہ بندی؛ (2) موافقت؛ (3) شادی پر پابندیاں۔ اور (4) موروثی پیشہ۔

23.10.1 متحرک رشتہ (Dynamic Relationship)

کوئی سماجی نظام جامد نہیں رہتا۔ سماجی نظام وقتاً فوقتاً بدلتے ہوئے سماجی، معاشی اور سیاسی حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ یہ ذات پات کے نظام کے لیے بھی درست ہے۔ تجرباتی سطح پر ذات کا درجہ بندی پوری تاریخ میں کبھی جامد نہیں رہی۔ نظریاتی طور پر، تمام جاٹوں کو درجہ بندی کے لحاظ سے ایک مقررہ سماجی حیثیت میں رکھا جاتا ہے۔ کچھ جائیلاں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور کچھ پست ہیں۔ تنظیمی ڈھانچے میں سماجی ترتیب میں جاٹی کا مقام اس کی رسمی حیثیت سے متعین ہوتا ہے جو باہمی تعلق کے لیے رسم و رواج کی پابندی پر مبنی ہوتا ہے۔ کچھ اسکالرز کا خیال ہے کہ اس قدر کے نظام۔ زندگی میں کسی کے مقام کو قبول کرنا بچھلے جنم کا نتیجہ ہے۔ اچھوت سمیت تمام ہندوؤں میں اتفاق رائے ہے۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ اگرچہ اعلیٰ ذاتیں اپنی اعلیٰ حیثیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن درمیانی اور نچلی ذاتوں نے اپنی حیثیت کو بدلنے کی کامیابی سے کوشش کی ہے۔ اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے بعد، کچھ نچلی ذاتوں کے ایک غالب طبقے نے، جن میں وہ گروہ بھی شامل ہیں، جن کے ساتھ کسی زمانے میں اچھوت سمجھا جاتا تھا، اپنے آس پاس میں رہنے والی اعلیٰ ذاتوں کے رسم و رواج کی تقلید کرتے تھے۔ ماہرین سماجیات اس عمل کو سنسکرتائزیشن کہتے ہیں۔ کچھ ذاتوں یا یہاں تک کہ ایسے افراد کی مثالیں بھی ملتی ہیں جنہوں نے اعلیٰ ذاتوں کے اصولوں اور رسومات کی پابندی کیے بغیر بھی اپنی حیثیت کو بہتر بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ سیاسی اختیار حاصل کرنے سے نہ صرف اقتدار کے حامل۔ حکمران۔ بلکہ اس کے رشتہ داروں اور رشتہ داروں کو بھی ذات پات کے درجہ بندی میں اعلیٰ سماجی مقام حاصل کرنے میں سہولت ملتی ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

23.10.2 علاقائی تغیرات (Regional Variations)

سماجی گروہوں کے درمیان تعامل کے لیے درجہ بندی اور حد کے لحاظ سے ذات کا ڈھانچہ گاؤں کی سطح پر کم و بیش صاف اور قابل شناخت ہے۔ لیکن علاقائی سطح پر ایسا نہیں ہے۔ اور قومی سطح پر ذاتوں کی تجرباتی بنیاد پر میکرو تصویر کھینچنا اور بھی مشکل اور مؤثر ہے۔ برصغیر کے تمام خطوں میں ذات پات کا ڈھانچہ یکساں طور پر تیار نہیں ہوا ہے۔ آسام نے اتر پردیش یا بہار کی نسبت کم سخت درجہ بندی کے ساتھ ذات پات کا ایک ڈھیلا ڈھانچہ تیار کیا ہے۔ ذات کے مخصوص اصولوں کے مشاہدے کے حوالے سے بھی ایسا ہی ہے۔

ذاتوں کی تعداد بھی خطے کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ گجرات میں مغربی بنگال سے زیادہ ذاتیں ہیں۔ مختلف تاریخی تجربات نے مختلف خطوں میں موجودہ دور کے سماجی و سیاسی عمل کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مزید یہ کہ ملک میں اور ریاستوں کے اندر بھی غیر مساوی معاشی ترقی ہوئی ہے اور ہوئی ہے۔ کچھ علاقوں میں زمینداری تھی اور کچھ میں روایتی اراضی کا نظام تھا۔ عام طور پر راجستھان میں راجپوت یا تمل ناڈو میں برہمن کسانوں میں غلبہ حاصل کر رہے تھے اور کسان ذاتیں جیسے مہاراشٹر میں مراٹھا اور گجرات میں پالیدار غالب ذاتیں تھیں۔ تمام ذاتوں میں یکساں عددی طاقت اور پھیلاؤ نہیں ہے۔ کچھ کے ممبران کی تعداد زیادہ ہے اور کچھ بہت چھوٹے ہیں۔ کچھ پورے خطے میں بکھرے ہوئے ہیں اور کچھ کچھ جغرافیائی جیبوں میں بہت زیادہ مرتکز ہیں۔ اس لیے سیاست کے حوالے سے ذات کا کردار اور مقام وقتاً فوقتاً، علاقے کے لحاظ سے اور ذات کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔

23.10.3 پریشر گروپ: کاسٹ ایسوسی ایشنز (Pressure Group : Caste Associations)

جمہوری نظام میں گروپ کی عددی طاقت اہم ہوتی ہے۔ تمام جاٹیوں کی عددی طاقت یکساں نہیں ہے اور وہ ایک جغرافیائی خطہ - گاؤں، دیہاتوں کے جھرمٹ، علاقہ یا ضلع میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھ بہت بڑے ہیں، کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ چھوٹے ہیں۔ کچھ گاؤں/علاقہ میں مرکوز ہیں اور کچھ گاؤں کے چار سے پانچ گھرانوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ حکومت اور سیاسی جماعتوں کے ساتھ سیاسی سودے بازی میں عددی طور پر بڑے جاٹوں کو دوسروں پر برتری حاصل ہے۔ جائیلاں اکیلے شادی شدہ کردار تک محدود ہیں، ضلعی سطح پر اور اس سے باہر سیاسی سرگرمیوں کے لیے بہت زیادہ تعداد میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح کے جاٹوں کے کچھ رہنما ذات پات کی انجمنیں بناتے ہیں جسے سہیا سنگم کہا جاتا ہے جو کسی خطے میں ایک جیسی سماجی درجہ بندی رکھنے والے جاٹیوں کے جھرمٹ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کچھ ذاتوں کی انجمنیں بھی کثیر ذاتوں پر مشتمل ہیں جن کی روایتی ترتیب میں مختلف سماجی درجہ بندی ہے۔ انہیں ذات "وفاق" کہا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ ذات کی انجمن ذات پنچائت یا کونسل جیسی نہیں ہے۔ عام طور پر کاسٹ کونسل کے عہدیدار موروثی حیثیت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ انجمن کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اکثر مؤخر الذکر نے مختلف عہدیداروں کے اختیارات اور ذمہ داریوں کی وضاحت کرتے ہوئے آئین لکھا ہے۔ سابق کے پاس شادی، طلاق اور ارکان کے دیگر خاندانی تنازعات سے متعلق رسومات اور سماجی پہلوؤں سے نمٹنے کا عدالتی اختیار ہے۔ اس کے فیصلے تمام ذات کے ارکان کے لیے پابند ہیں۔ ذات کی انجمنیں معاشی، تعلیمی اور سیاسی پروگرام چلاتی ہیں۔ تمام ذات کے ساتھی سہا کے ممبر نہیں ہیں۔ سہا کے فیصلے تمام ذات کے ممبران پر پابند نہیں ہیں۔ ذات پنچائت کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ اس لحاظ سے ذات کی انجمن رضاکارانہ تنظیم کے زیادہ قریب ہے۔ بہت سی ذاتوں کی انجمنیں اگرچہ "کیونٹی کے مفادات اور حقوق کو فروغ دینے

اور تحفظ فراہم کرنے "کا مقصد رکھتی ہیں، یہ ضروری نہیں کہ وہ براہ راست انتخابی سیاست میں شامل ہوں۔ بعض ذاتوں کی انجمنیں کسی نہ کسی وقت انتخابی سیاست میں سرگرم رہتی ہیں۔ روڈولف اور روڈولف سیاست میں ذات کی انجمنوں کی شرکت کو "ذات کا جمہوری اوتار" کہتے ہیں۔ کوٹھاری اسے ذاتوں کی "جمہوریت" کہتے ہیں۔

23.10.4 سیاسی جماعتیں (Political Parties)

کئی ذاتیں ایک ساتھ شامل ہو کر تحریکیں شروع کرتی ہیں۔ تمل ناڈو اور مہاراشٹر میں غیر برہمن تحریک اس کی مثالیں ہیں۔ جیوتی راؤ پھولے نے برہمنی بالادستی کو چیلنج کرتے ہوئے 1873 میں سستیہ شودھک سماج شروع کیا۔ تامل ناڈو میں کئی کسان ذاتیں جیسے ویلا، گاؤنڈا اور پادچی، تجارتی ذاتیں جیسے چھتری، کاریگر ذاتیں۔ پٹن (برٹھائی)، کولن (لوہار)، اور تنن (سنار) نے انفرادی طور پر اور مشترکہ طور پر غیر برہمن تحریک شروع کی۔ اس تحریک نے 1890 کی دہائی میں کئی ذاتوں کی انجمنوں جیسے پارائن مہاجن سبھا، آدی۔ دراوین مہاجن سبھا کی پیروی کی۔ 1916 میں غیر برہمن منشور سامنے لایا گیا جس میں سرکاری خدمات میں برہمنوں کے غلبہ اور غیر برہمنوں کے ساتھ ناانصافی کو اجاگر کیا گیا جو کہ ایک بڑی اکثریت پر مشتمل تھے۔ 1916 میں جسٹس پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔ پارٹی نے 1919 میں ایک وفد انگلستان بھیجا تاکہ غیر برہمن کیس کو پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے جو حکومت ہند بل کی تیاری کی ذمہ دار تھی۔ ڈی ایم کے اس کی شاخ ہے۔ ناداروں کے دودھڑوں و نیا اکلا کشتریہ سنگم نے تملناڈو ٹوٹا نکرز پارٹی اور کامن ویلتھ پارٹی بنائی اور 1952 کے انتخابات لڑے۔ اس کے بعد انہوں نے ریاستی کامینہ میں عہدوں کے لیے کانگریس سے سودے بازی کی۔ شیڈول کاسٹ فیڈریشن کا قیام چالیس کی دہائی میں ڈاکٹر امبیڈکر نے کیا تھا اور ریپبلکن پارٹی 1956 میں دلت رہنماؤں نے بنائی تھی۔ وہ بنیادی طور پر دلتوں کی اور ان کی جماعتیں رہے۔ جھارکھنڈ پارٹی جو بہار کے آدیواسی لیڈروں نے بنائی تھی، بنیادی طور پر آدیواسیوں کی پارٹی رہی ہے۔ کانٹی رام کی طرف سے شروع کی گئی بہو جن سماج پارٹی دلتوں کی پارٹی ہے جس کا مقصد دلتوں، اقلیتوں اور اوبلی سی کا اتحاد بنانا ہے۔

آزادی کے بعد انتخابات میں حصہ لینے کے لیے سیاسی مقاصد کے ساتھ ذات پات کی کچھ انجمنیں بنائی گئیں۔ گجرات میں شتریا سبھا کے کچھ لیڈروں نے پچاس کی دہائی کے اوائل میں شتریوں کی پارٹی بنانے پر غور کیا۔ انہیں جلد ہی احساس ہو گیا کہ وہ صرف شتریوں کی طاقت پر الیکشن لڑنے کے لیے کافی حمایت حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کریموں، یادوؤں اور کوریوں کی سیاسی اشرافیہ نے 1947 میں بہار ریاستی پس ماندہ ذات ایسوسی ایشن کو الیکشن لڑنے کے لیے بنایا۔ ان ذاتوں سے تعلق رکھنے والے کانگریسی لیڈروں کی مزاحمت کی وجہ سے یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہوا۔

اس طرح کی ذات کی انجمنوں کو مختلف سرکردہ سیاسی جماعتوں کے ساتھ زور دیا جاتا ہے کہ ان کی ذات کے ارکان کو انتخابات میں پارٹی ٹکٹ ملے۔ ان جماعتوں نے ابتدائی طور پر پارٹی کو کنٹرول کرنے والی غالب ذاتوں کے جوابی دباؤ کی وجہ سے اس طرح کے دباؤ کا مقابلہ کیا۔ مؤخر الذکر نے سابق پر ذات پات یا فرقہ وارانہ الزام لگایا۔ لیکن جیسے جیسے پارٹیوں کے درمیان مقابلہ تیز ہوتا گیا اور ذات کی انجمن نے کامیابی کے ساتھ ممبران کو سیاسی سرگرمیوں کے لیے متحرک کیا، تمام پارٹیوں نے ذات کے سرکردہ امیدواروں کو راغب کرنا شروع کر دیا جو ذات کے ووٹوں کو متحرک کر سکتے تھے۔ ایسے سیاسی خواہشمند مختلف سیاسی جماعتوں میں شامل ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ بنیادی

طور پر ذات کے سماجی یا رسمی مفادات کی خدمت کے بجائے اپنے لیے سیاسی عہدے حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں، اس لیے وہ یا تو ایک نئی انجمن شروع کرتے ہیں یا موجودہ کو الگ کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے سیاسی طاقت حاصل کرنے کے لیے ذات پات کی ایسوسی ایشن کئی آلات میں سے ایک ہے۔

23.11 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

سیاست خلا میں نہیں چلتی۔ یہ معاشرے میں کام کرتا ہے جس میں یہ سماجی قوتوں سے متاثر ہوتا ہے۔ سیاست سماجی قوتوں کو متاثر کرتی ہے اور ان میں تبدیلی لاتی ہے۔ اگر سیاسی ادارے اور سیاسی رہنما سماجی قوتوں میں مداخلت کرنے کی شعوری کوشش کریں تو وہ سماجی نظام اور تعلقات میں کافی حد تک اثر انداز ہو سکتے ہیں اور تبدیلیاں لاسکتے ہیں۔ ہندوستان میں جمہوری سیاست ذات پات سے متاثر رہی ہے لیکن اس نے روایتی ذات پات کے نظام اور اس کی اقدار کو بھی بدل دیا۔ انتخابی عمل میں حصہ لینے کے دوران ذات کی مختلف سطحوں کے ڈھانچے اور افعال میں تبدیلی آئی ہے۔ اس کی پاکیزگی اور نجاست کا روایتی پہلو کافی حد تک کمزور ہو چکا ہے۔ ذات پات ہندوستانی معاشرے کی ایک منفرد خصوصیت ہے۔ یہ موروثی، درجہ بندی اور اینڈوگیس ہے، بین ذات کے تعلقات کے سخت قوانین کو برقرار رکھتا ہے۔ انگریزوں نے مختلف ذات پات کے گروہوں کو شمار کرتے ہوئے جدید ریاستی ڈھانچے قائم کیے۔ ذات پات کی شناخت کو اس طرح اہمیت حاصل ہوئی۔ جدید جمہوری ڈھانچے کو اپنانے نے ذات کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس پر سیاست کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ذات پات سے بہت متاثر ہے۔ ذات پات نئے متوسط طبقے کے طور پر ابھری ہے۔ اس اکائی میں ہم نے:

- ذات پات سے متعلق نظریات کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔
- ہندوستان میں ذات پات کے نظام کا تفصیلی مطالعہ کیا۔
- مختلف زاویوں سے ذات پات کے نظام کا مشاہدہ کیا۔

23.12 کلیدی الفاظ (Keywords)

علاقائی تغیرات (Regional Variations)

مختلف علاقوں کی تبدیلی اور مختلف رہن سہن کے طور پر جانا جاتا ہے۔

قبائل (Tribe)

قبائل قبیلہ کی جمع ہے۔ قبیلہ لوگوں یا قوم کا ایک طبقہ، جماعت یا گروہ ایک ہی مورث اعلیٰ کا خاندان یا نسل جو ممیز ہو۔

23.13 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

23.13.1- معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1- ہندوستان میں ذات پات کا نظام میں سب سے بہتر ذات کس کو مانا جاتا ہے۔

(a) برہمن (b) شتρία (c) ویشیا (d) شدرا

2- سب سے نچلی ذات کا درجہ کس کو دیا گیا ہے۔

(a) ویشیا (b) شتρία (c) برہمن (d) شدرا

3- جنگ وجدل کا تعلق کس ذات سے ہے؟

(a) ویشیا (b) شتρία (c) برہمن (d) شدرا

4- تجارت کا تعلق کس ذات سے ہے؟

(a) ویشیا (b) شتρία (c) برہمن (d) شدرا

5- سب سے اعلیٰ ذات کا درجہ کس کو دیا گیا ہے۔

(a) ویشیا (b) شتρία (c) برہمن (d) شدرا

23.13.2- مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ذات پات کے نظام کی کیا خصوصیات ہیں؟

2. سامراجی حکومت کے دوران ذات پات کا نظام کیسا تھا؟

3. ذات پات کے نظام میں آزادی کے بعد کیا تبدیلی آئی؟

4. ذات پات سیاست کا حصہ کیسے بنی؟

5. سامراجی حکومت کیا ہے؟

23.13.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. سنسکرتزائشن Sanskritization سے کیا مراد ہے؟

2. ذات پات پر مبنی گروپس کو کیا خاص مراعات دی گئی ہیں؟

3. سامراجی حکومت کی تفصیل بیان کیجیے۔

23.14 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Beteille, Andre, *Essays in Comparative Perspective*, Chapter 4. Delhi
2. Centre For Social Studies, *Caste, Caste Conflict and Reservation*, Chapters 1,2 and 8, Delhi, Ajanta Publication, 1985.
3. Kothari, Rajni, *Caste and Politics in India*, Hyderabad, Orient Longman 1970.
4. Rudolph L.I. and Rudolph S.H. *The Modernity of Tradition*, Delhi, Longman, 1961.
5. Shah, Ghanshyam, *Caste in Indian Politics*, Delhi, Permanent Black 2000.



اکائی 24- فرقہ واریت

(Communalism)

اکائی کے اجزا

تمہید	24.0
مقاصد	24.1
فرقہ پرستی کیا ہے	24.2
فرقہ پرستی کے بارے میں خرافات	24.3
فرقہ پرستی کی تعریفیں	24.4
فرقہ پرستی کے اقسام	24.5
فرقہ پرستی کی جہتیں	24.6
فرقہ پرست نظریات کے مراحل	24.7
ہندوستان میں فرقہ پرستی کی تاریخیت	24.8
ہندوستان میں فرقہ پرستی کے اسباب	24.9
اقتصادی نتائج	24.10
کلیدی الفاظ	24.11
نمونہ امتحانی سوالات	24.12
معمروضی جوابات کے حامل سوالات	24.12.1
مختصر جوابات کے حامل سوالات	24.12.2
طویل جوابات کے حامل سوالات	24.12.3
تجویز کردہ اکتسابی مواد	24.13

24.0 تمہید (Introduction)

'فرقہ واریت' / فرقہ پرستی 'سے مراد وہ تنگ رویہ ہے جو مذہب اور فرقے کی نام پر معاشرے اور قوم کے وسیع تر مفادات کے خلاف فرد کو اپنے انفرادی مذہب اور فرقے کے مفادات کے فروغ اور تحفظ کو اہمیت دیتا ہے۔ فرقہ پرستی کا احساس اپنے مذہب کے تئیں اندھی عقیدت اور دوسرے مذہب اور اس کے پیروکاروں سے نفرت کا احساس پیدا کرتا ہے۔

بنیادی طور پر، فرقہ واریت سے مراد یہ عقیدہ ہے کہ چونکہ کچھ لوگ کسی خاص مذہب کی پیروی کرتے ہیں، اس لیے ان کے مشترکہ سماجی، سیاسی اور معاشی مفادات ہوتے ہیں۔ فرقہ واریت مذہبی گروہوں کے درمیان کشیدگی سے علیحدگی کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک ہی ملک میں مختلف اور بڑے فرقوں کے درمیان علیحدگی اور نفرت کی سیاست کو فرقہ وارانہ سیاست کہا جاتا ہے۔

24.1 مقاصد (Objectives)

ہم سب لفظ 'فرقہ واریت' سے واقف ہیں۔ لیکن کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ فرقہ پرستی کا اصل مطلب کیا ہے اور ہمارے معاشرے میں اس کی جڑیں اتنی گہری کیوں ہیں؟ اس اکائی میں ہمارے سماج اور ملک میں فرقہ پرستی سے متعلق کچھ سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس اکائی سے گزرنے کے بعد:

- فرقہ واریت کی وضاحت کر سکتے ہیں اور فرقہ واریت کی مختلف اقسام کے درمیان فرق کر سکتے ہیں۔
- فرقہ وارانہ نظریات کے مراحل کا جائزہ لے سکیں گے۔
- مختلف قوتوں کا جائزہ لیں گے جو اسے فروغ دیتی ہے۔
- اس میں ہم سمجھیں گے کہ ہندوستانی سماج اور سیاسی فکر میں فرقہ پرستی کیسے ابھری۔
- 20 ویں صدی میں اس کی ترقی کی طرف اشارہ کر سکیں گے۔

24.2 فرقہ پرستی کیا ہے؟ (What is Communalism?)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فرقہ پرستی ایک ایسا عقیدہ ہے جس کے مطابق ایک ہی مذہب کے لوگوں کے سماجی، سیاسی اور معاشی مفادات اور شناختیں مشترک ہیں۔ دوسرے لفظوں میں فرقہ واریت وہ عقیدہ ہے جس کے مطابق مذہب معاشرے کی بنیاد ہے اور معاشرے کی تقسیم کی بنیادی اکائی بھی ہے۔ اس کے مطابق مذہب ہی سبھی دوسرے انسانی مفادات کو پیش کرتا ہے۔ فرقہ واریت کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے آئیے اسے ایک اور نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ انسان ایک کثیر الشعور سماجی جانور ہے جس کی بیک وقت کئی شناختیں ہیں۔ اس کی شناخت اس

کے ملک، علاقے، جنس، پیشہ، خاندان میں اس کی اپنی حیثیت، مذہب، ذات وغیرہ کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے۔ فرقہ پرست ان تمام بنیادوں سے صرف مذہبی شناخت کا انتخاب کرتا ہے اور اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی کوشش کرتا ہے، جس کے نتیجے میں سماجی تعلقات، سیاسی افہام و تفہیم اور معاشی جدوجہد کی وضاحت مذہبی شناخت پر کی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ تمام اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر کے مذہب کو غیر ضروری طور پر ضرورت سے زیادہ اہمیت دینا فرقہ واریت کا آغاز ہے۔

مختصراً، فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ اور دلائل درج ذیل تین سطحوں پر ہیں:

- (i) مذہبی فرقے کے تمام ارکان کے مفادات مشترک ہیں۔ مثال کے طور پر یہ دلیل کہ ہندو یا مسلمان زمیندار اور کسان کے مفادات ایک جیسے ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی فرقے کے رکن ہیں۔
- (ii) ایک مذہبی فرقے کے اراکین کے مفادات دوسرے فرقے کے اراکین سے مختلف ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ تھا کہ تمام ہندوؤں کے مفادات مسلمانوں سے مختلف ہیں اور اسی طرح مسلمانوں کے مفادات ہندوؤں کے مفادات سے مختلف ہیں۔
- (iii) نہ صرف یہ مفادات مختلف ہیں بلکہ یہ مفادات متضاد اور مخالف بھی تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ متضاد مفادات کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کا بقائے باہمی ممکن نہیں ہے۔

24.3 فرقہ پرستی کے بارے میں خرافات (Myths about Communalism)

فرقہ پرستی کو بڑی حد تک غلط سمجھا گیا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کے بارے میں بہت سی خرافات پیدا ہوئی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے یہ جاننا بہت ضروری ہو جاتا ہے کہ فرقہ واریت کیا نہیں ہے۔ فرقہ واریت کو سمجھنے کے عمل میں اس سے جڑی خرافات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

- (i) مروجہ نقطہ نظر کے برعکس فرقہ واریت محض مذہب کا سیاست میں داخلہ یا سیاست کی مذہبی تشریح نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں، سیاست میں مذہب کا داخلہ ضروری نہیں کہ فرقہ پرستی کو عروج ملے۔ مثال کے طور پر، مہاتما گاندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد، جو بیسویں صدی کے دو سب سے بڑے سیکولر رہنما تھے، بہت مذہبی تھے اور انہوں نے اپنی سیاست کی مذہبی انداز میں تشریح کی۔

- (ii) فرقہ واریت مذہبی اختلافات کا نتیجہ نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں، مذہبی اختلافات بذات خود فرقہ واریت کا باعث نہیں بنتے۔ مثال کے طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اختلافات صدیوں سے چلے آ رہے ہیں لیکن جدید دور میں ہی ان اختلافات نے فرقہ واریت کی شکل اختیار کر لی۔ درحقیقت فرقہ پرستی کوئی مذہبی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

(iii) فرقہ پرستی ہندوستانی سماج میں موروثی نہیں تھی، جیسا کہ مانا جاتا ہے۔ یہ ہندوستان کے ماضی کا تسلسل نہیں تھا بلکہ کچھ خاص حالات اور مختلف طاقتوں کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ تھا۔ فرقہ پرستی کی ابتدا جدید ہندوستان میں ہوئی، یہ نوآبادیاتی دور کی طرح جدید ہے۔ فرقہ پرستی کی وضاحت جدید ہندوستان میں سیاسی اور معاشی ترقی کے تناظر میں کی جانی چاہئے۔

24.4 فرقہ واریت کی تعریفیں (Definitions of Communalism)

یہ لفظ انگریزی لفظ Communalism کا ترجمہ ہے۔ لفظ Communalism اصل میں لفظ Commune سے ماخوذ ہے جس کا لفظی مطلب ہے یورپ کے کسی ملک کا سب سے چھوٹا ضلع یا لوگوں کا گروہ جو مساوی قانون کے تحت رہتے ہیں۔ آگے چل کر اسی لفظ سے Communism اور Communalism الفاظ بنے۔ کمیونزم کے لغوی معنی ہیں "ایک ایسا معاشرہ جو مشترکہ عناصر کی بنیاد پر متحد ہو"۔ جدید لغات میں اسے ذات پات کے جذبات یا ذات پرستی کے معنی دیے گئے ہیں۔

لیکن آج کے تناظر میں فرقہ واریت یا جماعتیت کے معنی دیکھنا ضروری ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی تعریفیں پیش کی ہیں:

- فرقہ واریت ایک نظام فکر ہے۔
- فرقہ واریت ایک غلط فہمی یا خیال ہے۔
- آج کے محدود وسائل میں زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرنے کی جدوجہد۔
- یہ حکمران جماعت کی طبقاتی سیاست کا ہتھیار ہے۔

ڈاکٹر ولفریڈ اسمتھ کے مطابق "فرقہ واریت یا جماعتیت ایک ایسا نظام فکر ہے جس میں مختلف مذاہب کے سماجی گروہ کی نوعیت کو ان کی مذہبی بنیاد پر ایک آزاد سماجی، معاشی اور سیاسی گروہ کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس علیحدگی پسند کی حمایت کرنے کے لیے ان گروہوں کے درمیان اختلافات، تضاد اور دشمنی کو سختی سے اجاگر کیا جاتا ہے۔" اس طرح یہ واضح ہے کہ فرقہ پرستی کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا گروہ کی شناخت سے ہے، جس کی بنیاد دوسرے گروہوں کی دشمنی، نفرت اور عداوت ہے۔

فرقہ واریت کی تعریف کرتے ہوئے یٹونٹ وٹھتے کہتے ہیں، "فرقہ واریت کوئی ٹھوس شکل یا جسمانی شکل نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا احساس ہے جو بعد میں ٹھوس شکل یا مجموعی شکل کو جنم دیتا ہے، بنیادی طور پر فرقہ پرستی اپنے فرقوں کے خالص بنیادی اصولوں کو مجسم کرتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بُرے احساسات کی آمیزش کی وجہ سے اس میں جمع ہونے والے احساسات بتدریج بڑھتے جاتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ایک دن وہ مقدس جذبات انتہائی زہریلے ہو جاتے ہیں، جس سے فرقہ واریت کا لفظ بہت داغدار اور غلیظ ہو جاتا ہے۔"

ممتاز مورخ پنچن چندر نے فرقہ پرستی کے درخت کی جڑوں کا جائزہ لیا ہے۔ "فرقہ واریت اور اس کے نشوونما انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران ہندوستان میں سماجی، اقتصادی اور سیاسی واقعات اور حالات کا نتیجہ تھی۔ معاشی پسماندگی، نیم جاگیر دارانہ - سرمایہ دار طبقات اور فریق

کے مفادات، متوسط طبقات کا غیر مستحکم معاشی نظام، ہندوستانی سماج کے اندر تقسیم اور اس کے غیر مساوی اور کثیر جہتی ثقافتی نوعیت اور قوم پرست قوتوں کی نظریاتی کمزوری۔ ان سب نے مل کر فرقہ پرستی کو جنم دیا۔"

رام دھاری سنگھ دکر اپنے مقالے "سنسکرت کے چار ادھیائے" میں لکھتے ہیں کہ فرقہ پرستی ایک چھوت کی بیماری ہے۔ جب ایک ذات خوفناک حد تک فرقہ پرست ہو جاتی ہے تو دوسری ذات بھی اس کے وجود پر غور کرنے لگتی ہے اور اس کے احساسات بھی پاک نہیں رہ پاتے ہیں۔ اس طرح جب معاشرے میں ایک برادری کے لوگ فرقہ پرست ہو جاتے ہیں تو دوسری برادریاں بھی فرقہ پرستی کی لپیٹ میں آ جاتی ہیں۔ چونکہ فرقہ واریت کی بنیاد مذہب ہے، اس لیے ایک مذہب کا آدمی دوسرے مذہب کا کٹر دشمن بن جاتا ہے اور مذہب کو تباہ کرنے میں مخالف مذہب نہ صرف لوگوں کو مارتا ہے، ان کے گھروں اور دکانوں کو لوٹتا ہے بلکہ انہیں قتل بھی کرتا ہے۔

رام پنیانی اور شر د شر مافرقہ واریت کا مفہوم اس طرح لکھتے ہیں۔ "فرقہ واریت ایک نظریہ ہے جس کے مطابق ایک مذہب سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کے، معاشی، سماجی اور سیاسی مفادات مشترک ہیں اور یہ مفادات دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے والوں کے مفادات سے الگ ہیں۔" اس طرح سماجی دائرے میں فرقہ پرستی کو کھان پان، عبادت، ذات پات وغیرہ کی تفریق کو ہی مذہب کی بنیاد مان کر اور اپنے مذہب کو اعلیٰ اور دوسرے مذہب کو ادنیٰ سمجھنا، اس کے تئیں نفرت، دشمنی اور عداوت پھیلانا فرقہ پرستی کے اندر آتا ہے۔

فرقہ واریت ایک مخصوص طبقہ کے لوگوں کے لیے عقیدہ پر مبنی ایک تصور ہے۔ بن چندر کے الفاظ میں "کسی خاص مذہب کے لوگوں کے سماجی، معاشی اور سیاسی مفادات بھی برابر ہیں۔ یہ وہی تصور ہے جو ہندوستان میں ہندوؤں، مسلمانوں، عیسائیوں اور سکھوں کو الگ الگ کمیونٹی مانتا ہے جس کی تشکیل ایک دوسرے سے الگ الگ اور مکمل طور پر آزاد طور پر ہوئی ہے۔ فرقہ پرستی کو مزید واضح کرتے ہوئے بن چندر لکھتے ہیں "فرقہ پرستی کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستانی معاشرہ ایسے کئی فرقوں میں بٹا ہوا ہے جن کے مفادات نہ صرف مختلف ہیں بلکہ ایک دوسرے کے مخالف بھی ہیں۔ فرقہ واریت کی پیدائش کے پیچھے یہ عقیدہ بھی ہے کہ سیاسی اور معاشی سے لے کر سماجی اور ثقافتی مقاصد کے لیے مذہب کی رسی سے ہی لوگوں کو پرکھا جاسکتا ہے۔" دوسرے لفظوں میں مختلف برادریوں کے ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی نہ صرف مذہبی بلکہ مذہب سے باہر کے معاملات میں بھی ایک قطعی گروہ کے طور پر برتاؤ کریں گے کیونکہ ان کا مذہب ایک ہے۔

گوپی ناتھ کلجھور نے فرقہ پرستی کے رویہ میں تباہی اور فساد بھی شامل کیا ہے۔ ان کے مطابق "جب گروہوں کے مفادات کے درمیان تصادم کی شکل تخریبی اور فساد کی ہو جائے تو اسے فرقہ وارانہ کہا جاتا ہے۔" ایک تصور کے طور پر فرقہ واریت کے قیام کے پیچھے ایک منظم اور مستحکم نظریہ ہے۔ اس کا خود ساختہ نظریہ ہے جو بہت سے تاریخی، ثقافتی، مذہبی، سماجی، سیاسی خرافات پر مبنی ہے اور اس احساس کی ترویج میں ان خرافات کا نمایاں حصہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ فرقہ واریت دو یا دو سے زیادہ برادریوں کے درمیان تصادم اور جدوجہد کی بنیاد پر پروان چڑھتی ہے۔ اس عمل میں وہ تشدد ہو جاتا ہے۔ رام آہو جافرقہ وارانہ تشدد کی علامت پر لکھتے ہیں کہ "فرقہ وارانہ تشدد میں دو مختلف مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو جاتے ہیں اور دشمنی، جذباتی غصہ، استحقاق، سماجی تفریق اور ایک دوسرے کے تئیں سماجی نظر اندازی کا شکار ہوتے ہیں۔ ایک فرقہ کی طرف سے دوسرے فرقے کا اتحاد اعلیٰ درجے کی کشیدگی اور پولرائزیشن کے درمیان

برقرار ہے۔ حملے کا ہدف 'دشمن' برادری کے افراد ہیں۔ عام طور پر فرقہ وارانہ فسادات کے دوران ایسی کوئی قیادت نہیں ہوتی جو فسادات کے صورت حال کو روک سکے یا کنٹرول کر سکے۔"

فرقہ واریت مذہبی، لسانی اور نسلی بنیادوں پر وجود میں آتی ہے، جو سیاست کے تناظر میں پروان چڑھتی ہے۔ رام پھنیانی نے فرقہ واریت کو سیاست کی گھناؤنی حرکتوں کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں فرقہ واریت کی ایک بھیانک سچائی فرقہ وارانہ تشدد ہے جو "معاشرے میں پھیلی ہوئی سڑن کا اظہار ہے۔ فرقہ وارانہ سیاست تمام سماجی شناختوں پر مذہب کا نقاب چڑھاتی ہے۔" فرقہ واریت پر اپنی بحث کو جاری رکھتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "فرقہ واریت کے بہت سے پہلو ہیں اور اس کے بارے میں بہت سی آراء ہیں۔ ایک عام خیال ہے کہ فرقہ پرستی اشرفیہ کی سیاست ہے لیکن اسے معاشرے کے بڑے طبقوں کو متحرک کر کے انجام دیا جاتا ہے۔ یہ طبقے اس یقین کے ساتھ حصہ لیتے ہیں کہ یہ ایک ایسے نظام کو بچانے کی اجتماعی کوشش ہے جو مذہب اور پرانی روایت سے متبرک ہے۔ اس کا مقصد اشرفیہ کی سیاسی اور سماجی خواہشات کی تکمیل ہے۔ اس کی کامیابی اس کی کشش پر منحصر ہے۔ یہ اس بنیاد پر شروع ہوتا ہے کہ ایک مذہب کے پیروکاروں کے مفادات مشترک ہیں۔۔۔ اس کا پُر تشدد شکل اس وقت سامنے آتا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایک فرقہ کے مفادات دوسرے مذہبی فرقے کے مفادات کے مخالف ہے۔"

24.5 فرقہ واریت کے اقسام (Types of Communalism)

- گرچہ لفظ فرقہ پرستی یا فرقہ واریت ایک ہی عنوان ہے لیکن اس کو آسان فہم بنانے کے لیے اسے ہم تین طرح سے منقسم کر سکتے ہیں:
- (i) سیاسی فرقہ پرستی (Political Communalism): سیاست کے میدان میں زندہ رہنے اور فروغ پانے کے لیے رہنما برادری مختلف برادریوں کے درمیان تقسیم کے خیال کو واضح طور پر فروغ دیتا ہے۔ یہ سیاسی فرقہ واریت کو جنم دیتا ہے جہاں لوگوں کے مختلف طبقے سیاسی خطوط اور نظریات میں بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔
 - (ii) سماجی فرقہ پرستی (Social Communalism): جب معاشروں کے عقائد ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے درمیان دشمنی کا باعث بنتے ہیں تو یہ سماجی فرقہ پرستی کی طرف لے جاتا ہے۔
 - (iii) معاشی فرقہ پرستی (Economic Communalism): لوگوں اور برادریوں کے گروہوں کے معاشی مفادات میں فرق جو معاشرے میں مزید تصادم کا باعث بنتا ہے، اسے معاشی فرقہ واریت کہا جاتا ہے۔

24.6 فرقہ واریت کی جہتیں (Dimensions of Communalism)

- ہندوستانی ماہر عمرانیات، ٹی کے اومان نے فرقہ واریت کی چھ جہتوں اور ان کے خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:
- (i) الحاق پسند (Assimilationist): ٹی کے اومان اسے ایک جہت کی طور پر بیان کرتے ہیں جہاں ایک چھوٹا مذہبی گروہ یا گروہیں کسی بڑے مذہبی گروہوں میں ضم یا ملحق ہو جاتا ہے۔

(ii) فلاحی (Welfarist): جب کوئی کمیونٹی کسی خاص کمیونٹی کی فلاح و بہبود یا بہتری کے لیے کار کرتی ہے، تو یہ فلاحی فرقہ واریت کے طرف لے جاتی ہے۔

(iii) پسپائی پسند (Retreatist): جب کوئی کمیونٹی اپنے اراکین کو سیاست میں شرکت سے منع کرتی ہے یا سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرنے کہتی ہے، تو یہ پسپائی پسند فرقہ پرستی کی طرف لے جاتی ہے۔

(iv) انتقامی (Retaliatory): جب، دشمنی اور نفرت میں، ایک برادری دوسری برادری کے لوگوں کو نقصان پہنچاتی ہے یا زخمی کرتی ہے، تو اسے انتقامی فرقہ واریت کہا جاتا ہے۔

(v) علیحدگی پسند (Separatist): جب ایک علیحدہ شناخت کا مطالبہ سامنے آتا ہے یا لوگوں کا ایک گروہ کسی بڑے گروہ سے علیحدگی کا مطالبہ کرتا ہے، تو اسے علیحدگی پسند فرقہ واریت کہا جاتا ہے۔

(vi) انفصال پسندی (Secessionist): جب ایک الگ سیاسی شناخت کے لیے، لوگوں کا ایک گروہ، جو اکثر اس کی قیادت کرتا ہے، کسی ریاست یا قوم سے علیحدگی کا مطالبہ کرتا ہے، تو اسے انفصال پسندی فرقہ واریت کہتے ہیں۔

24.7 فرقہ پرست نظریات کے مراحل (Stages of Communal Ideology)

ہندوستان میں بنیادی طور پر فرقہ وارانہ نظریات کے تین مراحل جھلکتے ہیں اور ان میں ہم آہنگی بھی نظر آتی ہے۔ پہلے مرحلے کے فرقہ وارانہ نظریے کے مطابق چونکہ کچھ لوگ ایک خاص مذہب کے پیرو ہیں، اس لیے ان کے دنیاوی یعنی سماجی، سیاسی اور معاشی مفادات بھی ایک جیسے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی ہندوستان میں الگ الگ اور مخصوص فرقے ہیں اور ان مذاہب کے پیروکاروں کے نہ صرف روحانی بلکہ دنیاوی مفادات بھی مشترک ہیں۔

فرقہ واریت کے دوسرے مرحلے میں یہ عقیدہ شامل ہے کہ ایک مذہب کے پیروکاروں کے دنیاوی مفادات (سماجی، ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی) دوسرے مذہب کے پیروکاروں سے مختلف ہیں۔ ہندوستان جیسے کثیرالسانی معاشرے میں ایک مذہب کے پیروکاروں کے دنیاوی مفادات دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے دنیاوی مفادات سے مختلف ہیں۔

فرقہ واریت کا تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے جب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ مختلف مذاہب / فرقوں کے پیروکاروں / برادریوں کے مفادات ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اس تیسرے مرحلے میں مختلف مذاہب اور فرقوں کے پیروکاروں یا مختلف مذہبی برادریوں کے مفادات کو متضاد اور مخالف سمجھا جاتا ہے۔

اپنے پہلے مرحلے میں فرقہ واریت مذہبی شناخت پر بہت زیادہ زور دیتی ہے اور اس سے مذہب کی بنیاد پر سماجی و سیاسی برادریوں کے تصور کو جنم ملتا ہے۔ فرقہ واریت کے دوسرے مرحلے کو لبرل فرقہ واریت یا اعتدال پسند فرقہ واریت کہا جاتا ہے جس میں فرقہ پرست بھی لبرل، جمہوری، انسان دوستی اور قوم پرست اقدار پر یقین رکھتا ہے۔ تیسرے مرحلے میں فرقہ واریت پر تشدد ہو جاتی ہے اور وہ فاسسٹ طریقے اپناتی

ہے۔ انتہا پسند فرقہ واریت کے تیسرے مرحلے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ دو مختلف مذہبی گروہوں یا برادریوں کے مفادات کبھی ایک نہیں ہو سکتے اور یہ کہ مختلف مذاہب یا مذہبی برادریوں کے پیروکاروں کے دنیاوی مفادات کے درمیان ٹکراؤ ہونا لازم ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں فرقہ پرستی کے تین مراحل مختلف اوقات میں رونما ہوئے لیکن وہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے رہے اور ان میں ایک خاص تسلسل قائم رہا۔

24.8 ہندوستان میں فرقہ واریت کی تاریخییت (Historicity of Communalism in India)

کسی بھی ملک میں ایک سے زیادہ مذاہب کا وجود فرقہ پرستی کی ترقی کی بنیادی وجہ نہیں ہے۔ کثیر المذہبی ملک میں فرقہ واریت کی ترقی لازمی نہیں ہے۔ مذہب ایک عقیدہ نظام ہے اور لوگ انفرادی عقائد کے ایک حصے کے طور پر اس کی پیروی کرتے ہیں۔ فرقہ واریت مذہب کی بنیاد پر سماجی اور سیاسی شناخت کے نظریے کا نام ہے۔ مذہب فرقہ واریت کا سبب نہیں ہے اور نہ ہی یہ مذہب سے متاثر ہے۔ دراصل فرقہ واریت مذہب کی سیاسی تجارت ہے۔

چونکہ ہندوستان جیسے ملک میں تعلیم کا فقدان تھا اور لوگوں میں بیرونی دنیا کا شعور بہت کم تھا، اس لیے مذہبیت نے فرقہ واریت کے لیے عمل انگیز کارکردار ادا کیا۔ فرقہ پرستی کوئی قدیم یا قرون وسطیٰ کے آثار نہیں ہیں جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ فرقہ واریت قدیم اور قرون وسطیٰ کے نظریات پر مبنی تھی، لیکن یہ بنیادی طور پر ایک جدید نظریہ اور سیاسی رجحان تھا، جو جدید سماجی گروہوں، طبقات اور قوتوں کی سماجی امتگوں کا اظہار کرتا تھا اور ان کی سیاسی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔

ہندوستان میں فرقہ وارانہ شعور کا عروج جدید سیاست کے عروج سے جڑا ہوا ہے۔ فرقہ واریت کی سماجی جڑیں اور اس کے سماجی، سیاسی اور معاشی مقاصد کا پتہ ہندوستانی تاریخ کے جدید دور میں پایا جاسکتا ہے۔ برطانوی راج کے قیام سے پہلے ہندوستان پر کئی صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہندو مسلم دونوں کے رہن سہن، رسوم و رواج میں کافی مماثلت تھی اور مختلف مذاہب کے باوجود تمام مذاہب میں حیرت انگیز اتحاد قائم تھا۔

اگرچہ مذہب لوگوں کی زندگیوں کا ایک اہم حصہ رہا ہے اور کبھی کبھار ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہب کو لے کر تنازعات ہوتے رہے ہیں، لیکن 1870 کی دہائی تک ہندوستان میں شاید ہی کوئی فرقہ وارانہ نظریہ اور فرقہ وارانہ سیاست موجود تھی۔ 1857 کے سپاہی بغاوت میں ہندو اور مسلمان، دونوں فرقوں کے لوگ انگریزوں کے خلاف شانہ بشانہ لڑے اور متفقہ طور پر آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ کو اپنا لیڈر تسلیم کیا۔

24.9 ہندوستان میں فرقہ پرستی کے اسباب (Causes of Communalism in India)

اگرچہ فرقہ پرستی کا تعلق مذہبی بنیادوں پر علیحدگی پسندی اور تعصب سے ہے، لیکن ہندوستان میں فرقہ وارانہ شعور کی پیدائش نوآبادیاتی پالیسیوں سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں اور اس کے خلاف جدوجہد کی ضرورت تھی۔

ہندوستان میں فرقہ پرستی کا عروج عوام اور اس کی شراکت پر مبنی ایک نئی، جدید سیاست کا نتیجہ ہے۔ جدید سیاست میں، فرقہ واریت، لوگوں کے ساتھ وسیع تر تعلقات استوار کرنے، ان کا اعتماد جیتنے اور ایک نئی شناخت قائم کرنے کی ضرورت سے پیدا ہوئی۔ فرقہ واریت اور جدید فرقہ وارانہ سیاست نے سماجی گروہوں، طبقات اور قوتوں کی سماجی خواہشات کا اظہار کیا اور ان کی سیاسی ضروریات کو پورا کیا۔ عصری معاشی ڈھانچے نے نہ صرف فرقہ واریت کو جنم دیا بلکہ اس کے فروغ اور پھیلاؤ کا باعث بھی بنے۔

فرقہ واریت کی سماجی بنیاد ابھرتے ہوئے متوسط طبقے پر مبنی تھی جو اس وقت کے ماحول میں اپنے مذہبی مفادات کے ساتھ معاشی مفادات بھی تلاش کر رہی تھی۔ اس نے فرقہ واریت کے نظریے کو تقویت دینے میں مدد کی جب لوگوں نے نئے نظریات کو اپنانے، نئی شناخت اور نظریات کو فروغ دینے اور جدوجہد کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے قدیم اور ماقبل جدید طریقوں سے لگاؤ ظاہر کیا۔ تنگ نظر سماجی رجعتی عناصر نے فرقہ واریت کی بھرپور حمایت کی۔

ہندوستان جیسے مذہبی اور ثقافتی کثرتیت کے حامل ملک میں فرقہ واریت کا فروغ کوئی حادثاتی واقعہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک بتدریج عمل تھا جو انگریزوں نے اپنے سامراجی اور استعماری مفادات کی تکمیل کے لیے تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی کے تحت شروع کیا تھا۔

درحقیقت ہندوستان میں برطانوی استعمار کے قیام کے بعد، جیسے جیسے لوگوں میں سیاسی اور معاشی شعور ابھرا، مذہبی شناخت سیاسی اور اقتصادی معاملات کے ساتھ منسلک ہونے لگی اور ایک مذہبی گروہ کے لوگ اپنی سیاسی اور اقتصادی حیثیت کا دوسرے مذہبی گروہوں کی معاشی حیثیت سے موازنہ کرنے لگے۔

اس تقابلی عمل میں جب ایک مذہبی گروہ نے محسوس کیا کہ اس کے مذہبی گروہ کی سیاسی اور اقتصادی وسائل پر دوسرے گروہوں کے مقابلے کم دسترس ہے تو وہاں سے مذہبی علیحدگی اور فرقہ پرستی کا جذبہ شروع ہو گیا۔ ہندوستان میں فرقہ پرستی کے عروج میں بہت سے عوامل نے مشترکہ کردار ادا کیا۔

24.9.1 سماجی و اقتصادی وجوہات (Socio-economic Reasons)

ہندوستان میں فرقہ پرستی کا عروج اور ترقی نوآبادیاتی معیشت اور اس کی وجہ سے پسماندگی کا نتیجہ تھی۔ نوآبادیاتی استحصال کے نتیجے میں ہندوستانی معیشت میں جمود اور ہندوستانی عوام بالخصوص متوسط طبقے کی زندگیوں پر اس کے اثرات نے ہندوستانی سماج کی تقسیم اور انتشار اور اس کی گہری تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا۔

ملک گیر معاشی جمود کی وجہ سے سرکاری ملازمتوں، قانون اور طب جیسے پیشوں اور صنعتوں کے درمیان سخت مقابلہ تھا۔ دستیاب معاشی مواقع کا زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرنے کے لیے متوسط طبقے کے لوگ ذات، صوبے اور مذہب جیسی اجتماعی شناختوں کا سہارا لیتے تھے۔ اس طرح فرقہ واریت کچھ متوسط طبقے کے لوگوں کو فوری مدد فراہم کر سکتی تھی۔ سکڑتے معاشی مواقع کے اس دور میں فرقہ واریت کی جڑیں متوسط طبقے

میں پیوست تھیں اور اس کے ذریعے متوسط طبقے نے اپنے مفادات اور خواہشات کا اظہار کیا۔ اس طرح فرقہ واریت متوسط طبقے کا سوال تھا اور اسی طبقے کو سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کیا۔

مسلمانوں میں فرقہ وارانہ اور علیحدگی پسندانہ رجحانات کے فروغ کی ایک بڑی وجہ تعلیم، تجارت اور صنعتوں میں ان کی نسبتاً پسماندگی تھی۔ انیسویں صدی کے پہلے 70 سالوں میں اعلیٰ طبقے کے مسلمان انگریز مخالف، راسخ العقیدہ اور جدید تعلیم کے دشمن تھے، اس لیے ملک میں پڑھے لکھے مسلمانوں کی تعداد کم رہی۔ تعلیم کی عدم موجودگی میں جدید مغربی فکر یعنی سائنس اور تکنیک مسلم دانشوروں میں پھیل نہیں سکی اور ان میں سیاسی شعور بھی پیدا نہ ہو سکا۔

اس کے برعکس ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد نے انگریزی اور مغربی تعلیم حاصل کرنے میں جوش و خروش کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں نئے تعلیمی نظام سے ہم آہنگ ہو کر ہندو سرکاری ملازمتوں اور دیگر معاشی فوائد کے عہدوں پر فائز ہو گئے۔ سرکاری ملازمتوں اور پیشوں کے لیے جدید تعلیم ضروری تھی لیکن مذہبی قدامت پرستی، نئی تعلیمی پالیسی اور تعلیم میں انگریزی زبان کی پھیلاؤ کی وجہ سے مسلمان فکری پیشے میں پیچھے رہ گئے۔ برطانوی حکومت کے مسلم دشمن کردار نے بھی مسلمان کے معاشی اور ثقافتی انحطاط کی راہ ہموار کی۔

اگرچہ 1858ء کے اعلامیہ میں کہا گیا تھا کہ حکومت عوامی عہدوں پر تقرریوں کے سلسلے میں ذات پات، مذہب وغیرہ کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں کرے گی۔ لیکن حکومت نے مسلمان کو ریاستی عہدوں سے محروم کر کے اور تعلیم اور معاشی شعبوں میں سرزنش کرتے ہوئے انہیں سخت سزا دی۔ یورپیوں کو اعلیٰ عہدے اور ہندوؤں کو چھوٹے عہدے دیے گئے، لیکن مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے محروم رکھا گیا، جس سے دونوں برادریوں کے درمیان معاشی اور ثقافتی خلیج پیدا ہوئی۔

24.9.2 برطانیہ کی تقسیم کرو اور حکومت کرو پالیسی (Britain's Divide and Rule Policy)

1857ء میں انگریزوں کے خلاف باغی سپاہیوں نے، ہندو اور مسلمان دونوں کدھے سے کندھا ملا کر برطانوی راج کی مخالفت کی۔ اس بغاوت میں مسلمانوں کے کردار کا دیکھتے ہوئے برطانوی حکومت نے مسلمانوں کے خلاف امتیازی پالیسی اپنائی اور ہندوؤں کا ساتھ دینا شروع کیا۔ حکومت کی اس امتیازی پالیسی کی وجہ سے مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہندوؤں اور انگریزوں کے درمیان ان کے خلاف ایک قسم کا اتحاد قائم ہو گیا ہے اور یہیں سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان شکوک و شبہات اور بد اعتمادی کی فضا پیدا ہونے لگی۔

قومی جذبات کی نشوونما کو روکنے کے لیے انگریزوں نے تقسیم کرو اور حکومت کرو پالیسی کے تحت ہندوستان کی سیاست میں فرقہ وارانہ اور علیحدگی پسند رجحانات کی حوصلہ افزائی کے لیے مسلم زمینداروں، سرمایہ داروں اور نئے تعلیم یافتہ طبقوں کو راغب کرنے کا فیصلہ کیا۔ انگریزوں نے بنگالی بالادستی کے نام پر صوبائیت کو ہوا دی، ذات پرستی کا استعمال کرتے ہوئے غیر برہمن ذاتوں کو برہمنوں کے خلاف اور نجلی ذاتوں کو اعلیٰ ذاتوں کے خلاف کھڑا کیا۔

برطانوی حکومت ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کو الگ الگ برادریاں مانتی تھی اور فرقہ پرست رہنماؤں کو ان کے ہم مذہبوں کا حقیقی نمائندہ سمجھتی تھی۔ برطانوی حکومت نے زہریلے فرقہ وارانہ خیالات اور منافرت پھیلانے کے لیے پریس، پمفلٹ، پوسٹرز، لٹریچر اور پبلک فورمز کو بھی مکمل آزادی دی۔ انیسویں صدی کے اواخر میں جب مذہبی گروہوں کے تعلقات از سر نو ترتیب دیے گئے تو ہندوؤں کے متحرک ہونے کے ساتھ ہی ساتھ 'دوسرا' یعنی مسلمانوں کی مذمت شروع ہوئی۔ نتیجتاً مسلمانوں نے بھی اپنے مشترکہ مذہب من گھڑت ماضی کی بنیاد پر اپنی برادری کی شناخت تلاش کرنا شروع کر دی۔ انیسویں صدی میں پنجاب کے شہروں میں آریہ سماج کی جارحانہ تحریک نے مسلمانوں کو انتقامی متحرک ہونے کی ترغیب دی اور اسلام نے دیہی علاقوں میں سجادہ نشین، پیروں اور علماء کرام کے سہارے سیاست میں قدم رکھا۔

1885 میں انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کے بعد انگریزوں نے قوم پرست طاقتوں کو دبانے اور مسلم برادری کا اعتماد حاصل کرنے کی لیے مسلمانوں کو ملازمتوں میں ریزرویشن، مختلف خدمات میں ترجیح اور دیگر سہولیات دینے کی پالیسی اپنائی۔ بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں برطانوی حکومت نے اس پالیسی کے تحت بنگال کو تقسیم کیا اور مسلم لیگ جیسی تنظیم قائم کروائی۔ برطانوی حکومت نے 1909 کے مارلے منٹوریفارم ایکٹ میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ حلقہ بندیوں کی فراہمی کے ذریعے دونوں برادریوں کے درمیان تقسیم کی دیوار کو مزید وسیع کیا، جسے 1919 کے ایکٹ میں دیگر اقلیتوں تک بڑھا دیا گیا تھا۔ اس طرح برطانوی حکومت کی تفرقہ انگیز پالیسیوں نے ہندوستان میں فرقہ پرستی کو جنم دیا۔

24.9.3 ہندوستانی تاریخ کی فرقہ وارانہ تحریر (Communal Writing of Indian History)

فرقہ واریت کو پھیلانے میں بنیادی کردار ان مورخین نے ادا کیا ہے جو مذہب کی بنیاد پر زمانے کی تقسیم کرتے ہیں اور تاریخی حقائق کو کسی خاص مذہب کے حق میں یا مخالف میں توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ جیمز مل نامی ایک معروف مورخ نے برطانوی ہندوستان کی تاریخ کے ذریعے ہندوستانی تاریخ کی فرقہ وارانہ تشریح کو متعارف کرایا۔ انہوں نے ہندوستانی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا اور انہیں مذہبی خطوط پر تقسیم کیا۔

(i) ہندو تہذیب (ii) مسلم تہذیب (iii) برطانوی تہذیب

اس طرح برطانوی سامراج کو تقویت دینے کے لیے بہت سے انگریز مورخین نے ہندوستانی تاریخ کی ایسی مسخ شدہ تشریح کی جس کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرقہ وارانہ جذبات پروان چڑھے۔ زمانے کی یہ تقسیم بعد میں دو قومی نظریہ کا محرک بنی اور ہندوستان کو مذہب کی بنیاد پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ قوم پرست مورخین نے بھی مل کی اس غلطی کو نہیں سدھارا جس کا خمیازہ ہندوستان آج تک بھگت رہا ہے۔

برطانوی مورخین کے بعد ان کی تقلید کرنے والے ہندوستانی مورخین نے قدیم ہندوستان کو 'ہندو دور' اور قرون وسطیٰ کو 'مسلم دور' کہا۔ ترک، افغان اور مغل حکمرانوں کی حکومت کو 'مسلم راج' کہا جاتا تھا۔ حالانکہ مسلم عوام بھی ہندو عوام کی طرح ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے اور دونوں طبقے چاہے ہندو ہو یا مسلمان، حکمران طبقے کی طرف سے یکساں ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے باوجود فرقہ پرست

مورخین نے یہ غیر تاریخی اعلان کیا کہ قرون وسطیٰ کے ہندوستان میں تمام مسلمان، حکمران تھے اور سارے غیر مسلم، محکوم تھے۔ درحقیقت، ہندوستان میں، دوسرے ملکوں کی طرح، قدیم اور قرون وسطیٰ میں سیاست کی بنیاد معاشی اور سیاسی بنیاد تھی، مذہبی تحفظات نہیں۔ حکمرانوں اور باغیوں دونوں نے اپنی مفادات اور عزائم کو چھپانے کے لیے مذہب کو استعمال کیا۔ فرقہ وارانہ مورخین نے ہندوستان میں حکمرانوں کے درمیان تنازعہ کو ہندو مسلم جدوجہد کے طور پر پیش کیا۔

24.9.4 انتہا پسند قوم پرستی اور ہندو احیاء پسندی (Extremist Nationalism and Hindu Revivalism)

انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں ہندوستان میں لبرل تحریک کی ناکامی، عوام کو قومی تحریک سے جوڑنے کے ضرورت، اور ہندو ازم کے قدیم شان کو برقرار رکھنے کے لیے 'ہندو احیاء پسندی' کا عروج ہوا۔ اس کا ایک زوردار سیاسی لہجہ بھی تھا، جو ایک جدید ہندوستانی قوم کی تخلیق کی تاریخی ضرورت سے متاثر تھا۔

ہندو احیاء پسند تحریک نے ناداستہ طور پر اس خیالی عقیدے کا پرچار کیا کہ ہندوستانی معاشرہ اور ثقافت قدیم زمانے میں 'اعظمت' اور 'مثالی' کی بلندیوں پر تھے، لیکن قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کی حکمرانی اور تسلط کی وجہ سے ان کا مسلسل زوال ہوتا رہا۔

ابتداء میں، ہندو احیاء پسندی کی نوعیت سماجی تھی، لیکن جلد ہی اس نے اپنے لیے ایک سیاسی کردار حاصل کر لیا اور مذہبی علامتوں، دیوتاؤں اور ثقافتی-مذہبی تہواروں کی مدد سے قومی تحریک کا پرچار کرنے والا بن گیا۔ انتہا پسند نظریہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے مذہب کے وسیع پیمانے پر استعمال پر یقین رکھتا تھا۔ کچھ انتہا پسند قوم پرستوں کی تقاریر اور تحریریں جیسے پنجاب کے لالہ لاجپت رائے، بنگال کے بن چندر پال اور مہاراشٹر کے بال گنگادھر تلک مذہبی اور ہندو رنگوں میں رنگے ہوئے تھے۔ ہندوؤں کو متحد کرنے کے لیے انتہا پسند رہنما تلک نے گنپتی اور شیواجی جیسے مذہبی تہوار شروع کیے اور ہندوؤں سے مسلمانوں کے تہواروں کا بائیکاٹ کرنے کی اپیل کی۔

شمالی ہندوستان میں ہندوؤں کی سیاسی تحریک کے لیے آریہ سماج نے گائے کے تحفظ کی تحریک شروع کی۔ گائے کے ذبیحہ پر قانونی پابندی کا مطالبہ اور 1893 کے فسادات کے بعد کانگریس کی خاموشی نے اقلیتوں کے خوف میں مزید اضافہ کیا۔ مزید یہ کہ بنگال کے ہندو بھدرلوک اکثر مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہندو جاترا پارٹیاں اکثر مسلم تاریخی کرداروں پر تنقید کرتی تھیں۔ ارو بندو گھوش کے بھارت ماتا کے تصورات اور قوم پرستی بطور مذہب، گنگا میں نہانے کے بعد بنگلہ دیش مخالف تحریک کا آغاز اور انقلابی دہشت گردوں کی دیوی کالی یا بھوانی کے سامنے حلف اٹھانے کی رسومات نے دونوں برادریوں کے درمیان فرقہ وارانہ تقسیم کو مزید وسیع کیا۔ اکبر اور ننگ زیب کے خلاف مہاراجہ پرتاپ اور شیواجی کی سیاسی جدوجہد کو مذہبی جدوجہد کے طور پر بیان کرنا بھی ایک تاریخی غلطی تھی۔

24.9.5 تقسیم بنگال مخالف تحریک (Anti-Partition Bengal Movement)

ہندوستانی قوم پرستی کی بڑھتی ہوئی لہر کے جواب میں، برطانوی حکومت نے سرکاری خدمات میں مسلمانوں کی خصوصی نمائندگی کو یقینی بنا کر مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف کھڑا کرنے کی پالیسی اپنائی۔ مسلمانوں کے خصوصی تحفظ کی پالیسی کو بالآخر 1905 کی تقسیم بنگال میں ادارہ

جاتی شکل دی گئی۔ اس کا بنیادی مقصد بنگال میں ہندو مسلمان اتحاد کو توڑنا اور اسے علاقائی خطوط پر تقسیم کرنا تھا۔ کسی حد تک برطانوی حکومت مسلمانوں کو یہ باور کرانے میں تقریباً کامیاب رہے کہ بنگال کی تقسیم مسلمانوں کے مفاد میں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے بنگال کی تقسیم مخالف تحریک کو ہندو اکثریتی آمریت قرار دیا۔

تقسیم بنگال مخالف سودیشی لیڈر سیاسی سوالات پر سیکولر انداز اپنانے کے بجائے یہ نعرہ لگاتے رہے کہ ہندوؤں کی قیمت پر مسلمانوں کو خصوصی سہولتیں دی جا رہی ہیں اور اور تقسیم مخالف تحریک جلد ہی مسلمانوں کے شعور میں ایک مسلم مخالف تحریک بن گئی۔

24.9.6 مسلم لیگ کا قیام (Establishment of Muslim League)

ہندوستان کے سکریٹری مارلے کی 1906 کی بجٹ تقریر نے اشارہ کیا کہ ہندوستان میں نمائندہ حکمرانی متعارف کیا جانے والا ہے تو تمام مسلم رہنما پریشان ہو گئے۔ مسلم رہنماؤں نے محسوس کیا کہ نئے خود مختار اداروں پر ہندو اکثریت کا غلبہ ہوگا، جو اب کانگریس میں اچھی طرح سے منظم تھے۔ مسلم رہنماؤں نے اپنی برادری کو آزاد سیاسی عمل کے لیے منظم کرانے کا فیصلہ کیا۔ 30 دسمبر 1906 کو برطانوی حکومت کی شہ پر ایک سیاسی تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ مسلم لیگ نے نہ صرف بنگال کی تقسیم کی حمایت کی بلکہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں کا مطالبہ بھی کیا۔ مسلم لیگ کی جدوجہد برطانوی اقتدار سے نہیں بلکہ کانگریس اور ہندوؤں کے ساتھ تھی۔

24.9.7 ہندو فرقہ پرستی (Hindu Communalism)

ہندو فرقہ پرستی بھی مسلم فرقہ پرستی کے متوازی ابھری۔ بہت سے ہندو مصنفین اور رہنماؤں نے فرقہ پرست نظریات اور پروگراموں کو اپنایا۔ درحقیقت ہندو فرقہ پرستی کی بنیاد آریہ سماج (1875) کی تطہیر کی تحریکوں نے رکھی تھی۔ متحدہ صوبوں اور بہار میں ہندی کے سوال کو فرقہ وارانہ رنگ دیا گیا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے اور ہندی ہندوؤں کی زبان ہے۔ درحقیقت 1870 سے ہندو جاگیردار، ساہوکار اور متوسط طبقے کے پیشرووں نے مسلم مخالف جذبات کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ 1890 کی دہائی میں مہاراشٹر، پنجاب اور ملک کے کچھ دوسرے شمالی حصوں میں کچھ ہندو تنظیموں نے مسلمانوں کے خلاف پورے ہندوستان میں گائے کے ذبیحہ کے خلاف مہم چلائی جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر فسادات پھوٹ پڑے۔ گائے کے تحفظ کے فسادات کے دوران سیاسی طور پر متحرک کرنے کے لیے ہندو مذہبی اور تاریخی علامتوں کو استعمال کرنے کی آزادانہ کوشش کی گئی۔

1893 کے بمبئی فسادات کے بعد مہاراشٹر میں بال گنگادھر تلک نے پونا کے ہندوؤں سے کہا کہ وہ محرم کے تہوار کا بائیکاٹ کریں اور بھگوان گنپتی کی عبادت کے عوامی تہوار میں شرکت کریں۔ تلک کی قیادت میں مذہبی تہوار فرقہ وارانہ سیاست کے ہتھیار بن گئے، جس کے نتیجے میں مذہبی تہوار فرقہ وارانہ کشیدگی کا سبب بن گئے۔ اس طرح مذہبی احیاء پسندی اور گائے کے تحفظ کے سوال پر ہونے والے شدید فسادات نے ہندو اور مسلمان کے درمیان صدیوں پر محیط باہمی بھائی چارے کو دھندلہ کر دیا۔

ہندو مہاسبھانے ہندو فرقہ پرستی کے عروج میں سب سے زیادہ تعاون کیا۔ 1909 میں بی این مکھرجی اور لال چندر نے پنجاب ہندو سبھا کی بنیاد رکھی۔ لال چندر نے یہ اعلان کیا کہ ہندو پہلے خود کو ہندو اور پھر ہندوستانی سمجھیں۔ 1910 میں الہ آباد کے کچھ ممتاز ہندوؤں نے آل انڈیا ہندو مہاسبھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اکثریتی طبقے کی طرف سے تشکیل دی گئی یہ انتہا پسند تنظیم ہندو قوم پرستی اور ہندو مفادات کی وکالت کرتی تھی۔ جس کا مسلم برادری پر منفی اثر پڑا اور فرقہ پرستی کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

24.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- ہندوستانی معاشرہ شروع سے ہی ایک مربوط معاشرہ رہا ہے جو مذہبی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی طور پر مغربی معاشرے سے الگ تھا۔
- ہندوستان کے مربوط معاشرے کا مذہبی اور سماجی تانے بانے برطانوی نوآبادیاتی پالیسیوں اور کچھ ہندوستانی رہنماؤں اور معاشی طبقات کے مفادات کی وجہ سے بکھر گیا۔
- ہندوستان میں فرقہ واریت کے عروج اور ترقی کی وجہ نہ صرف مذہبی تھی بلکہ یہ دونوں برادریوں کے اعلیٰ طبقات کے سیاسی اور معاشی مفادات کا نتیجہ تھا۔
- انگریزوں کے لیے جہاں اپنی طاقت کو برقرار رکھنے کے لیے ہندوستان کے سماجی اور مذہبی اتحاد کو توڑنا ضروری تھا، وہیں ہندوؤں اور مسلمانوں کے متوسط اور متمول طبقوں کو اپنے سیاسی اور معاشی مواقع تلاش کرنے اور ایک دوسرے کے مقابلے کا سامنا کرنے کے لیے مذہبی شناخت کو بنیاد بنانے کی پڑی۔
- ہندوستان میں فرقہ پرستی کے عروج کا سب سے زیادہ شکار عام لوگ ہوئے جبکہ دونوں برادریوں کے معاشی اور سیاسی اثر افیہ نے زیادہ تر اس کا فائدہ اٹھایا۔
- اس طرح برطانوی ہندوستان میں فرقہ واریت کا عروج روحانی یا مذہبی کے بجائے سیاسی تھا جس کا نتیجہ ملک کی سیاسی تقسیم کی صورت میں نکلا۔
- اگرچہ ہمیں فرقہ وارانہ تقسیم کے حوالے سے تلخ تجربات ہوئے ہیں، تاہم، یہ بات بڑے پیمانے پر عیاں ہے کہ 'ہندوستان' بنانے والے لوگ بڑی حد تک سیکولر ہیں اور کسی کمیونیٹی کے درمیان مستقل تقسیم نہیں ہے۔

24.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

استعمار/نوآبادیاتی نظام: نوآبادیاتی نظام سے مراد کسی ایک علاقے کے لوگوں کا دوسرے علاقے میں جا کر اپنی نئی آبادیاں قائم کرنا اور ارد گرد کے علاقوں پر قبضہ کر کے اسے توسیع دینا ہے۔ جہاں یہ نوآبادی قائم کی جاتی ہے وہاں کے اصل باشندوں پر قابض گروہ عموماً اپنے قوانین، معاشرت اور حکومت بھی مسلط کر دیتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ قابض گروہ اور نوآبادی کے اصل باشندوں کے درمیان نا انصافی اور جبر پر مبنی ایک تعلق ہے جس میں اصل باشندوں کا استحصال ہوتا ہے۔

جاگیردارانہ نظام: جاگیردارانہ نظام وہ معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی نظام جو جدید حکومتوں کے قیام سے پہلے یورپ اور ایشیا کے اکثر ملکوں میں رائج تھا۔ اس نظام کے تحت بادشاہ کی طرف سے مختلف افراد کو ان کی خدمات کے صلے میں زمینوں کے وسیع رقبے جاگیر کے طور پر عطا کیے جاتے تھے۔ یہ جاگیردار اپنی جاگیر میں رہنے والے مزارعین سے زمینوں پر کام کراتے تھے۔ جاگیردار کی حیثیت مزارعین اور دیگر مقامی باشندوں کے لیے حکمران سے کم نہیں تھی۔ مزارعین جاگیردار کے ظلم و ستم کی چکی میں پستے رہتے تھے۔ ان کو کسی قسم کے سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے۔

لبرل یا آزاد خیال: اس سیاسی فلسفے کا نام ہے جو شخصی آزادی، جمہوری نظام حکومت اور آزادی تجارت کا پرچار کرے۔ یعنی کہ کوئی خاص ہم پر دین کو لاگو نہ کرو ہمیں اپنی زندگی گزارنے دو۔

24.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

24.12.1 24.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

(1) فرقہ پرستی کا احساس اپنے مذہب کے تئیں ----- عقیدت اور دوسرے مذہب اور اس کے پیروکاروں سے نفرت کا احساس پیدا کرتا ہے۔

(a) اندھی (b) مذہبی (c) ثقافتی (d) صنعتی

(2) فرقہ واریت مذہبی گروہوں کے درمیان کشیدگی سے ----- کی طرف لے جاتی ہے۔

(a) مماثلت (b) علیحدگی (c) قربت (d) حرمت

(3) فرقہ واریت وہ عقیدہ ہے جس کے مطابق ----- معاشرے کی بنیاد ہے اور معاشرے کی تقسیم کی بنیادی اکائی بھی ہے۔

(a) مذہب (b) سیاست (c) ثقافت (d) معیشت

(4) "ایک ایسا معاشرہ جو مشترکہ عناصر کی بنیاد پر متحد ہو" اسے کہتے ہیں

(a) کمیون (b) کمیونزم (c) کمیونلزم (d) کومن

(5) کس مصنف نے فرقہ پرستی کو 'چھوٹ کی بیماری' کہا ہے؟

(a) بیٹن چندر (b) رام دھاری سنگھ دنگر (c) رام پنیانی (d) سونیتی چٹرجی

(6) "سنسکرت کے چار ادھیائے" کس نے تصنیف کی ہے؟

(a) بیٹن چندر (b) رام دھاری سنگھ دنگر (c) رام پنیانی (d) شر دشرما

(7) جب معاشروں کے عقائد ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے درمیان دشمنی کا باعث بنتے ہیں تو یہ فرقہ پرستی کہلاتا ہے۔

- (a) سیاسی (b) سماجی (c) معاشی (d) سبھی
- (8) ٹی کے اومان کے مطابق جہاں ایک چھوٹا مذہبی گروہ کسی بڑے مذہبی گروہوں میں ضم ہو جاتا ہے تو اسے کہتے ہیں۔
- (a) الحاق (b) پسپائی (c) فلاجی (d) علیحدگی
- (9) فرقہ وارانہ نظریات کے مراحل کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے؟
- (a) دو (b) تین (c) چار (d) پانچ
- (10) مارلے منٹورین فارم ایکٹ میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ حلقہ بندیوں کی فراہمی کا بندوبست کب کیا گیا؟
- (a) 1909 (b) 1919 (c) 1929 (d) 1939

24.12.2- مختصر جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. فرقہ پرستی کیا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔
2. فرقہ پرستی کے بارے میں رائج خرافات کی تشریح کریں۔
3. فرقہ پرستی کی مختلف جہتوں کا جائزہ لیں۔
4. فرقہ پرست نظریات کے مراحل پر بحث کریں۔
5. ہندوستان میں فرقہ پرستی کے سماجی اور اقتصادی اسباب پر بحث کریں۔

24.12.3- طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. فرقہ پرستی کے مختلف اسباب بیان کیجیے۔
2. فرقہ پرستی کی تعریفیں اور اقسام بیان کیجیے۔
3. فرقہ پرستی سے متعلق مختلف نظریات کی وضاحت کیجیے۔

24.13 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Readings)

1. Chandra, Bipan. *Communalism in modern India*. Har Anand Publications, 2008.
2. Chatterji, Joya. *Bengal divided: Hindu communalism and partition, 1932-1947*. No. 57. Cambridge University Press, 2002.
3. Puniyani, Ram, ed. *Religion, power and violence: expression of politics in contemporary times*. SAGE Publications India, 2005.
4. Thapar, Romila, Harbans Mukhia, and Bipan Chandra. "Communalism and the writing of Indian history." *New Delhi* (1969): 14.
5. Chandra, Bipan. *Communalism: A primer*. Anamika Pub & Distributors, 2004.

نمونہ امتحانی پرچہ

ہندوستانی حکومت اور سیاست

وقت: 3 hours

Maximum Marks: 70

ہدایات:

- یہ پرچہ تین حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارت ہے۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔
- 1- حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں جو کہ معروضی سوالات ہیں/خالی جگہ پُر کرنا/مختصر جواب والے سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے ایک نمبر مختص ہے۔
(1x1=10 Marks)
- 2- حصہ دوم میں 8 سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی 5 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً دو سو (200) لفظوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ ہر سوال کے لیے 06 نمبرات مختص ہیں۔
(5x6=30 Marks)
- 3- حصہ سوم میں 5 سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی 3 سوال کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً پانچ سو (500) لفظوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔
(3x10=30 Marks)

حصہ اول

سوال (1)

- (i) کس ملک کا آئین دنیا کا پہلا تحریری آئین ہے؟
(a) برطانیہ (b) امریکا (c) برازیل (d) امریکا
- (ii) ہندوستان کا دستور 26 نومبر 1949 کو اپنایا گیا اس کو کس نام سے منایا جاتا ہے؟
(a) یوم جمہوریہ (b) یوم آزادی (c) یوم قانون (d) یوم دستور
- (iii) حقوق کچھ سرگرمیوں کے استعمال میں آزادی کا معقول دعوٰی ہیں "یہ کس نے کہا؟
(a) وائلڈ (b) ارسطو (c) مارکس (d) پروٹاگوراس
- (iv) دفعہ 17 کس طرح کی توضیحات ہے؟
(a) حق تعلیم (b) چھوت چھات کا خاتمہ (c) حق زندگی (d) حق املاک
- (v) کے دستخط کے بعد بل قانون کی شکل اختیار کرتا ہے۔
(a) سپیکر (b) وزیراعظم (c) صدر نشین (d) صدر جمہوریہ
- (vi) برطانوی ولی عہد اور بھارتی صدر کس ایگزیکٹو کی مثال ہیں؟
(a) حقیقی (b) برائے نام (c) دونوں (d) کوئی نہیں

(vii) عام طور پر چیف ایگزیکٹو یا انتظامیہ کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

- (a) دو (b) تین (c) چار (d) پانچ

(viii) بھارت میں..... نظام حکومت ہے۔

- (a) صدارتی (b) وحدانی (c) پارلیمانی (d) جمہوری

(ix) ہندوستان میں ذات پات کا نظام میں سب سے بہتر ذات کس کو مانا جاتا ہے۔

- (a) برہمن (b) شتربیا (c) ویشیا (d) شذرا

(x) عدلیہ کی طاقت کہ وہ کسی قانون یا حکم کی درستگی کا جائزہ لے اور اس کا تعین کرے، کہلاتا ہے۔

- (a) عدالتی تجاوز (b) عدالتی تحمل (c) عدالتی فعالیت (d) عدالتی نظر ثانی



(2) چکدار اور سخت دستور پر مختصر نوٹ لکھئے۔

(3) فرائض کے مختلف قسموں کے بارے میں مختصر بیان کریں؟

(4) بنیادی حقوق کی خصوصیات پر غور و فکر کیجئے۔

(5) وزیراعظم کا تقرر کس طرح ہوتا ہے لکھئے؟

(6) ذات پات کے نظام کی کیا خصوصیات ہیں؟

(7) عدالتی نظر ثانی کیا ہے؟

(8) عدالتی فعالیت کیا ہے؟

(9) پارلیمنٹ سے متعلق وزیراعظم کے فرائض کو بیان کیجئے۔

حصہ سوم

(10) آئین کیوں ضروری ہے اور اس کے افعال کیا ہیں؟

(11) ارلینٹ کے اختیارات و فرائض تفصیل سے تحریر کیجئے؟

(12) صدر جمہوریہ کی میعاد عہدے کی شرائط اور برطرفی کا طریقہ تفصیل سے تحریر کیجئے؟

(13) عدالتی تحمل اور عدالتی تجاوز کے مابین فرق پر بحث کریں۔

(14) سپریم کورٹ کے ابتدائی دائرہ اختیار کو اپنے الفاظ میں واضح کیجئے۔